مستند ترین اور شہرہ آفاق کتاب کا اردو ترجمہ

قصص الانبیاء علیہم السلام

قصص و حالات نبی آخر الزماں ﷺ

امام حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر رحمہ اللہ

مترجم

مولانا عبد الرشید صاحب

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

مستند ترین اور شہرہ آفاق کتاب کا اردو ترجمہ

قصص الانبیاء علیہم السلام

مع اضافات

قصص و حالات نبی آخر الزمان ﷺ

امام حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا عبدالرشید صاحب

فاضل خیر المدارس ملتان

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 37321179

فہرست

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد ﷺ کے نور کریم کی پیدائش

پہلی روایت:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ آگے طویل حدیث ہے۔ اس حدیث سے نور محمدی ﷺ کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی ﷺ سے متاخر ہونا اس حدیث سے ثابت ہے۔

دوسری روایت:

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد و بیہقی نے "دلائل" میں اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

تیسری روایت:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے لئے نبوت کس وقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ (۱) ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ـــــ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ بقرہ: ۳۰ـ۳۹)

"اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے عرض کیا کہ (اے ہمارے رب) کیا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو زمین میں فساد کرے گا اور خونریزی کرے گا۔ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری خوبی اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں (اس میں مصلحت) جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام دنیاوی چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا (اے اللہ) تو پاک ہے ہمیں ان چیزوں کے نام معلوم نہیں ہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا بے شک تو ہی بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ پس جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتائے تو اللہ پاک نے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تحقیق میں آسمانوں اور زمینوں کے غیب جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

ابلیس کا سجدے سے انکار

اور جب اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا تھا وہ کافروں میں سے اور ہم نے حضرت آدم سے کہہ دیا کہ تم اور تمہاری بیوی بہشت میں ٹھہرو اور جہاں سے چاہو بہشت کے رزق سے کھاؤ۔ اور اس درخت کے قریب مت جاؤ اگر تم اس کے قریب گئے (یعنی اس سے کھایا) تو ہو جاؤ گے ظالموں میں سے۔ پس شیطان نے ان دونوں کو پھسلا دیا اور اس جنت سے (جس میں وہ تھے) نکلوا کر چھوڑا۔ پھر ہم نے ان کو حکم دیا کہ اس بہشت سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ایک مقررہ وقت تک رہنا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے۔ پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند (دعائیہ) کلمات سیکھ لئے اللہ نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ تم سب کے سب اس بہشت سے اتر جاؤ پس اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو اس پر چلنا اور جو میری ہدایت پر چلیں گے تو ان پر کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے اور میری آیات کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

فرشتے نہ بن جاؤ۔ یا اس میں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور قسمیں کھانے لگا ان کے سامنے کہ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں آخر اس نے دھوکہ دے کر ان کو پھسلا لیا تو جونہی انہوں نے وہ درخت چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں جنت کے درختوں کے پتوں کو اپنے اوپر چپکانے لگے اور ان کے رب نے ان کو آواز دی کیا میں نے تم کو اس درخت سے روکا نہیں تھا اور کہا نہیں تھا کہ یقیناً شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

تب دونوں لگے التجا کرنے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں زمین میں رہنا ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔

(۷) ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۵۵)

اسی زمین سے پیدا کیا ہم نے تم کو اور اسی میں لوٹائیں گے ہم تم کو اور اسی زمین سے دوسری مرتبہ ہم تم کو باہر نکالیں گے۔"

(۸) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ـــــ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ﴾ (الحجرات ۲۶۔۴۴)

"اور ہم نے انسان (آدم) کو کھنکھناتے کالے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ اور جن (یعنی جنوں کے باپ) کو ہم نے اس سے پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا۔ اور جب میرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں مٹی کو کھنکھناتے کالے سڑے ہوئے کیچڑ سے پیدا کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو پورا بنا لوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا پھر سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا اے ابلیس تو سجدہ کرنے والوں میں شریک کیوں نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ میں اس انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا جس کو تو نے بجنے والی کالی بدبودار مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکل جا تو راندہ ہوا ہے اور بے شک قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت ہے اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو معلوم دن تک مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لئے میں زمین میں ان کے اعمال بد ان کو خوبصورت کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا مگر ان میں سے تیرے مخلص بندے (کہ ان پر میرا بس نہیں چل سکے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی مجھ پر سیدھا راستہ ہے بے شک میرے بندوں پر تیرے لئے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر وہ گمراہ لوگ جو تیری پیروی کریں گے (ان پر تیرے بہکاوے کا اثر ہوگا) اور بے شک ان سب کے لئے جہنم کا وعدہ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان کا ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے۔

(۹) وقال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ـــــ وَكِيلًا﴾ (الاسراء: ۶۱۔۶۵)

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اس نے کہا کیا میں اس (آدم) کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ پھر ابلیس نے کہا اچھا دیکھ لے تو نے اس کو مجھ پر بڑائی تو دے دی۔ اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دے دی تو میں ضرور اس کی اولاد کی جڑ کاٹ ڈالوں گا (تباہ کر دوں گا) مگر تھوڑے لوگ (مجھ سے بچ سکیں گے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا ان میں سے جس نے تیری پیروی کی تو تم سب کی سزا جہنم ہے۔ پوری پوری سزا ہے۔ اور ان میں سے جس کو بہکا سکتا ہے اپنی آواز کے ساتھ ان کو بہکا اور ان پر اپنے پیادے اور سوار لشکر چڑھا (ہر طرح

سے پیادہ دوڑا کر بہکالے) اور مال و اولاد میں ان کا شریک بن اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر اور ان کو دھوکا دینے کے لئے ہی شیطان وعدے کرتا ہے۔ بے شک میرے مخلص بندوں پر تیرے لئے کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔ اور تیرا رب کام بنانے والا کافی ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ـــ بَدَلًا﴾ (الکہف: ۵۰)

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (انکار کیا) وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے ظالموں کے لئے برا بدلہ ہے (کہ اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالیا)"۔

(۱۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ـــــ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۱۱۵۔۱۲۶)

"اور تحقیق ہم نے آدم علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا اس سے پہلے تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں مضبوطی نہیں پائی۔ اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کیا تو ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو جنت سے نکال دے پھر تو کسی آفت میں پھنس جائے۔ (اور یہاں جنت میں) تو تیرے لئے یہ فائدہ ہے کہ تو نہ بھوکا رہتا ہے اور نہ ننگا اور تو اس میں پیاسا رہتا ہے اور نہ دھوپ میں جلتا ہے پس شیطان نے اس کو پھسلایا اور اس نے کہا کہ اے آدم کیا میں تجھے وہ درخت بتاؤں جو ہمیشگی کا ہو اور ملک ایسا جو کہ ختم نہ ہو تو ان دونوں نے اسے کھالیا۔ پس ان دونوں کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں۔ اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کی اور اس کو ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب اس سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے پس جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ گمراہ نہیں ہوگا اور تکلیف نہیں پائے گا اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیر لیا تو اس کے لئے تنگ زندگی ہوگی اور ہم اس کو اٹھائیں گے قیامت کے دن اندھا کر کے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا تو اسی طرح آج تجھے بھلا دیا گیا ہے"۔

(۱۲) ﴿قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ـــــ بَعْدَ حِينٍ﴾ (ص: ۶۷۔۸۸)

"آپ ﷺ فرما دیں کہ وہ ایک بڑی خبر ہے تم اس سے منہ موڑ رہے ہو مجھے اوپر والے فرشتوں کے متعلق کچھ علم نہیں ہے جب وہ جھگڑتے تھے۔ میری طرف وحی نہیں کی جاتی مگر صرف اس لئے کہ میں تو صاف ظاہر ڈرانے والا ہوں۔ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں پس جب میں اس کو پورے طور پر تیار کرلوں اور اس میں روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر جانا پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس (آدم) کے لئے سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو بلند مرتبہ والوں سے ہے۔ اس (ابلیس) نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں

مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو اس (جنت) سے نکل جا کیونکہ تو میری درگاہ سے راندہ گیا ہے اور تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک۔ ابلیس نے کہا کہ اے رب میرے اس دن تک مجھے ڈھیل دیدے جس دن کو لوگ اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو معلوم دن تک مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ ابلیس نے کہا اب مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔ لیکن ان میں سے تیرے مخلص بندے (کہ وہ میرے بہکاوے میں نہیں آئیں گے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات سچ ہے اور میں سچ بات ہی کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے لوگوں سے جہنم کو بھر دوں گا آپ فرمادیں کہ میں اس پر آپ لوگوں سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں (کہ کوئی بات اپنی طرف سے بنالوں) یہ تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور کچھ مدت بعد تمہیں اس کی حقیقت ضرور معلوم ہو جائے گی۔

قرآن کے مذکورہ متفرق مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ ہوا ہے اپنی تفسیر میں (جو کہ تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے) ان آیات کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے اور ہم اس جگہ اس مفہوم و مقصود کا ذکر کریں گے جس پر متذکرہ بالا آیات دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ان احادیث کو نقل کریں گے جو اس قصہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی میری اس معاملہ میں مدد فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کرتے ہوئے خبر دی آگاہ کیا کہ: إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کہ میں آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے بعد جانشین و خلیفہ بنیں گے اور اس کا تذکرہ سورۂ انعام میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ﴾ (الانعام: ۱۶۵)

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ (النمل: ۶۲)

"وہ تم کو زمین میں خلیفے بناتا ہے"۔

حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کی پیدائش کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے ان کی عظمت شان کے اظہار کے لئے کیا ہے جیسے کسی اہم اور بڑے کام سے متعلق اس کے سرانجام دینے سے پہلے اس کی خبر دی جاتی ہے"۔

باقی فرشتوں کا یہ کہنا

﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾ (البقرة: ۳۰)

تو یہ بطور اعتراض نہ حسد یا اولاد آدم کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے نہ تھا جیسا کہ بعض جہلاء مفسرین کو اس جگہ وہم ہوا ہے کہ فرشتوں نے تخلیق آدم پر اعتراض کیا تھا یا حسد کی بناء پر کہا تھا یا آدم کی اولاد کو اپنے سے حقیر سمجھا تھا۔ فرشتے تو ان سب باتوں سے پاک ہیں اور بری ہیں بلکہ صرف آدم کی پیدائش کی حکمت معلوم کرنے کی غرض سے پوچھا تھا۔

اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بنی آدم سے پہلے جنات آباد تھے اور انہوں نے زمین میں خونریزی اور فساد کیا

تھا اور فرشتوں کو یہ معلوم تھا اسی لئے انہوں نے خون خرابہ کی بات کہی تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جنات کی قوم حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے زمین میں آباد تھے اور انہوں نے قتل وغارت کا بازار گرم کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت کو بھیجا تھا تو فرشتوں نے ان کو سمندروں اور جزیروں کی طرف بھگا دیا اور حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں: اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو اس بات کا الہام ہوا تھا اور بعض کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے لوح محفوظ سے معلوم کر لیا تھا۔ اور ایک رائے یہ ہے کہ ہاروت وماروت نے اسجل نامی ایک فرشتے سے یہ معلوم کر کے ان کو اطلاع دی اور یہ قول ابن ابی حاتم نے ابو جعفر باقرؒ سے ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتوں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ مٹی سے پیدا کردہ عام طور پر اسی کیفیت وحالت میں ہوتا ہے۔ اگر بنی آدم کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ تیری عبادت کریں گے تو ہم دن رات مسلسل آپ کی عبادات میں مصروف ہیں اور ہم میں سے کوئی ایک بھی تیری نافرمانی نہیں کرتا۔ اسی لئے کہا کہ ﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (البقرۃ:۳۰)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا

﴿قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ یعنی ان کے پیدا کرنے کی حکمت ومصلحت مجھے معلوم ہے تم اس سے بے خبر ہو وہ حکمت یہ تھی کہ ان میں انبیاء ورسل علیہم السلام وصدیقین وشہداء وصلحاء پیدا ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے شرف کا اظہار

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا شرف ومرتبہ علم کے ذریعے سے فرشتوں پر ظاہر فرمایا جیسا کہ کلام پاک کی آیت: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ سے ظاہر ہوتا ہے اسماء کی تفصیل کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ الْأَسْمَاءَ سے مراد وہی نام ہیں جو لوگوں کے درمیان بول چال میں معروف ومشہور ہیں جیسے کہ انسان، جانور، زمین، میدان، سمندر، پہاڑ، اونٹ، گدھا وغیرہ۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ پیالہ، ہنڈیا وغیرہ کے نام سکھائے حتیٰ کہ پھسکی اور گوز کا نام بھی بتایا اور مجاہدؒ نے مزید فرمایا کہ ہر جانور، پرندے، چوپائے اور دنیا میں ضرورت کی ہر چیز کے نام سکھائے اور اسی طرح کہا ہے سعید بن جبیر اور قتادہؒ نے حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے نام سکھائے عبدالرحمٰن بن زید نے کہا کہ آدم کو اس کی اولاد (کے نام سکھائے) لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز اور ان کے افعال وخواص کے نام سکھائے تھے تاکہ وہ ان سے بھرپور طریقہ سے فائدہ اٹھائیں اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی مفہوم وتفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے یہاں ایک روایت ذکر کی ہے جس کو بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت کے دن مؤمنین اکٹھے ہوں گے اور کہیں گے کہ کاش ہم کوئی سفارش کرنے والا تلاش کریں پھر وہ حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے اے آدم تو ابوالبشر ہے اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ سے تجھے بنایا فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے اور اسی طرح باقی اہل محشر بھی یہی کہیں گے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا کہ ہمارا اللہ تعالیٰ جو بھی مخلوق پیدا کرے گا ہمارا علم [illegible] سے زیادہ ہوگا اس بات کی وجہ سے اللہ نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا اور فرمایا: ﴿إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ اگر تم اپنی اس [illegible] سے سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ (اس بارے میں اس کے علاوہ دوسرے بھی اقوال منقول [illegible] جن کو ہم نے اپنی تفسیر میں [illegible] تو فرشتوں نے عاجز ہو کر درخواست [illegible] اور [illegible] میں کہا کہ:

خود حسد کرتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے بنا کے اپنی روح ان میں پھونکی اور فرشتوں کو ان کے سجدہ کرنے کا حکم دے کر شرف فضیلت کا اعزاز بخشا جیسا کہ سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ ... يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (الحجر ۲۸ ـ ۳۰)

ابلیس لعنت کا حسد اس لئے تھا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ذلیل و حقیر سمجھا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا حکم الٰہی کی مخالفت اور حق کے مقابلے میں عناد رکھا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر دیا تھا۔ اور سجدے سے انکار کے بعد اولاد آدم کو ورغلانے اور بہکانے کا ارادہ اور عزم پہلے گناہ سے بھی بڑھ کر تھا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں ارشاد فرمایا۔

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ... وَكِيلًا﴾ (الاسراء ۶۱ ـ ۶۵)

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس انہوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے۔ اس نے کہا کیا میں اس کا سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور جس کو تو نے مجھ پر عزت دی ہے اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو ہلاک کر دوں گا۔ لیکن تھوڑے لوگ (کہ وہ مجھ سے محفوظ رہیں گے) اللہ نے فرمایا اور جا ان میں سے جس نے بھی تیری پیروی کی تو جہنم تمہاری پوری پوری سزا ہے۔ اور ان میں سے جس کو تو پھسلا سکتا ہے اسے اپنی آواز کے ساتھ پھسلا اور اپنے سوار اور پیادہ لشکر ان کے خلاف لے آ اور ان کے اموال و اولاد میں ان کا شریک بن اور ان کو وعدے دے اور نہیں وعدہ دیتا شیطان ان کو مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا اور تیرا رب کارساز ہے۔

سورۃ کہف میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

"جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔

یعنی وہ جان بوجھ کر تکبر کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت فرمانبرداری سے کنارہ کش ہو گیا اور اپنی فطرتی خباثت اور برے مادے کی وجہ سے بغاوت کی طرف مائل ہوا کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کے اندر سرکشی طیش اور بے ہوشی ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے عرش کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور جن آگ کے شعلے سے اور آدم اس مٹی سے پیدا ہوا جس کی وضاحت تمہارے لئے کر دی گئی ہے۔

امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ابلیس ایک لمحہ کے لئے بھی فرشتوں میں سے نہیں تھا اور شہر بن حوشب فرماتے ہیں وہ جنوں میں سے تھا جب انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فرشتوں کا ایک گروہ بھیجا تو انہوں نے جا کر کچھ کو قتل کیا اور کچھ کو سمندروں کے جزیروں کی طرف دھکیل دیا ابلیس کو قید کر لیا گیا فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے گئے تو وہ وہاں ٹھہر گیا اور جب فرشتوں کو آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو ابلیس نے سرکشی کی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کی جماعت اور سعید بن مسیب اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ ابلیس آسمان دنیا میں فرشتوں کا سردار تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا نام عزازیل تھا اور ان کی ایک روایت کے مطابق حارث نام تھا النقاش نے کہا کہ اس کی کنیت ابو کردوس تھی اور ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ فرشتوں کی ایک جماعت

﴿وَاَسۡجَدَ لَهٗ مَلٰٓئِكَتَهٗ﴾ (اس نے اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا) کا عموم بھی دلالت کرتا ہے۔

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کب ہوئی

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو اور محمد بن اسحاق بن یسار نے اسی طرح اس کی تصریح کی ہے اور ظاہر ان آیات کا بھی اس کا متقاضی ہے۔

البتہ حضرت ابن عباسؓ سے اور حضرت ابن مسعودؓ اور دوسرے کئی صحابہ کرامؓ سے سدی نے نقل کیا ہے کہ ابلیس کو جنت سے نکال کر حضرت آدم علیہ السلام کو وہاں آباد کیا گیا تو حضرت آدمؑ وہاں اکیلے رہتے تھے اور اجنبیت محسوس کرتے تھے سکون حاصل کرنے کے لئے ان کی بیوی یہاں نہ تھی وہ سو کر بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا کہ میں عورت ہوں پوچھا تجھے کس لئے پیدا کیا گیا۔ حوا نے کہا تاکہ تو سکون حاصل کرے میرے ساتھ۔

حوا کا معنی

فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے علم کا جائزہ لینے کے لئے ان سے پوچھا اے آدمؑ اس کا نام کیا ہے آدم نے کہا حوا۔ فرشتوں نے کہا کہ اس کا نام حوا کیوں ہے آدم نے کہا کہ اس لئے کہ اس کو زندہ سے پیدا کیا گیا ہے۔

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حوا حضرت آدم کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا ہوئی جب کہ حضرت آدمؑ سوئے ہوئے تھے۔ پھر اس پسلی کی جگہ کو گوشت سے پُر کر دیا گیا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیۡكُمۡ رَقِیۡبًا﴾ (النساء: ۱)

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو۔"

اور اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِیَسۡكُنَ اِلَیۡهَا﴾ (الاعراف: ۱۸۹)

"خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے (مزید بحث اس کے متعلق آگے آئے گی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کے متعلق اچھی وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے اگر تو اسے سیدھا کرنے لگ جائے تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اس کو چھوڑ دے گا تو اسی طرح ٹیڑھی رہے گی اس لئے عورتوں کے متعلق اچھی وصیت قبول کرو۔

تکبر کی وجہ سے شیطان مردود ہوا

اللہ تعالیٰ کا ابلیس کو کہنا کہ اس سے اتر جا اس سے لگتی ہے۔ اس بات پر دلیل یہ ہے کہ وہ آسمان میں تھا جنت سے اس کو اترنے کا حکم ہوا۔ اس نے جو مرتبہ اور مقام اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے حاصل کیا تھا اور اپنی فرماں برداری اور عبادت سے فرشتوں جیسے قرار دیا گیا وہ اپنے تکبر اور حسد اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے اپنے اس مرتبے سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ذلیل و رسوا کر کے زمین پر اتار دیا گیا اور آدم و حوا کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم جنت میں سکونت اختیار کرو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (البقرۃ: ۳۵)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو اور اس میں سے جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور سورۃ اعراف میں فرمایا۔

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا ...... الظَّالِمِينَ﴾ (الاعراف: ۱۸)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکل جا یہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا اور اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ ایسا کرنے سے تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ......﴾

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا پس ہم نے کہا کہ اے آدم یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے وہ تم کو جنت سے نکال باہر نہ کرے پھر تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ بے شک اس جنت میں تو بھوکا نہیں ہوگا اور ننگا نہیں ہوگا اور تجھے اس میں پیاس نہیں لگے گی اور نہ دھوپ کا احساس ہوگا۔

﴿وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ﴾

ممنوعہ درخت کی تعیین کے بارے میں اختلاف

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون سا درخت تھا جس سے آدم علیہ السلام کو روکا گیا تھا۔

☆ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ انگور کا درخت تھا۔ اور اس کے کہنے والے حضرت ابن عباسؓ ابن مسعودؓ سعید بن جبیرؒ شعبی جعدہ بن ہبیرہ محمد بن قیس رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

☆ یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ گندم کا پودا تھا اور یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت میں اور حضرت حسن بصری وہب بن منبہ عطیہ عوفی ابو مالک محارب بن دثار اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے۔

☆ اور حضرت وہب نے کہا کہ اس کا دانہ مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

☆ اور حضرت ثوری نے ابو حصین کے واسطے سے ابو مالک سے نقل کیا ہے کہ یہ کھجور کا درخت تھا۔

☆ اور ابن جریج نے مجاہد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ انجیر کا درخت تھا۔ قتادہ و ابن جریج اسی کے قائل ہیں۔

۳۔ اور حضرت ابوالعالیہ نے کہا کہ وہ ایسا درخت تھا کہ اس کے کھانے سے بول و براز کی حاجت یا ہوا خارج ہونے کی شکایت ہوتی تھی۔ اور یہ چیزیں جنت کے شایان شان نہیں تھیں۔

یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں کیا ہے۔ اگر اس کی تعیین میں ہمارے لئے کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی وضاحت فرما دیتے۔ قرآن مجید میں اور بھی کئی امور مبہم رکھے گئے ہیں جن کو واضح کرنا ہمارے لئے کوئی خاص فائدہ کا سبب نہ تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ کہاں تھی؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آسمان پر تھی یا زمین پر تھی۔ اس اختلاف کا حل اور اس کی وضاحت ضروری اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔

جمہور علماء تو اس کے قائل ہیں کہ یہ آسمان پر تھی جس کا نام جنت الماویٰ ہے کیونکہ آیات و احادیث کا ظاہر اس کا تقاضا کرتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ جو کہ الجنۃ پر الف و لام عموم کا ہے۔ وہ معہود لفظی نہیں ہے بلکہ معہود ذہنی ہے اور وہ عرف شرع میں جنت الماویٰ ہے یعنی آسمان والی جنت۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم کو کہا تھا کہ تو نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے کیوں نکالا (اس کے متعلق وضاحت آئندہ آرہی ہے)

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کریں گے جب جنت ان کے سامنے آئے گی تو مومن لوگ حضرت آدمؑ سے کہیں گے اے ہمارے باپ ہمارے لئے جنت کھلوانے کی اللہ سے درخواست کریں۔ تو وہ جواب میں فرمائیں گے کہ تمہارے باپ کی غلطی نے تو تمہیں جنت سے نکالا تھا۔

یہ حدیث قوی واضح اور صحیح ہے اور واضح دلیل ہے کہ وہ جنت الماویٰ ہے لیکن یہ استدلال اعتراض اور تنقید سے خالی نہیں ہے۔

اور کچھ علماء کی رائے یہ ہے کہ آدم علیہ السلام جس جنت میں بسائے گئے تھے وہ جنت الخلد نہیں تھی کیونکہ آدم علیہ السلام کو وہاں ایک درخت کے قریب نہ جانے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ اور جنت احکام تکلیفیہ کے بجا لانے کی جگہ نہیں اور اس لئے بھی کہ آدم علیہ السلام اس میں سوئے بھی اور اس سے نکالے بھی گئے اور وہاں ابلیس بھی آدم علیہ السلام پر داخل ہوا اور یہ چیزیں جنت الخلد کے منافی ہیں اور یہ قول ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، وہب بن منبہ اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور اسی قول کو ابن قتیبہ نے المعارف میں اور قاضی منذر بن سعید البلوطی نے اپنی تفسیر میں اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور اس کے متعلق علیحدہ ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں سے بھی یہی قول انہوں نے نقل کیا ہے۔ اور ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی بن خطیب الرے نے اپنی تفسیر میں ابی القاسم البلخی اور ابی مسلم اصبہانی سے یہ قول نقل کیا ہے اور قرطبی نے معتزلہ اور قدریہ سے بھی یہ قول نقل کیا ہے اہل کتاب کے پاس موجود تورات میں بھی اس کی صراحت ہے۔ اور ابو محمد بن حزم نے الملل والنحل میں اور ابو محمد بن عطیہ نے اپنی تفسیر میں اس اختلاف کو نقل کیا ہے اور عیسیٰ رمانی سے نقل کیا ہے اور پہلا قول جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔

ابوالقاسم راغب اور قاضی ماوردی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ جس جنت میں آدم و حوا بسائے گئے اس کے متعلق دو

قول ہیں ایک تو یہ کہ وہ جنت الخلد تھی دوم یہ کہ وہ ایک باغ تھا جس کو اللہ نے ان کے لئے تیار کیا تھا اور اس کو امتحان گاہ بنایا تھا اور وہ جنت الخلد نہیں تھی جو حقیقت میں دار الجزاء ہے اور امتحان گاہ نہیں ہے۔

اور جو لوگ دار الامتحان کے طور پر الگ ایک جنت (باغ) کے قائل ہیں ان کا مزید آپس میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ وہ آسمان میں ایک باغ جنت تھی جس سے حضرت آدم وحواء کو اتارا گیا یہ حسن کا قول ہے اور بعض کا خیال یہ ہے کہ وہ جنت زمین میں تھی کیونکہ اس میں آدم وحواء علیہم السلام سے امتحان لیا گیا کہ تم نے ایک درخت کا پھل نہیں کھانا اور یہ ابن یحییٰ کا قول ہے اور یہ ابلیس کو آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دینے کے بعد کی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قاضی ماوردی کے کلام میں تین اقوال کا تذکرہ آیا ہے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں متوقف ہیں (یعنی انہوں نے اس سے متعلق خاموشی اختیار کی ہوئی ہے) ابو عبداللہ رازی نے اپنی تفسیر میں اس سے متعلق چار اقوال نقل کئے ہیں تین تو ماوردی والے مذکورہ اقوال ہیں اور چوتھا توقف کا ہے یعنی اس سے متعلق کوئی بحث نہیں ہونی چاہئے ابو حاتم جبائی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ جنت تھی تو آسمان میں لیکن معروف جنۃ الماویٰ نہ تھی۔

دوسرے قول (یعنی وہ جنت زمین میں تھی) والوں نے ایک سوال پیش کیا ہے جس کا جواب دینے کی ضرورت ہے انہوں نے کہا ہے کہ ابلیس کو سجدہ کرنے سے انکار پر اللہ کی درگاہ سے دور کر دیا گیا۔ اور وہاں سے نکلنے اور اترنے کا حکم ہوا یہ حکم شرعی اور تکلیفی نہیں تھا کہ جس کی مخالفت ممکن ہوتی وہ تو اللہ کا ایک تقدیری اور کونی اور انتقامی فیصلہ تھا جو کبھی ٹالا نہیں جا سکتا تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے ذلیل اور راندہ حالت میں نکل جا۔ ایک جگہ فرمایا کہ اس سے اتر جا تیرے لائق نہ تھا کہ تو یہاں تکبر کرتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا پس اس سے نکل جا تو یقیناً راندہ ہے۔ اس سے نکل جا یا اتر جا "منھا" میں ضمیر جنت یا آسمان یا شیطان کے مرتبہ ومنزلہ کی طرف لوٹتی ہے ضمیر کسی کی طرف بھی لوٹتی ہو یہ بات واضح اور معلوم ہے کہ جس جگہ سے اسے نکالا اور دور کیا گیا ہے اللہ کی تقدیر والے فیصلے کے مطابق وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا تھا اور نہ وہاں سے گزر سکتا تھا اور قرآن کے ظاہری الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ابلیس نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس سے ان الفاظ سے مخاطب ہوا۔ کیا میں تیری رہنمائی ہمیشگی کے درخت اور ایسی بادشاہت کی طرف کروں جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اور اس نے کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ تم فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور ان سے قسمیں کھائیں اس لئے کہ میں تمہارے لئے خیر خواہوں میں سے ہوں پس اس نے دھوکہ دے کر ان کو جھکا لیا ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکالے جانے کے بعد شیطان ان کے ساتھ دوبارہ ایک جنت میں اکٹھا ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابلیس گزرتے ہوئے ان سے ملا ہے نہ کہ ان کے پاس ٹھہرتے ہوئے۔ شیطان نے ان کے لئے یا تو جنت کے دروازے کے پاس سے وسوسہ ڈالا ہے یا آسمان کے نیچے سے۔ ان تینوں اقوال میں غور وفکر کی گنجائش ہے۔

اس قول والوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے بیان کیا کہ جب آدم علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے جنت کے انگور کا ایک خوشہ طلب کیا اور آپ کے بیٹے انگور لینے کے لئے گئے تو ان کی ملاقات فرشتوں سے ہوگئی تو انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے جنت کے انگور کھانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے فرشتوں نے کہا کہ اب واپس چلو اب اس کی ضرورت نہیں رہی وہ واپس ہوئے تو دیکھا کہ ان فرشتوں نے ان کی روح قبض کی پھر ان کو غسل دیا خوشبو لگائی ان کو کفن دیا اور جبرئیل علیہ السلام نے اور فرشتوں کی ایک

جماعت نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا اور کہا کہ تمہارے فوت شدگان کو چھپانے کا یہی طریقہ ہوگا۔

اور یہی حدیث مکمل سند اور مکمل الفاظ کے ساتھ حضرت آدم کی وفات کے تذکرہ میں آگے آرہی ہے۔

اور اس روایت سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جس جنت سے انگور کھانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوتا تو بیٹے آدم اس کو حاصل کرنے کے لئے نہ جاتے اس سے ثابت ہوا کہ وہ جنت زمین میں تھی نہ کہ آسمان میں (واللہ اعلم)

اور مزید انہوں نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ اس آیت ﴿اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں یہ تو تسلیم شدہ بات ہے کہ الف لام عہد ذہنی کا ہے کیونکہ اس سے پہلے کسی معہود کی طرف تو ذکر نہیں ہے اور اس سے مراد وہ جنت ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ تو واضح ہے کہ آدم علیہ السلام زمین سے پیدا ہوئے اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرکے آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہو اور یہ بھی معلوم ہے کہ آدم علیہ السلام زمین کے لئے پیدا ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ "میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"

انہوں نے اس کی مثال بھی پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ﴾ اس آیت میں بھی الجنۃ کا الف لام عہد کے لئے نہیں ہے اور کسی معہود لفظی کا ذکر بھی نہیں ہوا۔ اس لئے معہود ذہنی مراد ہوگا جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے اور وہ "باغ" ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا کہ ہبوط اترنا صرف آسمان سے اترنے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ﴾ (ھود ۴۸)

جب نوح علیہ السلام کشتی میں تھے اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور پانی روئے زمین سے خشک ہو گیا تو ان کو حکم دیا کہ زمین کی طرف اترو تمہارے لئے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے ہماری طرف سے سلامتی اور برکت ہوگی۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ﴾ (البقرۃ ۶۱) "تم شہر میں اتر جاؤ بیشک تمہارے لئے (وہاں پر) وہ چیز ہوگی جس کا تم نے سوال کیا ہے"۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (البقرۃ:۷۴)

"اور ان میں سے بعض اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں"

حدیث اور لغت میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اصل صورت حال یہی ہے اور ایسا کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ جس جنت میں آدم علیہ السلام کو آباد کیا گیا وہ زمین کے باقی علاقوں سے بلند و شاداب (پہاڑی) تھی اس میں ہر طرح کے پھل درخت سائے نعمتیں تازگی اور سرور تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ﴾ (طٰہٰ:۱۱۸)

"بے شک تجھے اس میں بھوک نہیں لگے گی اور تو ننگا نہیں ہوگا"۔

یعنی تیرا باطن بھوک کے ساتھ اور تیرا ظاہر ننگا ہونے کے ساتھ ذلیل نہیں ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ﴾ (طٰہٰ:۱۱۹)

"اور بے شک تجھے اس میں پیاس نہیں لگے گی اور نہ تجھے دھوپ لگے گی"

یعنی باطنی طور پر تجھے پیاس کی گرمی اور ظاہری طور پر سورج کی گرمی کا احساس نہ ہوگا۔ یہ دو چیزیں اکٹھی اس جگہ اس لئے ذکر کیں کیونکہ ان کا آپس میں گہرا تعلق اور ربط ہے۔

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت سے کھالیا تو ان کو ایک ایسی زمین میں اتارا گیا جس میں محرومی، محنت مشقت، تنگی، امتحان اور آزمائش ہے اور اس میں رہنے والوں کا آپس میں دین و مذہب اخلاق و عادات اور معاشیات اقوال وافعال کے لحاظ سے اختلاف ہے جو کہ ایک سخت امتحان کی ایک شکل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (البقرۃ:۳۶)

"اور تمہارے لئے اس زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک وقت معین تک اس سے فائدہ اٹھانا ہے"

اس سے بھی لازم نہیں آتا کہ وہ آسمان میں تھے اور اسی انداز سے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَقُلْنَا مِن بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا﴾ (الاسراء:۱۰۴)

"اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ تم زمین میں سکونت اختیار کرو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لے آئیں گے"

یہ بات بڑی واضح ہے کہ وہ زمین پر تھے آسمان میں نہیں تھے زمین پر سکونت اختیار کرنے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلے زمین پر نہ تھے۔

مذکورہ نظریہ کے حامل علماء کی رائے ان لوگوں کی تائید نہیں کرتی جو جنت اور جہنم کے آج موجود ہونے کے انکاری ہیں اور نہ ہی ان کے نظریہ سے جہنم و جنت کے وجود کا انکار لازم آتا ہے اور جن علماء سلف اور خلف سے آدم علیہ السلام والی جنت کے زمین میں ہونے کی بات نقل کی جاتی ہے وہ سب کے سب جنت اور جہنم کے وجود کے قائل ہیں قرآنی آیات اور صحیح احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے ان کو جنت سے پھسلا دیا اور ان کو نعمتوں اور خوشی سے نکال کر مشقت تھکاوٹ اور محنت کی طرف دھکیل دیا اس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اللہ کی نافرمانی کو ان کے لئے خوبصورت کر کے پیش کیا، جیسے الاعراف میں ہے۔

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ﴾ (الاعراف:۲۰)

"اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم اور حوا سے کہا کہ اللہ نے تم کو اس درخت کا پھل کھانے سے صرف اس لئے

منع کیا ہے کہ اس کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اس میں رہو گے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں ہے اور ان کے سامنے قسمیں اٹھا اٹھا کر ان کو یقین دلایا کہ میں تمہارا بڑا اور سچا خیر خواہ ہوں"۔

جیسے کہ ایک اور مقام پر اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۱۲۰)

"کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے درخت کے متعلق کروں کہ جس کا پھل کھانے سے ہمیشہ کی جنتیں اور لازوال بادشاہی تمہیں حاصل ہوگی۔ لیکن شیطان کی طرف سے یہ جھوٹ اور فریب تھا اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا یہ جو شیطان نے شجرۃ الخلد کہا ہمیشگی کا درخت ممکن ہے کہ اس کا وجود بھی ہو کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک حدیث اس کے متعلق ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے تو بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا"(۱)

اور یہ روایت غندر اور حجاج نے شعبہ کے واسطے سے نقل کی ہے اور ابو داؤد طیالسی نے بھی شعبہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ غندر فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا کہ یہ تو ہمیشگی کا درخت ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ الفاظ صرف امام احمد بن حنبلؒ لائے ہیں اور کسی نے بیان نہیں کئے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۔۔۔۔ مُّبِينٌ﴾ (الاعراف: ۲۲)

غرض (مردود نے) دھوکا دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس درخت کے (پھل) کو کھالیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے (اور ستر چھپانے) لگے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱)

تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہی حضرت حوا نے اس درخت کا پھل کھایا تھا اور انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کام پر اکسایا تھا جیسے درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثی زوجها) اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بھی خراب اور بدبودار نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔ (۱) (جامع الصغیر للسیوطی حدیث نمبر ۷۶۱۵)

اور فرمایا ہے یہ روایت احمد اور شیخین بخاری و مسلم سب نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور کتاب تورات جو اس وقت اہل کتاب کے ہاتھوں میں موجود ہے اس میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت حواؑ کو ایک سانپ جو نہایت خوبصورت شکل میں تھا اور بہت بڑی جسامت والا تھا اس نے رہنمائی کی تھی اس درخت کے پھل کھانے کی۔ اور اس کے کہنے پر حضرت حواؑ نے اس درخت کا پھل کھایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو کھلایا تھا۔ اور اس مذکورہ روایت میں ابلیس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور پتہ چلا کہ وہ ننگے ہیں پس انہوں نے انجیر کے پتوں سے اپنے شرمگاہوں کو ڈھانکا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ ننگے تھے۔

---

(۱) رواہ مسلم، ترمذی شریف، دارقطنی، مسند احمد بن حنبل۔

حضرت وہب بن منبہؒ نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ان کی شرمگاہوں پر ان کا نور بس صرف نور تھا۔ موجودہ تورات کی یہ روایت تحریف شدہ ہے کیونکہ قرآن مجید جو پہلی ان کتابوں کا نگہبان اور ان کی تصدیق کرنے والا ہے وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ آدم و حوا پر لباس موجود تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ينزع عنهما لباسهما ليريهما سوآتهما﴾ (الاعراف: ۲۷)

"وہ ان دونوں سے ان کے کپڑے اتار رہا تھا تاکہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھا دے۔"

قرآن مجید کے ان الفاظ سے تورات کی مذکورہ بات کا رد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ لمبے قد والے تھے گھنے بالوں والے تھے گویا کہ وہ کھجور کا سہارا درخت ہے جب انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو ان کا لباس ان سے اتر گیا سب سے پہلے ان کی شرمگاہ ان کے لئے ظاہر ہوئی جب ان کی نظر اپنی شرمگاہ پر پڑی تو وہ جنت میں بھاگنے لگے ایک درخت نے ان کو پکڑ کر کھینچ لیا اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے آدم مجھ سے بھاگتے ہو؟ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تو کہا کہ اے اللہ میں تجھ سے نہیں بھاگ رہا یہ سب کچھ تجھ سے شرم و حیا کی وجہ سے ہو رہا ہے۔(۱)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنت کے وہ پتے جن سے آدم علیہ السلام اور حوا نے اپنے ستر کو چھپایا تھا وہ انجیر کے درخت کے پتے تھے(۲) اس حدیث کی سند حضرت ابن عباسؓ تک صحیح ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کی ہے آیت کے الفاظ عام ہیں اور اگر اس حدیث کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی وہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

حضرت آدم کا قد ساٹھ ہاتھ تھا

حافظ ابن عساکرؒ نے بسند ابی بن کعبؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ آدم کھجور کے لمبے درخت کی طرح ساٹھ ہاتھ تھا۔ بہت زیادہ بالوں والا اور اپنے ستر کو چھپانے والا تھا اور جب جنت میں غلطی کا مرتکب ہوا تو اس کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی۔ تو وہ جنت سے نکلے تو ایک درخت آپ کے سامنے آیا اور آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لئے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو پکارا کیا اے آدم مجھ سے بھاگ رہے ہو؟ حضرت آدم نے جواب میں عرض کیا اے اللہ یہ سب کچھ تیرے سے شرم و حیا کی وجہ سے ہوا ہے۔

پھر حافظ ابن عساکرؒ نے حضرت یحییٰ بن ضمرہ کے واسطے سے بھی روایت نقل کی ہے اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ پہلی روایت حسن کی ابی بن کعب سے تھی اور حسن نے ابی بن کعب کو نہیں پایا پھر یہی روایت قتادہ نے حسن کے واسطے سے مرفوعا بیان کی ہے۔

(۱) مستدرک حاکم ۲/۲۶۲ (۲) تفسیر طبری۔

آدم علیہ السلام اللہ سے مغفرت طلب کرنے لگے

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا ــ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (الاعراف: ۲۲-۲۳)

تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے دونوں عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

یہ اپنی غلطی کا اعتراف اس سے ندامت و رجوع اور اللہ کے سامنے عاجزی اور بے بسی کا اظہار، اپنی محتاجی کا بیان ہے اسی راز و نیاز اور عجز و مسکنت کے انداز سے بنی آدم میں سے جو اللہ کے سامنے آئے گا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (الاعراف: ۲۴)

خدا نے فرمایا تم سب بہشت سے اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانا اور (زندگی کا) سامان کر دیا گیا ہے یہ خطاب حضرت آدمؑ و حواؑ اور شیطان کو ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپ بھی ان کے ساتھ تھا ان سب کو کہا گیا کہ تم جنت سے اتر جاؤ تمہارے آپس میں دشمنی اور لڑائی ہوگی اور اس بات میں سانپ کے شامل ہونے کی دلیل وہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے سانپ کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا جب سے ہم نے ان سے لڑائی کی ہے اس وقت سے اب تک ہم نے ان سے مصالحت نہیں کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ (طٰہٰ: ۱۲۳)

"فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے"۔

یہ حکم حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کو ہے حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کے تابع تھی اور سانپ ابلیس کے ساتھ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ تثنیہ کے انداز سے یہ سب کو حکم ہے۔

جیسے اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۷۸)

اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔

اور یہ بات بھی واضح ہے کہ حاکم مدعی اور مدعی علیہ کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ﴿وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ یعنی اس میں جمع کا لفظ بولا ہے معلوم ہوا کہ جس جگہ تثنیہ کا لفظ آیا ہے وہاں بھی جمع کا معنی مراد ہوتا ہے۔

ہبوط کا دوبارہ ذکر

یعنی ہبوط (اترنے) کا دوبارہ تذکرہ تو اس بارہ میں بعض مفسرین کی رائے ہے کہ پہلے اہباط سے مراد جنت سے آسمان دنیا کی طرف اترنا ہے اور دوسرے آسمان دنیا سے زمین کی طرف اترنا ہے لیکن یہ رائے کمزور و ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم ہی کے ضمن میں فرمایا ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ پہلا اہباط ہی زمین کی طرف تھا واللہ اعلم۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور صرف لفظی تکرار ہے اور ہر ایک کے ساتھ ایک الگ حکم ذکر کیا گیا ہے پہلے اہباط کے ساتھ ذکر کیا کہ ان کی آپس میں دشمنی ہوگی اور دوسرے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو میری طرف سے ہدایت آنے پر اس کی پیروی کرے گا وہ سعادت مند ہوگا اور اس کی مخالفت کرنے والا بدبخت و برباد ہوگا۔

قرآن مجید میں اس اسلوب کلام کی کئی مثالیں ہیں۔

میرے پڑوس سے آدم کو نکال دو

حافظ ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم و حوا کو ان کے پڑوس سے الگ کر دیں تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کے سر سے تاج اتارا اور میکائیل نے ان کی پیشانی سے پٹکا جو کہ موتیوں سے مرصع تھا اتارا اور آدم علیہ السلام ایک درخت کی ٹہنی سے الجھ گئے آدم علیہ السلام نے خیال کیا کہ انہیں گناہ کی سزا جلدی دی گئی ہے پس انہوں نے اپنا سر جھکالیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی اللہ نے فرمایا کہ کیا مجھ سے بھاگ رہے ہو۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے اللہ تجھ سے حیا اور شرم کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں کتنا عرصہ رہے

امام اوزاعی نے حضرت حسان بن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ جنت میں آدم علیہ السلام ایک سو سال تک قیام پذیر رہے اور ایک روایت میں ساٹھ سال تک کا ذکر ہے۔

جنت سے نکالے جانے پر ستر سال روئے اور اپنی غلطی پر ستر سال اور اپنے بیٹے ہابیل کے قتل پر چالیس سال روئے۔ (ابن عساکر)

حضرت آدم کو کہاں اتارا گیا

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مکہ اور طائف کے درمیان ایک "دحنا" نامی زمین کی طرف اتارے گئے اور حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت آدم ہندوستان میں اتارے گئے اور حضرت حوا جدہ میں اور ابلیس دستمسان میں جو بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے اور سانپ کو اصبہان میں اور ابن ابی حاتم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے سدی کہتے ہیں کہ حضرت آدم ہند میں اترے اور حجر اسود بھی ان کے ساتھ تھا۔ اور کچھ پتے بھی جنت سے لائے اور ان کو ہند کی زمین میں پھیلا دیا۔ اسی وجہ سے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔

اور ابن ابی حاتم نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو صفا پر اور حضرت حوّا کو مروہ پر اتارا گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین کی طرف اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کا فن سکھا دیا اور کچھ پھل جنت کے بطور تحفہ دیئے۔ پس یہ تمہارے پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ یہ پھل سڑ جاتے ہیں اور جنت کے پھل خراب نہیں ہوتے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت میں صرف نماز عصر سے غروب آفتاب تک کے درمیانی عرصے جتنا ٹھہرے تھے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔ اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

اور ابن عساکرؒ نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حوا اور آدم دونوں اکٹھے ننگے اتارے گئے ان کے جسم پر جنت کے پتوں کے علاوہ کوئی لباس نہ تھا حضرت آدمؑ کو گرمی کا احساس ہوا تو رونے لگ گئے اور حضرت حوا سے کہا کہ مجھے گرمی سے تکلیف محسوس ہو رہی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام روئی لے کر آئے اور حضرت حوا کو روئی کاتنے کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بتایا اور حضرت آدمؑ کو کپڑا بننے کا حکم دیا اور ان کو اس کی تعلیم دی۔ اور فرمایا کہ آدم نے جنت میں اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا تھا یہاں تک کہ اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا بیٹھے اور اتار دیئے گئے اور دونوں الگ الگ سوتے تھے ایک وادی کے ایک کونے میں سوتا تھا تو دوسرا دوسرے کونے میں سوتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جبرائیل نے کہا کہ اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور ان کو اس بات کا طریقہ بتایا۔ جب آدمؑ اپنی بیوی کے پاس آئے جبرائیل آئے اور پوچھا کہ اپنی عورت کو کیسا پایا انہوں نے جواب دیا کہ اچھا پایا۔

یہ روایت غریب ہے اور اس کا مرفوع کہنا بہت زیادہ برا ہے ممکن ہے کہ بعض سلف سے یہ منقول ہو۔ اور اس میں سعید بن میسرہ جو راوی ہے وہ ابو عمران بکری البصری ہے امام بخاریؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اور ابن حبانؒ نے فرمایا کہ یہ من گھڑت روایات بیان کرتا ہے اور ابن عدیؒ فرماتے کہ اس کا معاملہ تاریک ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ (البقرۃ: ۳۷) بعض حضرات کا قول ہے کہ ان کلمات سے مراد یہ الفاظ ہیں ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ (الاعراف: ۲۳) "اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور رحم نہیں فرمائے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔"

یہ روایت اور سعید بن جبیر، ابو العالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ، محمد بن کعب، خالد بن معدان، عطاء خراسانی اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے نقل کی گئی ہے ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام نے کہا اے رب اگر میں توبہ کرلوں اور باز آجاؤں تو کیا تو مجھے جنت میں واپس بھیج دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ تو اس آیت: ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔ لیکن یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے کیونکہ حسن کی ابی بن کعب سے ملاقات نہیں ہے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ وہ کلمات یہ تھے: (اللھم لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی انک خیر الراحمین اللھم لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک رب انی ظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم)

"اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے معاف کردے تو رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرمادے بے شک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

اور حاکم نے مستدرک میں حضرت سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم نے کہا اے رب کیا تو نے مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا نہیں کیا؟ جواب دیا گیا کہ ہاں۔ اور کیا تو نے میرے اندر اپنی روح نہیں پھونکی؟ جواب دیا گیا ہاں۔ اور میں نے چھینک دی تو تو نے جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا؟ جواب دیا گیا ہاں۔ اور کیا تیری رحمت تیرے غضب پر غالب نہیں ہے؟ جواب دیا گیا ہاں۔ کیا تو نے میرے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا۔ جواب دیا گیا ہاں۔ پھر حضرت آدم نے کہا کہ اگر میں توبہ کرلوں تو کیا تو مجھے جنت کی طرف لوٹا دے گا۔ اللہ نے فرمایا ہاں۔ حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

اور حاکم، بیہقی، ابن عساکر نے عبدالرحمن بن زید کے واسطے سے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم جب غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے تو یوں دعا مانگی اے اللہ میں تجھ سے حضرت محمد ﷺ کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے سوال فرمایا کہ تو نے میرے نبی محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے اس کو ابھی تک پیدا نہیں کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا دیکھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو اس سے میں نے معلوم کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا ذکر کیا ہے جو تجھے سب مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے سچ کہا وہ مجھے سب مخلوق سے زیادہ محبوب و پیارا ہے اور جب تو نے مجھ سے حق محمد کے واسطے سے سوال کیا تو میں نے تجھے معاف کردیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

امام بیہقی نے فرمایا کہ اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم منفرد ہے اور یہ ضعیف ہے۔

فتلقی آدم من ربه کلمات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وعصی آدم ربه فغوی ۔۔۔ وعدی کی شکل ہے اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو وہ اپنے مطلوب سے بے راہ ہوگئے۔

حضرت آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان مناظرہ

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدمؑ سے مباحثہ اور مناظرہ کیا اور کہا کہ آپ نے اپنی غلطی سے لوگوں کو جنت سے نکلوا دیا اور محروم کر دیا ہے آدم علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغامات اور کلام کے لئے منتخب فرمایا۔ تو مجھے ایک چیز پر مذمت کرتا ہے جو مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں لکھ دی تھی یا میرے پیدا کرنے سے پہلے اس کا فیصلہ کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو مرتبہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کے درمیان جھگڑا ہوا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے آدم تو ہمارا باپ ہے تو نے ہمیں خائب و خاسر کر دیا اور جنت سے نکال دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے تجھے شرف ہمکلامی سے نوازا اور اپنی رسالت سے مختص کیا تو مجھے ایک چیز پر ملامت کرتا ہے جو اللہ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے مقدر میں لکھ دی تھی پس آدم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی۔

ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے مذکورہ روایت اس طریق سے بیان کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو وہ آدم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا اور جنت میں تجھے آباد کیا۔ پھر بھی تو نے وہ کچھ کیا جو تجھے معلوم ہے تو آدم نے کہا کہ تو وہی موسیٰ ہے کہ تجھ سے اللہ نے کلام کیا۔ اپنے پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے تمہیں منتخب فرمایا اور تجھ پر تورات نازل کی۔ اب بتا کہ میں پہلے کا ہوں یا تورات پہلے کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تورات پہلے کی ہے تو آدم علیہ السلام غالب آ گئے۔

ابن ابی حاتم نے (سند کے ساتھ ابوہریرہ کی حدیث بیان کی) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے ہاں مناظرہ ہوا جس میں آدم علیہ السلام غالب آ گئے (جس کی تفصیل یوں ہے) کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے آدم اللہ نے تجھے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر تیرے اندر اپنی روح پھونکی۔ فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا پھر تجھے اپنی جنت میں بسایا۔ پھر تو نے لوگوں کو اپنی غلطی سے جنت سے نکال کر زمین کی طرف اتار دیا۔

آدم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تو ہی موسیٰ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور پیغام کے لئے تجھے خاص کیا اور تجھے ایسی تختیاں دیں جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے اور جس نے تجھے اپنے ساتھ ہمکلامی کے شرف سے نوازا۔ مجھے بتا کہ یہ تورات میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے لکھی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس سال پہلے۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ کیا اس میں لکھا ہوا ہے وعصی آدم ربه فغوی آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا۔ کہا کہ ہاں لکھا ہوا ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو مجھے ایسے کام پر ملامت کرتا ہے جو اللہ نے میرے بارے میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ پس آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو کئی اسناد وطرق سے بیان کیا ہے۔
تفصیل کے شائقین حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔
مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ!
موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری ملاقات حضرت آدمؑ سے کرا دو جس نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کروائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم تو وہی ہے کہ جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی روح پھونکی فرشتوں سے سجدہ کروایا اور تجھے تمام چیزوں کے نام بتادیئے کہا ہاں!
موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا کہ تو نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو کون ہے کہا میں موسیٰ ہوں۔ کہا اچھا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل کا نبی تھا۔ تجھ سے اللہ نے پردے کے پیچھے سے کلام کیا ہے اور تیرے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ اور فاصلہ نہیں تھا۔ کہا ہاں تو آدم علیہ السلام نے کہا تم مجھے ایسے معاملہ میں ملامت کرتے ہو جس کے متعلق میرے پیدا کرنے سے پہلے فیصلہ موجود تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے آدم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔
اس دوسرے طریق میں غالب آنے کا ذکر دو مرتبہ ہے کہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: علامہ ابن کثیرؒ ان دونوں اسانید کو بہتر خیال کرتے ہیں۔
یہ روایت دیگر اسانید اور الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے اس حدیث کے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات ہیں۔

(۱) قدریہ کے ایک گروہ نے اس کو رد کر دیا ہے کیونکہ اس میں تقدیر سابق کا اثبات ہے اور قدریہ تقدیر سابق کے منکر ہیں۔
(۲) جبریہ کے ایک فرقہ نے اس حدیث کو اپنے حق میں پیش کیا ہے کہ آدمی مجبور محض ہے انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ تقدیر کا پابند ہے۔ ظاہری طور پر بھی حدیث ان کے حق میں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا آدم موسیٰ پر غالب آگئے۔ اور حضرت آدمؑ کی دلیل تقدیر متقدم ہی تو تھی۔ اس کا جواب ہم آگے بیان کریں گے۔
(۳) کچھ علماء نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام اس لئے غالب آئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ایسے گناہ پر ملامت کی تھی جس سے حضرت آدم علیہ السلام توبہ کر چکے تھے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔
(۴) ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام اس لئے غالب آئے کہ وہ بڑے تھے۔
(۵) یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے باپ تھے۔
(۶) یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں کی شریعت الگ الگ تھی۔
(۷) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عالم برزخ میں تھے اور عالم برزخ میں آدمی کسی چیز کا مکلف نہیں ہوتا۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ حدیث کئی الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور بعض روایات بالمعنی ہیں جو کہ قابل نظر ہیں۔ بخاری ومسلم اور دیگر کتب میں اس حدیث کا دارومدار اس بات پر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو ملامت کی تھی کہ تم نے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جنت سے نکال دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں نے جنت سے تم کو نہیں نکالا۔ جنت سے نکلنے کا حکم اگرچہ میرے درخت کے پھل کھانے پر مرتب ہوا ہے لیکن یہ حکم کرنے والا اللہ ہے اور میرے پیدا ہونے سے پہلے کا یہ حکم لکھا جا چکا ہے آپ مجھے ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کا میرے ساتھ تعلق نہیں میرا قصور تو صرف یہ ہے کہ میں محترم

میں اللہ کے حکم کی تعمیل کیے بغیر واپس چلا جاؤں اور اس سے سرخ و سفید اور سیاہ مٹی ملا کر پکڑی جس کی وجہ سے آدم کی اولاد بھی مختلف رنگوں والی ہے وہ مٹی لے کر اوپر گئے اور اس میں پانی ملا دیا یہاں تک کہ وہ چپکنے والی لیس دار مٹی بن گئی۔ اب اللہ عزوجل نے فرشتوں سے فرمایا:

﴿إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ـــــ سَاجِدِينَ﴾ (ص:۷۱،۷۲) ''میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں جب میں اس کو اچھی طرح بنا لوں اور اس میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا کہ ابلیس اس سے تکبر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک انسان بنایا اور وہ چالیس سال تک مٹی کے ڈھانچے کی شکل میں پڑا رہا اور وہ وقت حقیقت میں جمعہ کے دن کے برابر تھا۔ اس کے برابر سے فرشتے گزرتے تو وہ گھبراتے اور سب سے زیادہ ابلیس گھبرایا۔ اور وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کو مارتا تو اس کے جسم سے آواز پیدا ہوتی جیسے کھنکھناتی مٹی سے آواز پیدا ہوتی ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ (الرحمٰن ۱۴) ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے اور ابلیس کہنے لگا تو نے اس کو کیوں پیدا کیا ہے اور وہ اس کے منہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلا اور فرشتوں سے کہا کہ اس سے نہ ڈرو تمہارا رب بے نیاز ہے اور یہ اندر سے خالی ہے اگر مجھے اس پر مسلط کیا گیا تو میں اس کو ہلاک و برباد کر دوں گا جب اس میں روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: جب میں اس میں روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔ جب اللہ نے اس میں روح پھونکی اور روح اس کے سر میں داخل ہوئی تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی فرشتوں نے آدم سے کہا الحمد للہ کہو، تو آپ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: رحمك ربك ''تیرا رب تجھ پر رحم کرے'' اور جب روح آنکھوں میں داخل ہوئی تو آدم نے اپنی آنکھوں سے جنت کے پھل دیکھے اور جب روح پیٹ میں آئی تو آپ نے کھانے کی طلب محسوس کی۔ تو روح پاؤں تک پہنچنے سے پہلے ابھی اور جنت کے پھلوں کی طرف چل دیئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ (الانبیاء:۳۷) ''پیدا کیا گیا ہے انسان جلد بازی سے''

﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور پورا قصہ بیان کیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: کہ اس واقعہ کے کچھ حصے احادیث سے ثابت ہیں اگرچہ اس کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو جب تک چاہا اس کو اسی حالت میں بغیر روح کے چھوڑے رکھا۔ ابلیس نے اس کے گرد چکر لگانا شروع کیا جب اس نے آدم کو اندر سے خالی پایا تو پہچان گیا کہ یہ مخلوق اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکے گی۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم میں روح پھونکی اور روح سر تک پہنچی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا: ''الحمد للّٰہ رب العالمین'' ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو کہ سب جہانوں کا پالنے والا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''یرحمك اللّٰہ'' اللہ تجھ پر رحم کرے۔

حافظ ابو بکر البزار حضرت ابوہریرۃ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کو چھینک آئی آدم علیہ السلام نے الحمد للہ کہا اس کے رب نے کہا اے آدم تیرا رب تجھ پر رحم کرے۔ اس کی سند میں

جیسے اس کی اولاد بھی غلطی کرتی ہے۔ (۱)

ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور بھی کئی سندوں سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے ابن ابی حاتمؒ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے

آدم علیہ السلام کی اولاد کی روحیں پیدا کر کے آدم علیہ السلام پر پیش کیں تو ان میں کوڑھی پھلبہری والے اندھے اور دیگر بیماریوں میں مبتلا لوگ بھی تھے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ میری اولاد کے ساتھ تو نے ایسا کیوں کیا فرمایا تاکہ وہ میری نعمت کا شکر ادا کریں اور اس روایت میں حضرت داؤد کا واقعہ بھی ہے نیز حضرت ابن عباسؓ کے واسطے سے بھی یہ روایت آگے آرہی ہے۔

حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کی دائیں طرف سے جنت والوں کو نکالا۔ اور بائیں جانب سے جہنم والوں کو نکالا۔ اور ان سب کو زمین پر ڈال دیا گیا ان میں سے کچھ اندھے بہرے اور مصیبت زدہ بھی تھے آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ میری اولاد کو برابر کیوں نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تاکہ لوگ میرا شکر یہ ادا کریں۔ (عبدالرزاق نے بھی اس طرح روایت کی ہے معمر اور قتادہؓ کے واسطے سے حسنؒ سے)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی تو اس کو چھینک آئی۔ تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور یہ الفاظ حمد کے اللہ کے حکم سے کہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے آدم تیرا رب تجھ پر رحم کرے پھر حکم دیا کہ اے آدم فرشتوں کی اس جماعت کی طرف جاؤ اور ان پر سلام کہو آدم علیہ السلام نے جا کر سلام کہا انہوں نے جواب میں علیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا پھر آدم علیہ السلام اپنے رب کی طرف واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سلام تیرا اور تیری اولاد کا آپس میں تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بند تھے: کہ ان میں جس ہاتھ کو چاہو پسند کر لو۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کا دایاں ہاتھ پسند کرتا ہوں اور میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور برکت والے ہیں پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے پھیلا دیا تو اس میں آدم کی اولاد نظر آئی آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ یا اللہ یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ اور اچانک ان کو معلوم ہوا کہ ہر انسان کی عمر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے اور ان میں ایک آدمی زیادہ روشن چہرہ والا تھا یا سب سے زیادہ روشن چہرے والوں میں سے تھا (راوی کو شک ہے) اس کی عمر صرف چالیس سال لکھی ہوئی تھی۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ کون ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد ہے اور اس کی عمر صرف چالیس سال لکھی ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا یا اللہ اس کی عمر میں اضافہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی عمر وہی ہے جو لکھی جا چکی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میں نے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال اس کو دیئے فرمایا یہ تیرا اپنا معاملہ ہے۔ اب تم جنت میں ٹھہر جاؤ۔ آدم علیہ السلام جنت میں ٹھہرے جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر جنت میں سے اتار دیئے گئے۔ اور آدم علیہ السلام اپنی عمر شمار کرتے رہے جب موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا تو آدم علیہ السلام نے کہا تم جلدی آگئے ابھی تو ساٹھ سال میری عمر میں سے رہتے ہیں اللہ نے میری عمر ہزار سال لکھی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تم نے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد کو دیئے تھے آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا اس کی اولاد بھی انکار کرتی ہے آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی اولاد بھی بھول جاتی

---

(۱) ترمذی مستدرک للحاکم حاکم اس کو علی شرط مسلم صحیح قرار دیتے ہیں ترمذی نے کہا کہ حسن اور صحیح ہے۔

ہے بھی اس دن سے لکھنے اور گواہ قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا پھر فرمایا جاؤ ان فرشتوں کے اس گروہ پر جا کر سلام کہو اور غور سے سنو جو وہ جواب دیں۔ وہی تیرا اور تیری اولاد کا آپس میں تحفہ ہے پس آدم علیہ السلام نے جا کر کہا السلام علیکم تو فرشتوں نے جواب میں کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کے لفظ زیادہ بولے۔ پھر آپ نے فرمایا سب مخلوق جو جنت میں آدم علیہ السلام کی صورت میں داخل ہوگی اور اس وقت سے لے کر آج تک مخلوق کے قد میں کمی ہوتی جا رہی ہے اور امام احمد نے حضرت سعید بن مسیبؒ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد لمبائی میں ساٹھ ہاتھ تھا اور سات ہاتھ چوڑائی میں تھا۔ (اس روایت کو حضرت امام احمد ہی لائے ہیں) اور امام احمد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب دین (قرض) کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت آدم نے انکار کیا یہ الفاظ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائے۔ (اس کی تفصیل یوں ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک ہونے والی کو نکالا اور آدم علیہ السلام پر پیش کی۔ تو آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص جو سب سے زیادہ روشن چہرے والا تھا کو دیکھ کر عرض کیا اے پروردگار یہ کون ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد ہے۔ پوچھا اے اللہ اس کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ اے اللہ اس کی عمر میں اضافہ فرما دے۔ اللہ نے فرمایا: نہیں صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تیری عمر اس کو دے کر بڑھا دیتا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ چالیس سال داؤد کی عمر میں اضافہ کر دیا۔ پھر اس بات کو لکھا اور فرشتوں کو گواہ بنایا۔ پھر جب آدم علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کی روح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے آئے آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں تو ان کو جتلایا گیا کہ تو نے اتنے سال اپنے بیٹے کو دیئے ہیں آدم نے کہا ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہوا دکھایا اور فرشتوں نے گواہی دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی۔

واقعہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو نکال کر آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک زیادہ چمکدار اور زیادہ روشن چہرے والے کو دیکھا۔ اور عرض کی یا اللہ اس کی عمر زیادہ کر دے اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہو سکتا ہاں اگر تو اپنی عمر اس کو دے دے تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر سے چالیس سال دے دئیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تحریر فرمایا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا۔ پھر جب اللہ نے ارادہ فرمایا اس کی روح قبض کرنے کا اور فرشتے روح قبض کرنے گئے تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ ابھی تو میری عمر سے چالیس برس باقی رہتے ہیں۔ ان کو کہا گیا کہ آپ نے یہ سال اپنے بیٹے داؤد کو دیئے ہیں آپ نے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے وہ لکھی ہوئی تحریر نکالی اور اس پر گواہی قائم کی پھر حضرت داؤد کے سال مکمل کئے اور آدم علیہ السلام کی بھی ایک ہزار سال مکمل کر دی۔

یہ روایت صرف امام احمد اور علی بن زید ہی لائے ہیں ان کے بغیر کسی اور نے بیان نہیں کی اور اس میں نکارت ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ کے متعلق

دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ سے اس بارے میں سوال ہوا تھا آپ نے فرمایا اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اور اپنا دایاں ہاتھ اس کی پشت پر پھیرا۔ اور اس سے اس کی اولاد کو نکالا۔ اور فرمایا یہ لوگ میں نے جنت کے لئے پیدا کئے ہیں اور یہ جنت والوں جیسے ہی اعمال کریں گے پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس کی اولاد نکالی اور فرمایا کہ یہ میں نے جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں اور یہ جہنم والوں جیسے ہی اعمال کریں گے ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ پھر عمل کیوں کیا جاتا ہے۔ (اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ کیا ہوا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو وہ جنتیوں کے اعمال کرتے کرتے فوت ہو جاتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے تو وہ جہنمیوں کے اعمال پر لگا رہتا ہے انہیں کے اعمال پر فوت ہوتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اس روایت کو امام احمد ترمذی نسائی ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کئی طرق سے امام مالک کے واسطے سے بیان کیا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسلم بن یسار کا حضرت عمرؓ سے سماع نہیں ہے ابو حاتم اور ابو زرعہؒ نے بھی ایسے ہی کہا ہے مگر ابو حاتم نے اتنے لفظ زیادہ کہے ہیں کہ ان کے درمیان راوی نعیم بن ربیعہ ساقط ہو گیا ہے۔

ابو داؤد نے بھی یہ روایت حضرت عمر بن خطابؓ سے بیان کی ہے اس کی سند میں نعیم بن ربیعہ راوی موجود ہے دار قطنی نے کہا ہے ابو فروہ یزید بن سنان الرہاوی نے عمر بن جعثم کی زید بن ابی انیسہ سے متابعت کی ہے امام مالک کی نسبت ان دونوں کی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے یعنی نعیم بن ربیعہ کا واسطہ موجود ہے اور امام مالک کی روایت منقطع ہے۔ یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو اس کی پشت سے نکالا اور وہ چیونٹیوں کی طرح تھی اور ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ دائیں جانب والے بائیں جانب والے۔ اور فرمایا دائیں جانب والے جنت میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور بائیں والے جہنم میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ البتہ گواہ بنانا اور زبان سے بول کر وحدانیت کا اقرار کروانے کی بات ثابت شدہ احادیث میں نہیں آئی۔ سورۃ اعراف والی آیت: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کو اس پر محمول کرنا محل نظر ہے اور اس کے متعلق تمام احادیث و آثار مختلف اسانید و الفاظ سمیت ہم نے اپنی تفسیر میں ذکر کئے ہیں۔ تفصیل جاننے کے لئے تفسیر کی طرف رجوع کریں۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ نے ایک حدیث نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن نعمان جگہ میں آدم کی پشت سے تمام اولاد (کی روحوں) کو نکالا اور اس کے سامنے پھیلا دی اور پھر آمنے سامنے ان سے کلام کی۔

﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ــــــــ الْمُبْطِلُونَ﴾ (الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں گواہی دیتے ہیں اپنی پیدائش کا اقرار اس لئے کروایا تاکہ تم کل قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہمیں اس کی خبر نہیں تھی یا تم یہ کہہ دو کہ ہمارے آباؤ اجداد نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے ان کے بعد پیدا ہوئے کیا تو ہمیں ان (برے) کاموں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو اہل باطل نے کئے تھے۔

اس روایت کی سند قوی اور مسلم کی شرط پر ہے اور اس کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے اور موقوف ہونا اس کا زیادہ صحیح ہے۔

جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے اولاد آدم سے پختہ وعدہ لیا تھا اس کی دلیل وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن ایک جہنمی آدمی کو کہا جائے گا کہ اگر

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی مگر صرف ابلیس نے حسد اور دشمنی کی بناء پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ نے اس کو دھتکار دیا اور اپنی دربار سے ذلیل وخوار کر کے شیطان مردود کی حیثیت سے اس کو زمین پر اتار دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس کہ ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا پس اس نے سجدہ کیا تو اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ملا اور میں نے نافرمانی کی تو میرے لئے جہنم ہے۔

جنت میں آدم علیہ السلام کتنی مدت ٹھہرے؟

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہائش پذیر رہے (خواہ وہ جنت آسمان میں ہو یا زمین میں اس کے متعلق بحث پہلے گزر چکی ہے) تو وہ اور ان کی بیوی وہاں ٹھہر کر بلا روک ٹوک اور وافر مقدار میں کھاتے پیتے رہے۔ اور جب ممنوعہ درخت سے وہ پھل کھا بیٹھے تو ان کا لباس بھی اتار لیا گیا اور زمین کی طرف اتار دیئے گئے۔ اس اترنے کے متعلق بھی اختلاف گزر چکا ہے۔ اب اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آدم علیہ السلام کتنی دیر جنت میں ٹھہرے۔ بعض نے کہا ہے کہ دنیا کے دنوں میں سے ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ مسلم کی مرفوعاً روایت ابوہریرہؓ سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام جمعہ کے دن کے اوقات میں سے آخری وقت میں پیدا ہوئے اور مسلم کی ابوہریرہؓ سے یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ آدم علیہ السلام جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور اسی جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے آدم علیہ السلام جس دن پیدا ہوئے اگر اسی دن نکالے گئے اور ان کی مقدار دنیا کے دنوں جیسی ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دنیا کے دن کا کچھ حصہ جنت میں مقیم رہے۔ اور یہ بات محل نظر ہے۔ اگر پیدائش کے دن کے سوا کسی اور دن نکالے گئے یا ان چھ دنوں کی مقدار دنیا کے چھ ہزار سال جتنی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ مجاہد ضحاک کا نظریہ ہے جو پہلے ذکر ہوا اور ابن جریر کی پسندیدہ رائے بھی یہی ہے۔ تو اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ایک لمبا عرصہ جنت میں مقیم رہے۔

ابن جریرؒ نے کہا ہے کہ آدم کا جمعہ کے دن اس کی آخری گھڑی میں پیدا ہونا معروف و معلوم ہے اور اس کی ایک گھڑی کی مقدار اسی ۸۰ سال چار ماہ بنتی ہے۔ اس لحاظ سے روح پھونکے جانے سے پہلے مٹی کی صورت میں چالیس سال رہے۔ اور چوالیس برس چار ماہ جنت میں مقیم رہے اس کے بعد زمین کی طرف اتارے گئے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو ان کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان میں تھا پھر اللہ نے ان کا قد کم کر کے ساٹھ ہاتھ کر دیا تو حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے اور ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بخاری و مسلم کی ابوہریرہؓ سے مروی روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ تھا اس حدیث کا مقتضا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدائش کے وقت ساٹھ ہاتھ سے زیادہ لمبے قد کے نہیں تھے۔ اور ان کی اولاد کے قد میں اب تک کمی ہو رہی ہے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ میرے عرش کے برابر ایک قابل احترام وعزت کی جگہ ہے وہاں میرا گھر تعمیر کرو اور اس کا طواف کرو جیسے کہ فرشتے میرے عرش کا طواف کرتے

ہیں کہ اللہ نے ان کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجا۔ جس نے آدم علیہ السلام کو وہ جگہ دکھائی اور حج کا طریقہ سکھایا اور بتایا کہ آدم کا نو یا گیا ایک ایک قدم اللہ تعالیٰ کے قرب کا وجہ بنے گا۔

اور ان ہی سے روایت ہے کہ زمین میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو دنیا میں جو چیز کھانے کو ملی وہ یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس سات دانے گندم کے لائے آدم علیہ السلام نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل نے کہا کہ یہ اس درخت میں سے ہے جس کو کھانے سے آپ کو روکا گیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اب اس کو کیا کروں۔ جبرائیل نے فرمایا کہ اس کو کاشت کرو۔ آدم نے اس کو کاشت کیا تو ہر دانہ ایک لاکھ کی مقدار سے زیادہ تھا پس وہ اگا پھر بڑھا پھر انہوں نے اس کو کاٹا اور گاہا پھر اس کو دانے کے غلاف سے جدا کیا پس اس کو پیسا پھر آٹا گوندھا اور روٹی پکائی اتنی سخت محنت و مشقت کے بعد کھانا کھایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی﴾ اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے "تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ"۔

حضرت آدم و حوا نے سب سے پہلے بھیڑ کی اون کا لباس زیب تن کیا۔ پہلے اون کو کاتا پھر اس کو بنا۔ آدم علیہ السلام نے اپنے لئے ایک جبہ تیار کیا اور حضرت حوا کے لئے ایک قمیص اور اوڑھنی تیار کی۔

اولاد جنت میں ہوئی یا زمین پر

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا جنت میں حضرت آدم و حوا کے ہاں اولاد ہوئی یا نہیں؟ ایک یہ ہے کہ ان کے ہاں اولاد صرف زمین میں پیدا ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قابیل اور اس کی بہن جنت میں پیدا ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے ہاں ہر دفعہ لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے اور حکم یہ تھا کہ ایک جوڑے کی لڑکی کی شادی دوسرے جوڑے کے لڑکے سے کر دی جائے اور دوسرے جوڑے کی لڑکی کی شادی پہلے جوڑے کے لڑکے سے کر دی جائے۔ یہ سلسلہ کافی مدت تک چلتا رہا۔ اور ایک وقت میں پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کی شادی باہمی طور پر جائز نہ تھی۔

قابیل اور ہابیل کا واقعہ

اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا ـــــ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾ "اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات (جو بالکل) سچے (ہیں) پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے (خدا کی جناب میں) قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (تب قابیل ہابیل سے) کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا اس نے کہا کہ خدا پرہیزگاروں ہی کی قربانی قبول فرمایا کرتا ہے اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں چلاؤں گا مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ میں بھی ماخوذ ہو اور اپنے گناہ میں بھی پھر تو زمرۂ اہل دوزخ میں ہو اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ مگر اس کے نفس نے اس کو بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ اب خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپائے کہنے لگا اے افسوس مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پھر وہ پشیمان ہوا"۔

ہم نے اپنی تفسیر میں سورۃ مائدہ کے تحت اس قصہ کے بارے میں مکمل گفتگو کی ہے ہم اس جگہ آئمہ سلف کی ذکر کی ہوئی بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

سدی نے ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام پیدا ہونے والے ایک جوڑے میں سے ایک لڑکے کی شادی دوسرے جوڑے سے پیدا ہونے والی لڑکی سے کرتے تھے۔ اور ہابیل نے قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے شادی کا پروگرام بنایا۔ قابیل ہابیل سے بڑا تھا اور قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن زیادہ خوبصورت تھی۔ قابیل نے خود اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے شادی کا پروگرام بنایا آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے ہابیل کی شادی ہونے دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ تو آدم علیہ السلام نے دونوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا اور آدم علیہ السلام خود حج کرنے کو مکہ شریف چلے گئے اور جاتے وقت آسمانوں سے اپنی اولاد کی حفاظت کرنے کو کہا انہوں اس بات سے انکار کر دیا۔ زمینوں اور پہاڑوں کو کہا وہ بھی انکاری ہو گئے اور قابیل نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی قربانی پیش کی ہابیل نے اپنی قربانی کے لئے ایک موٹی تازی بکری پیش کی۔ کیونکہ وہ بکریوں والا تھا اور قابیل نے اپنی کھیت سے ایک ردی دوسرا گٹھا پیش کیا۔ کیونکہ وہ کھیتی والا تھا تو آسمان سے آگ اتری اور ہابیل کی قربانی کھا گئی اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ گئی۔ وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا میں تجھے قتل کر دوں گا صرف اس صورت میں چھوڑوں گا کہ تو میری بہن سے شادی نہ کرے۔ اس (ہابیل) نے کہا کہ اللہ پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی کئی طریقوں سے مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے کہ اللہ کی قسم آدم علیہ السلام کا مقتول بیٹا (ہابیل) زیادہ طاقتور تھا لیکن وہ گناہ سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنا ہاتھ بھائی پر نہ اٹھایا۔

حضرت ابو جعفر باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام دونوں کی قربانی کرنے کے موقع پر موجود تھے اس لئے قابیل نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ تو نے اس کے لئے دعا کی ہے اس لئے ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی ہے اور میرے لئے تو نے دعا نہیں کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے ہابیل کو دھمکی دی۔ ایک رات ہابیل نے بکریاں چرانے میں دیر کر دی تو آدم علیہ السلام نے قابیل کو بھیجا کہ وہ ہابیل کے لیٹ ہونے کے متعلق معلوم کرے تو جب گیا ہابیل سے ملاقات ہوگئی۔ قابیل نے کہا کہ تیری قربانی قبول ہوگئی اور میری قربانی نہیں ہوئی ہابیل نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔

قابیل کو غصہ آیا اس نے تیز دھار لوہے سے ہابیل کو قتل کر دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ہابیل کے سر پر پتھر مار کر اس کا سر کچل دیا جب کہ وہ سویا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نے گلا دبا کر زور سے درندوں کی طرح کاٹ کر اس کو قتل کر دیا۔

قابیل کے دھمکی پر ہابیل نے کہا: ﴿لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (المائدۃ: ٢٨) ”اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے“۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہابیل اچھے اخلاق والا اور اللہ سے ڈرنے والا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے بھائی کی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا اور اس نے بھی کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواریں نکال کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول

چپک گئی۔ اور اس کا چہرہ سورج کی طرف رہتا تھا اس کے گھومنے کے ساتھ گھومتا رہتا۔ اپنے بھائی کے ساتھ اس کے بغض وعداوت اور حسد کی وجہ سے اس کو یہ سزا ملی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی سب سے زیادہ حق رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا آدمی کو دنیا میں دے اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہوگی۔ (ترمذی شریف جامع الصغیر)

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا ذکر:

میں نے اہل کتاب کے ہاتھوں میں کتاب دیکھی جس کو وہ تورات کا نام دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قابیل کو مہلت دی اور عدن کی مشرقی جانب "نود" میں رہائش پذیر ہو گیا۔

اہل کتاب اس کو قین کہتے ہیں اس کی پشت سے حنوخ پیدا ہوا اور حنوخ کے ہاں عندر اور عندر کے ہاں محوائیل اور محوائیل کے ہاں متوشیل اس کے ہاں لامک اس نے عدا اور صلا دو عورتوں سے شادی کی عدا کے ہاں ابل نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے خیمے بنا کر چھت کا سایہ حاصل کیا۔ اور ان میں رہائش پذیر ہوا اور مال کو جمع کیا۔ پھر اس کے ہاں نوبل پیدا ہوا اور یہ پہلا آدمی ہے جس نے سب سے پہلے طنبورہ سارنگی بجائی صلا نے "توبلقین" نامی بچہ کو جنم دیا۔ اس نے سب سے پہلے تانبے اور لوہے کی صنعت ایجاد کی اور نعمی نامی لڑکی بھی اسی صلا کے ہاں پیدا ہوئی۔ اس تورات میں یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی بیوی حوا کے پاس گئے تو اس نے ایک لڑکا جنم دیا اس کا نام حضرت حوا نے شیث رکھا۔ کیونکہ وہ اس ہابیل کا متبادل تھا جسے قابیل نے قتل کر دیا تھا۔ اور شیث کی پشت سے انوش پیدا ہوا۔

اہل کتاب نے لکھا ہے کہ جب شیث کی ولادت ہوئی تو اس وقت حضرت آدم کی عمر ایک سو تیس سال تھی۔ اس کے بعد وہ آٹھ سو سال زندہ رہے۔ اور انوش کی پیدائش کے وقت حضرت شیث کی عمر ایک سو پینسٹھ سال تھی اس کے بعد وہ آٹھ سو سات برس زندہ رہے۔ انوش کے علاوہ بھی حضرت شیث کے ہاں لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور انوش کے ہاں قینان پیدا ہوا اس وقت انوش نوے برس کا تھا اس کے بعد آٹھ صد پندرہ برس زندہ رہا۔ اور اس کے ہاں اور بھی بچے اور بچیاں ہوئیں۔ قینان کے ہاں ستر برس کی عمر میں مہلائیل پیدا ہوا۔ اور وہ اس کے بعد آٹھ صد چالیس برس زندہ رہا اور بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اس کے ہاں پیدا ہوئیں۔ مہلائیل کے ہاں یرد نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۶۵ برس تھی اس کے بعد وہ آٹھ صد تیس برس تک زندہ رہا اور اس کے ہاں بہت سے بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں اور جب یرد کے ہاں خنوخ پیدا ہوا تو اس کی عمر ایک سو باسٹھ سال کی تھی اس کے بعد وہ آٹھ سو سال زندہ رہا اور بہت سے بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں۔ اور خنوخ کی عمر ۶۵ برس کی تھی کہ اس کے ہاں متوشلخ پیدا ہوا۔ اس کے بعد وہ آٹھ سو سال زندہ رہا۔ اور اس کے ہاں بہت سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جب متوشلخ ایک سو ستاسی برس کا تھا تو اس کے ہاں لامک پیدا ہوا۔ اس کے بعد وہ ۷۸۲ برس زندہ رہا اور اس کے ہاں لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور جب لامک ۱۸۲ سال کا ہوا تو اس کے ہاں نوح پیدا ہوئے اس کے بعد وہ ۵۹۵ برس زندہ رہے اور اس کے ہاں بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں۔

اور جب حضرت نوحؑ کی عمر ۵۰۰ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں سام، حام، یافث لڑکے پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ اہل کتاب کی تورات میں صریح طور پر موجود ہے آسمان سے نازل شدہ باتوں کا تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہونا محل نظر ہے بہت

سے علماء نے اس پر تنقید کی ہے ظاہر یہی ہے کہ ان میں اضافہ کیا گیا ہے بعض نے یہ باتیں توضیح و تفصیل کے لئے ذکر کردی ہیں وان میں بہت سی غلطیاں موجود ہیں جن کو ہم مناسب جگہ پر ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں بعض سے ذکر کیا ہے کہ حضرت حوا نے آدم علیہ السلام کی پشت سے بیس امیدوں سے چالیس افراد کو جنم دیا یہ بات محمد بن اسحاق نے بیان کی ہے اور ان کے نام بھی لکھے ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ایک سو بیس امیدوں سے ۲۴۰ افراد جنم دیئے اور ہر دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنم دی۔ پہلا قابیل تھا اور اس کی بہن قلیما تھی۔ اور آخری عبد المغیث اور اس کی بہن ام المغیث تھی۔ اس کے بعد لوگ پھیل گئے اور بہت زیادہ ہو گئے اور زمین میں ادھر ادھر پھیل پڑے اور گئے اور ان کی نسل بڑھتی رہی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ـــــ﴾ (النساء:۱)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اول اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے بہ کثرت مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو"۔

تاریخ والوں نے ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے چار لاکھ نفوس دیکھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ـــــ يُشْرِكُوْنَ﴾ (اعراف ۱۸۹،۱۹۰)

"وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔ سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔ پھر جب کچھ بوجھ معلوم کرتی ہے (یعنی بچہ پیٹ میں بڑا ہوتا ہے) تو دونوں (میاں بیوی) اپنے پروردگار خدائے عزوجل سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح و سالم (بچہ) دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے پھر جب وہ ان کو صحیح و سالم بچہ دیتا ہے تو اس بچے میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں خدا کا مرتبہ اس سے بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں"۔

اس آیت میں پہلے آدم علیہ السلام کا تذکرہ ہے بعد میں پوری جنس کا تذکرہ شروع ہو گیا ہے صرف حضرت آدم و حوا کا ذکر مراد نہیں ہے۔ بلکہ جب ایک شخص کا ذکر ہوا تو اس کی مناسبت سے پوری جنس کا بیان شروع کر دیا گیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ (الاعراف ۱۸۹،۱۹۰)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا پھر اس کو ایک مضبوط اور محفوظ جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا"۔

اس آیت میں بھی پہلے آدم علیہ السلام کی پیدائش کی طرف اشارہ ہے اور بعد میں عام انسانوں کے پیدا کرنے کا تذکرہ ہے۔ اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾

"اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور یہ بھی معلوم ہے کہ شیاطین کو مارنے کی چیزیں یعنی آسمان کے چراغ ستارے نہیں ہیں بلکہ شہاب ثاقب ہیں جو ان سے نکلتے ہیں"۔

تو گویا یہاں بھی شخصیت و عینیت سے جنس کی طرف ہونا اور منتقل ہونا ہے یعنی کوئی شعلہ نما چیزیں ہیں جو ستاروں سے

حاصل کی گئی ہیں۔ البتہ ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب حواؑ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ابلیس اس کا چکر لگاتا اور اس کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو ایک بار ابلیس نے حضرت حوا سے کہا کہ اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو وہ زندہ رہے گا۔ حضرت حوا نے ایسا ہی کیا تو اس نے یہ کام شیطان کے کہنے میں آکر کیا جو اس نے حضرت حواؑ کے ذہن میں ڈالا اور حکم کر کے کہا تھا۔

یہ روایت ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس آیت مذکورہ کے تحت ذکر کی ہے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بیان کی ہے اور ان سب نے یہ روایت عبدالصمد بن عبدالوارث کے واسطے سے ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح سند والی ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن غریب ہے ہم اس کو عمر بن ابراہیم کے واسطے جانتے ہیں اور بعض نے اس کو عبدالصمد نامی راوی سے بیان کیا ہے اور مرفوع ذکر نہیں کیا ہے اور یہی سبب اس کی کمزوری کا ہے کہ یہ صحابی کا قول ہے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے اور ظاہر یہ ہے کہ صحابی نے یہ بات اسرائیلیات سے لی ہے اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ موقوفاً مروی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کعب احبار سے اور ان جیسے لوگوں سے لی گئی ہے۔ واللہ اعلم

بڑی اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر مذکورہ روایت کے خلاف کی ہے اگر یہ حدیث ان کے پاس حضرت سمرہؓ سے مرفوعاً ثابت ہوتی تو وہ اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا فرمایا تاکہ ان سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلائے جب ان کے پیدا کرنے کا مقصد یہ تھا تو پھر ان کا بچہ کیوں نہیں زندہ رہتا تھا۔

اور ظن یہ ہے بلکہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ اس روایت کا مرفوع ہونا نبی کریم ﷺ تک غلط ہے اس کا موقوف ہونا ہی درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور اس کو ہم نے اپنی تفسیر میں مفصل درج کیا ہے۔

(۳) یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے تو یہ کام ان سے کیسے سرزد ہو سکتا ہے۔ آدم علیہ السلام انسانوں کے باپ تھے اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونکی ان کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام ان کو سکھائے اور اپنی جنت میں ان کو بسایا۔

پھر ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذرؓ سے روایت درج کی ہے کہ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ میں حضور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ انبیاء کتنے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار میں نے عرض کی ان میں رسول کتنے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ۳۱۳۔ میں نے عرض خدمت کیا ان میں سے سب سے پہلا کون ہے ارشاد فرمایا: آدم علیہ السلام میں نے عرض کی وہ نبی مرسل ہیں۔ فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا پھر ان میں اپنی روح پھونکی پھر ان کو درست اور ٹھیک ٹھیک بنایا۔ (احمد، طبرانی فی الکبیر)

اور طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے بواسطہ نافع بن ہرمز عطاء بن رباح روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ فرشتوں میں سب سے افضل کون ہے وہ جبرائیل ہیں اور انبیاء سے افضل حضرت آدم ہیں اور دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور مہینوں سے افضل رمضان کا مہینہ ہے اور راتوں سے افضل شب قدر ہے اور عورتوں سے

افضل مرتبہ جنت عطا ہوا ہے۔

اس میں نافع بن ہرمز راوی ہے جس کو ابن معین نے کذاب اور امام احمد ابوزرعہ ابوحاتم ابن حبان وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اس لئے یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ جنت میں داڑھی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی ہوگی سیاہ اور ناف تک ہوگی اور جنت میں آدم علیہ السلام کے علاوہ کسی کی کنیت نہ ہوگی دنیا میں ابوالبشر ہے اور جنت میں ان کی کنیت ابو محمد ہوگی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت والوں کو ان کے ناموں سے پکارا جائے گا یہ روایت تمام سندوں سے ضعیف ہے واللہ اعلم بخاری شریف۔

نبی کریم ﷺ معراج کے موقعہ پر جب آسمان دنیا میں آدم کے پاس سے گذرے تو آدم علیہ السلام نے فرمایا نیک بیٹے اور صالح نبی کے لئے مرحبا۔ اور ان کی دائیں جانب بہت سی روحیں تھیں اور بائیں جانب بھی روحیں تھیں۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتے۔ تو خوش ہوتے اور ہنستے اور بائیں جانب دیکھتے تو رو پڑتے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں کہا یہ آدم ہیں اور یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں جب وہ دائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں اور یہ جنت والے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور جب بائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں اور وہ جہنم والے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔

ہشام بن عمار نے حسن سے بیان کیا کہ آدم علیہ السلام کی عقل بنی آدم کی تمام اولاد کی عقل کے برابر تھی بعض علماء نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو محسوس ہوا کہ انکو آدھا حسن دیا ہوا ہے پر اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ آدم علیہ السلام کے حسن سے نصف حسن دیا گیا ہے۔ یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اپنے عزت والے ہاتھ سے اس کی شکل بنائی اور اس میں اپنی روح پھونکی اس لئے ان کو تمام مخلوق سے خوبصورت ہونا چاہیے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے بھی روایت پہنچی ہے جو کہ موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ یہ ہمارے لئے مخصوص کردے کیونکہ بنی آدم کے لئے تو نے دنیا بنائی ہے اور وہ اس سے کھاتے پیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے جس (آدم) کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اس کی نیک اولاد کو میں ان کی طرح نہیں کروں گا جن کو ہونے کے لئے میں نے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی طرف سے مروی ہے اور علماء نے اس کی تشریح میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں۔ اس جگہ ان کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔

حضرت آدم کی وفات اور اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کرنے کا ذکر

شیث کا معنی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ ان کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حضرت ہابیل کے قتل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔

حضرت ابوذر رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کل ایک سو چار ۱۰۴ صحیفے نازل فرمائے

اور ان میں سے پچاس صحیفے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل فرمائے۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے شیث (علیہ السلام) کو وصیت کی اور دن اور رات کے اوقات کی تعلیم دی اور ان اوقات کی عبادات سکھائیں اور ایک بہت بڑے طوفان کے آنے کی پیشگی خبر دی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اولاد آدم کے تمام نسب حضرت شیث علیہ السلام تک پہنچتے ہیں کیونکہ آپ کے سوا تمام اولاد ختم ہو چکی تھی۔ واللہ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جمعہ کے دن وفات ہوئی اور حنوط والی خوشبوؤں کے پاس فرشتے آئے اور اللہ کی طرف سے جنت سے کفن لے آئے اور آپ کے بیٹے اور وصی حضرت شیث علیہ السلام سے تعزیت کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد سورج اور چاند سات دن تک گہنائے رہے اور دن کی روشنی معدوم ہو گئی تھی۔

بوقت وفات جنت کا پھل کھانے کی آرزو

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ میرے بیٹو! میں جنت کا پھل کھانا چاہتا ہوں تو ان کے بیٹے پھل لینے کے لئے چل پڑے تو راستہ میں فرشتوں سے ملاقات ہوئی اور ان کے پاس کفن اور حنوط والی خوشبو تھی۔ اور ساتھ ہی کلہاڑیاں تھیں اور ٹوکریاں بھی فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے پوچھا کہ تم کدھر جا رہے ہو اور کیا تلاش کر رہے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے باپ آدم بیمار ہیں اور جنت کا پھل کھانا چاہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ واپس چلو تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وقت پورا ہو چکا۔

جب فرشتے آدم کے پاس پہنچے تو حضرت حوا نے پہچان لیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ذات سے چمٹ گئیں آدم نے فرمایا کہ دور ہو جاؤ میرے سے میں تجھ سے پہلے پیدا ہوا ہوں اس لئے میرے اور میرے رب کے فرشتوں کے درمیان حائل نہ ہو۔ پس فرشتوں نے ان کی روح قبض کی نہلایا ان کو کفن پہنایا اور خوشبو لگائی اور ان کے لئے قبر کھودی اور لحد بنائی اور ان پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان کو قبر میں داخل کیا اور ان پر مٹی ڈالی۔

پھر کہا اے آدم کے بیٹو! میت کو دفنانے کا تمہارے لئے یہی طریقہ ہے حضرت ابی بن کعب تک اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نماز جنازہ میں فرشتوں نے چار تکبیریں کہیں

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ پر چار تکبیریں پڑھیں پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ پر چار تکبیریں پڑھیں پھر حضرت صہیبؓ نے حضرت عمرؓ پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (ابن عساکر)

اور یہی روایت حضرت ابن عمرؓ سے بھی ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کہاں دفن ہوئے

حضرت آدم علیہ السلام کے دفن کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور مشہور بات یہ ہے کہ ہند میں جس پہاڑ پر اتارے گئے تھے وہاں ہی مدفون ہیں بعض کے نزدیک مکہ میں جبل ابی قبیس کے پاس دفن ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طوفان کے زمانہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو ایک تابوت میں اٹھالائے اور بیت المقدس میں دفن کیا اور یہ بات ابن جریر نے نقل کی ہے۔

اور ابن عساکر نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ ان کا سر مسجد ابراہیم کے پاس اور ان کے پاؤں بیت المقدس کی چٹان کے پاس ہیں۔ اور حضرت آدم کی وفات کے ایک سال بعد حضرت حوا فوت ہو گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کتنی تھی

آپ کی عمر کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرۃ کی مرفوع حدیث کے حوالے سے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ کی عمر لوح محفوظ میں ایک ہزار سال لکھی گئی تھی۔ اور تورات میں ہے کہ نو سو تیس (۹۳۰) برس زندہ رہے۔ اور یہ بات مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ تورات اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں رہی۔ اور حدیث اپنی شکل میں ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔

نیز تورات اور حدیث کی دونوں باتوں میں جمع و تطبیق بھی ممکن ہے اگر تورات کی بات تغیر و تبدیل سے محفوظ تسلیم کر لی جائے تو تطبیق یوں ہوگی کہ تورات والی مدت تو سو تیس برس زمین پر آنے کے بعد والی مدت ہے اور قمری لحاظ سے وہ نو سو ستاون برس بنتے ہیں جنت میں ان کا قیام چوالیس سال ہے جسے ہم ابن جریر کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اس طرح یہ مدت کل ایک ہزار سال ہوگی۔

ابن عساکر عطاء خراسانی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام فوت ہوئے تو مخلوق ان پر سات دن روتی رہی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد سب معاملات کی ذمہ داری حضرت شیث علیہ السلام نے سنبھالی۔ وہ حدیث کی نص کے مطابق نبی تھے اور یہ حدیث حضرت ابوذرؓ سے ابن حبان نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور شیث علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے انوش نے معاملات کی ذمہ داری سنبھالی اور آپ نے اپنی وفات کے وقت انوش کو وصیت کی اور انوش کے بعد ان کے بیٹے قینن اور ان کے بعد ان کے بیٹے مہلائیل نے معاملات کی ذمہ داری سنبھالی۔ اور ان ہی مہلائیل کے متعلق ایران کے مجمی لوگ کہتے ہیں کہ وہ سات ولایتوں کے مالک بنے اور یہی پہلا شخص ہے کہ جس نے درخت کاٹے بڑے بڑے شہر اور شہر بنائے اس نے ابلیس اور اس کے لشکروں پر سختی کی اور ان کو زمین کے مختلف ویران علاقوں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف مار بھگایا اور بہت سے سرکش جنوں کو قتل کیا اس کے سر پر ایک بڑا تاج تھا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور اس کی بادشاہی چالیس سال تک رہی اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یرد معاملات کا نگران بنا۔ اور جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹے خنوخ کو وصیت کی اور یہی خنوخ مشہور قول کے مطابق ادریس علیہ السلام ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ "اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مقام پر اٹھالیا"

اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کی تعریف فرمائی اور نبوت و صدیقیت کے بلند مقام کے ساتھ ان کو متصف فرمایا اور انہی کو خنوخ کہا گیا ہے اور ماہرین انساب نے حضور نبی کریم ﷺ کے سلسلۂ نسب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت آدم اور شیث علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ کی ذات بابرکات قلم سے لکھنے والی ہے آدم علیہ السلام کو ۳۰۸ برس ان کو دیکھنے کا موقعہ ملا اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ معاویہ بن حکم السلمی کی حدیث میں نبی علیہ السلام نے انہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جب رسول اللہ ﷺ سے ریت پر لکھنے کے متعلق سوال ہوا (اس دور میں لوگ ریت پر لکھ کر کچھ حساب لگاتے اور آئندہ کی خبروں کا اندازہ لگاتے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک نبی یہ لکھا کرتے تھے جس کا خط ان کے موافق ہو وہ ٹھیک ہے۔

بہت سے علماء تفسیر کا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس کے بارے میں کلام کرنے والے بھی یہی ہیں۔ وہ ان کا نام ہرمس الہرامسہ رکھتے ہیں اور ان کے ذمہ بہت سی جھوٹی باتیں لگاتے ہیں جیسے یہ لوگ علماء، صلحا اولیاء پر جھوٹ کہتے ہیں۔

اور اللہ کا فرمان ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ اور ہم اس کو بلند مقام پر فائز کیا ہے اس طرح ہے جیسے کہ صحیحین میں حدیث معراج میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گذرے تو وہ چوتھے آسمان میں تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعب سے سوال کیا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق اللہ کا فرمان ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ کا کیا مفہوم ہے حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں تمام اولاد آدم کے اعمال کے برابر تمہارے اعمال (آسمان کی طرف) بلند کرتا ہوں شاید اس وقت کے بنی آدم مراد ہوں گے ادریس علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے اعمال میں مزید اضافہ ہو ان کے پاس فرشتوں میں ایک دوست فرشتہ آیا انہوں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں بات میری طرف وحی کی ہے آپ ملک الموت سے میرے متعلق بات کرلیں (تاکہ میری زندگی کے متعلق معلوم ہو اور میں مزید نیکیاں کرسکوں) فرشتے نے انہیں پروں پر اٹھایا اور آسمان کی طرف لے کر اوپر چڑھ جاتے چوتھے آسمان تک پہنچے تو وہاں موت کے فرشتے سے ملاقات ہوئی وہ نیچے آرہا تھا فرشتے نے ملک الموت سے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بات کی۔ اس نے کہا کہ ادریس کہاں ہیں فرشتے نے کہا کہ میری پشت پر ہیں ملک الموت نے کہا کہ تعجب ہے مجھے اس لئے بھیجا گیا تھا کہ میں چوتھے آسمان پر ادریس کی روح قبض کروں اور میں سوچ رہا تھا کہ میں ان کی روح چوتھے آسمان پر کیسے قبض کروں وہ تو زمین پر ہیں پھر اس نے وہاں ادریس علیہ السلام کی روح قبض کی۔ اسی کے متعلق فرمان خداوندی ہے: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ اور ہم نے ان کو مقام بلند پر اٹھالیا۔

اسی طرح ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں مذکورہ حدیث بیان کی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام

نے فرشتے سے کہا کہ ملک الموت سے پوچھو کہ میری عمر کتنی باقی ہے ملک الموت ان کے پاس ہی تھا اس نے پوچھا کہ ان (ادریس) کی عمر ابھی کتنی باقی ہے ملک الموت نے کہا کہ میں دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں پھر اس نے دیکھ کر کہا کہ تو نے ایسے شخص کے متعلق پوچھا ہے کہ جس کی عمر آنکھ جھپکنے کے برابر باقی ہے فرشتے نے اپنے پر کے نیچے ادریس علیہ السلام کو دیکھا ان کی روح قبض ہو چکی تھی اور اس کو کچھ علم نہ تھا۔ یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کے بعض حصوں میں نکارت بھی ہے یعنی وہ منکر ہے۔

حضرت مجاہدؒ نے آیت: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور فوت نہیں ہوئے۔ اب اگر اس سے مراد مجاہد یہ لیتے ہیں کہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہاں فوت ہوئے تو پھر یہ کعب احبار کی گذشتہ روایت کے منافی یا مخالف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اور عوفی ابن عباس سے آیت مذکورہ بالا ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام چھٹے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہاں ہی فوت ہوئے اور ضحاک نے بھی اسی طرح کہا ہے لیکن متفق علیہ روایت میں ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں۔ اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ مجاہد اور دیگر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ ادریس علیہ السلام جنت کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ اپنے والد یرد بن مہلائیل کی زندگی ہی میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام کا زمانہ نوح علیہ السلام سے پہلے نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں گذرے ہیں۔ واللہ اعلم

اور امام بخاریؒ حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت الیاس اور ادریس علیہ السلام ایک ہی ہیں اور انہوں نے اس کی دلیل حضرت انسؓ سے مروی حدیث معراج پیش کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے فرمایا تھا نیک بھائی اور صالح نبی کے لئے مرحبا اور حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام کی طرح یہ نہیں کہا کہ نیک بیٹے اور صالح نبی کے لئے مرحبا۔ اگر آپ کے سلسلۂ نسب میں ادریس علیہ السلام ہوتے تو اسی طرح کہتے جس طرح حضرت آدم اور ابراہیم علیہما السلام نے فرمایا تھا۔

مگر مذکورہ بالا حدیث ان کے قول کی تائید نہیں کرتی کیونکہ بعض اوقات راوی کو ٹھیک طرح یاد نہیں رہتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھائی کا لفظ حضرت ادریس علیہ السلام نے تواضع اور انکساری کے طور پر کہا ہو اور اپنے آپ کو والد کے طور پر ظاہر نہ کیا ہو آدم علیہ السلام تو ابو البشر تھے اور ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے اور حضور ﷺ کے بعد اولوالعزم رسولوں میں سب سے بڑے تھے اس لئے ان کا والد کی حیثیت سے اپنے آپ کو ظاہر کرنا حضرت ادریس علیہ السلام سے مختلف ہے۔

❁❁❁

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر

پیدائش اور نسب:

(۱) نوح بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ اور یہ ادریس بن یرد بن مہلائیل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر ہیں۔

(۲) ابن جریر وغیرہ کے قول کے مطابق نوح علیہ السلام کی پیدائش آدم علیہ السلام کی وفات سے ایک سو چھبیس برس بعد ہوئی۔ اہل کتاب کی تاریخ کے مطابق نوح علیہ السلام کی پیدائش اور آدم علیہ السلام کی وفات کے درمیان ۱۴۶ برس کا فاصلہ ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں ان کو اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ۱۰ قرن۔

میں (ابن کثیرؒ) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اپنی صحیح میں روایت نہیں کیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن ہیں اور وہ سب اسلام پر تھے۔ (بخاری شریف)

اگر ایک قرن سے مراد سو سال ہوں (اور بہت سے لوگوں کا یہی خیال ہے اور لوگوں میں معروف و مشہور بھی یہی ہے) تو حضرت نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ تو لازمی اور ضروری ہوگا اور حضرت ابن عباسؓ نے ان سب زمانے والوں کے اسلام پر ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ اس بات کی نفی نہیں کرتا بلکہ ممکن ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس سے بھی زیادہ عرصہ ہو اور وہ اسلام پر نہ ہوں لیکن حضرت ابو امامہؓ کی حدیث صرف دس زمانوں پر دلالت کرتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ بات زائد ہے کہ وہ سب اسلام پر تھے۔

حضرت ابو امامہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی دونوں روایات کا مفہوم اہل تاریخ اور اہل کتاب کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ قابیل اور اس کے بیٹے آگ کے پجاری تھے۔

اور اگر قرن سے مراد لوگوں کے زمانے کا ایک گروہ مراد لیا جائے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ﴾ (الاسراء: ۱۷)

"اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ (مومنون: ۳۱)

"پھر ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کیں"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا﴾ (الفرقان: ۳۸)

"اور بہت سی جماعتوں کو بھی ہلاک کر دیا"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ﴾ (مریم ۷۴)

''اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں وہ لوگ ان سے ٹھاٹھ اور نمود میں اچھے تھے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ﴾ (یٰسین ۳۱)

''اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (خیر القرون قرنی) ''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے''

اور یہ بات بھی اہل علم واہل تواریخ کے ہاں مسلم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ایک دور اور زمانے کے لوگ لمبی لمبی عمریں پاتے اور لمبا عرصہ زندہ رہتے تھے۔ اس لحاظ سے تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہوگا۔ مختصر طور پر بات یہ ہے کہ جب بتوں اور شیاطین کی عبادت شروع ہوئی اور لوگ گمراہی اور کفر میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور اپنے بندوں پر رحمت فرمائی اور زمین والوں کی طرف یہ پہلے رسول تھے جیسے کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ اکٹھے ہو کر ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ سب سے پہلے رسول ہیں۔

بعثت کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کتنی تھی؟

ابن جریر وغیرہ کے قول کے مطابق نوح علیہ السلام کی قوم کو بنو راسب کہا جاتا تھا بعثت کے وقت حضرت نوح کی عمر کتنی تھی۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) پچاس سال (۲) تین سو پچاس سال (۳) چار سو اسی ۴۸۰ سال۔

ابن جریر نے ان اقوال کا تذکرہ کر کے آخری قول حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے حالات اور کفر کرنے والوں پر طوفان کی صورت میں عذاب نازل کرنے کا ذکر کیا ہے اور پھر نوح علیہ السلام اور کشتی والوں کو اللہ نے نجات کیسے دی۔ یہ تمام حالات و واقعات قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ مثلاً الاعراف یونس ہود انبیاء المؤمنون الشعراء العنکبوت الصفٰت القمر اور سورۃ نوح مکمل اس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ اعراف میں فرمایا:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ ــــ عَمِينَ﴾

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے (ان سے) کہا اے میری برادری کے لوگو خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے''۔ تو جو ان کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں صریح گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے کہا اے قوم مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھ کو خدا کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار بنو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

"اور نوح (کا قصہ بھی یاد کرو) جب انہوں نے اس سے پیشتر ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے گھر والوں کو ایک بڑی مصیبت سے نجات دی اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے ان کے مقابلے میں ان کی مدد کی وہ بیشک برے لوگ تھے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا"۔

اور سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ـــــ لَمُبْتَلِينَ﴾

(المومنون: ۲۳-۳۰)

"اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو فرشتے اتار دیتا ہم نے تو اپنے اگلے باپ دادا میں یہ بات کبھی سنی ہی نہیں اس آدمی کو تو دیوانگی (کا عارضہ) ہے تو اس کے بارے میں کچھ مدت انتظار کرو۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے رب انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد کر۔ پھر ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچے اور تنور (پانی سے بھر کر) جوش مارنے لگے تو سب قسم کے حیوانات میں سے جوڑا جوڑا یعنی نر اور مادہ دو دو کشتی میں بٹھا دو اور اپنے گھر والوں کے سوا ان کے جن کی نسبت ان میں سے (ہلاک ہونے کا) حکم پہلے صادر ہو چکا ہے اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا وہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے اور جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو (خدا کا شکر ادا کرنا اور) کہنا کہ سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے ہم کو ظالموں سے نجات بخشی۔ اور (یہ بھی) دعا کرنا کہ اے رب ہم کو مبارک جگہ اتاریو اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے بیشک اس قصے میں نشانیاں ہیں اور ہمیں تو آزمائش کرنی تھی"۔

اور سورۃ شعراء میں فرمان الٰہی ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ ـــــ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (الشعراء: ۱۰۵-۱۲۲)

"قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کام کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ وہ بولے کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیروکار تو ذلیل لوگ ہوتے ہیں۔ نوح نے کہا مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کام کرتے ہیں ان کا حساب (اعمال) تو میرے پروردگار کے ذمے ہے کاش تم سمجھو اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اے نوح اگر تم باز نہ آؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے ان کو بچا لیا پھر ان کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے"۔

لئے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور (اسی سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا ہے تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔ اس کے بعد نوح نے عرض کی کہ میرے پروردگار یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کے تابع ہوئے ہیں جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیا اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑنا۔ (اے پروردگار) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو تو ان کو اور گمراہ کر دے (آخر) وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے گئے تو انہوں نے خدا کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا (اور پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ اے میرے خدا کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی بڑھا''۔

ہم نے مذکورہ بالا آیات کے متعلق اپنی تفسیر (ابن کثیر) میں مفصل کلام کیا ہے اس جگہ ہم ان آیات کا مضمون اور خلاصہ ذکر کریں گے اور اس کی مناسبت سے احادیث اور صحابہ وسلف کے آثار و اقوال نقل کریں گے حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی ہوا ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی مدح و تعریف و توصیف اور ان کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے جیسے کہ سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ـــــ حَكِيمًا﴾

''(اے محمد) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں کہ جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے۔ اور موسیٰ سے تو اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کیں۔ سب پیغمبروں کو (خدا تعالیٰ نے) خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا پر الزام کا موقع نہ رہے اور خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے''۔

اور سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ ـــــ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (الانعام: ۸۳-۸۷)

''اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں بے شک تمہارا پروردگار دانا اور خبردار ہے اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور سب کو ہدایت دی اور نوح کو بھی پہلے ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکوکار تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان سب کو

"ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون (اور اس کی قوم کے لوگ) بھی جھٹلا چکے ہیں اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے بھی یہی وہ گروہ ہیں (ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب ان پر آ واقع ہوا"۔

اور سورۃ مومن میں ارشاد ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ ـــ عِقَابِ﴾ (غافر:۵_۶)

"ان سب سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد اور امتوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہی قصد کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور بیہودہ (شبہات سے) جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کر دیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا سو (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا ہوا"۔

اور سورۃ شوریٰ میں فرمایا:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا ـــ يُنِيبُ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا (جس کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ بنا لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کو راستہ دکھا دیتا ہے"۔

اور سورۃ ق میں ارشاد فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ وَعَادٌ ـــ فَحَقَّ وَعِيدِ﴾

"ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنویں والے اور ثمود جھٹلا چکے ہیں اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم (غرض) ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعید (عذاب بھی) پورا ہو کر رہا"۔

اور سورۃ الذاریات میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾ (الذاریات:۴۶)

"اور اس سے پہلے ہم نوح کی قوم کو (ہلاک کر چکے ہیں) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے"۔

اور سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ﴾ (النجم:۵۲)

"اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے"۔

اور سورۃ القمر کے حوالے سے حضرت نوحؑ کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے"

اور سورۃ الحدید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (الحدید:۲۶)

"اور تحقیق ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا تو بعض تو ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں"۔

اور سورۃ التحریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ الدَّاخِلِيْنَ﴾ (التحریم:۱۰)

"کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں ان (عورتوں) کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور ان کو حکم دیا گیا کہ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ"۔

بت پرستی کا آغاز

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات و واقعات قرآن مجید و احادیث نبویہ و سلف و صالحین کے اقوال و آثار سے ماخوذ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان "دس قرن" تھے اور وہ سب کے سب اسلام پر تھے اور یہ روایت بخاری میں ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ قرن سے مراد ایک زمانہ کے لوگ ہیں یا اس سے مدت اور زمانہ مراد ہے۔ ان اچھے اور نیک زمانہ کے لوگوں اور قوموں کے بعد ایسے حالات و واقعات ظاہر ہوئے کہ جس کا نتیجہ شرک اور بت پرستی نکلا۔ شرک اور بت پرستی کا سبب اور ابتدا حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد میں ملاحظہ فرمایئے۔ کہ وہ قرآن کی آیت درج ذیل ہیں:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح:۲۳)

"اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی ود سواع یغوث یعوق اور نسر کو چھوڑنا"۔

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب یہ لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں میں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھو اور انہیں کا نام رکھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی عبادت و پوجا نہیں کی تھی جب یہ مجسمے بنانے والے ہلاک ہو گئے اور علم اٹھ گیا تو ان بتوں اور مجسموں کی پوجا پاٹ شروع ہو گئی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ قوم نوح والے بت پرست بعد میں عرب کے اندر پھیل گئے اور اسی طرح فرمایا ہے حضرت عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور محمد بن اسحٰق رحمہم اللہ تعالیٰ نے۔ ابن جریر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ حضرت آدم اور نوح کے درمیانی زمانے کے نیک لوگ تھے اور ان کے بہت سے معتقدین و پیروکار تھے جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ان کی اتباع کرنے والوں نے سوچا کہ اگر ہم ان بزرگوں کی تصویریں بنا کر اپنے پاس رکھ لیں تو اس سے ہمارا عبادت کا شوق زیادہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس سے ان کی یاد ہمارے ذہنوں میں تازہ رہے گی تو یہ سوچ کر انہوں نے ان نیک لوگوں کی تصویریں بنائیں۔ پھر جب یہ فوت ہوئے تو ان کے بعد والے لوگوں کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ تم سے پہلے لوگ ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان پر بارش برستی رہتی تھی تو ابلیس کے کہنے پر ان بعد والے لوگوں نے بھی ان کی عبادت شروع کر دی۔

حضرت عروہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ود، یغوث، یعوق، نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تھے اور ود ان سب سے بڑا متقی اور زیادہ نیکوکار تھا۔ (ابن ابی حاتم)

وَدّ کی پوجا کی ابتداء:

ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوالمطہر نے فرمایا کہ لوگوں نے ابوجعفر باقرؒ کے ہاں یزید بن المہلب کا ذکر کیا اور آپ نماز میں مصروف تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے سوال کیا کہ تم نے یزید بن المہلب کا ذکر کیا ہے وہ اس جگہ قتل ہوئے ہیں جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی عبادت کی گئی۔ پھر انہوں نے وَدّ کا ذکر کیا کہ وہ نیک اور صالح آدمی تھا اور لوگ ان سے بہت محبت کرتے تھے تو لوگ ان کی قبر پر جھک پڑے اور وہاں گریہ وزاری شروع کردی۔

جب ابلیس نے ان لوگوں کے غم اور پریشانی کا یہ حال دیکھا تو انسانی شکل وصورت میں ان کے سامنے آکر کہنے لگا کہ تم اس شخص پر اتنی آہ و زاری کررہے ہو لیکن میں تمہیں اس کی ایک تصویر بنادوں وہ تمہاری مجلس میں رہے گی اور اس تصویر کی وجہ سے اس کی یاد تمہارے ذہنوں میں تازہ رہے گی لوگوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے تو ابلیس نے ان کو ایک تصویر بنادی اور اس تصویر کو ان لوگوں نے اپنی مجلس میں رکھ دیا اور اس کی یاد میں مشغول رہے۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ وہ لوگ اس تصویر کے ساتھ زیادہ محبت رکھنے لگے ہیں اور دیوانہ وار فریفتہ ہیں تو پھر ان سے کہنے لگا میں یہ تصویر ہر ایک کے لئے الگ الگ بنادوں اور وہ ہر ایک کے گھر میں رہے گی اور اس طرح تم اس کو اچھی طرح یاد رکھ سکو گے۔ انہوں نے کہا ہاں! اب شیطان نے ہر گھر کے لئے الگ الگ ایک ایک صورت بنادی اس طرح وہ لوگ اس نیک شخص کی یاد میں مصروف رہے اور ان کی اولاد یہ دیکھتی رہی اس طرح نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہا آخر پھر ان کی یاد کا سلسلہ ختم ہوا اور ان کی اولاد کی اولاد نے وَدّ کے بت کی پرستش شروع کردی۔ تو سب سے پہلے اللہ کے سوا وَدّ کی پرستش کی گئی تو اس روایت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تمام بتوں کی کسی نہ کسی نے عبادت کی ہے۔

حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کے علاقہ میں دیکھا تھا اس گرجے کا نام ماریہ تھا۔ اور اس کی خوبصورتی کا تذکرہ بھی کیا اور آپ سے عرض کیا کہ اس میں بہت سی تصویریں تھیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں اس شخص کی تصویریں رکھ لیتے یہ اللہ کے ہاں اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت

اس ساری تمہید کا مقصد یہ ہے کہ جب زمین میں فساد پھیل گیا اور ہر طرف بتوں کی پوجا عام ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نوحؑ کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں۔

پہلا رسول:

حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو اللہ نے زمین والوں کی طرف بھیجا۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں آیا ہے جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے کہ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو بنایا ہے اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو آپ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت میں بسایا کیا آپ ہمارے لئے اپنے رب کے ہاں سفارش نہیں کریں گے؟ کیا

آپ ہماری پریشانی اور غم نہیں دیکھ رہے ہیں۔ تو حضرت آدم فرمائیں گے کہ آج میرا رب اتنے غصے میں ہے کہ اتنا غصہ پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اور اس نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا تو میں نافرمانی کر بیٹھا تو آج مجھے اپنی فکر ہے میرے سوا کسی اور کی طرف جاؤ نوح کی طرف جاؤ تو لوگ نوح کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے نوح آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول ہیں اور اللہ نے تیرا نام عبدا شکورا (شکر گزار بندہ) رکھا ہے کیا آپ ہماری کیفیت نہیں دیکھ رہے اور ہم جس مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہیں اس کا آپ مشاہدہ نہیں کر رہے۔ کیا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش نہیں کریں گے۔ حضرت نوح فرمائیں گے کہ آج میرا رب اتنا غضبناک ہے کہ اس سے پہلے اتنا غضبناک کبھی نہ ہوا اور نہ بعد میں اتنا غضبناک ہوگا مجھے تو آج اپنی فکر ہے مکمل حدیث بخاری شریف میں ملاحظہ کریں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور ان کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کسی بت، مورتی، طاغوت و شیطان کی عبادت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے ایک ہونے کا اقرار کریں اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد باقی دوسرے رسولوں کو بھی یہی حکم دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴾ (الصافات: ۷۷) اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ﴿ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ﴾ (الحدید: ۲۶) مطلب یہ کہ ہم نے ان کی اولاد کو ہی باقی چھوڑا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب جاری کر دی۔

حضرت نوحؑ کے بعد جو نبی اور رسول ان کی اولاد سے ہوا اور ابراہیمؑ خود حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں ان کے بعد آنے والے نبی اور رسول حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

تمام انبیاء و رسل کو دعوت توحید دینے کا حکم ہوا

سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (النحل: ۳۶)

"اور ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے بچو تو ان میں بعض ایسے ہیں کہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔

اور سورۃ الزخرف میں فرمایا

﴿ وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ﴾ (الزخرف: ۴۵)

"اور (اے محمد) جو ہم نے اپنے پیغمبر تم سے پہلے بھیجے ہیں ان سے دریافت کرو کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ دوسری جگہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا کہ

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ (۲۵)

"اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے ان سب کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو"

اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا ﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ (الاعراف ۵۹) "اے میری برادری کے لوگو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا بہت ہی ڈر ہے"

اور سورہ ہود میں فرمایا کہ:

﴿أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ﴾ (ہود ۲۶)

"خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں عذاب دردناک کا خوف ہے"۔

اور فرمایا:

﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (الاعراف ۶۵)

"اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو"

اور فرمایا:

﴿قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ﴾ (نوح ۲، ۳)

"اے میری قوم بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو"

تو حضرت نوحؑ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے ان کو مختلف طریقوں سے دعوت دی ہے میں نے ان کو دن اور رات پوشیدہ اور ظاہر اور ترغیب و ترہیب کے ساتھ اللہ کی طرف بلایا ہے۔

لیکن یہ لوگ اپنی گمراہی اور بتوں کی پوجا پاٹ پر اڑے رہے۔ وہ ہر وقت اور ہر لمحے نوح علیہ السلام کی مخالفت کرتے رہے۔ ان کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی توہین اور تذلیل کرتے رہے۔ سنگسار اور جلا وطن کرنے کی دھمکیاں دیتے رہے۔ اور آپ کی قوم کے وڈیروں نے کہا کہ ہماری پختہ رائے یہ ہے کہ تو گمراہ ہے نوح علیہ السلام نے جواب فرمایا میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ صحیح طریقے پر ہوں اور رب العالمین کی طرف سے تمہاری طرف پیغام لے کر آیا ہوں۔ میں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھ کو خدا کی طرف سے کئی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔

"اللہ کا رسول ایسی شان والا ہوتا ہے اور وہ اعلیٰ درجے کا فصیح و بلیغ اور خیر خواہ اور اللہ کی معرفت میں مثالی شان کا مالک ہوتا ہے۔

قوم کے سرداروں سے سوال و جواب

قوم کے سرداروں نے جواب دیا کہ اے نوح تیری پیروی گھٹیا لوگ اور کم عقل لوگ کر رہے ہیں تجھے ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

انہوں نے انسان کے رسول ہونے پر تعجب کیا اور آپ پر ایمان لانے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کو گھٹیا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عاجزی اور ادب والے اور اس سے پیش آنے والے لوگ تھے اور ظاہری طور پر کمزور پوزیشن والے تھے۔ اور نادار و محتاج تھے۔ سرداروں کی عادت اسی قسم کی ہوا کرتی ہے ضعیف و فقیر ہی لوگ ایمان لاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ امراء اور سرداروں کو اپنے مال اور جاہ و جلال کے چھن جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بادی الرای یعنی انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور غور و فکر کے بغیر تیری مان لی ہے۔ حالانکہ ایمان والوں پر انہوں نے جس چیز کا الزام لگایا اس کو تعاقد بتایا وہی ان کی خوبی اور قابل تعریف صفت تھی کیونکہ جب حق ظاہر ہو جائے تو پھر وہ غور و فکر کا محتاج نہیں ہوتا اور غور و فکر کرنا غلط ہوتا ہے اور اس وقت حق کی پیروی ضروری ہو جاتی ہے اسی لئے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے جس کو بھی اسلام کی طرف بلایا اس نے کچھ نہ کچھ سوچنے کی مہلت مانگی ابوبکرؓ ہی ایسے تھے کہ میری دعوت پر انہوں نے فوراً لبیک کہا اور کوئی مطالبہ دلیل کا نہیں کیا۔

اور سقیفہ بنی ساعدہ والے دن کی بیعت بھی فوراً اور غور و فکر کے بغیر کر لی گئی حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور ان کا مقام تمام صحابہؓ کے نزدیک واضح اور مسلم تھا اسی لئے جب آپ ﷺ نے اپنے انتقال فرمانے سے پہلے ایک تحریر لکھنے کا ارادہ کیا جس میں آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے متعلق صراحت کرنا چاہتے تھے تو آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابوبکرؓ کے سوا سب کا انکار کر دیں گے (اس لئے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے)

قوم نوح میں کفر کرنے والے سرداروں نے نوح اور ان پر ایمان لانے والوں کو کہا کہ تمہاری ہمارے اوپر کوئی فضیلت واہمیت نہیں باوجود ایمان لانے کے ہم پر تمہیں کوئی برتری حاصل نہیں بلکہ ہم تم کو نیچے ہی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیروی وہی لوگ ہوئے جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی بادی النظر میں (یعنی غور و فکر سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ نوحؑ نے کہا کہ اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کے لئے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو۔ اور یہ نہایت نرمی اور مہربانی کے ساتھ گفتگو ہے اور حق کی طرف بلانے میں انکساری اور مدارات کا اظہار ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے فرمایا ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (طٰہٰ ۴۴)

"اور فرعون کے پاس جا کر نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا (اللہ سے) ڈر جائے دوسری جگہ نبی کریم ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

"(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث و مناظرہ کرو"

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے (یعنی نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا) اور وہ تم پر چھپ گئی ہے لیکن تم اس کو سمجھ نہیں سکے اور نہ تم نے اس کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔

کیا ہم تم پر اس کو لازم کر دیں یعنی تمہیں اس پر مجبور کریں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو مطلب یہ ہے کہ جب تم اس کو ناپسند ہی نہیں کرتے بلکہ اس سے نفرت کرتے ہو تو پھر یہ تمہارے ہدایت کا وسیلہ و ذریعہ کیسے بن سکتی ہے۔

اور اے میری قوم میں اس پر تم سے اس کا کوئی معاوضہ و اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ہے یعنی میں اپنی دعوت و تبلیغ پر تم سے دنیاوی فائدے کا طالب نہیں ہوں میں نے اس کو ثواب و اجر اللہ تعالیٰ سے لینا ہے اور جو اللہ کے

پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور پائیدار ہے اور فرمایا کہ سچے پر ایمان لانے والوں کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں میں تمہیں بے علم اور جذبات کی رو میں بہہ جانے والی قوم سمجھتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نوح کے ہاں جانے کو اس بات سے مشروط کیا ہوگا کہ ان غریب ایمان والوں کو اپنے سے الگ کردو۔ لیکن نوح علیہ السلام اس بات سے صاف صاف انکار کردیا اور کہا کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اگر وہ اللہ کے پاس میری شکایت کردیں تو میں کیا جواب دوں گا۔ ان غریب اہل ایمان کو اپنے سے الگ کردینے سے مجھے اللہ کے ہاں جواب دہی کا ڈر ہے لیکن تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اس طرح جب کفار قریش نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ عمار، صہیب وخباب جیسے کمزور لوگوں کو اپنی مجلس سے الگ کردیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے روک دیا ہم نے تفسیر ابن کثیر میں سورۃ الانعام اور سورۃ کہف میں اس کو تفصیل سے ذکر کردیا ہے۔

اور نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی خبر جانتا ہوں، اور نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میرے پاس وہی علم ہے جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے اور قدرت وطاقت بھی صرف اتنی ہے کہ جتنی مجھے اللہ نے دی ہے اور نہ میں اپنے لئے نفع ونقصان کا مالک ہوں اور میرے ساتھ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ اور جن میرے پیروکاروں کو تم حقیر سمجھتے ہو میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر اور بھلائی ہرگز عطا نہیں کرے گا۔ ان کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور اگر میں ایسا کہوں گا تو میرا شمار ظالموں میں سے ہو جائے گا۔ یعنی میں یہ گواہی نہیں دیتا کہ ان کے لئے اللہ کے ہاں کوئی بھلائی نہیں ہوگی ان کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ان کے دلوں کے حالات کے مطابق ان کو بدلہ دے گا اگر بہتر ہوئے تو بدلہ بھی اچھا ملے گا اور اگر برے ہوئے تو سزا بری ہوگی۔ جیسے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات نقل فرمائی ہے:

﴿قَالُوٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۔۔۔۔۔ مُّبِيْنٌ﴾ (الشعراء ۱۱۱ تا ۱۱۵)

انہوں نے کہا کہ کیا ہم تیری تصدیق کردیں جب تیری پیروی کرنے والے ذلیل اور رسوا لوگ ہیں (معاذ اللہ)

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ مجھے کیا علم ہے کہ وہ کیا کام کرنے والے تھے ان کا حساب تو صرف اللہ کے ذمے ہے کاش کہ تم یہ بات سمجھ سکو اور اس کا تمہیں شعور ہو جائے اور میں ایمان والوں کو اپنے سے دور نہیں کرسکتا۔ میں تو صرف صریح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان بڑا لمبا عرصہ یہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ جاری رہا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت ۱۴)

"تو وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس ٹھہرے پھر ان کو طوفان کے عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے"

اتنی لمبی مدت کے باوجود ان کی قوم میں سے بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے جب ایک دور کے لوگ دنیا سے رخصت ہونے لگتے تو وہ اپنے بعد رہنے والوں کو تاکید اور وصیت کر جاتے کہ نوح کی مخالفت کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا اور جب کبھی ان کی

نہیں کریں گے۔ شاید یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ کہیں اللہ کی طرف سے آنے والے عذاب کو دیکھ کر اس کو رحمت آجائے کیونکہ خبر معائنہ کی طرح نہیں ہوتی۔ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا۔

﴿وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ﴾ (ھود:۳۷) "اور ان ظالموں کے بارے میں میرے سے کوئی بات کرنا نہیں یہ ڈبو دیئے جائیں گے"۔

قوم کے سرداروں کا حضرت نوح علیہ السلام سے ٹھٹھا مذاق کرنا

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ﴾ (ھود:۳۸)

اور نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کی اور جب ان کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گذرتے تو ان سے مذاق کرتے۔ کیونکہ وہ لوگ اس عذاب کو بہت دور کی بات اور غیر یقینی سمجھتے تھے جس عذاب سے نوح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔ تو نوح علیہ السلام نے ان کے مذاق کے جواب میں فرمایا

﴿قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾ (ھود ۳۹)

"اگر اس وقت تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ایک دن ہم بھی تم سے مذاق کریں گے جیسے تم مذاق کرتے ہو" کہ تم اپنے کفر و عناد پر اڑے رہے اور اس وجہ سے تم پر عذاب واقع ہو گیا۔

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾

"پس تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے"

سخت قسم کا کفر و انتہا درجے کی دشمنی اور عناد ان کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا حتیٰ کہ قیامت کے دن بھی وہ اس بات کا انکار کر دیں گے کہ ان کے پاس کوئی رسول ان کی رشد و ہدایت کے لئے آیا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے نوح کیا تو نے میرے پیغامات اپنی قوم تک پہنچائے تھے نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ ہاں میرے پروردگار تو اللہ تعالیٰ آپ کی امت سے پوچھیں گے اے امت کیا اس نے تمہیں میرے احکامات پہنچائے تھے وہ کہیں گے کہ نہیں ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے تمہارا گواہ کون ہے وہ عرض کریں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت پس میری امت گواہی دے گی کہ نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچائے تھے۔ اور یہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳) "اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو اور رسول تم پر گواہی دے"۔

اس آیت میں وسط سے مراد عدل و انصاف والی امت ہے پس یہ امت اپنے صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر گواہی دے گی کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً نوح علیہ السلام کو برحق طور پر مبعوث کیا اور ان پر حق نازل کیا اور لوگوں کے پہنچانے کا حکم دیا اور اس نے اپنی امت تک حق مکمل طریقے سے مکمل طور پر پہنچا دیا اور ان کے دین میں جو فائدہ مند چیز تھی ان کو بتائی اور ہر نقصان دہ چیز سے ان کو روکا اور اس سے خبردار کیا اور تمام انبیاء کی یہی شان تھی حتیٰ کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا۔

حالانکہ ان کے زمانے میں مسیح دجال کے نکلنے کی توقع اور امید نہ تھی۔ صرف ان پر شفقت و محبت کرتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں میں نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جن الفاظ کے ساتھ وہ مستحق ہے پھر دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں نے تمہیں اس سے ڈرایا ہے اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے اور نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ڈرایا ہے لیکن میں تمہیں ایک بات ایسی بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ فرمایا جان لو وہ اعور ہوگا یعنی کانا ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور خدا کانا نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی وہ کانا ہے اور وہ جنت اور جہنم جیسی چیز ساتھ لائے گا۔ جس کو وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں آگ ہوگی اور میں تمہیں اسی طرح ڈراتا ہوں جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کس درخت سے بنی اور کتنا عرصہ لگا

بعض علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی تو اللہ نے حکم دیا کہ زمین میں ایک درخت لگاؤ تاکہ وہ تیار ہو جائے تو اس کی لکڑی سے کشتی بنائی جائے تو نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے درخت لگایا اور اس کے تیار ہونے میں ایک سو سال اور بعض کی رائے کے مطابق چالیس برس لگ گئے۔ واللہ اعلم

محمد بن اسحاق ثوری سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ساگوان کی لکڑی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ صنوبر کے درخت کی تھی اور تورات میں دوسرے قول کے مطابق صراحت ہے۔

امام ثوری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کی لمبائی اسی (۸۰) ہاتھ بنائی جائے اور اس کے اندرونی و بیرونی حصوں پر تارکول لگائی جائے اور اس کے سامنے والا حصہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو۔ تاکہ وہ پانی کو چیر سکے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی چوڑائی کتنی تھی

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی لمبائی ۳۰۰ ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ تھی اور تورات میں بھی یہی ہے جس کا مجھے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس کی لمبائی ۶۰۰ سو ہاتھ تھی اور چوڑائی ۳۰۰ ہاتھ تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی لمبائی ۱۲۰۰ ہاتھ اور چوڑائی ۶۰۰ ہاتھ تھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ لمبائی دو ہزار اور چوڑائی ایک سو ہاتھ تھی۔

سب اہل زمانہ کہتے ہیں کہ اس کی بلندی ۳۰ ہاتھ تھی اور وہ کشتی تین منزلوں والی تھی اور ہر منزل دس ہاتھ اونچی تھی نچلا حصہ چوپایوں اور جنگلی جانوروں کے لئے تھا اور درمیانی حصہ انسانوں کے لئے تھا اور سب سے اوپر والا پرندوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس کا دروازہ چوڑائی کی جانب تھا اس کو اوپر سے ایک ڈھکن سے مکمل طور پر بند کر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے دعا کی

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ (المومنون: ۲۶-۲۷) "اے میرے رب میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے"

اور اس سے اگلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نوح ہمارے حکم کے مطابق اور ہمارے سامنے کشتی تیار کرو تاکہ ہم درست کام کرنے پر ساتھ ساتھ تیری رہنمائی کرتے رہیں۔ پس جب ہمارا حکم آئے اور تنور جوش مارنے لگے تو ہر چرند پرند اور

جوڑوں میں سے ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق ہمارا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے ان کو سوار نہیں کرنا اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا یقیناً وہ ڈبو دیئے جائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی نوح علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ جب میرے حکم کے مطابق عذاب طوفان کا آ جائے تو ہر قسم کے حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا اور کھانے کی مناسب چیزیں کشتی میں سوار کر لینا تاکہ نسل قائم رہ سکے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے یعنی جو کافر ہیں تو ان پر تیری دعا نافذ ہو گی اور اللہ کا عذاب ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا ان سے عذاب ٹل نہیں سکتا اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دیا کہ جب میری طرف سے عذاب نظر آ جائے تو کافروں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ کیونکہ ان کی تباہی کا میں فیصلہ کر چکا ہوں اور میرا فیصلہ واپس نہیں لیا جا سکتا اور اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

تنور سے کیا مراد ہے

جمہور کے نزدیک اس سے روئے زمین مراد ہے یعنی زمین کے تمام اطراف نے پانی باہر نکالنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تنور جو آگ کی جگہ ہوتی ہے اس سے بھی پانی جوش مارنے لگا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تنور ہند میں ایک چشمہ ہے اور امام شعبی نے کہا کہ کوفہ میں ایک چشمہ ہے قتادہ نے کہا کہ جزیرہ میں ایک چشمہ ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ تنور سے مراد صبح کا چمکنا اور روشن ہونا مراد ہے یعنی صبح کے وقت ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لینا لیکن یہ قول بہت غریب ہے اور اہل کتاب کی رائے یوں ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک کے سات جوڑے اور ان کے علاوہ باقی جانوروں سے ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرنا لیکن یہ بات ان کی کتب قرآن کریم کے خلاف ہے کیونکہ اس میں اثنین دو کا لفظ ایک ایک جوڑا ہونے میں صریح ہے اور اس طرح یہ مفہوم قرآن کے منافی ہوگا جب اثنین کو نص کا مفعول بنائیں اور اگر اس کو زوجین کی تاکید بنائیں اور مفعول محذوف تسلیم کریں تو اہل کتاب کی بات کے منافی نہیں ہوگا (کیونکہ پھر مفعول کوئی بھی نکالا سکتا ہے) (واللہ اعلم)

سب سے پہلے کشتی میں کون سا جانور داخل ہوا

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ سب سے پہلے پرندوں میں سے کشتی میں طوطا سوار ہوا اور جانوروں میں سے آخری جانور گدھا داخل ہوا اور ابلیس گدھے کی دم پکڑ کر کشتی میں سوار ہو گیا۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کو ایک ایک جوڑا سوار کر لیا۔ تو آپ کے ساتھیوں نے کہا ہم کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں یا یوں کہا کہ ہمارے جانور کیسے پرسکون ہو سکتے ہیں جب کہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا اور زمین پر سب سے پہلے یہی بخار اس وقت نازل ہوا۔ پھر انہوں نے چوہے کی شکایت کی کہ یہ ہمارے کھانے پینے کے سامان کو خراب کر دے گا تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طرف الہام کیا اس نے چھینک لی تو اس سے بلی نکلی اور چوہا اس کو دیکھ کر کہیں چھپ گیا۔ یہ روایت قابل بحث ہے کیونکہ مرسل اور منکر ہے۔

﴿ولعنك الا من سبق علیه القول﴾ کا خلاصہ یہ ہے کہ تیرے گھر والوں میں جن کافروں کے بارے میں تیری دعا قبول ہو چکی ہے کہ وہ ڈبو دیے جائیں گے ان کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار نہ کرنا اور ان میں نوح علیہ السلام کا بیٹا یام بھی تھا وہ غرق ہو گیا ﴿ومن آمن﴾ یعنی جو تیری امت میں سے جو تجھ پر ایمان لا چکے ہیں ان کو کشتی میں سوار کرنا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر ایمان لانے والے تھوڑے تھے حالانکہ نوح علیہ السلام ان میں ایک لمبا عرصہ رہے ساڑھے نو سو سال کا دن رات ہر طریقے سے اور ہر طرح سے تبلیغ کرتے رہے ڈراتے دھمکاتے اور رغبت وشوق دلاتے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔

کشتی میں سوار لوگوں کی تعداد کتنی تھی

اس بارے میں مفسرین و مورخین کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عورتوں سمیت اسی افراد تھے حضرت کعب فرماتے ہیں بہتر افراد تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس افراد تھے اور ایک قول یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور یام بیٹے کی بیوی سمیت چار بہوئیں بھی سوار ہوئیں صرف یام الگ ہوا اور نجات نہ پا سکا اور یہ بات قرآن مجید کی آیت کے ظاہر کے صریح خلاف ہے کیونکہ آیت میں صاف تصریح ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے دیگر لوگ بھی بچ گئے تھے۔ جیسے کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ونجني ومن معي من المؤمنين﴾ (الشعراء: ۱۱۸) "اور مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لے"۔

اور بعض نے کہا کہ اس میں سوار سات افراد تھے

اور نوح علیہ السلام کی بیوی جو کہ آپ کے تمام بیٹوں حام سام یافث یام ان سب کی ماں تھی اور ان میں یام طوفان میں غرق ہوا اور اہل کتاب اس کو کنعان کہتے ہیں اور عابر دطوفان سے پہلے فوت ہو گئی تھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل تھی۔ اور اس کے کفر کی بناء پر اس کے ہلاک ہونے کا فیصلہ پہلے ہو چکا تھا اہل کتاب کا خیال ہے کہ وہ بھی کشتی میں سوار تھی اس لحاظ سے احتمال ہے کہ اس نے طوفان نوح کے بعد کفر کیا ہو یا اس کو قیامت کے دن تک کے لئے مہلت دے دی گئی ہو۔ اس بارہ میں پہلا قول واضح ہے کیونکہ نوح علیہ السلام نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہا اے اللہ زمین پر کافروں میں سے کوئی چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔

اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب تو اور تیرے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں تو آپ یوں کہیں

﴿فقل الحمد لله الذي نجانا من القوم الظالمين ـــــ خير المنزلين﴾ (المؤمنون: ۲۸۔۲۹)

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو ظالموں سے نجات بخشی (اور یہ بھی دعا کرنا) کہ اے پروردگار ہم کو مبارک جگہ اتاریو اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے" (المؤمنون: ۲۸/۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر حمد و تعریف کریں کہ اس نے کشتی کو ہمارے لئے مطیع و مسخر کر دیا اور اس کے ساتھ نجات دی میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ کیا اور میری مخالفت اور تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر کے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الزخرف میں

﴿والذي خلق الأزواج كلها وجعل لكم من الفلك ـــــ لمنقلبون﴾ (الزخرف: ۱۲۔۱۴)

"اور جس نے تمام قسم کے حیوان پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ

میدانی رقبے ہر قسم کے علاقوں کو گھیرے میں لے لیا اور روئے زمین پر کوئی حرکت کرنے والی باقی نہ رہی اور نہ چھوٹوں یا بڑوں میں سے کوئی زندہ رہا۔

حضرت امام مالک نے زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں نے میدانی اور پہاڑی علاقوں کو بھرا ہوا تھا اور زید بن اسلم کہتے ہیں کہ زمین کے ہر ٹکڑے اور علاقے کا کوئی نہ کوئی مالک اور نگہبان موجود تھا۔ (ابن ابی حاتم)

اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ الگ تھلگ تھا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ (کشتی میں) سوار ہو جا اور کافروں میں سے نہ ہو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر جس پر خدا رحم کرے اتنے میں ان دونوں کے درمیان لہر آحائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔ یہ نوح علیہ السلام کا بیٹا یام تھا یہ سام حام یافث کا بھائی تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام کنعان تھا وہ کافر تھا اس کے اعمال اچھے نہ تھے اس نے اپنے باپ کے دین اور مذہب کی مخالفت کی جبکہ نوح علیہ السلام کے اجنبی اور غیر رشتہ دار لوگ نجات پا گئے کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کے دین اور مذہب کو تسلیم کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (ھود ۴۴-۴۴)

"اور کہا گیا اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان رک جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا رکی اور کہا گیا کہ ظالم قوم پر لعنت نازل ہو"

یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہ بچا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی نگل لینے کا حکم دیا اور آسمان کو تھم جانے کا حکم دیا اس طرح ان پر عذاب و عتاب واقع ہوا جو اللہ کے علم کے مطابق تقدیر میں لکھا جا چکا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تو پس ہم نے ان کو اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں سوار کر کے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ڈبو دیا بے شک وہ اندھی قوم تھی۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں سوار کر کے نجات دی اور ہم نے اس کے ساتھیوں کو زمین میں خلیفہ بنایا اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ان کو ڈبو دیا پس دیکھو ڈرائے ہوئے لوگوں کا انجام کیسے ہوا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے۔ اور ہم نے اس کی قوم کے مقابلہ میں مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔

اور سورۃ شعراء میں ارشاد ربانی ہے پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بھری کشتی میں (سوار کر کے) نجات دی پھر اس کے بعد ہم نے باقی سب لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں بڑی عبرت ہے اور وہ اکثر ایمان والے نہیں تھے اور یقیناً تیرا رب غالب ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

اور سورۃ عنکبوت میں ارشاد فرمایا پس ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور ہم نے اس کشتی کو عبرت و نشانی

مٹا دیا۔ اور سورۃ القمر میں ارشاد فرمایا: اور تحقیق ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا کر باقی رکھا پس کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے پس (بتاؤ) میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی رہیں اور تحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

سورۃ نوح میں ارشاد فرمایا: وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے ڈبو دیے گئے پھر آگ میں داخل کر دیے گئے اور اللہ کے سوا انہوں نے اپنے مددگار نہ پائے اور نوح نے کہا کہ اے میرے رب تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے (اور) بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور یہ فاجروں اور وصیت کافروں کو ہی جنم دیں گے۔

اور اللہ کی تعریف اور اس کا احسان ہے کہ اس نے نوح کی دعا کو قبول کیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم نوح میں سے اللہ تعالیٰ اگر کسی پر رحم کرتا تو بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال رہے انہوں نے ایک سو سال شجر کاری کی وہ درخت بڑے ہوئے تو ان کو کاٹا اور ان کی کشتی تیار کی تو جب لوگ ان کے پاس سے گزرتے تو ان سے مذاق کرتے اور کہتے کہ دیکھو خشکی میں کشتی بنا رہا ہے وہ کیسے چلے گی تو حضرت نوح علیہ السلام فرماتے تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ جب نوح علیہ السلام کشتی سے فارغ ہوئے تو زمین سے پانی ابلنے لگا اور گلیوں میں پھیلا تو ایک بچے کی ماں بچے پر ڈری اس کو بچے سے بہت ہی زیادہ محبت تھی اور وہ اس کو لے کر پہاڑ کی طرف نکل اور ایک تہائی بلندی تک پہنچی جب پانی وہاں تک بھی پہنچ گیا۔ بچے کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلی گئی جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے بچے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ اوپر اٹھا لیا مگر وہ دونوں ڈوب گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر رحم کرتا تو بچے کی ماں پر رحم فرماتا۔

یہ روایت غریب ہے اور حضرت کعب الاحبار اور مجاہد رحمہم اللہ وغیرہ سے اس کے ساتھ ملتا جلتا واقعہ مروی ہے یہ حدیث موقوف اور کعب الاحبار جیسے لوگوں سے حاصل کی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

اس سب سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں میں سے کوئی چلتا پھرتا شخص نہیں چھوڑا تھا۔ اور اس وضاحت کی موجودگی میں یہ بات کیسے کہہ دی ہے کہ عوج بن عنق یا ابن عناق نوح علیہ السلام سے پہلے سے لے کر موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک موجود رہا اور کہتے ہیں کہ وہ کافر سرکش نافرمان اور برا آدمی تھا اور اس کی ماں آدم کی بیٹی نے اس کو زنا کے نتیجے میں جنم دیا تھا۔ اور اس کا قد اتنا لمبا تھا کہ وہ سمندر کی تہہ سے مچھلیاں پکڑ لیتا تھا اور ان کو سورج سے بھون لیتا تھا اور وہ نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار دیکھ کر کہتا تھا کہ یہ تیرا تھال کیا حیثیت رکھتا ہے اور ان سے مذاق کرتا تھا۔ اس کا قد تقریباً تین ہزار تین سو تینتیس ہاتھ تھا اس کے علاوہ اور بھی اس کے متعلق من گھڑت باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

اگر اس قسم کی من گھڑت اور جھوٹی باتیں کتب تفاسیر اور تواریخ میں نہ لکھی گئی ہوتیں تو بغرض تحقیق ہمیں ان باتوں کو اپنی کتاب میں لکھنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ بیہودہ اور سطحی قسم کی ہیں اور عقل و نقل دونوں کے خلاف ہیں عقل کے خلاف اس لئے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے بیٹے کو ان کے کفر کی وجہ سے تو ہلاک کر دیں اور عوج بن عنق کو باقی رکھے حالانکہ وہ بہت زیادہ ظالم اور سرکش تھا جیسے کہ ان لوگوں نے اس کے متعلق ذکر کیا ہے اور یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا حتیٰ کہ بچے اور اس کی ماں پر بھی رحم نہ کیا اور اس ولد الزنا سرکش فاسق و فاجر اور

شیطانی صفت شخص کو چھوڑ دیا اور مذکورہ روایت عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کے ذکر میں فرمایا:

"اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی رہتا بستا شخص نہ چھوڑنا"۔

پھر اس قدر لمبے قد والی بات بخاری و مسلم کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا اور اب تک انسانوں کے قد میں مسلسل کمی آرہی ہے یہ اس نبی پاک صادق و مصدوق کی خبر ہے جو اپنی خواہش و مرضی سے نہیں بولتا بلکہ وہ وحی کے ذریعے بات کرتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شان میں فرمایا: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (النجم: ۴) تو اس نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بعد انسانوں کے قد میں کمی واقع ہوتی ہے اور قیامت تک یہ کمی ہوتی رہے گی اور اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں آدم علیہ السلام سے زیادہ لمبے قد والا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ اب اس حقیقت کو چھوڑ کر اہل کتاب کے قول کی طرف کیسے دھیان کیا جائے جنہوں نے آسمانی کتاب میں اپنی مرضی سے تبدیلی و تحریف کی اور ان کی تاویل حقیقت کے خلاف کی پھر وہ خیانت کار اور جھوٹے خود ہی اس کو نقل کر رہے ہیں ان جھوٹوں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے ان پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل لعنتیں برس رہی ہیں۔ میرے خیال اور رائے میں کہ عوج بن عناق کا قصہ زندیق بے دین فاسق و فاجر قسم کے لوگوں کا گھڑا ہوا ہے جو حقیقت میں انبیاء علیہم السلام کے دشمن تھے۔ واللہ اعلم

مزید برآں سائنسی تحقیقات سے بھی اس واقعے میں مبالغہ آمیزی کی تردید ہوتی ہے وہ اس طرح کہ خلاؤں میں لاکھوں کلومیٹر دور تک منجمد کر دینے والی یخ بستہ ٹھنڈک ثابت ہوتی ہے اور ہم جیسے جیسے اوپر جاتے ہیں سردی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی لئے پہاڑوں پر ٹھنڈک ہوتی ہے اور بلندی پر بادل بنتے ہیں زیادہ بلندی پر برف اور اولے بنتے ہیں اور عوج بن عناق کا مجموعہ الف تخلیق کرنے والا چونکہ اس سے واقف نہ تھا اسی لئے وہ اس کے قد کی مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ہاتھ اونچا کر کے سورج کی گرمی سے مچھلی بھون لیتا تھا بالفرض اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اس کا قد میلوں میں تھا تو مچھلی اوپر کرنے سے بھننے کی بجائے منجمد ہو جانی چاہئے۔ (سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے) دوسرے یہ کہ زمین پر سورج کی تپش ہزاروں میل دوری کے باوجود اتنی تیز ہے کہ انسان بے چین ہو جاتے ہیں تو اس کے قریب جانے کی ہمت کس میں ہو سکتی ہے۔

پھر جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے التجا و دعا کی اور معلوم کرنا چاہا کہ جب میرے گھر والوں کی نجات کا وعدہ ہو چکا ہے تو پھر بیٹے کو کیوں غرق کیا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ یہ تیرے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جن کے بچانے کا وعدہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ فرمایا تھا۔

﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ ـــــــ اِلَّا قَلِیْلٌ﴾ (ھود: ۴۰)

"اور تیرے گھر والوں کو (نجات دیں گے) مگر جس پر پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے (کہ وہ غرق کر دیا جائے گا)"

تو نوح علیہ السلام کے سوال پر اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ وہ تیرے اہل سے نہیں ہے بلکہ اپنے کفر کی وجہ سے وہ تجھ سے الگ ہو گیا ہے اور اللہ کے اسی فیصلہ کا نتیجہ ہے کہ وہ اہل ایمان سے الگ ہوا اور کفر و سرکشی کرنے والوں میں شامل ہوا اور انہی کے ساتھ ہی غرق ہوا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب کر کے نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور ان برکتوں

کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جن کو ہم فائدہ پہنچائیں گے پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

جب روئے زمین پر پانی خشک ہوا اور زمین پر چلنا اور ٹھہرنا ممکن ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کشتی سے اتر جاؤ اور کشتی تیرتی ہوئی جودی پہاڑ پر پہنچ گئی تھی۔ یہ جزیرہ میں ایک مشہور پہاڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح سلامتی کے ساتھ اتر تجھ پر برکت ہو اور ان امتوں پر بھی جو تیری اولاد سے بعد میں پیدا ہوں گی سلامتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ سوار اہل ایمان دوسروں کی نسل کو اور اولاد کو زندہ نہیں رکھا۔ نسل کا سلسلہ صرف حضرت نوح علیہ السلام سے جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ (الصافات ۷۷) "اور ہم نے صرف ان کی اولاد کو باقی رکھا"

آج روئے زمین پر اولاد آدم کی جتنی قومیں آباد ہیں وہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام حام یافث کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام عربوں کا باپ سام اور حام حبشیوں کا باپ اور یافث رومیوں کا باپ ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روم سے مراد روم اول ہیں یعنی یونانی جو رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام یافث اور حام اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے تین بیٹے تھے عرب فارس اور رومی سام کی اولاد ہیں یافث کی اولاد ترک صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں اور حام کی اولاد قبط سوڈان بربر ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نوح کے ہاں سام حام یافث پیدا ہوئے سام کے ہاں عرب فارس روم والے پیدا ہوئے اور ان میں بھلائی ہے اور یافث سے یاجوج ماجوج ترک اور صقالبہ پیدا ہوئے اور ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور حام سے حبشی تاتاری سوڈانی پیدا ہوئے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ ابو عمر کی بات درست ہے کہ مذکورہ روایت سعید بن مسیب کا قول ہے وہب بن منبہ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

مسند بزار کی مرفوع روایت میں یزید بن سنان ابو فروہ الرہاوی راوی ہیں بالکل ضعیف ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے مذکورہ تینوں بیٹے طوفان ختم ہونے کے بعد پیدا ہوئے اور طوفان سے پہلے ان کا ایک بیٹا کنعان تھا جو طوفان کی زد میں آ کر غرق ہو گیا اور دوسرا عابر جو اس حادثہ سے پہلے فوت ہو گیا اور صحیح بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے مذکورہ تینوں بیٹے اور ان کی بیویاں ۔ ان کی ماں نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ تورات میں بھی یہی صراحت سے ذکر کیا گیا ہے کہ حام نے کشتی میں اپنی بیوی سے مباشرت کی تو نوح علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی کہ اس کی اولاد بدصورت پیدا ہو پھر اس سے اس کا کالا لڑکا کنعان بن حام پیدا ہوا جو سوڈانیوں کا جد اعلیٰ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حام نے اپنے باپ کو سوئے ہوئے دیکھا اور ان کے ستر سے کپڑا کھسکا ہوا تھا حام نے اس کو ڈھانپا اور اس کے دونوں بھائیوں نے ڈھانپ دیا اس لئے نوح علیہ السلام نے اس کے حق میں بددعا کی کہ اس کے نطفہ میں تبدیلی ہو جائے اور اس کی اولاد

جو تجھ پر اور تیرے ساتھ بہت سی جماعتوں پر ہیں اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم تھوڑا سا فائدہ دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

اہل کتاب کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ تو نکل تیری بیوی تیرے بیٹے اور ان کی بیویاں بھی نکلیں اور تمام چوپائے کشتی سے باہر نکل آئیں تاکہ نسل بڑھے اور پھیلے اور زمین میں انسانوں کی آبادی بڑھے پس کشتی سے تمام جانور اور چرند پرند اور انسان اتر ے پھر نوح علیہ السلام نے ایک ذبح خانہ بنایا اور تمام حلال چوپائے اور پرندے اللہ کے نام پر قربان کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا کہ آئندہ ایسا زبردست طوفان اہل زمین پر نہیں آئے گا اور اس وعدہ کی یادگار کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قوس قزح کی علامت بنادی جو بادل میں ظاہر ہوتی ہے جس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ طوفان میں ڈوبنے سے بچاؤ کی نشانی ہے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تانت کے بغیر کمان ہے گویا اللہ کی طرف سے ایسے طوفان کا تیر کمان سے نہیں چلایا جائے گا۔

اور فارس و ہند کے بعض جاہل لوگوں نے طوفان کے واقع ہونے کا انکار کیا ہے اور ان ملکوں میں بہت سے لوگوں نے اقرار بھی کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ بابل کے علاقہ میں آیا تھا اور ہم تک نہیں پہنچا تھا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم ان علاقوں میں کیومرث یعنی آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر بادشاہ بنتے چلے آئے ہیں۔

مجوسی آتش پرست شیطان کے پیروکاروں کی بات ہے یہ کفر صریح جہالت ہوام پرستی اور محسوس و مشاہد چیز کا انکار کرتا ہے اور زمین و آسمان کے رب کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ آسمانی مذاہب کو نقل کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے اور ہر دور میں اس کو لوگوں نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ سیلاب روئے زمین کے تمام علاقوں میں آیا تھا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی کافر زندہ نہ بچ سکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم نبی کی دعا قبول فرمائی اور اللہ کا پہلے سے بھی فیصلہ یہی تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خیر ان کی ذاتی حیثیت کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنا شکر گزار بندہ فرمایا ہے جیسے کہ سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾ (آیت: ۳)

ان کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ کھانے پینے اور لباس اور ہر ذی شان چیز پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بندے سے یقیناً اس طرح راضی ہوتا ہے کہ جب وہ کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور پانی پئے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات ادا کرے (مسلم، ترمذی، نسائی عن ابی امامہ)

اور شکور کی تعریف یہ ہے کہ شکور اس شخص کو کہتے ہیں جو دل و زبان اعضاء و جوارح سے ہر وقت ہر حق اطاعت بجالائے جیسے کہ شاعر نے کہا ہے

أفادتكم النعماء مني ثلاثة
يدي ولساني والضمير المحجبا

"تمہارے احسانات نے میری طرف سے تمہیں تین چیزوں کا فائدہ پہنچایا۔
پھر ساتھ میری زیارت اور پوشیدہ دین کا"

نوح علیہ السلام کے روزے

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نوح علیہ السلام نے یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے دنوں کے سوا تمام زمانے کے روزے رکھے اور طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے نصف زمانے کے روزے رکھے اور ابراہیم علیہ السلام نے ہر ماہ سے تین دن کے روزے رکھے۔ ثواب کے لحاظ سے انہوں نے پورے زمانے کے روزے رکھے۔ کیونکہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے تو ایک مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں اس طرح یہ پورے زمانے کے روزے ہوئے لیکن عملی لحاظ سے انہوں نے زمانے بھر کے روزے نہیں رکھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا حج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا اور وادی عسفان میں آئے تو فرمایا اے ابوبکر یہ کونسی وادی ہے انہوں نے عرض کی یہ وادی عسفان ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس وادی سے نوح، ہود اور ابراہیم علیہم السلام اپنے سرخ جوان اونٹوں پر سوار حالت میں گزرے ہیں ان کی مہاریں کھجور کے پتوں سے تیار کردہ تھیں انہوں نے چغے پہنے ہوئے تھے اور دھاری دار چادریں اوڑھ رکھی تھیں وہ بیت اللہ کا حج کر رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت

ارشاد فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمایا میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں۔

میں تجھے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اللہ کی تمام مخلوق اس کے ساتھ اللہ کی تعریف بیان کرتی ہے اور اسی کے ساتھ مخلوق کو روزی دی جاتی ہے اور میں تجھ کو دو چیزوں سے روکتا ہوں ایک شرک دوسرا تکبر سے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا مجلس میں سے کسی نے سوال کیا (راوی کو شک ہے) کہ شرک کو تو ہم جانتے ہیں تکبر کیا ہے؟ کیا یہ بھی تکبر ہے کہ ہم میں سے کسی کا عمدہ جوتا ہو؟ فرمایا نہیں۔ پھر کہا گیا کہ کیا کسی کے پاس پہننے کے لئے اچھے کپڑے ہوں فرمایا نہیں پھر کہا گیا کہ کیا اچھی سواری کا ہونا تکبر ہے فرمایا نہیں پھر کہا گیا کہ کیا یہ تکبر ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے ساتھی ہوں فرمایا نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا کہا گیا اے اللہ کے رسول پھر تکبر کیا ہے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تکبر یہ ہے کہ حق بات کا انکار کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہ محمد بن ثور نے ان کو بیان کیا ہے (مسند احمد)

اور طبرانی نے بھی یہ روایت عبداللہ بن عمرو سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے

خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام فصیح و بلیغ عربی بولنے والے پہلے شخص ہیں انہوں نے جرہم قبیلہ سے یہ زبان سیکھی تھی جو ان کی والدہ محترمہ ہاجرہ کے پاس حرم میں اقامت پذیر ہو گئے تھے جس کا تذکرہ اپنی جگہ تفصیل سے آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت اور اچھے بیان سے نوازا تھا اور اسی طرح حضور ﷺ بھی ان کا تکلم فرماتے تھے۔

طوفان نوح کے بعد عاد اولیٰ ہی سب سے پہلے بتوں کی عبادت کرنے والے ہیں اور ان کے تین بت تھے صدا صمود اور ہرا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی ہود کو نبی بنا کر ان کی طرف مبعوث کیا۔ پس انہوں نے ان کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلایا۔ جیسے کہ سورۃ اعراف میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد ان کے حالات و واقعات بیان کئے ہیں سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ... مُؤْمِنِينَ﴾ تک۔ [الاعراف۔ ۶۵۔ ۷۲]
اور اسی طرح قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ بھائیو! خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھائیو! مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تم کو خلقت میں پھیلاؤ زیادہ دیا۔ پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔ تاکہ کامیابی حاصل کرو وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے خدا ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ تو اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے لے آؤ۔ ہود نے کہا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب (نازل ہونا) مقرر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (اپنی طرف سے) رکھ لئے ہیں جن کی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو نجات بخشی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔

اور سورۃ ہود میں قصہ نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ... قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ﴾ اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

اے میری قوم میں اس (وعظ و نصیحت کا) تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں اور اے قوم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا۔ اور (دیکھو) گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو وہ بولے اے ہود (تم) ہمارے پاس کوئی دلیل ظاہر نہیں لائے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا کر دیوانہ کر دیا ہے۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم (خدا کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں (یعنی جن کی) خدا کے سوا (عبادت

کرتے ہو) تو تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کرلو اور مجھے مہلت نہ دو میں خدا پر جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے اگر تم روگردانی کروگے تو جو پیغام میرے ہاتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے اور میرا پروردگار تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتے میرا پروردگار (تو) ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچالیا اور عذاب شدید سے انہیں نجات دی۔

یہ وہی عاد ہیں جنہوں نے خدا کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کا کہا مانا۔ تو اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی) دیکھو عاد نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور سن رکھو ہود کی قوم عاد پر پھٹکار ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے قصے کے بعد فرمایا ہے ﴿ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ پھر ان کے بعد ہم نے ایک اور جماعت پیدا کی اور انہی میں سے ان میں ایک پیغمبر بھیجا (جس نے ان سے کہا) کہ خدا ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔ کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو تم گھاٹے میں پڑ گئے کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیاں (اس کے سوا کچھ نہ رہے گا) تو تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید اور (بہت) بعید ہے زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ (اسی میں) ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے خدا پر جھوٹ منڈھا ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں ہیں۔ پیغمبر نے کہا کہ اے پروردگار انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے تو میری مدد کر فرمایا کہ یہ تھوڑے ہی عرصے میں پشیمان ہو کر رہ جائیں گے تو ان کو (وعدہ برحق) کے مطابق زور کی آواز نے آ پکڑا اور ہم نے ان کو کوڑا کر ڈالا پس ظالم لوگوں پر لعنت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں فرمایا۔

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ـــــ فَرِحِينَ﴾ (۱۲۳، ۱۴۰)

عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کام کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ اللہ رب العالمین کے ذمے ہے بھلا تم ہر اونچی جگہ پر بطور کھیل تماشا یادگار عمارت بناتے ہو اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو تو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو اور اس نے تمہیں چارپایوں اور بیٹوں سے مدد دی اور باغوں اور چشموں سے مجھ کو تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے برابر ہے یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ تو انہوں نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے

والے تھے اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے

اور سورۂ حم سجدہ میں فرمایا: ﴿فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا ـــ لَا يُنْصَرُونَ﴾ (۱۵۔۱۶) جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تاکہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور (اس روز) ان کو مدد بھی نہ ملے گی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الاحقاف میں فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ـــ الْمُجْرِمِينَ﴾ اور قوم عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی ہدایت کرنے والے گزر چکے تھے۔ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔ اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔ (انہوں نے) کہا کہ (اس کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی میں پھنس رہے ہو۔ پھر جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ (یہ تو وہ) چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں دردناک عذاب بھرا ہوا ہے ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے تباہ کر دیتی ہے تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اور سورۃ الذاریات میں فرمایا:

﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا ـــ كَالرَّمِيمِ﴾ (۴۱۔۴۲)

"اور عاد کی قوم کے حال میں بھی (نشانی) ہے جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی وہ جس چیز پر بھی چلتی اس کو ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی"۔

اور سورۃ النجم میں فرمایا: ﴿وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى ـــ تَتَمَارَى﴾ (النجم ۵۰۔۵۵)

"اور یہ کہ اسی نے عاد اول کو ہلاک کر ڈالا۔ اور ثمود کو بھی غرض کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی بے شک وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا"

اور سورۃ القمر میں فرمایا: ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾

"اور عاد نے بھی تکذیب کی تھی سو (دیکھ لو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا"

ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

پھر ان پر چھایا جو چھایا تو (اے انسان) اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت پر جھگڑے گا۔

سورۃ الحاقہ میں فرمایا کہ: ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا ـــ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ۶۔۸) رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ خدا نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلائے رکھا تو (اے مخاطب) تو لوگوں کو دیکھے کہ اس

میں اس طرح گر گئے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے اور سورۃ الفجر میں فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ـــ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر ۶/۱۴)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو خیمے اور میخیں رکھتا تھا یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے اور ان میں بہت خرابیاں کرتے تھے تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا بیشک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔

ہم نے اپنی تفسیر (ابن کثیر) میں مذکورہ آیات کے تحت تفصیل سے بحث کی ہے۔ (وللہ الحمد والمنۃ)

قوم عاد کا تذکرہ سورۃ براءۃ، ابراہیم، الفرقان، العنکبوت، ص اور ق میں بھی ہوا ہے اب ہم قرآن مجید کے مختلف مقامات میں سے قصہ ہود (علیہ السلام) کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ احادیث وآثار کا بھی ذکر کریں گے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ طوفان نوح کے بعد قوم عاد بتوں کی پوجا کرنے والی پہلی قوم ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان کی ہے

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً﴾ (الاعراف: ۶۹)

"اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا اور تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا"

اس سے مقصود یہ ہے کہ تم کو اپنے وقت کے تمام لوگوں میں قد آور اور مضبوط بنایا سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر ہم نے ان کے بعد اور قوم پیدا کی اور صحیح روایت کے مطابق اس سے قوم ہود (علیہ السلام) مراد ہے کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس سے مراد ثمود ہیں کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بجز عدل کے تقاضے کے مطابق ان کو چیخ نے آ پکڑا بس ہم نے ان کو کوڑا کرکٹ کر ڈالا۔ اور وہ اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ چیخ کے ساتھ ہلاک ہونے والی قوم ثمود ہے۔ باقی رہا قوم عاد کا معاملہ تو وہ سخت تند تیز ہوا سے ہلاک کیے گئے اس کا جواب یہ ہے کہ قوم عاد پر سخت تیز ہوا اور چیخ دونوں طرح کا عذاب آیا ہوگا اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے جس طرح کہ مدین والے اصحاب ایکہ پر کئی قسم کا عذاب آیا تھا جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عادیوں کا زمانہ ثمودیوں سے پہلے کا ہے۔

الغرض قوم عاد سرکش اور کافر قوم تھی وہ بتوں کی پوجا کرنے میں بہت بے شرم اور حد سے گزری ہوئی تھی ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہی ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور ایک اللہ کی عبادت اور اخلاص کی ان کو دعوت دے لیکن انہوں نے اپنے رسول کی مخالفت کی اس کو جھٹلایا اور اس کی توہین کی اور اس پر طرح طرح کے الزام اور عیب لگائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑ لیا اور وہ زبردست اور قدرت والا ہے۔

جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اس کی فرمانبرداری اور اس سے معافی مانگنے کی رغبت دلائی اور ان کاموں پر دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا وعدہ کیا اور مخالفت کرنے پر دنیا اور آخرت کی سزا سے ڈرایا تو قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو تجھے کم عقل سمجھتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بتوں کی عبادت کرنے سے مدد اور نصرت بھی ہوتی ہے اور رزق کی زیادتی بھی اس کے مقابلے میں تیری دعوت کم عقلی اور بے وقوفی ہے اور تو اس بات میں جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تو ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب میں فرمایا: اے میری قوم میں بے وقوف نہیں ہوں جیسا کہ تمہارا عقیدہ اور خیال ہے بلکہ میں واقعی اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور امانتداری کا تقاضا اور منصب یہ ہے کہ بلیغ و فصیح مختصر اور جامع مانع الفاظ سے اللہ کا پیغام قوم تک پہنچا دے اس میں ذاتی رشتہ اور اختلاف کی کوئی گنجائش و شائبہ تک نہ ہو۔

اس طرح حضرت ہود علیہ السلام انتہائی تحمل و بردبار انداز میں اور محبت و شفقت کے ساتھ اور ہدایت کی حرص و تمنا کے ساتھ قوم کو تبلیغ کرتے تھے اور دعوت دے رہے تھے اور ان سے اجرت و معاوضہ کے طلبگار بھی نہیں تھے بلکہ صرف اللہ کی رضا اور مخلوق کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ اور اس کا اجر و ثواب اللہ سے مانگتے تھے جس نے ان کو رسول بنا کر بھیجا اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اس لئے ہود علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم میں تم سے اس کی کوئی مزدوری اور معاوضہ نہیں مانگتا میری مزدوری اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے یعنی کیا تم یہ سمجھنے سے قاصر ہو کہ میں واضح اور صحیح حق کی طرف بلا رہا ہوں اور جس کی گواہی تمہاری فطرت بھی دیتی ہے اور یہی وہ دین حق ہے جس کے ساتھ نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ میں تمہیں اسی دین حق کی دعوت دیتا ہوں اور اس کا معاوضہ اللہ سے چاہتا ہوں اور وہی اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان کا مالک ہے۔ سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندہ مومن کی بات اس طرح بیان کی ہے۔

﴿اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (یٰس ۲۱۔۲۲)

"ایسے لوگوں کے پیچھے چلو جو تم سے معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے راستے پر ہیں اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے"۔

ہود علیہ السلام کی قوم نے آپ کو یہ جواب دیا کہ اے ہود تمہارے پاس اپنے دعویٰ ہونے کی کوئی دلیل تو ہے نہیں اور صرف تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ تیری تصدیق کرنے والے ہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور یا یہ وہ کہتے تھے کہ تو نے کوئی معجزہ اور خرق عادت چیز نہیں دکھائی جس سے تیری بات اور تیرے مشن کی تصدیق ہوتی۔ تو ہم صرف تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کی عبادت نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمارا خیال ہے کہ تیری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا کوئی معبود تیرے اوپر ناراض ہو گیا ہے اور اس نے تیری عقل کو خراب کر دیا ہے اب تو سوچے سمجھے بغیر باتیں کرتا رہتا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو اس کے جواب میں کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں اللہ کے سوا تمہارے ان سب معبودوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بنا رہے ہو اچھا اب تم میرے خلاف جو کچھ تدبیر کر سکتے ہو اور جو چال چل سکتے ہو کرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت بالکل نہ دو۔

ہود علیہ السلام کی طرف سے ان کے باطل خداؤں کے لئے بڑا چیلنج تھا اور ان سے بیزاری کا اظہار اور ان کی برائی اور شناعت کا اعلان تھا کہ وہ کسی کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتے اور نہ کسی نقصان دہ چیز کو دور کر سکتے ہیں وہ پتھر ہیں جو پتھر کا حکم رکھتے ہیں ان کا حکم جو کام پتھروں سے ہو سکتا ہے صرف وہی ان سے ممکن ہے اور تمہارے خیال اور عقیدہ کے مطابق اگر یہ نفع و

نقصان اور نفع دونوں پر قدرت رکھتے ہیں تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور ان سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں ان پر لعنت بھیجتا ہوں تم سب اکٹھے ہو کر میرے خلاف چال چلو اور مجھے بالکل مہلت نہ دو۔ جہاں تک تمہارا بس چل سکتا ہے اور قدرت حاصل ہے ایڑی چوٹی کا زور لگا لو اور مجھے ذرا برابر مہلت نہ دو۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے اور مجھے تمہاری طاقت کی کوئی فکر نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہاری طرف دیکھتا ہوں میں نے اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کیا ہے وہ میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے اور کوئی زمین پر چلنے والا جاندار نہیں ہے مگر اللہ نے اس کی پیشانی پکڑ رکھی ہے بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

یعنی مجھے اللہ پر یقین ہے اور اس کی تائید حاصل ہے اس کی ذات پر میرا اعتماد ہے میں اس پر بھروسہ کرنے والا اور اسی کی طرف آس لگانے والا ہوں اس کے سوا مخلوق کے نفع و نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہے اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

اور یہ کھلی بات ہی ایک قطعی اور مضبوط دلیل ہے کہ ہود علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور ان کی قوم گمراہ اور جاہل تھی وہ بتوں کی عبادت میں لگی ہوئی تھی پھر بھی وہ ہود علیہ السلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور ان کا کوئی نقصان نہ کر پائے اس سے ہود علیہ السلام کی سچائی اور ان کی قوم کے خیالات و نظریات کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسی دلیل کے ساتھ ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے استدلال کیا تھا جس کا ذکر اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے۔

﴿یٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْكِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ـــــ تُنْظِرُوْنِ﴾ (یونس: ۷۱)

"انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے قوم اگر تم کو میرا تم میں رہنا اور خدا کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں تو خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور وہ تمہاری تمام جماعت کو (معلوم ہو جائے اور کسی سے) پوشیدہ نہ رہے پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔"

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کیا تھا۔

﴿وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ ـــــ عَلِیْمٌ﴾ (الانعام: ۸۰-۸۳)

"اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا ہاں جو میرا پروردگار چاہے میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیا تم خیال نہیں کرتے۔ بھلا میں ان چیزوں سے جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ اس کے ساتھ شریک بناتے ہو جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اب دونوں فریق میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے اگر سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن اور (جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں بیشک تمہارا پروردگار دانا خبردار ہے۔

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ ـــــ مُّخْرَجُوْنَ﴾ (المومنون ۳۳-۳۵)

تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی قسم کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے

اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ رہے گا تو تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بہت بعید ہے۔

انہوں نے انسانوں میں سے رسول کی بعثت کو بہت بعید سمجھا۔ اور یہ وہ شبہ ہے جو پرانے دور سے آج تک کافر اور جاہل لوگ پیش کرتے آ رہے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ (یونس: ۲)

"کیا لوگوں کے لئے یہ بات تعجب والی ہے کہ ہم نے ان سے ایک انسان کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈراؤ"۔

اسی طرح مزید دوسری جگہ فرمایا۔

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا ــــــــ رَّسُوْلًا﴾ (الاسراء: ۹۴-۹۵)

"اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے؟ کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے"۔

اس لئے حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کیا تم نے تعجب کیا ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے نصیحت تم میں سے ہی ایک آدمی پر آئی ہے تاکہ وہ تم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔ یعنی یہ کوئی تعجب والی بات نہیں، اللہ جس کو چاہے رسول بنا دے اس کو کوئی پوچھنے والا اور اس پر کوئی پابندی لگانے والا نہیں۔

قوم عاد کا جواب

کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈیاں رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کئے جاؤ گے (نہیں نہیں) یہ بات دور اور بہت دور ہے وہ جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے جیتے رہتے ہیں اور یہ نہیں کہ ہم پھر اٹھائے جائیں گے یہ تو ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔ تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ ان کے جھٹلانے پر میری مدد فرما۔

یعنی انہوں نے آخرت کو بعید از قیاس قرار دیا اور اجسام کے مٹی اور ہڈیاں ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا۔ انہوں نے کہا کہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں، مر رہے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور یہی دہریہ لوگوں کا نظریہ ہے اور جیسے بے دین اور جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ انسان ماؤں کے پیٹوں سے پیدا ہو رہے ہیں اور آخر کار زمین ان کو نگل جاتی ہے اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

دہریہ گروہ کا اعتقاد ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے لوگ چھتیس ہزار سال بعد دوبارہ دنیا میں واپس آ جاتے ہیں مگر یہ سب جھوٹ اور ضلالت کفر اور جہالت ہے یہ سب باطل اقوال اور فاسد عقائد ہیں ان کی کوئی اصل اور برہان نہیں ہے یہ صرف ان لوگوں کو بہکا سکتے ہیں جو فاجر و فاسق اور عقل و خرد سے عاری اور ہدایت سے نا آشنا ہیں جیسے دوسری جگہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا۔

﴿وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۳)

پس انہوں نے ان (ہود) کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک تیرا رب ہی غالب بہت رحم کرنے والا ہے۔

قوم ہود کی ہلاکت و بربادی کی تفصیل سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

پس جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی (صورت میں) اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا (نہیں) بلکہ وہ تو تمہاری جلد طلب کی ہوئی چیز ہے کہ اس میں تند ہوا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ بیان کے عذاب کی ابتدائی صورت تھی کہ وہ قحط و خشک سالی میں گرفتار تھے۔ تو انہوں نے بارش طلب کی۔ جب انہوں نے آسمان میں بادل دیکھا تو اسے ابر رحمت خیال کیا اور حقیقت میں وہ دردناک عذاب تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ وہ تو تمہارا جلدی کیا ہوا عذاب ہے۔ انہوں نے ان الفاظ میں عذاب کا مطالبہ کیا تھا۔ پس اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آ جس کا تو ہمیں وعدہ دیتا ہے۔ (ہود:۳۲)

مفسرین اور مؤرخین نے اس جگہ وہ قصہ ذکر کیا ہے جس کا تذکرہ امام محمد بن اسحاق بن یسار نے کیا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے پر ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک ان سے بارش روکے رکھی حتیٰ کہ وہ زیادہ مصیبت میں گرفتار ہو گئے اس زمانے میں رواج تھا کہ اگر لوگ کسی پریشانی میں مبتلا ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس مشکل سے نجات کی درخواست کرتے اور وہ اللہ کے حرمت والے گھر بیت المقدس میں جا کر آہ و زاری کرتے۔ اور یہ طریقہ ان کے ہاں معروف و مشہور تھا اور اس دور میں وہاں عمالقہ آباد تھے اور یہ قوم عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ ان دنوں ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا اور اس کی والدہ قوم عاد سے تھی اس کا نام جلہدہ بنت الخیبری تھا تو عاد نے ستر کے قریب افراد کا وفد بارش کی دعا کرنے کے لئے بیت اللہ میں بھیجا وہ وفد معاویہ بن بکر کے پاس سے گزرا جو مکہ کے باہر رہائش پذیر تھا۔ تو یہ لوگ ایک ماہ تک وہیں رکے رہے وہ لوگ وہاں شراب پیتے اور معاویہ کی دو مغنیہ لونڈیاں ان کے سامنے گاتی تھیں۔ جب ان کے قیام کا وقت لمبا ہو گیا اور معاویہ کو اپنی قوم پر رحم آیا اور وفد کو واپس جانے کا کہتے ہوئے شرم محسوس ہوئی تو اس نے اشعار میں ان سے جانے کے بارے میں بات کی اور ان دونوں لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے سامنے جا کر یہ اشعار پڑھیں جن کا ترجمہ یوں ہے: قیل وار سے کہہ دو تیرا ستیاناس ہو اٹھ اور دعا کر ہو سکتا ہے کہ اللہ ہمیں بادل عطا کر دے پس وہ عاد والوں کی زمین کو سیراب کر دے۔ یقیناً عاد سے (گرد و پیش کی وجہ سے) کلام نہیں ہو پاتا۔ سخت پیاس کی وجہ سے اب ہمیں نہ بوڑھے کی زندگی کی امید ہے اور نہ بچے کی بھی ان کی عورتیں خیر و عافیت کے ساتھ تھیں لیکن اب وہ بیوہ ہو گئی ہیں جنگلی جانور ان کے پاس علی الاعلان آتے ہیں اور ان کو عادیوں کے تیروں کا کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اور تم یہاں دن رات اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہو تمہارے وفد کے لئے محرومی ہو اور اسے سلام اور خوش آمدید نہ کہا جائے۔

وفد والوں نے جب یہ اشعار سنے تو ان کو یاد آیا کہ ہم کس لئے آئے ہیں پس وہ حرم کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے ان میں سے بڑے قیل بن عنز نے بھی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین رنگ کے بادل سرخ سفید اور سیاہ آسمان پر ظاہر کئے اور ایک آواز دینے والے نے آسمان سے آواز دی کہ اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے کوئی ایک بادل پسند کر لو۔ تو اس نے کہا میں سیاہ بادل پسند کرتا ہوں کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوگا۔ پس غیبی آواز آئی کہ تو نے ہلاکت و بربادی کو اختیار کیا ہے کہ

سے قوم عاد کا کوئی فرد باقی نہیں بچے گا۔ نہ بچہ نہ باپ سب تباہ ہو جائیں گے۔ صرف بنی لوذیہ الہمدانی کا رہیں گے یہ بنی
عاد کی نسل سے تھے مگر یہ مکہ میں مقیم تھے وہ عذاب ان پر نازل نہ ہوا جو قوم عاد پر آیا تھا قوم عاد سے جو لوگ بچ گئے وہ عاد
ثانیہ یا عاد آخرہ کہلائے اللہ تعالیٰ سے یہ سیاہ بادل جسے قیل بن عنز نے پسند کیا تھا اور ان کی بربادی کا سبب ہوا عاد کی طرف
چلا یا وہ اس کی مغیث وادی تک پہنچا تو قوم عاد اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی یہ ہم پر بارش برسائے گا۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم جلدی طلب کر رہے تھے جس میں عذاب ہے درد ناک جو اپنے رب کے حکم
سے ہر چیز کو تباہ کر دے گا۔

سب سے پہلے ایک عورت نے صحیح صورت حال دیکھی کہ یہ تو ایک آندھی ہے۔ اس عورت کا نام مہدد تھا وہ عذاب
مشاہدہ کر کے چیخ گئی اور بے ہوش ہو گئی جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تو نے کیا دیکھا اس
نے کہا کہ میں نے آندھی میں آگ دیکھی ہے جس کو کچھ لوگ چلا رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ تیز تند ہوا سات راتیں اور آٹھ
دن مسلسل چلائی اور اس سے قوم عاد ہلاک ہو گئی۔

ہود علیہ السلام اپنے تمام ایمان دار ساتھیوں کو لے کر ایک باڑے میں چلے گئے اور وہ ہوا جو ان کی خوشی کا سبب بنی
اور ان کے جسموں کو تروتازگی بخشتی تھی وہ ہوا قوم عاد کو آسمان و زمین کے درمیان لے اڑاتی تھی اور پتھروں کے ساتھ ان کا
کچومر نکال دیتی تھی۔

حارث بن حسان بن حوث جو بنو بکر کی طرف سے تھے، کہتے ہیں علاء بن الحضرمی کی شکایت کرنے کے لئے حضور ﷺ کی
طرف چلا۔ میں ربذہ کے پاس سے گزرا تو وہاں بنی تمیم کی ایک بوڑھی عورت سے ملاقات ہوئی اس کے پاس سواری نہیں تھی وہ
کہنے لگی اے خدا کے بندے کیا تو مجھے اللہ کے رسول تک پہنچا سکتا ہے میں نے اسے سواری پر بٹھایا اور مدینہ آیا اور حضور
ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور مسجد میں کافی ہجوم اور ازدحام تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں ڈالے ہوئے حضور
ﷺ کے سامنے موجود ہیں میں نے کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ حضرت عمرو بن العاص کو ایک لشکر کے
ساتھ بھیجنا چاہتے ہیں میں بیٹھ گیا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے
اجازت مرحمت فرمائی میں اندر داخل ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنی تمیم کے درمیان کوئی
رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے پھر میں نے عرض کیا کہ میرا گزر بنی تمیم کی ایک عورت کے پاس سے ہوا
اس کے پاس سواری نہیں تھی اس نے مجھے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ تک لے چلو تو وہ دروازے پر کھڑی ہے آپ ﷺ نے
اسے اجازت دی وہ اندر داخل ہوئی تو میں نے عرض کی کہ اگر آپ ہمارے اور بنی تمیم کے درمیان کوئی حد مقرر کرنا چاہتے
ہیں تو دہنا کو حد مقرر کر دیں کیونکہ یہ ہمارا علاقہ ہے وہ عورت غضب ناک ہو گئی اور کہنے لگی کہ پھر آپ کا پریشان آدمی پریشان
ہو کر کہاں جائے گی حضرت فرماتے ہیں میں نے کہا کہ میری مثال تو وہ ہے جیسے کسی نے کہا تھا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی
ماری میں خود سوار کر کے لایا ہوں اور مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ میری دشمن ہو گی میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ پناہ مانگتا
ہوں کہ قوم عاد کے قاصد کی طرح ہو جاؤں تو آپ نے دریافت فرمایا کہ قوم عاد کے قاصد کا کیا قصہ ہے۔ حالانکہ
آپ مجھ سے زیادہ جانتے تھے۔

آپ نے لطف اندوز ہونے کے لئے یہ واقعہ سننا پسند فرمایا میں نے عرض کیا کہ جب قوم عاد خشک سالی میں مبتلا

ایسے ہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مدین والوں پر دو پہر وں یعنی ٹھنڈی ہوا اور آگ کا عذاب مسلط کیا اور یہ ایک قسم کا سخت ترین عذاب ہوتا ہے وہ اس کے ساتھ ہر قوم ان پر پہنچی بھی آ گئی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر صرف ایک انگوٹھی جتنی کی ہوا کھولی جس سے وہ تباہ کئے گئے اور جب بستی والوں کے پاس پہنچی تو ان کو ان کے اموال اور چوپایوں کو آسمانوں اور زمین کے درمیان اٹھا یا پھر جب قوم عاد کے شہریوں نے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا تو اس ہوا نے جنگل دیہاتیوں اور ان کے مال اور جانوروں کو شہریوں پر ڈال دیا پھر وہ سب تباہ ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انگوٹھی جتنی جگہ سے ہوا چھوڑی تو اس ہوا نے بستی والوں کو شہر والوں کی طرف پہنچا دیا اور ان سب کو اٹھایا جب شہر والوں نے ہوا دیکھی تو وہ کہنے لگے ہماری وادیوں کی طرف بڑھنے والا یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا اور ان دیہاتیوں کو ہوا نے اٹھایا تھا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے شہریوں پر پھینک دیا تو وہ سب تباہ و برباد ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ہوا اپنے نگران فرشتوں کے کنٹرول سے باہر ہو گئی اور دروازوں کے سوراخوں سے زبردستی نکلتی رہی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ ہوا بلا حساب نکلی تھی اور اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شبہ ہے اس میں ایک راوی مسلم ملائی ہے اس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے اور اس میں ایک طرح کا اضطراب بھی ہے۔

آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بادل دیکھا تھا اور لغت کے لحاظ سے بھی مزن کو معنی بادل کیا جاتا ہے حارث بن حسان البکری کی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب ہم اسے اس قصہ کے لئے مفسر سمجھیں۔

اس سے زیادہ واضح حدیث جو مسلم نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم ﷺ یوں دعا فرماتے۔ اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس میں جو بھلائی ہے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر اور اس میں جو شر ہے اس سے اور اس شر سے جس کے ساتھ بھیجی گئی ہے پناہ چاہتا ہوں۔

اور حضرت ام المومنینؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ جب آسمان بادل سے چھپ جاتا تھا تو آپ بہت زیادہ پریشان ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو جاتا آپ کبھی گھر میں داخل ہوتے کبھی نکلتے کبھی آتے اور کبھی جاتے اور جب بارش برس جاتی تو پھر پریشانی والی کیفیت ختم ہو جاتی اور چہرہ انور سے خوشی محسوس ہوتی۔

یہ صورت حال دیکھ کر حضرت صدیقہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسے کہ قوم ہود نے کہا تھا جب انھوں نے اس عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تھا تو کہا کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ (ترمذی نسائی ابن ماجہ بروایت ابن جریج)

ایک اور حدیث امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی زیادہ ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کے منہ مبارک کے اندر کا آخری حصہ ظاہر ہو جاتا ہو آپ صرف مسکراتے تھے آپ فرماتی ہیں کہ آپ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر نمایاں محسوس ہوتا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو بارش کی امید سے خوش ہو جاتے ہیں لیکن میں آپ کو دیکھتی ہوں آپ جب بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے

چہرے پر ناگواری کے اثرات محسوس کرتی ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو قوم نوح ہود کے ساتھ عذاب دی گئی اور ایک قوم نے عذاب کا بادل دیکھ کر کہا کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔

یہ حدیث دونوں قصوں کے مختلف ہونے کے بارے میں صریح اور واضح ہے جیسے ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے اس لئے کہ سورۃ احقاف میں مذکور قصہ عاد ثانیہ کے متعلق ہے اور قرآن مجید کے دیگر مقامات میں جہاں جہاں قوم عاد کا تذکرہ ہے اس سے مراد عاد اولیٰ ہے مسلم بخاری ابوداؤد نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے حالات میں ہم حضرت ہود علیہ السلام کے حج کا تذکرہ کر چکے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کہاں ہے

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ ہود علیہ السلام کی قبر مبارک یمن کے علاقہ میں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دمشق کی جامع کے ساتھ قبلہ والی طرف ایک چار دیواری ہے اس میں ہے۔

﴿قصہ حضرت صالح علیہ السلام﴾

ثمود ایک مشہور قبیلہ ہے جس کو ان کے جد ثمود کے نام کی نسبت سے ثمود کہا جاتا ہے ثمود اور جدیس دونوں بھائی ہیں یہ عاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے یہ عرب عاربہ ہیں ان کی رہائش حجر میں تھی جو حجاز اور تبوک کے درمیان ایک علاقے کا نام ہے۔

سرور کائنات ﷺ جنگ تبوک پر تشریف لے جاتے ہوئے یہیں سے گزرے تھے اور یہ قوم عاد کے بعد گزری ہے اور یہ بھی عادیوں کی طرح بتوں کی پوجا کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے اپنے ایک بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا۔

نسب:

ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ صالح بن عبید بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود بن عاثر بن ارم بن نوح علیہ السلام۔

آپ نے ان کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا جو وحدہ لاشریک ہے اور اپنی قوم سے کہا کہ بتوں اور دیگر جھوٹے خداؤں کی عبادت چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ تو ان میں سے چند لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لایا اور کثیر لوگوں نے انکار کر دیا اور قول و فعل کے ساتھ ان سے بری طرح پیش آنے اور ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نشانی ان کے لئے بھیجا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی غالب قوی کے پکڑنے کی طرح پکڑ لیا۔

چنانچہ سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۔۔۔ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾

(الاعراف ۷۳، ۷۹)

"اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (تو) صالح نے کہا کہ اے قوم! خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آچکا ہے (یعنی) یہی خدا کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تو اسے (آزاد) چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ عذاب الیم تمہیں پکڑ لے گا اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ تو ان کی قوم میں سردار لوگ جو غرور رکھتے تھے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف بھیجے گئے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ بے شک جو چیز دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں تو سرداران مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لاتے ہو ہم اس کو نہیں مانتے آخر انہوں نے اونٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے اگر تم (خدا کے) پیغمبر ہو تو اسے ہم پر لے آؤ تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح ان

اور ہم یہ بات بھی پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ قوم ثمود عرب سے تعلق رکھتی ہے اور یہ عادیوں کے بعد ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے سے پہلے قوم عادیوں کے انجام کو دیکھ کر کوئی عبرت حاصل نہ کی اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا:

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ـــــــ مُفْسِدِیْنَ﴾

”کہ اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے (یعنی) یہی خدا کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تو اسے (آزاد) چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں عذاب الیم آ پکڑے گا اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے مٹی لے لے کر محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ یعنی ہم نے ان کے بعد تم کو خلیفہ اس لئے بنایا کہ تم عبرت پکڑو اور دیکھو کہ ان کا انجام کیسے ہوا اور ان جیسے کام نہ کرو بلکہ ان کے خلاف عمل کر کے اپنا اچھا کردار اور نمونہ پیش کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت بخشی کہ تم میدانوں میں محل تیار کرو اور پہاڑوں کو کریدکر عمارتیں بنا رہے ہو کا مطلب ہے کہ مضبوط اور عمدہ محل بنانے میں ماہر ہو لہٰذا اس نعمت کا شکر ادا کرو اچھے کام کرو اسی کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے رسول کی اطاعت سے گریز نہ کرو اور اس کی مخالفت سے بچو کیونکہ اس کا نتیجہ بہت برا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس انداز سے نصیحت فرمائی:

﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ ـــــــ یُصْلِحُوْنَ﴾ (الشعراء:۱۴۹،۱۵۲)

اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو سو خدا سے ڈرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح سے کام نہیں لیتے۔

صالح علیہ السلام نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ اے میری قوم خدا کی عبادت کرو تمہارے لئے اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا پھر اسی زمین میں تم کو آباد کیا۔ یعنی اس نے پیدا کیا اور تمہیں زمین سے بنایا پھر زمین میں تمہیں آباد کار بنا دیا اور کھیتی، درخت، اور دیگر چیزیں تمہارے رہنے اور زندگی قائم رکھنے کے لئے تمہیں عطا کیں وہی پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے اور وہی عبادت کا حقدار ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس اس سے معافی طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو یعنی اس سابقہ روش سے باز آ جاؤ اور اسی کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ وہ تمہاری عبادت قبول کرے گا اور سابقہ گناہوں کو معاف کرے گا میرا رب دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

قوم نے جواب دیا کہ اے صالح تو اس سے پہلے ہمارے لئے امیدوں کا مرکز تھا یعنی اس پروگرام سے پہلے ہمارا خیال تھا کہ تو عقلمند اور دانشمند ہے اب یہ تیرا پروگرام ایک عجیب نیا پروگرام ہے کہ تو ہمیں صرف ایک اللہ کی عبادت کا کہتا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی ہم عبادت کر رہے ہیں اور تو کہتا ہے کہ اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو اس لئے تو انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمیں روکتا ہے کہ ہم ان بتوں کی عبادت نہ کریں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے آئے ہیں۔ اور جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے ہم اس کے بارے میں بڑے شبہ میں ہیں۔

صالح علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اپنی رحمت سے اس نے

مجھے تو ڈرا ہے اب اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کے عذاب سے میری مدد کون کرے گا تم تو گھاٹے کے سوا مجھے کسی چیز میں زیادہ نہیں کرو گے۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کے لئے نرم مزاجی نرم گفتگو اور عمدہ حوصلہ کا ایک بہترین نمونہ ہے جس کے ذریعے انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ یعنی تمہارا کیا خیال ہے اگر معاملہ اس طرح ہے جس طرح میں کہتا ہوں اور جس کی طرف میں بلاتا ہوں وہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کیا عذر ہوگا پھر اللہ کے عذاب سے تمہیں کونسی چیز بچائے گی جبکہ تم مجھ سے یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلانا چھوڑ دوں تو میرے لئے تمہارا یہ مطالبہ پورا کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ تو میرا فرض منصبی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی کام کے لئے مقرر فرمایا ہے) اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو تم یا کوئی اور مجھے اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتے اور نہ کوئی میری مدد کر سکتا ہے اس لئے میں مسلسل تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت پیش کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔

قوم نے صالح علیہ السلام کو یہ بھی کہا کہ تو صرف جادو کئے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تجھ پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے اور جادو کی وجہ سے تو اللہ کی طرف سے دعوت دیتا ہے اور دوسرے بتوں کو چھوڑنے کا مطالبہ کرتا ہے اور تجھے کچھ علم ہوتا کہ تم کیا کچھ کہہ رہے ہو۔

جمہور علماء کا یہ کہنا ہے کہ لفظ المسحرین حاء کے فتحہ کے ساتھ ہے جو کہ اسم مفعول ہے اور اس کا معنی ہے جادو کئے ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس جگہ حاء کی زیر کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی جادو کرنے والوں میں سے ہے۔

لیکن پہلا معنی زیادہ واضح ہے کیونکہ انہوں نے بعد میں کہا ہے کہ تو تو ہمارے جیسا انسان ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔ یعنی انہوں نے خرق عادت کے طور پر کوئی دلیل طلب کی تھی جو حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت اور مشن کی سچائی پر دلیل و برہان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو کہہ دو کہ یہ اونٹنی ہے اس کے لئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لئے معین دن کی باری ہے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تحقیق تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل و حجت آ چکی ہے یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی ہے اس کو چھوڑ دو وہ اللہ کی زمین سے کھائے اور برائی کے ساتھ اس کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمہیں آ لے گا"۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ہم نے ثمود کو کھلی نشانی اونٹنی کی شکل میں دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا"

اونٹنی کا قصہ

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قوم ثمود کے لوگ اپنی ایک مجلس میں جمع تھے کہ حضرت صالح علیہ السلام وہاں ان کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ان کو اللہ کی توحید کی دعوت پیش کی ان کو وعظ و نصیحت کی اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ان کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تو وہ کہنے لگے اگر تو اس چٹان (ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کہا) سے ایسی صفات کی حامل اونٹنی نکال دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اور اونٹنی کی صفات بیان کرنے میں غلو سے کام لیا کہ وہ دس ماہ کی حاملہ ہو لمبے قد کی ہو اور دیگر صفات کا بھی ذکر کیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اگر میں تمہاری طلب کردہ نشانیوں کے مطابق اونٹنی کا مطالبہ پورا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے میری لائی ہوئی شریعت کو مان لو گے اور میری رسالت کی تصدیق کرو گے انہوں

نے کہا ہاں صالح علیہ السلام نے ان سے ایمان لانے کا پختہ وعدہ لے لیا پھر جائے نماز کی طرف چلے جو مقصود تھا نماز پڑھی پھر اپنے رب سے دعا کی اے اللہ میری قوم کا مطالبہ پورا کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے چٹان کو پھٹنے کا حکم دیا اور اس سے بہت بڑی اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلی جو ان کے مطالبہ کے عین مطابق تھی جب انہوں نے سوال کے مطابق اونٹنی دیکھی تو انہوں نے اسے عظیم الشان معاملہ ہیبت ناک منظر قدرت عالیہ کا نمونہ قطعی دلیل اور روشن برہان پایا اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ ایمان لائے اور اکثر کفر و ضلالت پر اڑے رہے اور ہٹ دھرم بنے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَظَلَمُوا بِهَا﴾ انہوں نے اونٹنی پر ظلم کیا اور انکار کیا اور حق کی پیروی نہ کی۔

ایمان لانے والوں کا رئیس جندع بن عمرو بن محلاۃ بن لبید بن جواس تھا یہ قوم ثمود کے سرداروں میں سے تھا اور بھی بڑے بڑے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کو بتوں کے پجاری حباب اور ذواب بن عمرو بن لبید اور رباب بن صعر بن جلمس نے روکا۔ جندع نے اپنے چچا کے بیٹے شہاب بن خلیفہ کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا یہ بھی ان کا ایک بڑا آدمی تھا اور وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن قوم کے دوسرے سرداروں نے اس کو روک دیا اور وہ ان کی طرف مائل ہو گیا مسلمانوں میں سے ایک شخص مہرش بن غنم بن الذبل نے اس بارے میں کچھ اشعار کہے ہیں۔

وكانت عصبة من آل عمرو	الى دين النبي دعوا شهابا
عزيز ثمود كلهم جميعا	فهم بان يجيب ولو اجابا
لأصبح صالح فينا عزيزا	وما عدلوا بصاحبهم ذؤابا
ولكن الغواة من آل حجر	تولوا بعد رشدهم ذئابا

آل عمرو کی جماعت نے شہاب کو اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کی طرف بلایا جو تمام قوم ثمود کا عزیز تھا اس نے ایمان قبول کرنے کا ارادہ کیا۔ اگر وہ نبی کی دعوت پر لبیک کہتا تو صالح علیہ السلام ہم پر غلبہ حاصل کر لیتے اور وہ اپنے ساتھی (صالح علیہ السلام) کے برابر ذواب کو نہ سمجھتے لیکن آل حجر کے گمراہ لوگوں نے ہدایت کے بعد منہ موڑا اور بھیڑیوں کی طرح الگ ہو گئے۔

اب صالح علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ (هذه ناقة الله) یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ اونٹنی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف تعظیماً و تکریماً کی ہے جیسے کعبۃ اللہ بیت اللہ عباد اللہ اللہ کا گھر اللہ کا بندہ۔

یعنی یہ اونٹنی میرے سچ ہونے پر دلیل ہے اس لئے اس کو چھوڑ دو وہ زمین میں کھائے اور اس کو نقصان نہ پہنچانا ورنہ تم کو جلد عذاب آ پکڑے گا۔ تو قوم نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ یہ اونٹنی ان میں رہے گی وہ جہاں سے چاہے چرے گی اور ایک دن چھوڑ کر پانی پینے آئے گی۔

جب وہ کنویں کا پانی پینے کے لئے آتی تو اس دن کنویں کا سارا پانی پی لیتی وہ اپنی باری کے دن کل کے لئے پانی جمع کر لیتے۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ایک دن اونٹنی کا دودھ ضرورت کے مطابق پی لیتے اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے لئے ایک دن پانی پینے کی باری ہے اور ایک معلوم دن تمہارے لئے ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہم تمہاری آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجیں گے کہ تم اس پر ایمان لاتے ہو یا اس کا انکار کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو تو ان کے کرتوتوں کا علم تھا اس لئے فرمایا کہ انتظار کرو اور دیکھو ان کا انجام و نتیجہ کیا ہوتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرو صورت حال تم پر جلدی واضح ہو جائے گی

ان کو اطلاع کر دو کہ پانی ان کے درمیان تقسیم شدہ ہے اور ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوگا جب اس حالت پر کچھ مدت گزر گئی تو انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تاکہ اس اونٹنی کی مصیبت سے نجات پائیں اور مویشیوں کا پانی ہو اور پانی بھی کھلا رہے۔ اور شیطان نے ان کے اس کام کو خوبصورت مزین کرکے دکھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا نقشہ اپنے کلام پاک میں یوں کھینچا ہے ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾

(الاعراف ۷۷)

"آخر انہوں نے اونٹنی کی کونچوں کو کاٹ ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم خدا کے پیغمبر ہو تو اسے ہم پر لے آؤ۔"

اور قدار بن سالف بن جندع نے اس کام کی سرپرستی کی وہ سرخ رنگ کا اور نیلی آنکھوں والا تھا اور اس کے وجود پر دھبے تھے۔ اور کہا جاتا تھا کہ وہ ولد الزنا حرامی تھا وہ سالف کے گھر پیدا ہوا حقیقت میں وہ ایک صیبان نامی آدمی کا بیٹا تھا۔

اور اونٹنی کے قتل کے متعلق ان کا ایک متفقہ فیصلہ تھا اس لئے اس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے سب کی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا اگرچہ اس کے قتل کرنے میں صرف ایک شخص ملوث تھا۔

اور مفسرین حضرات میں سے ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ قوم ثمود میں دو عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے اس کو اونٹنی کے قتل پر ابھارا ان میں سے ایک کا نام صدوق بنت المحیا بن زہیر بن مختار تھا یہ ایک مالدار خاندانی عورت تھی اس کا خاوند مسلمان ہو گیا تھا تو اس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی پھر اس نے اپنے چچازاد بھائی مصرع بن مہرج بن المحیا کو بلایا اور اس پر اپنا آپ پیش کیا اس شرط پر کہ وہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دے۔

دوسری عورت کا نام عنیزہ بنت غنم بن مجلز تھا اس کی کنیت ام غنم تھی یہ ایک کافرہ اور بوڑھی عورت تھی اس کی خاوند ذؤاب بن عمرو تھا اس سے چار بیٹیاں تھیں یہ آدمی سرداروں میں سے تھا اس عورت نے قدار بن سالف سے کہا اگر تو اونٹنی کی کونچیں کاٹ دے تو میں اپنی چاروں بیٹیوں کا نکاح تجھ سے کر دوں گی اس طرح یہ دونوں نوجوان (مصرع اور قدار) اس کام کے لئے تیار ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم کو بھی اس کام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو سات آدمی اور ان کے ساتھ مل گئے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شہر میں نو آدمی رہتے تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ یہ تینوں پورے قبیلے میں بھاگ دوڑ کرتے رہے اور انہیں اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے فوائد بتاتے رہے تو قبیلے کے دوسرے لوگوں نے بھی ان کی بات مان لی اور اس کو سراہا۔ یہ لوگ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لئے ایک جگہ چھپ کر گھات لگا کر بیٹھ گئے جب وہ پانی پی کر واپس ہونے لگی تو مصرع نے جو اس کام کے لئے چھپا ہوا تھا اس نے تیر مارا جو اونٹنی کی پنڈلی کی ہڈی میں پیوست ہو گیا۔ پھر قدار بن سالف نے آگے بڑھ کر تلوار سے اس پر حملہ کیا اس نے اونٹنی کی ٹخنی ٹخنے تک پاؤں سے الگ کر دی تو وہ زمین پر گر پڑی اور ایک زوردار آواز نکالی تاکہ اس کا بچہ خطرے سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ حیلہ کر سکے پھر قدار نے اونٹنی کے سینے پر نیزہ مارا اور اسے مار ڈالا اور اونٹنی کا بچہ بھاگ کر پہاڑ کی ایک محفوظ چوٹی پر چڑھ گیا اور تین دفعہ زور سے آواز نکالی۔

حضرت حسنؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اونٹنی کے بچے نے کہا یا اللہ میری ماں کہاں ہے پھر وہ ایک چٹان میں غائب ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اس کے پیچھے بھاگ کر اس کو پکڑا اور اس کی بھی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھی کو بلایا اس نے وار کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ

زائل ہیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا!

اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ـــــ عُقْبٰهَا (الشمس ۱۲ ـ ۱۵)

"جب ان میں سے بہت بڑا بد بخت اٹھا اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ خدا کی اونٹنی اور اسکے پانی پینے کی باری سے ڈرو مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کر کے) برابر کر دیا اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن زمعہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا: اور اس میں اونٹنی اور اسکے قتل کرنے والے کا ذکر فرمایا اور کہا کہ جب ان میں سے جو بد بخت اٹھا اور وہ اپنی قوم کا رئیس سخت مضبوط اور طاقتور آدمی تھا جیسے کہ ابو زمعہ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا! لوگوں میں سب سے بڑے بد بخت کے متعلق تجھے نہ بتاؤں حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ایسے دو آدمی ہیں ایک تو قوم ثمود کا سرخ رنگ کا آدمی جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی جو تجھے اس جگہ (یعنی سر پر) مارے گا یہاں تک کہ اس سے یہ (یعنی داڑھی) تر ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا کہ اے صالح اگر تو رسولوں میں سے ہے تو وہ عذاب ہمارے پاس لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس بات میں کفر کی انتہائی حدوں کو چھوا ہے۔

اللہ نے ان کو اونٹنی نشانی کے طور پر دی تھی اور اس کو نقصان پہنچانے سے منع کیا تھا مگر انہوں نے اپنے رسول کی مخالفت کی اور اونٹنی کو قتل کر دیا اور عذاب کو جلدی طلب کیا اور وہ دو لحاظ سے سزا کے حقدار پائے۔ ان سے شرط لگائی گئی تھی اور اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ وہ اس اونٹنی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے ورنہ تمہیں قریب کا عذاب آ پکڑے گا۔ ایک آیت میں عذاب عظیم بڑا عذاب اور ایک آیت میں عذاب الیم دردناک عذاب کا ذکر بھی ہے۔ عذاب و عتاب کے حقدار بننے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خود عذاب جلدی طلب کیا۔

اور تیسری وجہ کفر کی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس رسول کی تکذیب کی جس کی نبوت اور سچائی پر قطعی اور پختہ دلیل قائم ہو چکی تھی اور ان کو پوری طرح علم ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اپنے انکار و کفر و گمراہی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق اور وقوع عذاب کو حقیقت سے دور سمجھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو (صالح علیہ السلام نے) فرمایا اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھا لو یہ وعدہ ایسا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب قوم ثمود نے کونچیں کاٹنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے قدار بن سالف نے اس پر حملہ کیا اور اس کی ایک کونچ کاٹ دی اور وہ زمین پر گر پڑی پھر وہ سب اپنی اپنی تلواریں لے کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب اس کے بچے نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ ان سے بھاگا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین دفعہ زور دار آواز نکالی۔

اس لئے صالح علیہ السلام نے ان کو کہا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھا لو (یعنی خوب کھا پی لو اور

مزے اڑالو) یعنی موجودہ دن نکال کر تین دن کی مہلت دی گئی۔ لیکن انہوں نے اس پختہ وعدہ کی بھی تصدیق نہ کی بلکہ انہوں نے اور زیادہ دلیری کر کے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا اور اپنے خیال کے مطابق انہوں نے ان کو اونٹنی کے ساتھ ملانے کا ارادہ کیا۔

انہوں نے ایک دوسرے سے قسمیں اٹھوا کر پختہ وعدہ لیا کہ ہم حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل پر ضرور شب خون ماریں گے۔ کہ ان کے گھر میں ہم رات کو اچانک گھس کر ان کو ان کے گھر والوں سمیت قتل کر دیں گے پھر اگر ان کے سرپرستوں اور متعلقین نے کوئی خون بہا یا قصاص کا مطالبہ کیا تو ہم ان کے قتل کا صاف صاف انکار کر دیں گے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ پھر ہم ان کے ولی وارث کو کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقعہ پر موجود ہی نہیں تھے اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ومکروا مکرا ومکرنا ـــــ یتقون﴾ (النمل ۵۰ـ۵۳)

''اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی تو دیکھ لو کہ ان کی چال کا کیا انجام ہوا ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا۔ اب یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب سے خالی پڑے ہیں۔ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے تھے ہم نے ان کو نجات دی۔''

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنانے والوں پر پتھر برسائے اور ان کے سر کچل دیئے اور باقی قوم کی ہلاکت سے پہلے ہی ہلاک کر دیا اور یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے جو ان کی مہلت کے دنوں میں سے پہلا دن تھا تو اس دن ثمود کی قوم کے باقی لوگوں کے چہرے زرد ہو گئے جس طرح کہ صالح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا جب شام ہوئی سب پکار اٹھے واہ ایک دن گذر گیا پھر جمعہ کے دن کو ان کے چہرے سرخ ہو گئے جب شام ہوئی تو کہنے لگے مہلت کے دو دن گذر گئے جب ہفتہ کی صبح ہوئی جو ان کی مہلت کا آخری اور تیسرا دن تھا۔ تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے جب شام ہوئی تو آوازیں لگانے لگے مہلت کی مدت گذر گئی پھر جب اتوار کا دن آیا تو وہ سارے خوشبو لگا کر تیار ہو گئے اور انتظار میں بیٹھ گئے کہ کون سا عذاب وعقاب ان پر آتا ہے ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ عذاب کس طرح واقع ہوگا اور کس طرف سے آئے گا اور ان کو لپیٹ میں لے لے گا۔ جب سورج نکلا اور چمکنے لگا تو آسمان سے ایک چیخ آئی اور ان کے نیچے سے زلزلہ آیا تو ان کی روحیں نکلتی چلی گئیں تڑپ تڑپ کر ختم ہونے لگیں اور ان کی حرکات ٹھنڈی پڑ گئیں اور آوازیں بند ہو گئیں۔ اور حقیقت معلوم ہو گئی اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے گویا ان کی لاشیں تھیں ان میں کوئی حس و حرکت نہ تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان میں سے صرف ایک لڑکی بچی تھی جو پاؤں سے معذور تھی۔ اس کا نام کلبہ بنت السلق تھا اس کو ذریعہ بھی کہا جاتا تھا۔ اس کافرہ کو حضرت صالح علیہ السلام سے سخت دشمنی تھی جب اس نے عذاب دیکھا تو خدا کی قدرت کہ اس کی ٹانگیں درست ہو گئیں اور وہ بہت تیزی سے دوڑی اور ایک عرب قبیلے کے پاس آ کر ان کو مکمل صورت حال کی خبر دی اور عذاب کا قوم پر نازل ہونے کا تذکرہ کیا پھر اس نے پانی مانگا پانی پیتے ہی وہ بھی ہلاک ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا گویا کہ وہ (دولت اور رزق کی فراوانی میں) آباد ہی نہیں رہے خبردار بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا خبردار ثمود کے لئے پھٹکار ہے۔ یعنی قدرت کی زبان نے ان پر یہ آواز لگائی۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجر (ثمود) کے علاقے سے گذرے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سے نشانیوں کا مطالبہ نہ کیا کرو تم سے پہلے اسی قوم ثمود نے اللہ کے پیغمبر سے نشانی کا سوال کیا تو ان کو اونٹنی نشانی کے طور پر دی گئی جو وہ ایک راستے سے پانی پر آتی دوسرے راستے سے واپس جاتی اپنے رب کے حکم سے قوم ثمود نے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں حالانکہ وہ ایک دن ان کا پانی پیتی تھی اور وہ ایک دن اس کا دودھ پیتے تھے جب انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ایک سخت چیخ نے ان کو آ لیا تو ثمود کی قوم کے جتنے لوگ آسمان کے نیچے تھے سب ہلاک ہو گئے صرف ایک شخص ان میں سے بچا جو اللہ کے حرم میں تھا کسی نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون آدمی تھا آپ نے فرمایا کہ وہ ابو رغال تھا اور جب وہ بھی حرم سے باہر نکلا تو وہ بھی (اسی عذاب میں گرفتار ہوا جس عذاب میں اس کی قوم تباہ ہوئی)۔ (یہ حدیث کتب ستہ میں موجود نہیں ہے مگر مسلم کی شرط پر ہے)

حضرت اسماعیل بن امیہ بیان فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ ابو رغال کی قبر کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس کی قبر ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے یہ قوم ثمود میں سے ایک شخص تھا یہ اللہ کے حرم میں ہونے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گیا پھر جب وہ حرم سے باہر نکلا تو اس کو بھی قوم ثمود والے عذاب نے آ پکڑا اور یہیں ختم ہو گیا اور یہیں دفن ہوا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک ٹہنی بھی دفن کی گئی تو یہ سن کر صحابہ کرام وہاں اترے اور اپنی تلواروں کے ساتھ اس جگہ کو کھودا اور وہ سونے کی ٹہنی نکال لی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ مرسل ہے ابو رغال قبیلہ ثقیف کا باپ ہے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث متصل بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم طائف کے علاقے میں گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے ساتھ تھے تو جب رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گذرے تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے یہ ابو رغال ہے یہ قبیلہ ثقیف کا باپ ہے اور اس کا تعلق قوم ثمود سے تھا چونکہ یہ حرم میں تھا اس لئے اس سے عذاب ٹلا رہا جب حرم سے باہر آیا تو اس جگہ اللہ کے عذاب نے اس کو گھیر لیا جس نے قوم ثمود کو گھیرا تھا اور وہ اسی جگہ دفن ہوا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن کی گئی ہے اگر تم یہ جگہ کھودو گے تو وہ چھڑی پا لو گے لوگوں نے جلدی سے وہ جگہ کھودی اور وہ چھڑی نکال لی۔ ابوداؤد نے محمد بن اسحٰق کی سند سے اسے روایت کیا ہے۔

شیخ ابوالحجاج المزی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور عزیز ہے میں (ابن کثیرؒ) کہتا ہوں کہ بجیر ابن بجیر اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہیں اور ان کی پہچان بھی اسی حدیث سے ہے ان سے سوائے اسماعیل بن امیہ کے کوئی روایت نہیں کرتا۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں کہ اس کا مرفوع ہونا وہم معلوم ہوتا ہے اور یہ عبداللہ بن عمرؓ کا کلام ہو سکتا ہے ما قبل مرسل حدیث اور حدیث جابر اس کی شاہد ہیں۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾ (الاعراف: ۷۹)

"پھر صالح علیہ السلام ان سے (ناامید ہو کر) پھرے اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے"۔

قوم کی تباہی کے بعد صالح علیہ السلام نے ان کو خطاب کر کے جب وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر کسی اور علاقے کی طرف

کر رہے تھے یہ گفتگو کی۔ یعنی میں نے تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے ہر طریق سے کوشش کی اور میں نے اپنے قول و عمل اور اپنی نصیحت کے ساتھ تمہاری ہدایت کی حرص رکھی لیکن تمہاری طبیعتیں اس کو قبول کرنے والی نہیں تھیں اور تمہارا حق کو ٹھکرانے کا ارادہ تھا۔ اس لئے تم دردناک عذاب کی لپیٹ میں آ گئے جو تمہارے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا کسی بھی حیثیت سے تم اس سے بچ نہیں سکتے اور نہ میں اس کام سے اس کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہوں میری ذمہ داری پیغام پہنچانا اور خیر خواہی کرنا تھا سو وہ جہاں تک میرے بس اور میری طاقت میں تھا وہ میں کوشش کر چکا اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے تین دن بعد کفار مقتولین کو جو بدر کے کنویں میں پھینک دیئے گئے تھے ان کو مخاطب کیا تھا جب آپ نے رات کے آخری حصہ میں کوچ کا حکم دے دیا تھا اور آپ اپنی سواری پر سوار ہو چکے تھے آپ بدر کے کنویں کے پاس رک کر فرمایا اے کنویں والو کیا تم نے وہ کچھ برحق پالیا جس (عذاب) کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا میرے ساتھ میرے رب نے جو (فتح کا) وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے سچ پالیا۔

اور آپ ﷺ نے اپنی گفتگو میں یہ بھی فرمایا: تم لوگ اپنے نبی کے لئے برا قبیلہ ثابت ہوئے تم نے مجھے جھٹلایا جب کہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے اپنے وطن سے نکالا اور لوگوں نے مجھے ٹھکانہ دیا تم نے میرے ساتھ لڑائی کی اور دوسرے لوگوں نے میری مدد کی۔ تم اپنے نبی کے لئے برا قبیلہ تھے۔

حضرت عمرؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ آپ مردہ لاشوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری باتوں کو تمہاری نسبت وہ زیادہ سن رہے ہیں لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے حرم (بیت اللہ) میں آ کر رہائش پذیر ہو گئے اور یہیں انتقال فرمایا۔

اس وادی سے حضرت ہود اور صالح علیہما السلام گزرے ہیں

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ حج پر تشریف لے جاتے ہوئے وادی عسفان سے گزرے تو دریافت فرمایا اے ابوبکر! یہ کونسی وادی ہے؟ عرض کیا کہ یہ وادی عسفان ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً اس جگہ سے حضرت ہود اور صالح علیہما السلام بھی اونٹوں پر سوار حالت میں گزرے ہیں جن کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں انہوں نے تہبند پہنے ہوئے تھے اور دھاری دار چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور وہ تلبیہ کہتے جاتے تھے حج کرنا چاہتے تھے۔

اس کی سند حسن ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں طبرانی کی حدیث گزر چکی ہے جس میں حضرت نوح اور حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا ذکر ہے۔

غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے نبی ﷺ کا وادی حجر سے گزرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ تبوک میں اترے تو قوم ثمود کے علاقے مقام حجر میں ٹھہرے تو لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی بھرا جہاں سے قوم ثمود پانی بھرتی تھی۔ اور اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائیں تو آپ کے حکم سے صحابہ کرام نے ہانڈیاں الٹ دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا پھر وہاں سے ان کو لے کر روانہ ہوئے حتی کہ اس کنویں کے پاس آ گئے جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی آپ نے صحابہ کو منع فرمایا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہریں جہاں کسی قوم کو عذاب دیا گیا ہو اور ارشاد فرمایا مجھے خوف ہے کہ تم پر وہ عذاب نہ طاری ہو جائے جو ان پر مسلط ہوا

پیش آیا تو حضرت صالح علیہ السلام اونٹنی کے غم میں روتے ہوئے سرداروں کے پاس آئے تو وہ آپ سے معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کام ہماری جماعت کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ چند سر پھرے نوجوانوں کا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس عظیم سانحہ اور گناہ کے بدلے میں حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو کہا کہ تم اس کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرو وہ گئے تو بچہ پہاڑ پر چڑھ چکا تھا وہ اس کے پیچھے اوپر چڑھے تو وہ اور زیادہ اونچا ہو گیا اتنا کہ وہاں پرندے نہیں پہنچ سکتے تھے بچہ رو دیا یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ پڑے اور حضرت صالح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے تین دفعہ زوردار آواز نکالی۔ تو اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا کہ اب تم تین دن تک خوب کھا پی لو اور مزے اڑا لو یہ وعدہ اٹل اور سچا ہے جھوٹ نہیں کہا گیا اور قوم کو یہ بھی بتا دیا کہ مہلت کے پہلے دن ان کے چہرے زرد اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے جب چوتھا دن ہوا تو ان کو ایک چنگھاڑ نے آ لیا جس میں بجلی کی سخت کڑک اور آواز تھی جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ ہو کر گر پڑے۔

لیکن اس روایت کے بعض اجزاء میں شبہ ہے اور ظاہر قرآن کے بھی خلاف ہے جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

سلسلۂ نسب و پیدائش

ابراہیم بن تارخ (۲۵۰) بن ناحور (۱۴۸) بن ساروغ (۲۳۰) بن رعو (۲۳۹) بن فالغ (۴۳۹) بن عابر (۴۶۴) بن شالخ (۴۳۳) بن ارفخشد (۴۳۸) بن سام (۶۰۰) بن حضرت نوح علیہ السلام۔

نوٹ مصنف کتاب کی صراحت کے مطابق (علامہ ابن کثیرؒ نے تمام اسماء کے تحت ان کی عمریں لکھ دی ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اس لئے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن بشر کاہلی سے جو کہ کتاب المبتداء کے مصنف ہیں سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا۔ اس کے بعد ایک طویل قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا بیان کیا ہے۔ کلبی نے کہا ہے کہ ان کی والدہ کا نام بونا بنت کربتا بن کرثی تھا۔ یہ بنو ارفخشد بن سام بن نوح (علیہ السلام) سے تھیں۔ ایک اور سند سے حضرت عکرمہ سے ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت "ابو الضیفان" (یعنی مہمانوں کا باپ) تھی آپ کے پاس مہمان بہت زیادہ آتے تھے اور میزبانی کرنے میں آپ بہت مشہور تھے اس لئے آپ کی کنیت ابو الضیفان مشہور ہوئی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب تارخ کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی تو اس کے ہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے پھر ناحور اور ہاران پیدا ہوئے اور ہاران کے ہاں لوط علیہ السلام پیدا ہوئے اہل تاریخ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام منجھلے بھائی تھے اور ہاران اپنے باپ کی زندگی میں اسی زمین میں فوت ہوئے جس میں ان کی پیدائش ہوئی تھی یہ کلدانیوں کی زمین تھی جس سے ان کی مراد بابل شہر ہے۔ اہل سیرت اور مؤرخین کے نزدیک یہی مشہور اور صحیح ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غوطہ دمشق میں برزہ نامی بستی کے قاسیون نامی پہاڑ میں پیدا ہوئے اس کے بعد ابن عساکر کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ ارض بابل میں پیدا ہوئے اور غوطہ دمشق کی بستی برزہ ہی کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی مدد کے لئے ان کے علاقے میں گئے تھے تو انہوں نے وہاں نماز ادا فرمائی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے اور ان کے بھائی ناحور نے ملکا بنت ہاران سے یعنی اپنی چچازاد بہن سے شادی کی تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سارہ بانجھ تھیں ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ تارخ اپنے بیٹے ابراہیم اور اپنی بہو سارہ اور اپنے پوتے لوط بن ہاران کو لے کر چلے اور ان کا کلدانیوں کی سرزمین سے ارض کنعان کے علاقے میں آنے کا ارادہ تھا مقام حران میں رہائش پذیر ہوگئے۔ اور تارخ ۲۵۰ برس کی عمر میں وہاں فوت ہوگئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تارخ حران میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ کلدانیوں کے علاقے بابل اور اس کے قرب وجوار کے مقام میں پیدا ہوئے۔ پھر وہ کنعانیوں کے علاقے (جو بیت المقدس کا علاقہ ہے) کا ارادہ کرکے وہاں سے چلے اور حران نامی جگہ میں رہائش پذیر ہوگئے۔ اور اسی دور میں کلدانیوں کا مقام حکومت بھی یہی تھا اور جزیرہ اور شام کی زمین میں بھی ان کی آبادی تھی یہ سات ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور دمشق شہر کے آباد کرنے والے لوگ بھی اسی دین کی پیروی کرتے

تھے۔ اور قطب شمالی کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کئی قسم کے اقوال و افعال کے ساتھ ستاروں کی پوجا کرتے تھے اسی وجہ سے دمشق کے ساتوں دروازوں میں سے ہر دروازے پر ایک ستارے کا ہیکل بنا کر نصب کیا گیا تھا وہاں عید یں منائے اور قربانیاں بھی ان کے پاس کرتے تھے۔ اسی طرح اہل حران بھی ستاروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اہلیہ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام کے سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر تھے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ذریعہ ہی سے اللہ تعالیٰ نے ان فتنوں اور گمراہیوں کو دور فرمایا۔

جس طرح کہ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے رشد و ہدایت سے نوازا اور ان کو رسول بنایا اور کم سنی میں ان کو اپنا خلیل بنایا چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء ۵۱)

"اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان سے پہلے ہی ہدایت دی اور ہم ان کو جانتے تھے (یعنی وہ ان کی لیاقت سے واقف تھا)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ــــــ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (العنکبوت ۱۶ ـ ۲۷)

"اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تم تو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور طوفان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس خدا ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔ اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلی امتیں بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں۔ اور پیغمبر کے ذمہ تو کھول کر پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر کس طرح اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ بات خدا کو آسان ہے ان سے کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا پھر خدا ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور تم اس کو نہ تو زمین میں عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ اور جن لوگوں نے خدا کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات کے دن سے انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا"۔

تو ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا آگ میں جلا دو مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ کی سوزش سے بچا لیا اس بات میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لئے مگر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا پھر تمہارا وہاں کوئی مددگار نہ ہوگا۔

پس ان پر ایک لوط ایمان لائے اور (ابراہیم) کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے اور ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب مقرر کر دی اور ان کو دنیا میں ان کا صلہ عنایت کیا اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔

بلکہ مزید نیکی اور احسان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

میں تیرے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا میرا رب میرے ساتھ بڑا مہربان ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور دیگر متقدمین نے حفیا کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے کہ اس نے مجھے اپنی عبادت کرنے کی وحی اور اپنے لئے مخلص ہونے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اس لئے فرمایا کہ آزر میں تم سے اور ان (بتوں) سے الگ ہوتا ہوں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور میں اپنے رب کو پکاروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

تو اپنے وعدہ کے مطابق ابراہیم علیہ السلام اپنی دعاؤں میں اپنے باپ کے لئے بخشش طلب کرتے رہے لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ (التوبہ:۱۱۴)

"اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے اس میں کچھ شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت کے روز جب اپنے باپ سے ملیں گے تو آزر کا چہرہ سیاہ اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہوگا تو ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ کیا میں نے تجھے کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کر تو باپ جواب دے گا کہ آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا تو ابراہیم علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے بے شک تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ اس دن تو مجھے رسوا نہیں کرے گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو تیری رحمت سے دور میرے باپ سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی زیادہ ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بے شک میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم اپنے پاؤں کے نیچے کی طرف دیکھو وہ دیکھیں گے کہ ایک مردار (گندگی میں) لتھڑا ہوا ہے پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (الانعام:۷۴)

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو کیا معبود بناتے ہو میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہی میں ہو"۔

اس آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے باپ کا نام آزر تھا اور علم انساب کے ماہر جمہور علماء جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اہل کتاب اس کو تارخ تارہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے بت کے نام سے اس کا لقب مشہور ہو گیا تھا جس کی وہ عبادت کرتا تھا اور اس کا نام آزر تھا۔

علامہ ابن جریر بھی فرماتے ہیں کہ یہی درست ہے کہ خود اس کا اپنا نام آزر تھا تو ہو سکتا ہے کہ اس کے دو نام ہوں یا ایک نام دوسرا لقب ہو یہ ایک احتمال ہے جس کا صحیح ہونا ممکن ہے۔

ستاروں کی پرستش

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ـــــ عَلِيْمٌ﴾ (سورۃ الانعام: ۷۵-۸۳)

"اور ہم اسی طرح ابراہیم کو آسمان اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں جب رات نے ان کو پردہ تاریکی میں ڈھانپ لیا تو آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے۔ جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے پسند نہیں پھر جب چاند کو دیکھا کہ وہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ لوگو! جن چیزوں کو تم خدا کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ میں نے سب سے بیزار ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اور ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں کیا بحث کرتے ہو اس نے تو مجھے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا ہاں جو میرا پروردگار کچھ چاہے۔ میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے کیا تم خیال نہیں کرتے۔ بھلا میں ان چیزوں سے جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ خدا کے ساتھ شریک بناتے ہو جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اب دونوں فریق میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے اگر سمجھ رکھتے ہو تو بتاؤ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں بے شک تمہارا پروردگار دانا (اور) حکمت والا اور علم والا ہے ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے مناظرے کو بیان کیا گیا ہے آپ نے ان کو بتایا کہ یہ نظر آنے والے روشن ستارے عبادت کے لائق نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ ان کی پوجا کی جا سکتی ہے کیونکہ وہ مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال تک پہنچایا وہ اللہ کے پیدا کردہ ہیں وہ ان کا مدبر ہے اور وہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ کبھی طلوع ہوتے ہیں کبھی غروب ہوتے ہیں اور اس جہاں سے غائب ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں وہ حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اس کی ذات کو زوال نہیں ہے وہ اکیلا معبود ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے پہلے ان کو ستاروں کے معبود نہ ہونے کی بات سمجھائی کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زہرہ ستارے کو دیکھ کر بات کی تھی پھر آپ چاند کی طرف متوجہ ہوئے جو زہرہ ستارہ سے زیادہ چمک دار تھا اور زیادہ خوبصورت تھا پھر آپ نے سورج کی طرف توجہ فرمائی جو تمام اجرام فلکیہ میں زیادہ روشنی اور خوبصورتی والا ہے لیکن ان کو بتایا کہ وہ اللہ کی طرف سے کام میں لگائے ہوئے اسی کے حکم کے تابع ہیں اور اسی کے حکم سے اس کی چال کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اور وہ اسی کے پیدا کردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لائے ہو یا ہم سے کھیل کی باتیں کرتے ہو۔ ابراہیم نے کہا کہ نہیں بلکہ تمہارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس بات کا گواہ (اور اسی کا قائل) ہوں۔ اور خدا کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔ پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ وہ تو کوئی ظالم ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے اسے ابراہیم کہتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں۔ جب ابراہیم آئے تو بت پرستوں نے کہا کہ ابراہیم بھلا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تو نے کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا۔ اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔ انہوں نے اپنے دل میں غور کیا تو آپس میں کہنے لگے بے شک تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی کہنے لگے) کہ تم جانتے ہو یہ بولتے نہیں۔ (ابراہیم نے کہا) پھر تم خدا کو چھوڑ کر کیوں ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ تب وہ کہنے لگے کہ اگر تمہیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی بن جا اور ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا۔ اور ناکام بنا دیا۔ اور سورۃ شعراء میں اللہ کا فرمان ہے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرٰهِيْمَ ـــــ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ (الشعراء ۶۹۔۸۳)

"اور ان کو ابراہیم کا حال پڑھ کر سنا دو۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں۔ یا تمہیں کچھ فائدہ دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے ابراہیم نے کہا کیا تمہیں خبر ہے کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی وہ میرے دشمن ہیں لیکن خدائے رب العالمین (وہ میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور وہ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخش دے گا۔ اے پروردگار مجھے علم اور دانش عطا فرما اور اپنے نیکوکار بندوں میں شامل فرما۔"

اور سورۃ صافات میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَإِبْرٰهِيْمَ ـــــ الْأَسْفَلِيْنَ﴾ (صافات: ۸۳۔۹۸)

"اور ان ہی کے پیرووں میں سے ابراہیم بھی تھے جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کی پوجا کرتے ہو کیوں جھوٹ بنا کر خدا کے سوا اور معبودوں کے طلبگار ہو۔ بھلا پروردگار عالم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا میں تو بیمار ہوں تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔ پھر ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو۔ پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا تو وہ لوگ ان کے پاس

دوڑتے ہوئے آئے تو ابراہیمؑ نے کہا کہ تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔ حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک عمارت بناؤ اور اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔ غرض انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ انہوں نے بتوں کی عبادت سے اپنی قوم کو منع کیا اور ان کا گھٹیا و ذلیل ہونا بیان کیا اور یوں فرمایا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے سامنے تم جھکے ہو اور ان کے لئے اپنی عاجزی اور انکساری ظاہر کرتے ہو تو قوم نے آپ کا جواب یہ دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔

یعنی ان کی بت پرستی کی دلیل صرف یہی تھی کہ ان کے باپ دادا بھی یہی کام کرتے آئے ہیں اور ان بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں ہو۔ جیسے دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے۔

"جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو کیا تم اللہ کے سوا جھوٹے معبود گھڑ لیتے ہو بھلا پروردگار عالم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم نے غیر اللہ کی عبادت کی ہے تو جب تم خدا سے ملاقات کرو گے تو تمہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں یا تم کو کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔ یعنی انہوں نے یہ بات مان لی کہ وہ کسی کی پکار نہیں سنتے اور نہ نفع نقصان کے مالک ہیں وہ تو ان بتوں کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے جیسے جاہل اور گمراہ آباء و اجداد کی پیروی کی ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ:

"کیا تم کو خبر ہے کہ جن کی تم اور تمہارے اگلے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں وہ تو یقینی طور پر میرے دشمن ہیں مگر جہانوں کا پروردگار میرا دوست ہے"

یہ بات ان بتوں کی الوہیت اور ان کی عبادت کے غلط ہونے پر ایک مضبوط اور پختہ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے ان کی خباثت و رذالت بیان کی ہے اور ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا ہے اور ان کی توہین کی تو اگر وہ نفع و نقصان کے مالک ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچا دیتے اور اگر ان بتوں میں اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام پر اثر کرتے۔

تو قوم نے کہا

کہ کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا تو مذاق کرنے والوں میں سے ہے۔

ان کا مطلب یہ تھا کہ جو باتیں آپ ہمارے معبودوں اور ہمارے آباء و اجداد کے بارے میں کہتے ہو اور ان کی توہین و تذلیل کرتے ہو اور طعن و تشنیع کرتے ہو یہ بات حقیقتاً ہے یا محض مذاق ہے اس کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں بھی اس بات پر ایک گواہ ہوں۔

یعنی میں آپ سے اس بارے میں پکی اور سچی بات کہتا ہوں کہ تمہارا سچا معبود برحق صرف اور صرف اللہ ہے وہ تمہارا

وہ ہر چیز کا رب ہے اور بغیر نمونے کے آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے اور میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں۔ اور سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے خلاف چال چلوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے قسم اٹھا کر کہا کہ جب تم سب اپنے تہوار کے موقع پر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے معبودوں کے خلاف ایک خفیہ کاروائی کروں گا اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ بات انہوں نے اپنے دل میں کہی تھی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یہ بات سن لی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ایک تہوار مناتی تھی اور سب کے سب شہر سے باہر چلے جاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کے والد نے ان کو ساتھ چلنے کو کہا تو فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ جیسے کہ سورۃ صافات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "پھر انہوں نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی پھر کہا بیشک میں بیمار ہوں"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بات میں تعریض واشارہ کرتے ہوئے اپنا ایک مقصد حاصل کیا ہے کہ ان کے بتوں کی بے عزتی کی اللہ تعالیٰ کے برحق دین کی مدد کی اور بتوں کی عبادت کو غلط اور باطل قرار دیا۔ کیونکہ وہ عبادت کے مستحق نہیں تھے بلکہ وہ اس قابل تھے کہ ذلیل اور حقیر کئے جائیں اور توڑے جانے کے قابل تھے تو جب ان کی قوم کے لوگ اپنے تہوار منانے کو گئے اور ابراہیم علیہ السلام شہر میں ٹھہرے رہے تو ابراہیم علیہ السلام ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ پوشیدہ طور پر تیزی سے ان بتوں کی طرف گئے تو وہ بڑی خوبصورت حالت میں تھے کہ ان کے آگے بہت سے قسم قسم کے کھانے ان کے تقرب کے لئے رکھے ہوئے تھے تو آپ ان کی توہین اور مذاق کے انداز میں ان سے کہنے لگے کیا تم ان کو کھاتے نہیں ہو؟ اور تمہیں کیا ہے کہ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ اور دائیں ہاتھ سے ان کو مارنے کے لئے چل پڑے۔ (سورۃ صافات)

دائیں ہاتھ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ پکڑنے میں مضبوط اور طاقتور ہے اور زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ فرمایا ہے

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ﴾ ان تمام کو ٹکڑے کر دیا مگر ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے وہ کلہاڑا بڑے بت کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گویا ان کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بڑے کو غیرت آگئی کہ میرے ہوتے ہوئے بھی ان چھوٹوں کی پرستش ہو رہی ہے۔

جب وہ لوگ اپنے تہوار سے واپس آئے اور دیکھا کہ ان کے معبودوں کا بہت برا حشر ہو گیا ہے تو کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حشر کس نے کیا ہے بے شک وہ بڑا ظالم ہے اس واقعہ میں ایک بڑی کھلی دلیل تھی اگر وہ عقل اور سمجھ سے کام لیتے۔ وہ اس طرح کہ توڑ پھوڑ کے بعد سے ان کی خوب توضیح کی گئی کہ اگر وہ حقیقی معنی میں معبود برحق ہوتے تو یہ حشر ان کے ساتھ نہ ہوتا اور وہ ان کو اپنے آپ سے دور رکھتے جنہوں نے ان کو نقصان پہنچایا تھا لیکن اس قوم نے اپنی کم عقلی جہالت گمراہی کی وجہ سے کہا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے بے شک وہ ظالموں میں سے ہے۔ آپ کی قوم میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو ان کو گالیاں دیتے سنا ہے اس کا نام ابراہیم ہے۔ یعنی وہ نوجوان ان پر عیب لگاتا اور ان کی توہین کرتا تھا وہی ان کو توڑنے والا اور یہ کام کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے یہ کہتے سنا ہے اللہ کی قسم میں تمہارے معبودوں کے ساتھ خفیہ چال چلوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔

اب ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ بھی دیکھ سکیں یعنی ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کے ایک بڑے اجتماع میں لے آؤ تاکہ وہ اس کا کلام سنیں اور اس بات کی گواہی دیں اور اپنے خداؤں پر نازل شدہ عذاب کا بدلہ لے سکیں اور ان کی مدد کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ سب لوگ اکٹھے ہو جائیں تاکہ وہ بتوں کے تمام پجاریوں پر ان کے باطل ہونے کی دلیل و حجت قائم کر دیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے کہا تھا کہ تمہارے ہمارے درمیان مقابلہ کا وعدہ اور وقت عید کا دن ہے اور یہ کہ لوگ صبح کے وقت اکٹھے کیے جائیں۔

جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ سب اکٹھے ہو گئے اور اپنے پروگرام کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کو لے آئے تو کہنے لگے اے ابراہیمؑ یہ کام تم نے کیا ہے ہمارے بتوں کے ساتھ۔ تو فرمایا کہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان کی اس بات کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے اس بڑے بت نے مجھے اس کام پر ابھارا ہے آپ نے تعریض و کنایہ سے کام لیا تھا۔ پس ان سے پوچھو اگر یہ کلام کرتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس بات سے مقصد یہ تھا کہ وہ فوراً کہیں کہ یہ تو بات ہی نہیں کرتے اور اس طرح وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ یہ بھی دوسرے جمادات اور پتھروں کی طرح گونگے اور بے حس و حرکت ہی ہیں۔ پھر وہ اپنے دلوں میں مان گئے کہ بے شک تم ہی ظالم ہو۔

یعنی وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم خود ہی ظلم کرنے والے ہیں یعنی تم نے ان کو نگرانی کے بغیر چھوڑ کر ظلم کا کام کیا ہے پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے۔

سدیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ پھر اپنی سرکشی اور کفر کی طرف لوٹنے لگے کی طرف لوٹے۔ اس تفسیر کے لحاظ سے معنی یہ ہوں گے یقیناً تم ہی ظالم تھے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ان بتوں کی عبادت کرتے اپنے اوپر خود ہی ظلم کیا ہے اور حضرت قتادہؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ حیران ہوئے برائی کی طرف مائل ہونے لگے اور اپنے سر جھکا لئے اور کہنے لگے۔ تجھے خوب معلوم ہے کہ یہ کلام نہیں کرتے یعنی اے ابراہیم تجھے خود معلوم ہے کہ یہ بات نہیں کر سکتے پھر تو ہمیں ان سے سوال کرنے کا حکم کیوں دے رہا ہے تو اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم اللہ کے سوا ایسے معبودوں کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ تمہارے لئے تف ہے اور ان معبودوں کے لئے بھی جن کی عبادت کرتے ہو کیا تم کو عقل نہیں ہے کہ اس بات کو سمجھو۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک سورۃ انبیاء میں ارشاد فرمایا ہے کہ: "وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔ یعنی بتوں اور مورتیوں کی عبادت کیسے کرتے ہو جن کو تم خود لکڑی اور پتھر سے تراشا اور اپنی پسند کے مطابق ان کی شکل و صورت بنائی حالانکہ تم کو اور جن کو تم بناتے ہو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اس جگہ ما تعملون میں "ما" مصدریہ ہو یا الذی کے معنی میں ہو دونوں طرح اس کلام کا مفہوم اور مقصود یہ ہے کہ تم بھی اور تمہارے بت بھی مخلوق ہیں۔ تو اپنی جیسی مخلوق کی عبادت کیسے کرتے ہو تم ان کی عبادت کرو یا وہ تمہاری عبادت کریں سب برابر ہیں اور یہ باطل اور بیکار ہے بلکہ عبادت کا مستحق صرف اکیلا اللہ ہی ہے۔

جب بحث و مناظرہ میں لاجواب ہو گئے اور عاجز آ گئے تو مناظرے اور بحث سے کنارہ کر لیا اور طاقت و قوت کے

استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کیونکہ وہ اب اس سے عاجز آ گئے تھے کہ وہ کسی دلیل کو ذکر کر سکتے جو ان کی جہالت اور ان کے عقیدہ کے باطل اور بے بنیاد ہونے میں کوئی شبہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کر دیا اور اپنے کلمہ اور دین کو بلند کیا، جیسے سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ (الانبیاء ۶۸۔۷۰)

"کہ ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اس طرح سے اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے (تو ایسا کرو) تو ہم نے اپنے پیغمبر کو بچانے کے لئے آگ کو حکم دے دیا کہ اے آگ ابراہیم پر سلامتی اور ٹھنڈی ہو جا۔ اس طرح ہم نے ان کو ان کی چال میں ناکام کر دیا۔"

انہوں نے اس پروگرام کے تحت اپنی طاقت کے مطابق ہر ممکن جگہ سے لکڑیاں اکٹھی جمع کرنے لگے اور ایک مدت تک اکٹھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے ان کی کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ اپنی شفا کے لئے یہ نذر مانتی کہ اگر میں تندرست ہو گئی تو ابراہیم کے جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کروں گی۔ پھر انہوں نے ایک بہت بڑا گڑھا تیار کیا اور اس میں وہ جمع شدہ ایندھن ڈال دیا اور آگ لگا دی، آگ بھڑک اٹھی اور اس کے شعلے اتنے بلند ہونے لگے اتنی بڑی آگ کبھی نہیں دیکھی گئی، پھر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک منجنیق میں بٹھا دیا اس کو بنانے والا ہیزن نامی ایک شخص تھا اور یہ پہلا آدمی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا اور قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ پھر وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں مضبوطی سے باندھ رہے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ (لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعَالَمِينَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ) "تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو پاک ہے اے جہانوں کے رب تیرے لئے ہی سب تعریفیں ہیں بادشاہی تیرے لئے ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔"

اور جب قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے پلڑے میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا تو آپ نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب ان کو کہا گیا کہ لوگ تمہارے خلاف جمع ہوئے ہیں ان سے ڈر جاؤ تو اس بات نے ان کا ایمان زیادہ کر دیا اور انہوں نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے یہ کہا اے اللہ تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں اکیلا تیری عبادت کرتا ہوں۔

اور بعض متقدمین سے نقل کیا گیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کھلی فضا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور آ کر عرض کیا۔ اے ابراہیم کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے فرمایا آپ سے مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ بارش والا فرشتہ کہنے لگا کہ مجھے کب حکم ہو اور میں بارش برساؤں مگر اللہ کا حکم آگ کی طرف جلدی پہنچا۔ ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی

والی بن جائے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اے آگ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا۔ حضرت ابن عباس اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ وسلاما علی ابراھیم نہ فرماتے تو آگ کی ٹھنڈک ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچاتی۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اس دن لوگوں نے آگ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور آگ نے ابراہیم علیہ السلام کی صرف رسیاں ہی جلائی ہیں۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے، اور وہ آپ کا پسینہ صاف کرتے رہے اس کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کو کوئی تکلیف لاحق نہیں ہوئی۔

سدی نے فرمایا کہ آپ کے ساتھ سایہ کا فرشتہ بھی تھا آپ ایک سرسبز وشاداب باغ میں تھے اور آپ کے اردگرد لوگ ان کو دیکھ رہے تھے اور ان تک پہنچ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس آسکتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو انہوں نے بہت اچھی بات کی اور خوبصورت بات کہی۔ "کہا" کہ اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا رب ہے۔

علامہ ابن عساکر نے حضرت عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو آپ کو آواز دے کر کہنے لگی اے بیٹے میں تیرے پاس آنا چاہتی ہوں اللہ سے دعا کر کہ میں جب تیرے پاس آؤں تو آگ کی تپش مجھے تکلیف نہ دے۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں دعا کرتا ہوں تو وہ آپ کی طرف آئی اور آگ اس پر کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔ آپ کے پاس پہنچ کر گلے لگایا اور بوسہ دیا اور واپس چلی آئی۔

منہال بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس دن یا پچاس دن رہے اور آپ نے فرمایا کہ آگ والے دنوں اور راتوں سے اچھی زندگی میں نے کبھی نہیں گزاری اور میری تو خواہش ہے کہ میری ساری زندگی اور حیات اسی طرح ہو جائے (صلوات اللہ وسلامہ علیہ)

خلاصہ یہ کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انتقام لینا چاہا مگر ذلیل و رسوا ہوئے اور انہوں نے جب آپ کو بلند کرنا چاہا لیکن رسوا و پست ہوئے غالب آنا چاہا مگر مغلوب ہوئے۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں یوں بیان فرمایا:

﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ (الانبیاء:۷۰) اور انہوں نے اس کے ساتھ چال چلی مگر ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہم نے ان کو نیچا کر دیا۔

یہ ذلت و رسوائی تو ان کو دنیا میں ملی۔ اور آخرت میں آگ ان پر سلامتی والی اور ٹھنڈی نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کو اس سلامتی کا تحفہ پیش کیا جائے گا۔ بلکہ وہ تو اس طرح ہوگی جس طرح اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ (الفرقان ۶۶)

"بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لئے بہت بری جگہ ہے"

حضرت ام شریکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ (آگ تیز کرنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام پر) پھونکیں مارتی تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھپکلی کو قتل کر دے کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر جلائی ہوئی آگ میں پھونکیں مارتی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ جب اسے دیکھتی تھیں تو اسے مار دیتی تھیں۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے ایک نیزہ کھڑا کیا ہوا دیکھا تو اس نے پوچھا کہ یہ اس طرح کیوں ہے؟ اس کے ساتھ آپ کیا کرتی ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس سے چھپکلیاں مارتے ہیں۔ کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین کے تمام جانور اس آگ کو اپنی حسب کوشش بجھاتے تھے سوائے چھپکلی (اس آگ کو تیز کرنے کے لئے) اس میں پھونک مارتی تھی۔ (ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ)

سائبہ مولاۃ الفاکہ بن المغیرہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئی تو میں نے آپ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا تو میں نے عرض کی کہ اے ام المؤمنین آپ اس کے ساتھ کیا کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ چھپکلیوں کے لئے ہے ہم اس کے ساتھ ان کو مارتے ہیں۔

بے شک ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانور اور حشرات الارض آگ کو بجھاتے رہے مگر چھپکلی اس میں پھونک مارتی تھی تو اللہ کے رسول نے ہمیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔
(مسند احمد، ابن ماجہ)

اپنے وقت کے بادشاہ نمرود کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ

یہ مناظرے کا ذکر ایسے شخص کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریائی کی چادر چھیننا چاہتا تھا اور اس نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ اللہ کے کمزور بندوں میں سے یہ بھی ایک کمزور بے بس اور ضعیف بندہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس کا ذکر یوں فرمایا ہے

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ ـــــ الظَّالِمِينَ﴾ (البقرہ: ۲۵۸)

"بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ خدا نے اس کو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے یہ سن کر وہ کافر حیران رہ گیا اور خدا بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

یہ ایک جبار اور سرکش بادشاہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے کا ذکر ہے جس نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی دلیل کو غلط اور بے کار کر دیا اور اس کی جہالت اور کم عقلی کو ظاہر کر دیا۔ اس کے منہ میں برہان ربانی کی لگام ڈالی اور اس پر سیدھا راستہ روشن اور واضح کر دیا۔

بادشاہ کا نام ونسب:

مفسرین و مؤرخین اور ماہرین انساب کا اس میں اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ یہ بادشاہ بابل کا حاکم تھا اس کا نام و نسب یہ ہے نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح علیہ السلام (یہ حضرت مجاہد کا قول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ نمرود بن فالح بن عابر بن صالح بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ چار بادشاہ ایسے گذرے ہیں کہ ان کی حکومت و بادشاہی پوری دنیا پر تھی یہ نمرود ان میں سے ایک تھا۔ ان چار بادشاہوں میں دو تو مسلمان تھے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین اور دو کافر ان میں سے ایک یہ نمرود تھا دوسرا بخت نصر۔

اور مفسرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نمرود نے ۴۰۰ سال حکومت کی ہے یہ بڑا ظالم و جابر سرکش تھا اور دنیا اور اس کی آسائشیں اور دنیا کی لذتیں اس کے مدنظر اور اس کا محور تھیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو خدائے واحد لاشریک کی پرستش اور عبادت کی طرف بلایا تو اس نے اپنی جہالت و گمراہی اور لمبی چوڑی امیدوں کے باندھنے کی وجہ سے کائنات کے پیدا کرنے والے اور بنانے والے خدا کا انکار کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں جھگڑا اور مناظرہ کیا اور اپنی ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میرا رب مارتا ہے اور زندہ بھی کرتا ہے تو اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ پھر اس دلیل کی تشریح کے طور پر قتادہ سدی محمد بن اسحاق وغیرہ نے یہ نقل کیا ہے کہ اس کے دو آدمی لائے گئے جن کے قتل کا فیصلہ ہو چکا تھا اس نے ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا اور ایک کو معاف کر دیا گویا اس نے ایک کو زندہ کر دیا اور ایک کو مار دیا لیکن اس کا یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کے مقابل اور معارض نہ تھا یہ تو بحث و مناظرہ سے ایک الگ چیز تھی۔ بلکہ یہ دھوکا اور اصل بحث سے بھاگنا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو روز مرہ کے مشاہدات اور حیوانات و انسان کو پیدا کرنے اور ان کو مارنے اور زندہ کرنے والے صانع و خالق کے وجود پر دلیل دی تھی۔ اور واقعۃً ایک کرنے والے کے وجود پر دلیل ہیں کیونکہ یہ سب کسی پیدا کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتے ان کا کوئی ایسا کرنے والا تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے اور وہ اس کے حکم کے تابع ہیں اور اسی نے ستاروں، زمین ہواؤں چاند و سورج اور بارش کو کام میں لگا رکھا ہے جس نے تمام حیوانات اور نظر آنے والی تمام اشیاء پیدا کی ہیں پھر وہ ان حیوانات کو مارتا ہے۔

اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو آپ کے جواب میں جاہل بادشاہ کا یہ کہنا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں تو اس کے دو مطلب ہوں گے اگر تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ واقعۃً ان چیزوں کے کرنے والا ہے تو یہ سرکشی اور عناد ہے اور اگر اس معنی میں ہے جو قتادہ اور سدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے تو یہ بات زیر بحث بات سے الگ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس طرح اس نے نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بات کا رد کیا اور نہ آپ کی دلیل کا کوئی جواب دیا۔ اس طرح بادشاہ کا اصل بحث سے دربار میں موجود لوگوں اور حاضر نہ ہونے والوں پر پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالق کے وجود اور نمرود کے دعویٰ کے بطلان پر ایک اور دلیل پیش فرمائی کہ بے شک اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب

سے لے آ۔ یعنی یہ سورج ہر دن کا پابند ہے کہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے جب اس کے خالق اور چلانے والے اور اس پر قدرت رکھنے والے نے اس کو پابند کیا ہے وہی معبود برحق ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

اگر تو زندہ کرتا اور مارتا ہے جیسے کہ تو دعویٰ کرتا ہے تو پھر تو اس سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔ کیونکہ زندہ کرنے اور مارنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کسی بھی کام سے کوئی نہیں روک سکتا وہ کسی سے مغلوب نہیں ہوسکتا۔ وہی ہر چیز پر غالب اور ہر چیز اس کی مشیت وارادے کی پابند ہے۔ اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو جو میں کہہ رہا ہوں اسے کر کے دکھا اگر تو یہ نہ کر سکا تو پھر تو ایسا نہیں ہے جیسے کہ تیرا گمان اور دعویٰ ہے۔

اصل میں ظاہر بات یہ ہے کہ تو خود اور تیرے سوا ہر شخص جانتا ہے کہ تو اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا بلکہ تو ایک چھوٹی سی مخلوق ایک مچھر کے بنانے پر بھی تجھے قدرت نہیں ہے اور اگر تجھے وہ مچھر کوئی تکلیف دے تو اس سے اپنا بدلہ نہیں لے سکتا۔

تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی گمراہی جہالت کم عقلی اور اس کا جھوٹ بولنا واضح کیا اس کے عقیدے اور دعوے کو باطل قرار دیا اور اس کی جاہل قوم درباریوں کے سامنے اس کے فخر وغرور کا پردہ چاک کیا اس لئے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی جواب نہ دے سکا اور بالکل خاموش ہو گیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے:

﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

"پس وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا"

مناظرہ کب ہوا

سدیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جس دن آگ سے نکل کر باہر آئے تو نمرود سے سب سے پہلی ملاقات اسی دن ہوئی اور یہ گفتگو صرف ان دونوں کے درمیان تھی۔

عبدالرزاق صاحب مصنف نے بواسطہ معمر زید بن اسلم سے ذکر کیا ہے کہ نمرود کے پاس غلہ تھا اور لوگ وفد کی صورت میں اس کے پاس غلہ حاصل کرنے کے لئے پہنچ رہے تھے اور ابراہیم علیہ السلام بھی اسی غرض کے لئے وہاں پہنچے اس سے پہلے آپ کی نمرود کے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ ہوا تو اس نے سب لوگوں کو غلہ دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو غلہ نہ دیا اور آپ غلہ کے بغیر واپس لوٹے جب گھر کے پاس پہنچے تو مٹی کے ایک ڈھیر سے اپنے دونوں تھیلے بھر لئے اور سوچا کہ اس کے ساتھ اپنے گھر والوں کو مشغول کر دوں گا۔ جب گھر پہنچے تو سواری سے پالان اتار کر اور ٹیک لگا کر سو گئے آپ کی اہلیہ نے دونوں بوروں کو دیکھا کہ وہ بہترین غلے سے بھرے ہوئے ہیں تو انہوں نے اس سے کھانا تیار کیا آپ جب نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ کھانا تیار ہے تو دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا ہے تو آپ کی اہلیہ نے جواب دیا کہ یہ اسی سے نکالا ہے جو آپ لائے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے:

نمرود کا اللہ کے مقابلہ میں لشکر اکٹھا کرنا اور اس کی موت

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو اس کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دے۔ تو اس نے انکار کیا۔ اس فرشتہ نے دوبارہ دعوت دی اس نے پھر انکار کیا تیسری بار پھر دعوت دی اس نے پھر

انکار کیا اور کہنے لگا میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں تو بھی اپنا لشکر اکٹھا کر نمرود نے سورج نکلتے ہی اپنے لشکر اکٹھے کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے مچھروں کی ایک فوج بھیجی جو اتنی تعداد میں تھی کہ جو سورج نظر نہ آتا تھا اللہ تعالیٰ نے مچھروں کی اس فوج کو نمرود کے لشکر والوں پر مسلط کر دیا تو وہ ان کا گوشت کھا گئے اور خون پی گئے ان کی ہڈیاں ہی رہ گئی تھیں ایک مچھر نمرود کے ناک میں داخل ہوا وہاں پہنچ کر سو سال رہا گٹ پڑ یرہا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر سے مچھر کے ساتھ اس کو سزا دی اس کو اس پوری مدت میں لوہے کی سلاخوں کے ساتھ پیٹا جاتا رہا حتیٰ کہ اسی طرح اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بلاد شام کی طرف ہجرت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فآمن له لوط ــــــ من الصالحين﴾ (العنکبوت: ۲۶۔ ۲۷)

"پس لوط علیہ السلام اس پر ایمان لائے اور کہا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بیشک وہ غالب حکمت والا ہے اور ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب مقرر کر دی اور ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ دیا اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں میں ہوں گے"

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَنَجَّيْنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي ــــــ وَكَانُوا لَنَا عَٰبِدِينَ﴾ (الانبیاء: ۷۱۔ ۷۳)

"اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کیا مزید برآں یعقوب اور سب کو نیک بخت کیا اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور لوط کا قصہ یاد کرو جب ہم نے ان کو علم (یعنی حکمت و نبوت) اور ہم بخشا اور اس بستی سے جہاں کے لوگ گندے کام کیا کرتے تھے بچا نکالا بیشک وہ برے اور بدکردار لوگ تھے اور انہیں رحمت کے سایہ میں داخل کیا کچھ شک نہیں کہ وہ نیک بندوں میں سے تھے"۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑا اور الوداع کیا اور آپ کی بیوی بانجھ تھی ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا اور اپنی کوئی اولاد نہ تھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہ تھی۔ صرف آپ کے بھتیجے لوط بن ہاران بن آزر تھے۔ اس ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نیک اولاد عطا فرمائی اور آپ کی اولاد میں نبوت و کتاب جاری فرمائی۔ آپ کے بعد جتنے بھی نبی آئے وہ آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔

اور اس کے بعد جس نبی پر کتاب اللہ نے نازل فرمائی وہ بھی آپ کی اولاد اور نسل میں سے تھا یہ اللہ کا آپ پر خاص انعام و فضل تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ نے اپنے علاقہ اور اہل و عیال و رشتہ داروں کو صرف اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑا اور ایسے علاقے میں چلے گئے جہاں وہ آسانی سے اللہ کی عبادت کر سکیں اور اللہ کی مخلوق کو اللہ کی توحید و عبادت کی دعوت پیش کر سکیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس ملک کی طرف ہجرت کی؟

اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابی بن کعب اور قتادہ اور ابو العالیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ یہ سرزمین شام ہے اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی ہے۔"

(۲) عوفی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ سرزمین مکہ ہے ان کا فرمان ہے کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران:۹۶)

"پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور جہاں والوں کے لئے موجب ہدایت"۔

(۳) حضرت کعب احبار کا فرمانا ہے کہ وہ حران کا علاقہ ہے اور یہ بات ہم اہل کتاب کے حوالے سے پہلے نقل کرآئے ہیں سرزمین بابل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اپنے بھتیجے لوط بھائی ناحور اہلیہ محترمہ حضرت سارہ اور بھائی کی بیوی ملکا۔ لوطؑ ہمسفر تھے اور حران کے مقام پر ٹھہر گئے اور آپ کے والد تارخ کا انتقال یہیں پر ہوا۔

سدیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام ملک شام کی طرف گئے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات بادشاہ حران کی بیٹی سارہ سے ہوئی جو اپنی قوم پر ان کے دین کے بارے میں طعن وتشنیع کرتی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس سے اس شرط پر شادی کرلی کہ وہ دوسری شادی کرکے اس کو غیرت میں نہیں ڈالیں گے۔ یہ روایت غریب ہے (ابن جریر طبری)

مشہور یہ ہے کہ سارہ آپ کے چچا ہاران کی بیٹی ہے جس کی طرف حران کا علاقہ منسوب ہے اور جن لوگوں کا گمان ہے کہ سارہ آپ کے بھائی ہاران کی بیٹی ہے اور لوط علیہ السلام کی بہن ہے تو یہ بات بے بنیاد اور بے اصل ہے اور قرین قیاس بھی نہیں ہے۔ یہ قول سہیلی نے قتیبی اور نقاش سے نقل کیا ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے اپنی بھتیجی سے شادی فرمائی۔ یہ ان کی شریعت میں جائز اور مباح تھا تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اگر اس کو کسی دور میں تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ علماء یہود سے منقول ہے تو انبیاء علیہم السلام ایسا نہیں کرسکتے۔ (واللہ اعلم)

اور یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ارض بابل سے ہجرت کی تو حضرت سارہ بھی آپ کے ساتھ ہجرت کرکے آئیں۔ اور اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام شام میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ یہ زمین آپ کے بعد میں آپ کی اولاد کے لئے کردوں گا۔ آپ کے بعد یہ خلیفہ ارض ہوگی۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ نے ایک قربان گاہ بنائی اور اس کا مت بیت المقدس کے شرقی جانب رکھا پھر بابرکت زمین کی طرف چلے لیکن پھر یہاں سے بھی چل پڑے مصر کی طرف کیونکہ یہاں قحط وخشک سالی تھی اور کھانے پینے کو نہیں ملتا تھا۔

علماء نے وہاں کے بادشاہ کے ساتھ سارہ کا قصہ ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ بادشاہ نے ان کی خدمت کے لئے ہاجرہ عنایت کی اور ان کو وہاں سے نکال دیا تو ابراہیم علیہ السلام دوبارہ ارض مقدسہ میں واپس آگئے اور ان کے ساتھ جانور اور دوسرے اموال بھی تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے تھے ان میں سے دو اللہ کی ذات کی وجہ سے تھے۔

(۱) ایک ان کا کہنا کہ میں بیمار ہوں۔

(۲) دوسرے ان کا یہ فرمانا کہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے۔

خدمت کے طور پر اس کو ہاجرہ ساتھ کر دو۔

حضرت سارہ نے واپس آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگیں کہ کیا آپ کو پتہ چلا کہ اللہ نے کافر کی چالیں کو ناکام بنا دیا اور ایک لونڈی اس نے عطیہ دی ہے۔

امام احمدؒ اس روایت میں متفرد ہیں اور یہ صحیح کی شرط پر ہے اور امام بخاریؒ نے مختصر طور پر حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (خلاف واقعہ) تین باتیں اللہ کے دین کا دفاع کرتے ہوئے کہی تھیں۔ (۱) انہوں نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں (۲) ان کا فرمان ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے (۳) جب بادشاہ نے آپ کی بیوی کے ساتھ برا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ میری بہن ہے (اس سے مقصود دینی بہن تھا) اور انہوں نے کہا تھا کہ اپنی بیوی کو کہ میرے اور تیرے علاوہ سطح زمین پر اس وقت کوئی مومن نہیں اس کا مقصد یہ تھا کہ خاوند اور بیوی (دونوں اکٹھے) میرے اور تیرے علاوہ مومن نہیں یہ مفہوم مراد لینا اس لئے ضروری ہے کہ لوط علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ نبی تھے

حضرت سارہ کے بادشاہ کی طرف جانے کے بعد متصل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اہلیہ کی حفاظت کی التجا کی تھی اور اللہ سے سوال کیا کہ جو میرے اہل خانہ کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہے اس کو ناکام فرما۔ اور حضرت سارہ نے ایسا ہی کیا کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾

"صبر اور نماز کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کرو۔"

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کی حفاظت فرمائی اور اپنے بندے، رسول، حبیب اور خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آبرو کو داغدار ہونے سے بچا لیا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ تین عورتوں کو نبوت ملی ہے حضرت سارہ اور والدہ محترمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام۔ لیکن جمہور امت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تینوں پاکیزہ عورتیں تھیں لیکن ان کو نبوت نہیں دی گئی۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے بعض آثار میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو جب بادشاہ کے پاس روانہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کے درمیان سے رکاوٹیں اور حجابات دور کر دیئے اور حضرت سارہ کو بادشاہ کے پاس پہنچنے اور واپس آنے تک بچشم خود حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھتے رہے اور مسلسل مشاہدہ کرتے رہے کہ حضرت سارہ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ سے کیسے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام اس لئے فرمایا تاکہ ابراہیم علیہ السلام کا دل بہت زیادہ مطمئن اور پاکیزہ رہے کیونکہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سارہ کو ان کی دینداری اور رشتہ داری و حسن جمال کی وجہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کہا گیا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کے بعد سارہ جیسی آج تک حضرت سارہ سے زیادہ خوبصورت کوئی عورت نہیں ہوئی۔ بعض مورخین کے مطابق مصر کا یہ فرعون ضحاک بادشاہ کا بھائی تھا جو اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے زیادہ مشہور تھا اور وہ اپنے بھائی کی طرف سے مصر کا گورنر مقرر تھا اور اس کا نام سنان بن علوان بن عبید بن عوج بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح تھا۔

اور مؤرخ ابن ہشام نے التیجان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت سارہ کے ساتھ برا ارادہ کرنے والے بادشاہ کا نام عمرو بن امرؤ القیس بن مایلون بن سبا ہے یہ اس وقت مصر کا حکمران تھا ہیلی نے نقل کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

پھر ابراہیم علیہ السلام مصر کے علاقے سے واپس ارض مقدس کی طرف تشریف لے آئے جہاں آپ پہنچے رہائش پذیر تھے اس وقت آپ کے ساتھ بہت سامان اور جانور غلام تھے اور مصر کے علاقے کی ہاجرہ بھی تھی جو بادشاہ نے عطیہ کے طور پر خدمت کے لئے دی تھی۔ پھر لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم سے اپنے بہت سے مال و دولت کے ساتھ ارض "غور" میں اقامت گزین ہوئے یہ علاقہ "غور زغر" کے نام سے مشہور تھا اور سدوم شہر میں ٹھہر گئے۔ یہ شہر اس زمانے میں مرکزی شہر کہلاتا تھا اس کے رہنے والے فاسق و فاجر اور گندے لوگ تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اپنی نظر اٹھا کر مشرق و مغرب شمال اور جنوب کی طرف دیکھو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشخبری سنائی کہ یہ تمام زمین میں تجھے اور تیرے بعد تیری اولاد کو دیتا رہوں گا اور تیری اولاد کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا حتیٰ کہ وہ ریت کے ذرات کے برابر ہو جائے گی۔

اس بشارت میں امت محمدیہ بھی شامل ہے بلکہ مکمل و اکمل طور پر امت محمدیہ ہی اس کی مصداق ہے اور اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا اور میری امت کی بادشاہت اس جگہ تک پہنچے گی جہاں تک زمین سمیٹی گئی اور میں نے اس کو دیکھا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک ظالم اور جبار گروہ نے حضرت لوط علیہ السلام پر غلبہ پایا اور ان کو قید کیا اور ان سے ان کا مال چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور ان کے جانور تک لے گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ۳۱۸ افراد پر مشتمل ایک جماعت لے کر وہاں پہنچے لوط علیہ السلام کو ان سے چھڑایا اور مال وغیرہ جو کچھ انہوں نے لوٹا تھا وہ واپس لیا اور ان کے بہت سے لوگ قتل کر دیے اور ان کو شکست فاش دی۔ وہ بھاگے آپ نے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ دمشق کے شمالی علاقے میں پہنچے اور مقام برزہ میں آپ کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: کہ میرا خیال ہے کہ وہاں ایک جگہ کو مقام ابراہیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا لشکر وہیں آ کر ٹھہرا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب و کامران ہو کر واپس ارض مقدس کی طرف لوٹے اور وہاں کے بادشاہوں نے آپ کی عزت و تکریم کی اور عاجزی و انکساری سے ساتھ پیش آئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کا ذکر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے پاکیزہ اولاد کا سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی خوشخبری سنائی اور ارض مقدس میں بیس سال گزرنے کے بعد حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے محروم رکھا ہے اور حضرت سارہ نے اپنی لونڈی ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی تھی۔ اس لئے عرض کر دیا کہ آپ ہاجرہ کے پاس جائیں ہو سکتا ہے کہ اس کے بطن سے اللہ تعالیٰ اولاد نصیب فرما دے جب ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس گئے تو وہ حاملہ ہو گئی۔ اہل کتاب نے لکھا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں تو اس نے اپنے آپ کو اپنی مالکہ حضرت سارہ سے

اور پانی بھنا شروع کر دیا فطری لحاظ سے حضرت سارہ کو غیرت آئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس شکایت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو تو حضرت ہاجرہ ڈر کر بھاگ گئیں اور ایک چشمے کے پاس جا کر ٹھہر گئیں تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ آپ کے پاس پہنچ گیا اور کہا کہ تجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تیرے پیٹ کے اندر جو بچہ ہے اس کو تیرے لئے باعث خیر و برکت بنایا جانے والا ہے اس لئے واپس چلو اور یہ بھی خوشخبری دی کہ جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام اسماعیل رکھنا اور لوگوں میں تب ہو گا اس کا ہاتھ تمام پر ہوگا اور تمام کے ہاتھ اس کے ساتھ ہوں گے اور وہ اپنے تمام بھائیوں کے علاقوں کا مالک رہا ہے گا۔ تو حضرت ہاجرہ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

یہ خوشخبری ہمارے نبی کریم ﷺ پر صادق آتی ہے اس وجہ سے عرب کے لوگ عزت و سیادت والے بنے اور وہ مشرق و مغرب میں تمام قوموں کے وارث بنے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو علم مفید اور عمل صالح عطا کیا۔ وہ کسی اور امت کے حصہ میں نہ آیا۔ اور یہ صرف اس بنا پر ہے کہ اس امت کا رسول باقی رسولوں پر زیادہ شرف و عظمت والا ہے یہ آپ کی رسالت کی برکت اور آپ کے پیغام کے کمال کی وجہ سے ہے اور اس لئے بھی کہ آپ کی بعثت روئے زمین کے تمام انسانوں کے لئے ہے

جب ہاجرہ وہاں سے واپس ہو گئی تو انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جنم دیا۔ اہل کتاب نے کہا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ برس تھی اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ برس بعد میں پیدا ہوئے۔ جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً سجدہ میں گر گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسماعیل کے بارے میں بھی تیری دعا میں نے قبول کر لی۔ میں نے اس کو بابرکت بنایا اور اس کی اولاد کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا اور اس کی اولاد سے بارہ بڑے بادشاہ ہوں گے اور میں اس کو ایک بڑی قوم کا سردار بناؤں گا۔

یہ مذکورہ بالا بشارت و خوشخبری بھی اس عظیم امت کے بارے میں ہے اور ان بارہ بادشاہوں سے مراد خلفائے راشدین ہیں جو کہ بارہ ہیں اور حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث میں انہی کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ امیر ہوں گے راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد ایک بات کہی جو میں اس کو نہ سمجھ سکا بعد میں اس بات کو میں نے اپنے والد سے معلوم کیا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے تو میرے والد صاحب نے بتایا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمام قریش سے ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ دین کا یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ غالب رہے گا حتی کہ بارہ خلفاء ہوں گے اور وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔ ان میں سے چار تو خلفاء اربعہ ہیں یعنی حضرات شیخینؓ اور حضرت عثمان و علیؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ بھی ان میں شامل ہیں اور بعض عباسی خلفاء بھی ان میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا باترتیب ہونا ضروری نہیں بلکہ فقط ان کا پورا ہونا ضروری ہے۔

اور جن بارہ اماموں کا شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں وہ اس حدیث سے مراد نہیں ہیں جن میں سے پہلے حضرت علیؓ اور آخری کا بھی اعتقاد ہے جو سرداب سامراء میں روپوش ہے جو ان کے خیال کے مطابق محمد بن حسن العسکری ہے ان کا یہ مذکورہ عقیدہ

منایا اس لئے بھی خطاب ہے کہ ان میں سے صرف حضرت علیؓ خلیفہ تھے جب کہ حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کو دے دی۔ پیروکاروں اور مقتدی جو آپ کے ہجر کے والی تھی اس نے بچھا دیا اور آپس میں مسلمانوں کی خونریزی بالآخر ختم ہوگئی اور باقی جو ہیں وہ سب کے سب رعایا میں سے ہیں ان کو کبھی حکومت حاصل ہی نہیں ہوئی۔

اور سرداب سامرا غار میں چھپے ہوئے امام والا نظریہ تو ایک بے بنیاد اور بے عقل ہے سچائی و حقیقت سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

بہرحال حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل کے پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت سارہ کی غیرت بڑھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ کا چہرہ میرے سامنے سے دور کر دو تو وہ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر چل پڑے اور ان کو اس جگہ آکر ٹھہرا دیا جہاں آج مکہ مکرمہ ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت دودھ پیتے بچے تھے اور جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان کو چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کپڑوں کے ساتھ چمٹ گئی اور عرض کی کہ اے ابراہیم کس وقت ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو اور ہمارے پاس خرچ خوراک بھی نہیں ہے کھانے پینے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا جب بہت ہی اصرار کرنے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب نہیں دیا تو حضرت ہاجرہ نے عرض کی کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ پھر اب اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

شیخ ابو محمد بن ابی زید نے اپنی کتاب "النوادر" میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سارہ حضرت ہاجرہ پر ناراض ہوگئیں تو انہوں نے قسم اٹھائی کہ اس کے تین اعضاء کاٹوں گی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قسم پوری کرنے کے لئے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دے اور اس کا ختنہ کر دے تو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کا ختنہ ہوا (عرب کے اندر عورتوں کا رواج شاید اسی وجہ سے ہوا ہے جبکہ عجمی لوگ اس کو نہایت معیوب سمجھتے ہیں) اور سب سے پہلے اس نے کان چھدوائے اور سب سے پہلے اس نے اپنا دامن لمبا کیا تاکہ چلنے کے نشانات مٹ جائیں تاکہ سارہ کو اس کے قیام کا علم نہ ہو سکے۔

سرزمین مکہ کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی عورت ام اسماعیل ہیں جنہوں نے کمر بند بنایا (اور کپڑے کو زمین تک لٹکایا) تاکہ وہ سارہ پر اپنے چلنے کے نشانات مٹا سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو لے آکر بیت اللہ کے پاس ٹھہرا دیا۔ وہاں آج کل مسجد کی بالائی جانب چاہ زمزم کی جگہ پر ایک درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔ وہاں کسی قسم کی کوئی آبادی نہیں تھی اور نہ وہاں پانی موجود تھا آپ نے ماں بیٹا کے پاس کھجور کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔ پھر وہاں سے واپس ہونے لگے تو ام اسماعیل حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے آئیں اور عرض کی کہ اے ابراہیم آپ کہاں جا رہے ہیں اور اس بیابان میں ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں جہاں کسی قسم کا زندگی کا سامان نہیں ہے حضرت ہاجرہ نے یہ بات بار بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی توجہ نہ فرمائی بالآخر حضرت ہاجرہ بولیں کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور واپس لوٹ آئیں ابراہیم علیہ السلام واپس

اسماعیل نے اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی فرمادیا کہ پانی کی ملکیت پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام اسماعیل کو اس جگہ زندگی کے آثار اور آبادی دونوں کی شکل میں وحشت پسند کرتی تھیں۔ وہ لوگ یہاں اترے اور اپنے اہل خانہ کو بھی اس جگہ بلوالیا اس طرح یہاں بہت سے گھر آباد ہو گئے۔

حضرت اسماعیل جوانی کو پہنچے اور اس قبیلہ والوں سے عربی زبان بولنا سیکھ لیا اور ان کو یہ نوجوان (حضرت اسماعیل) بہت پسند آنے۔ اور جب پختہ عمر والے جوان ہو گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے شادی ان کی کروی۔ اور حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ وفات ہو گئیں۔

شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کے لئے تشریف لائے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ گھر میں موجود نہ تھے اس لئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی آپ نے اپنی بہو سے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ رزق کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں پھر گھر کی گذران کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ ہم تنگی اور شدت کی زندگی گذار رہے ہیں اس طرح اس نے شکوہ شکایت کے انداز میں بات کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اسماعیل آئیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور اسے پیغام دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شام کو گھر پہنچے تو انہوں نے کچھ احساس کیا تو دریافت فرمایا کہ کیا ہمارے گھر میں کوئی آیا تھا اس نے کہا کہ ہاں فلاں شکل و صورت کے بزرگ آئے تھے انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تھا تو میں نے آپ کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ پھر انہوں نے ہماری گھریلو گذران کے متعلق دریافت فرمایا تو میں نے بتایا کہ ہم تنگی اور سختی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے معلوم کیا کہ انہوں نے کچھ وصیت بھی کی تھی گھر والی نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے مجھے حکم دیا کہ آپ سے سلام کہنا اور بتانا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر دے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے اور اپنی گھر والی سے فرمایا کہ وہ میرے باپ تھے اور انہوں نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے چھوڑ دوں لہذا اب تو اپنے میکے چلی جا اور اسے طلاق دے دی اور ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کافی عرصے کے بعد تشریف لائے اب بھی باپ بیٹے کی ملاقات نہ ہو سکی تو آپ نے اپنی بہو (اسماعیل کی اہلیہ محترمہ) سے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں اس نے بتایا کہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تمہارے حالات کیسے ہیں تمہاری گذر اوقات کیسی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہم خیریت سے ہیں اور بہت اچھی گذر بسر ہو رہی ہے اور اللہ عزوجل کی ثنا بیان کی اور شکر ادا کیا پھر دریافت فرمایا کہ تمہاری خوراک کیا ہے کہا گوشت کھاتے ہیں اور پھر دریافت کیا تمہارا پینا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پانی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دنوں ان کے پاس غلہ نہ تھا ورنہ آپ ان کے غلہ کی برکت کے لئے بھی دعا فرماتے اور ان کے سوا کہیں اور اگر لوگوں کے پاس پانی اور گوشت ہوں تو ان کو یہ موافق نہیں آئیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اسماعیل جب آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور اسے میری طرف سے پیغام دینا

کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شام کو واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا تو کہنے لگی کہ ہاں ایک بہت خوبصورت بزرگ تشریف لائے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بتایا کہ کھانے کا انتظام کرنے کے لئے گئے ہیں پھر انہوں نے ہمارے گھر کے حالات گذران وغیرہ کے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ بہت اچھے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کوئی وصیت بھی کر گئے ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور آپ کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔

اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم تھے اور وہ چوکھٹ تو ہے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے پاس رکھوں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کافی عرصہ تک تشریف نہ لائے اب جب آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ جب اپنے والد محترم کو دیکھا تو احتراماً ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور وہ طریقہ اختیار کیا جو بیٹا والد کے ساتھ یا والد اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے (یعنی بیٹا عزت واکرام کے ساتھ پیش آیا اور والد نے اپنے بیٹے کے ساتھ شفقت ورحمت کا معاملہ کیا)

پھر بیٹے سے کہا کہ اے اسماعیل اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ ابا جان رب کی طرف سے جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کریں۔

تعمیر کعبۃ اللہ

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بیٹے تم میری مدد کرو گے؟ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں ضرور کروں گا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہاں بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر دونوں باپ بیٹے نے مل کر بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا بیٹا پتھر لاتا تھا باپ اس کو دیوار میں چن رہا تھا۔ جب یہ دیواریں اونچی ہو گئیں تو مقام (ابراہیم والا) پتھر ابراہیم علیہ السلام اس کے اوپر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو گئے اور پتھر لگانے لگ گئے اور اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے۔ اور ساتھ ہی دونوں اللہ کی بارگاہ میں التجا کر رہے تھے دعا کر رہے تھے۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ "اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی دعاؤں کا سننے والا جاننے والا ہے"

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کے درمیان وہ واقعہ ہوا کہ حضرت ابراہیم جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو لے کر گئے تو ان کے ساتھ پانی کی مشک بھی تھی پھر مذکورہ بالا حدیث کی طرح مکمل حدیث بیان کی۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کی اپنی گفتگو ہے جس میں کچھ جملے موضوع ہیں اور کچھ میں غرابت ونکارت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں حضرت ابن عباسؓ نے اہل کتاب سے حاصل کی ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔

بل تورات کے ہاں یہ بات بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسمٰعیل اور اپنے تمام غلاموں کا ختنہ کریں تو ان کا ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳ سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۹۹ سال تھی۔

یہ آپ کے گھر والوں کے متعلق اللہ کے حکم کی تعمیل کی ایک شکل تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے اس کے علاوہ کے اقوال میں سے صحیح قول یہی ہے کہ مردوں کے لئے ختنہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے ۸۰ سال کی عمر میں کلہاڑے سے اپنا ختنہ کیا۔ بعض نے قدوم ایک جگہ کا نام بتایا ہے کہ وہاں ختنہ کیا ہے اور بعض نے قدوم کا معنی کلہاڑا کیا ہے۔

یہ الفاظ ۸۰ سال سے زائد کی نفی نہیں کرتے۔ کیونکہ ابو ہریرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا اس کے بعد آپ ۸۰ سال زندہ رہے۔

مذکورہ روایت میں ذبح کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے اور وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے اور ان کے آنے کا صرف تین مرتبہ کا ذکر آیا ہے اور پہلی مرتبہ اس وقت آئے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شادی کر چکے تھے اور حضرت ہاجرہ وفات پا چکی تھیں۔

اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسمٰعیل کی شادی تک حضرت ابراہیم ان کو ملنے نہیں گئے اور ان کے حالات معلوم نہیں کئے یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں آتا ہے کہ جب وہ مکہ کا سفر کرتے تو براق پر سوار ہو کر آتے اتنی سہولت و آسانی کے باوجود آپ نے اپنے اہل عیال کی خبر و حالات کیوں نہ دریافت کئے جب کہ آپ کو اس کی سخت ضرورت اور حاجت تھی۔

ان سب باتوں میں غور کرنے کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مذکورہ روایات اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں اور کچھ باتیں مرفوع احادیث سے لی گئی ہیں اسی لئے اس میں ذبح کا قصہ بیان نہیں ہوا۔ اپنی تفسیر ابن کثیر سورۃ صافات میں دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا واقعہ

سورۃ صافات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ ... ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ﴾ (الصافات: ۹۹-۱۱۳)

"اور ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہی مجھے راستہ دکھائے گا اے اللہ مجھے اولاد عطا فرما جو سعادت مندوں میں سے ہو۔ ہم نے اس کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی پھر جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے ان کو پکارا اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے

تھا یا خواب سچ کر دکھایا۔ یہ کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا اور بعد میں آنے والوں میں ان کا ذکر (خیر باقی) چھوڑا کہ ابراہیم پر سلام ہو نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں۔ اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے بھی ہیں (یعنی گنہگار بھی ہیں)۔

قرآن آیات میں اللہ عزوجل اپنے خلیل اور پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کہ جب انہوں نے اپنے وطن اور قوم کو خیر باد کہا تو اپنے رب سے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایک بچہ عنایت فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت کے شرف سے نوازا اور ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی اور وہ اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے صاحبزادے ہیں جو اللہ نے ان کو ۸۶ سال کی عمر میں عطا فرمائے اور اس میں کسی مذہب والے کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ابراہیم کے پہلے فرزند اور پہلوٹھے ہونے کا حکم رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ "جب وہ اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا" یعنی جوان ہوا اور اپنے باپ کے ساتھ کام کاج کرنے کے قابل ہو گیا۔

حضرت مجاہد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب وہ جوان ہوا اور سفر کرنے کے قابل ہوا اور باپ کی طرح کام محنت اور کوشش کرنے لگ گیا۔ جب وہ اس عمر کو پہنچے تو ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اللہ نے مجھے اپنے اس لڑکے کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوا کرتے ہیں اور یہی بات عبید بن عمیر نے بھی بیان کی ہے۔

اور یہ اللہ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک بہت بڑا اور سخت امتحان تھا کہ وہ اپنے پیارے لخت جگر کو ذبح کرے جو آپ کو اس آخری عمر میں بڑھاپے میں ملا تھا اور جوانی کی عمر کو پہنچنے والا تھا اور اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک سخت امتحان سے گزارا تھا جب آپ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو ایک ایسی وادی میں چھوڑے جس میں نہ کوئی انسان رہتا ہے نہ کوئی یار و مددگار اور نہ وہاں کاشت ہوتی ہے اور نہ پانی اور نہ دودھ کا جانور۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو وہاں چھوڑا جس کے صلے اور بدلے میں اللہ نے آسانی مہیا کی اور پریشانی سے نجات دی اور ایسے ذریعے سے ان کو رزق پہنچایا جہاں سے ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اپنے رب کے اس حکم پر بھی لبیک کہا اور اس کے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور فرمانبرداری کرنے میں جلدی کی پھر یہ معاملہ اپنے بیٹے کے سامنے رکھا تاکہ وہ خوشی اور رضامندی سے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دے۔ اور اس معاملے میں اس پر تنگی نہ کرتے ہوئے اور زبردستی ذبح کرنے کی نوبت نہ آئے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو تیری کیا رائے ہے۔

پس اس پیارے بچے نے اپنے باپ کی بات سمجھ کر فوراً جواب دیا۔

﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

"اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجئے انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" یہ جواب بہت عمدہ ہے اور اپنے والد محترم اور اللہ کی فرمانبرداری کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب وہ دونوں فرمانبردار ہو گئے اور اس نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا۔ اس کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو ماننے کے لئے تیار ہو گئے اور قربانی کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عبارت میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے اصل میں یوں ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو لٹایا اور اس طرح انہوں نے اپنی فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔

اور بعض نے یوں بھی کہا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو گدی کی جانب سے ذبح کرنے کا ارادہ اس لئے کیا کہ وہ ذبح کرنے کی حالت میں اپنے بیٹے کا منہ نہ دیکھیں اور یہ رائے حضرت ابن عباسؓ حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیر اور قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اور بعض نے یوں بھی کہا ہے کہ انہوں نے انہیں عام جانوروں کی طرح پہلو کے بل زمین پر لٹایا اور ان کی پیشانی ایک جانب زمین سے لگی ہوئی تھی۔

اَسْلَمَا کا مفہوم و مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا اور بیٹے نے موت کے قریب ہونے کی وجہ سے کلمہ شہادت پڑھا۔

سدی اور دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے چھری حلق پر رکھ کر چلائی مگر چھری نے کچھ نہ کاٹا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چھری اور حلق کے درمیان تانبے کا ایک ٹکڑا حائل ہوا جس کی وجہ سے چھری حلق تک نہ پہنچی۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارا گیا۔

اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (الصافات: ۱۰۴-۱۰۵) اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہے بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی تیرا امتحان مقصود تھا تو اس میں کامیاب ہوا اور تیری فرمانبرداری اور اللہ کے حکم کی طرف تیرا جلدی کرنا ہم نے دیکھ لیا اور تیرے بیٹے نے بھی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا اسی طرح اس سے پہلے آپ اپنا جسم آگ کے حوالے کر چکے ہیں اور تیرا مال مہمان نوازی میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بے شک یہ کھلا امتحان تھا۔ آزمائش تھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے اس کو بیٹے کی قربانی کی جگہ ایک اور جانور دے دیا۔ اس کی شکل و شباہت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سفید شکل موٹی آنکھوں اور سینگوں والا مینڈھا تھا ابراہیم علیہ السلام نے اسے ثبیر نامی پہاڑ کے پاس ببول کے درخت کے ساتھ بندھا ہوا دیکھا۔

اس مینڈھے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ چالیس برس تک جنت میں چرتا رہا اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں چرتا تھا حتیٰ کہ ثبیر نامی پہاڑ پھٹا اور یہ مینڈھا اس سے برآمد ہوا اس پر سرخ اون تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ مینڈھا ثبیر پہاڑ سے اتر کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا وہ موٹی آنکھ والا تھا اور ممیا رہا تھا تو انہوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کر دیا یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے کی تھی اور قبول ہو گئی تھی۔

ہے کیونکہ اسماعیل عرب کے باپ ہیں جو حجاز میں آباد ہوئے اور جن سے نبی کریم ﷺ ان ہی میں سے ہیں اور حضرت اسحاق یعقوب علیہ السلام کے والد ہیں جن کو اسرائیل بھی کہا جاتا ہے جس کی طرف بنی اسرائیل منسوب ہوتے ہیں تو یہ انہی کی کوشش ہے انہوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کر لی اور اس میں اضافہ کر دیا اور یہ بہتان طرازی اس قوم کی عادت وشیوہ ہے۔ اور یہ بات انہوں نے تسلیم نہیں کی کہ یہ بات اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

علمائے سلف میں سے بھی کثیر تعداد اسی قول کی ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں لیکن دراصل یہ بات انہوں نے حضرت کعب الاحبار سے حاصل کی ہے یا پھر اہل کتاب کی کتب سے اخذ کی ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے جس کی بنا پر ہم قرآن کے ظاہر کو چھوڑ دیں اور نہ ہی قرآن کے مفہوم کا تقاضا ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہی تھے۔ قرآن کے مفہوم ہی نہیں بلکہ قرآن کے الفاظ پر غور وفکر سے کام لیا جائے تو کیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

حضرت ابن کعب قرظی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر قرآن مجید کی اس آیت سے بہت عجیب طرز پر استدلال کیا ہے:

﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ (ھود: ۷۱)

وہ فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے کہا جائے کہ ان کے ہاں یعقوب ہوگا پھر یعقوب کے پیدا ہونے سے پہلے اسحاق علیہ السلام کو بچپن میں ہی ذبح کرنے کا حکم بھی دیا جائے حق تو یہ ہے کہ یہ حکم تو اس بشارت کے منافی ہے اور یہ ممکن نہیں ہے۔

اور اس استدلال پر علامہ سہیلی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ فبشرنها باسحق مکمل جملہ ہے اور ومن وراء اسحق یعقوب یہ ایک الگ جملہ ہے یہ جملہ بشارت کے تحت نہیں آتا۔

بلکہ کہتے ہیں کہ عربی قاعدہ کی رو سے مجرور پر عطف ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ حرف جر کو دوبارہ لایا جائے اسی لئے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ (مررت بزید ومن بعدہ عمرو) ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ومن بعدہ بعمرو۔ اور من وراء اسحق یعقوب منصوب ہے اس کا فعل محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہے ووھبنا لاسحق یعقوب مگر ان کی یہ بات محل نظر ہے۔

اور علامہ سہیلی نے حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے اس آیت سے استدلال کیا ہے فلما بلغ معه السعي تو فرماتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام تو مکہ میں تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے وہ تو انہی کے ساتھ تھے تو وہ اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو کیسے پہنچے اور علامہ سہیلی کا یہ استدلال بھی تو قابل غور ہے کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر مکہ شریف اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت کعب الاحبار حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کے قائل ہیں اور ان کے ساتھ درج ذیل حضرات سے بھی اسی طرح مروی ہے حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت مسروق، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، عطاء، شعبی، مقاتل، عبید بن عمیر، ابو میسرہ، زید بن اسلم، عبداللہ بن شقیق، زہری، قاسم بن ابی بردہ، مکحول، عثمان بن حاضر، سدی، حسن، قتادہ، ابوالہذیل، ابن سابط اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور یہ بڑی باعث تعجب بات ہے اور حضرت ابن عباس

سے بھی ایک روایت اسی طرح مروی ہے لیکن صحیح روایت مذکورہ حضرات اور حضرت ابن عباسؓ سے یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں درج ذیل حضرات سے بھی حضرت ابن عباسؓ کے متعلق بھی روایت یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں جن کا اللہ کی طرف سے فدیہ دیا گیا تھا۔ اور یہودیوں نے کہا کہ وہ اسحاق ہیں یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

اور ابن ابی حاتم ہی فرماتے ہیں کہ درج ذیل حضرات کی رائے یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں وہ حضرات یہ ہیں حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوالطفیل' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' حسن' مجاہد' شعبی محمد بن کعب ابو جعفر محمد بن علی اور ابو صالح یہ سب حضرات حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کے قائل ہیں۔

(ابن کثیر) مؤلف فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ سے بھی یہی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہ رسول اللہ ﷺ کو کہا "یا ابن الذبیحین" آپ یہ سن کر مسکرائے اور یہی نظریہ حضرت عمر بن عبدالعزیز محمد بن اسحاق بن یسار کا ہے اور حضرت امام حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے قرآن مجید کی آیت ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ (ھود: ۷۱) "پس ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی" سے اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا استدلال کیا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میرا نظریہ بھی یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں پھر انہوں نے شام کے ایک آدمی کی طرف پیغام بھیجا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور اچھا مسلمان ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا خیال تھا کہ یہ شخص یہود کے علماء میں سے ہے عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس شخص سے سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین اللہ کی قسم وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ اور یہودی بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن وہ تم عربوں پر حسد کرتے ہیں کیونکہ اسماعیل علیہ السلام ابو العرب ہیں۔ اور اللہ نے انہیں ان کے صبر اور استقامت اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی اور یہودی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور حضرت اسحاق کو ذبیح مانتے ہیں کیونکہ وہ ان کے جد امجد ہیں۔

ہم نے اس مسئلے کو دلائل و آثار صحابہؓ کے ساتھ مفصل طور پر اپنی کتاب تفسیر ابن کثیر میں بیان کیا ہے۔

﴿قصہ حضرت اسحاق علیہ السلام﴾

ولادت:

﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾ (الصافات:۱۱۲/۱۱۳)

"اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے ہوں گے اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے (گنہگار) بھی ہیں"

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ان کے کفر اور بے فرمانیوں کی وجہ سے تباہ کرنے کے لئے جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کے پاس سے گذرے اس وقت انہوں نے یہ خوشخبری حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کو دی۔ جس کی وضاحت انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔

اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ــــــ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

"اور ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو سلام کہا انہوں نے بھی سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے ہیں) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف محسوس کیا (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کریں ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی۔ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اس نے کہا اے ہے میرے بچہ ہوگا میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں وہ ہر قسم کی تعریف کے لائق ہے اور بزرگ و برتر ہے۔

اور دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ـــــ الضَّآلُّوْنَ﴾

"اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سنا دو۔ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے (فرشتوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں (ابراہیم نے) کہا کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ پکڑا تو تم مجھے خوشخبری دینے لگے اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو؟ (فرشتوں نے) کہا ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوجیے (ابراہیم نے) کہا خدا کی رحمت سے میں مایوس کیوں ہونے لگا (اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ـــــ الْعَلِيْمُ﴾

"بھلا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔ دیکھا تو ایسے لوگ نہ جان پہچان تو اپنے گھر جا کر ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے اور کھانے کے لئے ان کے آگے رکھ دیا۔ کہنے لگے آپ تناول کیوں نہیں کرتے۔ اور دل میں ان سے خوف معلوم کیا (فرشتوں نے) کہا خوف نہ کیجئے اور ان کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری بھی سنائی تو ابراہیم کی بیوی چلاتی آئی اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگی (اے ہے ایک تو) بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ فرشتوں نے کہا کہ ہاں تمہارے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا اور بڑے علم والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے (اور وہ تین تھے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل) جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے سلام کہا ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مہمان خیال کرتے خوب موٹا تازہ بچھڑا بھون کر لے آئے اور مہمان نوازی کے لئے ان کے سامنے پیش کردیا۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے اور توجہ بھی نہیں کر رہے اس لئے کہ فرشتوں کے اندر کھانے کی چاہت وضرورت بالکل نہیں ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اجنبیت اور خوف محسوس کیا فرشتوں نے کہا کہ آپ بالکل خوف نہ کریں ہم رب کے فرشتے ہیں قوم لوط کے تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں یہ بات سن کر حضرت سارہ خوش ہوئیں اور قوم لوط پہ ناراض ہوئیں۔ وہ عرب کی عام عادت کے مطابق مہمانوں کے سر کی طرف کھڑی تھیں۔ قوم لوط کی تباہی کی خبر سن کر جب وہ خوش ہوئیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بھی جب فرشتوں نے اسے خوشخبری دی تو آپ کی بیوی نے تعجب سے آواز نکالی ہائے آئی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مارا جیسے تعجب کے وقت عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے اور کہنے لگی تعجب ہے کہ میں بچہ جنم دوں گی میں بھی بوڑھی اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ میرے جیسی عورت کیسے بچہ پیدا کرسکتی ہے میں بوڑھی بھی اور بانجھ بھی اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے ایسی حالت میں اس نے بچے پیدا ہونے پر تعجب کیا اسی وجہ سے اس نے کہا کہ بے شک یہ عجیب بات ہے تو انہوں (فرشتوں) نے کہا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے گھر والو اللہ کی رحمت اور برکت تم پر نازل ہو بے شک وہ تعریف والا بزرگی والا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام بھی یہ بشارت سن کر خوش ہوگئے اور اس خوشی کی بناء پر وہ مزید خبر سننے کو جی چاہا تو فرمایا کہ کیا تم مجھے بڑھاپا پہنچنے کے بعد خوشخبری دے رہے ہو یہیں کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کو سچی بشارت دے رہے ہیں لہذا آپ مایوس ہوجانے والوں میں سے نہ ہوجاؤ۔ انہوں نے تاکید کی اور پختہ انداز سے خوشخبری دی کہ وہ بچہ علم والا ہوگا۔ یہ حضرت اسماعیل کے بھائی اسحاق علیہ السلام ہیں۔

یعنی وہ بچہ اپنے مقام ومنصب کے مطابق علم والا اور بردبار ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ بچے علم والا اور صبر وتحمل والا ہوگا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ یہی قرآن کا وہ مقام ہے جس سے محمد بن کعب قرظی نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام کے وجود اور ان کے بعد ان کے بیٹے یعقوب کی خوشخبری اور بشارت کی موجودگی میں اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔

اہل کتاب کے ہاں اس طرح کی روایات بھی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھنے ہوئے بچھڑے کے ساتھ تین چپاتے
کی گندم کی روٹی بھی اور دودھ بھی پیش کیا تو انہوں نے کھانا کھایا تو یہ بالکل غلط اور بے سروپا بات ہے اور ایک قول یہ بھی ہے
کہ بظاہر نظر آتا تھا کہ وہ کھا رہے ہیں لیکن حقیقت میں کھانا خود بخود ہوا میں غائب ہو جاتا تھا۔ اہل کتاب کے ہاں یہ بات
بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ تیری بیوی "سارئی" کو اب سارئی نہیں کہا جائے گا بلکہ اب اس کا
نام سارہ ہے میں اس پر برکت نازل کروں گا اور تجھے اس سارہ کے بطن سے ایک بیٹا دوں گا اور اس بیٹے پر بھی برکت
نازل کروں گا۔ پھر اس سے بہت سی قومیں اور ان کے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام یہ بشارت سن کر سجدہ میں
گر گئے اور ہنستے ہوئے دل میں کہا کہ اب سو سال کی عمر میں مجھ سے کیا بچہ پیدا ہوگا اور سارہ بچہ کیسے جنے گی جب اس کی عمر نوے
سال کی ہو چکی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی کہ کاش اسمٰعیل تیرے دین کے لئے زندہ رہے تو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری بیوی سارہ سے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا تو اس کا نام اسحاق رکھے گا اور ٹھیک ایک سال بعد اسی طرح
پیدا ہوگا میں اس سے اور اس کی اولاد سے بہت لمبا عرصہ عہد و پیمان باندھوں گا کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں گے (
اور میں اسمٰعیل کے بارے میں تیری دعا قبول کرتا ہوں میں اس پر برکت نازل کروں گا اور اس کی اولاد بہت زیادہ بڑھاؤں گا
اور اس کی اولاد سے بارہ بڑے بادشاہ ہوں گے اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اسے اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ابراہیم
علیہ السلام کی بیوی اپنے بیٹے اسحاق سے فائدہ اٹھائے گی پھر اسحاق کے ہاں یعقوب پیدا ہوں گے یعنی ان دونوں کی زندگی میں
یعقوب پیدا ہوں گے تاکہ اس پوتے کے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں جیسے ان کے اپنے بیٹے اسحاق کے ساتھ آنکھیں
ٹھنڈی ہوئی تھیں۔ اگر یعقوب علیہ السلام نے اپنے دادا دادی کی زندگی میں پیدا ہونا نہ ہوتا تو یعقوب کا نام لے کر ذکر کرنے کا
کوئی فائدہ نہ تھا۔ جب کہ آئندہ آنے والی اولاد کی تمام اولاد اسحاق کے ساتھ خوشخبری دی جا سکتی تھی اب جب کہ یعقوب علیہ
السلام کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے تو وہ اس بات کی دلیل ہے کہ دادا، دادی کی زندگی ہی میں پیدا ہوئے اور ان
کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا﴾ (انعام: ۸۴) "ہم نے اسے اسحاق و یعقوب عطا
کئے اور ان سب کو ہم نے ہدایت دی"

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے
﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ (مریم: ۴۹) "پس جب وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان
سے اور ان کے معبودوں سے الگ ہوئے جن کی وہ عبادت کرتے تھے تو ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے"

یہ بات بڑی واضح اور قوی ہے اور اس کی تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو کہ حضرت ابوذر بیان
کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام۔ پھر میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ پھر کونسی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ۔ میں نے عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا
فاصلہ ہے آپ نے فرمایا کہ چالیس سال پھر میں نے عرض کیا پھر کونسی؟ آپ نے ارشاد فرمایا پھر تو جس وقت جہاں بھی

نماز کا وقت پالے وہاں ہی نماز پڑھ لے کیونکہ ساری زمین مسجد ہے اہل کتاب کا خیال ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی تھی اور یہی مسجد ایلیا ہے جو مسجد اقصیٰ کے پاس ہے اور یہی توجیہ اچھی ہے اور اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی ہے اس لحاظ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کے بیت اللہ بنانے کے چالیس برس بعد یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی اور ظاہر یہی ہے کہ مسجد حرام (بیت اللہ) اور مسجد اقصیٰ دونوں کی تعمیر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے اور وجود میں آنے کے بعد ہوئی۔ اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا ـــــ الْحِسَابُ﴾ (ابراہیم: ۳۵۔۴۱)

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو (لوگوں کے لئے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھیو۔ اے پروردگار انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سو جس شخص نے میرا کہنا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے میرے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت و ادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی عطا فرما تاکہ (تیرا) شکر کریں۔

اے پروردگار جو بات ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے اور خدا سے کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق عطا کئے بیشک میرا پروردگار دعا سننے والا ہے۔ اے پروردگار مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے پروردگار حساب کتاب کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دیجیو۔“

حدیث پاک میں ہے کہ جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ اس کا تذکرہ ہم نے قرآن مجید کی اس آیت کے تحت رب اغفرلی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی کے تحت کر دیا ہے ”اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو“

اور مزید اس کا تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں کریں گے۔ تو اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس کو دوبارہ بنایا ہے جیسے کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ ان دونوں کے درمیان چالیس سال اور مدت کا فاصلہ ہے اور اس بات کا کوئی قائل نہیں ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہے صرف ابن حبان کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے لیکن ابن حبان کی اس بات میں کسی نے موافقت نہیں کی اور نہ ہی ان سے پہلے کوئی اس کا قائل تھا۔

بیت اللہ کی تعمیر

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ ـــــ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶۔۹۷)

”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے عبادت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوا اس نے امن پالیا۔ اور لوگوں پر خدا کا حق (فرض) ہے جو اس گھر تک جانے کی طاقت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی جہان والوں

سے بے نیاز ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔

"اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف، قیام اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا"

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ـــــ الْحَكِيمُ﴾ (البقرۃ ۱۲۴ـ۱۲۹)

"اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم (علیہ السلام) کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے اللہ نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو) اللہ نے فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کی اور ٹھہرایا کہ جس جگہ ابراہیم کھڑے ہوتے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں کے لئے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو خدا اور آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا فرما تو خدا نے فرمایا جو کافر ہوگا میں اس کو بھی کسی قدر متمتع کروں گا مگر پھر اس کو عذاب دوزخ بھگتنے کے لئے ناچار کردوں گا اور وہ بری جگہ ہے اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو ساتھ ساتھ دعا کرتے جاتے تھے) کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رہیو اور (پروردگار) ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے"

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اپنے برگزیدہ رسول اور اپنے خلیل امام الحنفاء اور انبیاء کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ انہوں نے بیت اللہ تعمیر کیا جو دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تاکہ وہ اس میں اللہ کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی رہنمائی فرمائی کہ کہاں اس کی جگہ بنتا ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی کے ذریعے بیت اللہ کی جگہ بتائی اور یہ بات ہم آسمانوں کی تخلیق میں ذکر کر چکے ہیں کہ بیت اللہ بیت المعمور کے عین نیچے واقع ہے بالفرض اگر بیت المعمور نیچے گرے تو کعبۃ اللہ کے عین اوپر گرے گا اسی طرح ساتوں آسمانوں میں سے ہر ایک کی عبادت خانہ بالکل سیدھ میں ہے۔ بعض متقدمین نے کہا ہے کہ ہر ایک آسمان میں ایک عبادت گاہ ہے جہاں اس آسمان والے عبادت کرتے ہیں جس طرح زمین والوں کے لئے کعبۃ اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین والوں کے لئے ایک گھر بنائیں جس طرح آسمانوں والے فرشتوں

کے لئے عبادت گاہیں ہیں اور جس کی جگہ کی نشاندہی بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادی۔ جو آسمان وزمین کی تخلیق کے ساتھ ہی متعین اور مقرر ہو چکی تھی جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ (مکہ) وہ شہر ہے جس کو آسمان وزمین کی پیدائش کے دن ہی سے عزت وحرمت والا قرار دیا گیا ہے اور قیامت کے دن تک اللہ کے حکم سے یہ حرمت والا رہے گا۔

بیت اللہ کب تعمیر کیا گیا

نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں جس سے ثابت ہو کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بھی بیت اللہ بنایا گیا تھا مگر بعض مفسرین نے لفظ "مکان البیت" سے (گھر کی جگہ) سے اس بات پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ کوئی واضح دلیل ہے کیونکہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جو کہ اللہ کے علم میں مقدر ومقرر تھی اور آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک تمام انبیاء کے نزدیک یہ جگہ عظمت ومنزلت والی تھی۔

اور یہ بات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے یہاں ایک قبہ بنایا تھا اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم نے تجھ سے پہلے اس جگہ کا اس بابرکت گھر کا طواف کیا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی چالیس دن تک اپنے سواروں سمیت اس کا طواف کرتی رہی ہے لیکن یہ سب اسرائیلی روایات ہیں یہ بھی بیان کیا ہے کہ نہ ان کی تصدیق کی جائے اور نہ ان کی تکذیب کی جائے لہذا ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کو حجت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کتاب وسنت کی کوئی بات ان کی تردید کرے تو یہ روایات مردود ہوں گی۔

اللہ نے فرمایا کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ مکہ میں ہے وہ تمام جہان والوں کے لئے باعث برکت اور ہدایت ہے۔ یعنی عام لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت وبرکت پہلا گھر مکہ میں بنایا گیا ہے۔ مکہ سے مراد ایک روایت کے مطابق مکہ ہی ہے (فیہ آیت بینات) اس میں کھلی نشانیاں ہیں یعنی اس بات پر کھلی نشانیاں ہیں کہ یہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے جو اپنے بعد میں آنے والے تمام انبیاء کے والد ہیں ان کی اولاد انہی کی پیروی کرتی اور انہی کے طریقہ کو اپناتی رہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں مقام ابراہیم ہے اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کو تعمیر کرتے رہے ہیں کیونکہ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو اسمٰعیل علیہ السلام نے یہ مشہور پتھر لاکر رکھ دیا۔ تاکہ اس پر چڑھ کر دیواروں کو مزید بلند کیا جاسکے اور اس کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک طویل حدیث میں بھی موجود ہے۔

اور یہ پتھر حضرت عمرؓ کے زمانہ تک بیت اللہ کی دیوار سے چپکا رہا پھر حضرت عمرؓ نے اس پتھر کو بیت اللہ سے تھوڑا سا دور کر دیا تاکہ طواف کرنے والوں کو اس کے پاس نماز پڑھنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی رائے کو بہت سے کاموں میں پسند فرمایا اور تائید فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بار عرض کیا تھا کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:۱۲۵) "اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ"

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے یہ نشانات ابتدائے اسلام تک موجود تھے اور جس کو ابو طالب نے اپنے قصیدے میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

طرف سے ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ بھی دعا فرمائی کہ انہی میں سے ان میں ایک رسول بھیج۔ یعنی ان میں ایسا رسول بھیجے جو ان کی جنس سے ہو اور ان ہی کی فصیح و بلیغ عربی زبان بولتا ہو تاکہ ان کو دنیا اور دین کی نعمتیں اور دنیا و آخرت کی سعادت ان کو مکمل طور پر حاصل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا وہ ایسا اعلیٰ وارفع اور بلند شان والا تھا کہ اس پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم فرمادیا اور دین اس کے لئے مکمل فرمادیا جو ان سے پہلے کسی نبی کے لئے مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور روئے زمین کے تمام لوگوں کے لئے آپ کا پیغام عام کردیا۔ حالانکہ لوگ مختلف صفات مختلف انواع و لغات والے ہیں اور یہ دنیا کے تمام شہروں اور تمام علاقوں اور ہر دور کے لوگوں کے لئے ہے اور قیامت قائم ہونے تک کے لوگوں کے لئے ہے۔

یہ دوسرے انبیاء کے مقابلے میں آپ کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ ﷺ بھی سب سے اشرف و اعلیٰ وارفع ہیں اور آپ کا دین بھی کامل و مکمل ہے اور آپ کا شہر و علاقہ اعلیٰ درجہ کا اور زبان بھی عمدہ اور اپنی امت پر آپ کمال درجے کے مشفق و مہربان ہیں اور رحمت کرنے والے ہیں۔

آپ ﷺ کا خاندان بھی عظمت والا آپ کے ماں باپ بھی عظمت و شان والے اور جائے پیدائش بھی عمدہ اور اعلیٰ وارفع و پُر برکات۔

ابراہیم علیہ السلام نے زمین والوں کے لئے کعبۃ اللہ تعمیر کیا ہے اس لئے آپ اس بات کے حقدار قرار پائے کہ ان کی اولاد میں پیدا ہونے والا آخری نبی بھی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہو اور وہ آسمانوں پر بیت المعمور کے پاس اعلیٰ مراتب و منازل کے مستحق قرار پائیں اور یہ بیت المعمور ساتویں آسمان والوں کا قبلہ اور عبادت گاہ ہے اور بابرکت ہے روزانہ اس میں ستر ہزار کی تعداد میں فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں پھر قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی ہم نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں سورۃ بقرہ کی تفسیر کے ضمن میں بیت اللہ کی تعمیر کے حالات اور اس سے متعلقہ احادیث و اقوال سلف نقل کئے ہیں اس جگہ ہم اس کو دہرانا نہیں چاہتے شائقین حضرات تفسیر ابن کثیر کی طرف رجوع فرمائیں والحمد اللہ انہی میں سے ایک قول حضرت سدیؒ کا ہے کہ جب بیت اللہ کی تعمیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا تو ان دونوں حضرات کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کی جگہ کہاں ہے تو اس جگہ کی نشاندہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے الخجوج نامی ایک ہوا بھیجی جس کے دو پر اور سانپ کی شکل و صورت میں ایک سر تھا اس نے کعبہ کے اردگرد جگہ کو صاف کردیا اور اس کی بنیادیں ظاہر کردیں پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے کدالوں کے ساتھ کھدائی کرکے بیت اللہ کی بنیاد رکھی۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ کی جگہ مقرر کردی۔

پھر جب انہوں نے بنیادیں کھڑی کردیں اور رکن بنانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے ایک خوبصورت پتھر لاؤ اس کو میں اس جگہ رکھوں تو اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابا جان میں تو تھک چکا ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا چلو یہ کام میں کرتا ہوں تو جب وہ پتھر لینے کے لئے چلے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک سیاہ پتھر ہند سے لے کر آملے یہ پتھر ثغامہ[1] بوٹی کی طرح سفید یاقوت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس پتھر کو جنت سے لائے تھے لوگوں کی غلطیوں کی وجہ سے سیاہ ہوگیا تھا۔ اتنے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ایک

(۱) ثغامہ ایک پہاڑی بوٹی ہے جس کا پھل اور پھول سفید ہوتا ہے اور جب یہ سوکھ جائے تو زیادہ سفید ہو جاتا ہے۔

پھر سے تو پہنچے تو دیکھا کہ رکن کے پاس ایک پتھر پڑا ہوا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ ابا جان یہ کہاں سے آیا ہے کون لایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے سے زیادہ چست ایک جوان لایا ہے پس دونوں باپ بیٹا بیت اللہ تعمیر کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہے تھے ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۲۷)

ابن ابی حاتمؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنایا گیا ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ ایک واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں باپ بیٹا تعمیر میں مصروف تھے تو وہاں اس وقت کے زمین کے بادشاہ ذوالقرنین کا گذر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کو کس نے اس کی تعمیر کا حکم دیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر کا حکم دیا ہے ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ تو پانچ مینڈھوں نے اس کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو حکم دیا ہے تو سکندر ذوالقرنین اسی وقت آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اس بات کی تصدیق کی۔

حضرت ازرقیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کا طواف بھی کیا۔

ایک لمبی مدت تک بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کی شکل میں موجود رہا۔ پھر قریش نے اس کو دوبارہ بنایا مگر ان کے پاس رقم کم ہو گئی تھی کیونکہ قریش نے آپس میں ایک معاہدہ کیا تھا کہ حلال مال خرچ کریں گے حرام کا پیسہ نہیں لگائیں گے تو انہوں نے شمال کی جانب شام کی طرف سے اسے چھوٹا کر دیا اور اسی حالت پر آج تک موجود ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تیری قوم نے کعبۃ اللہ کو بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے انہوں نے کچھ چھوڑ دیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ کیا آپ اس کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر نہیں کر دیتے تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر تیری قوم کا زمانہ کفر کے قریب نہ ہوتا (یعنی ابھی نئے نئے اسلام لائے ہیں) تو میں یہ کام ضرور کر دیتا۔

اور دوسری روایت ہے کہ اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے ساتھ ملا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کے خزانے کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے دور حکومت میں کعبہ کو اس انداز سے بنوایا جس کی اطلاع ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دی تھی۔ جب حجاج بن یوسف نے ۷۳ھ میں آپ کو شہید کر دیا تو اس نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا جو اس وقت خلیفہ تھا کہ یہ کام عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی مرضی سے ہی کروایا تھا تو عبدالملک نے اسے پہلی حالت پر بنوانے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے اس کی شامی دیوار کو توڑا اور حطیم کو اس سے نکال دیا اور دیوار کو بند کر دیا اور کعبہ کے اندر پتھر لگا دیئے۔ اس طرح اس کا مشرقی دروازہ بلند ہو گیا اور مغربی دروازہ بالکل بند کر دیا گیا۔ جیسے آج کل دیکھنے میں آتا ہے پھر جب اموی بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ ابن زبیر نے تعمیر کعبہ کا کام حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی بیان کردہ حدیث کی بنا پر کیا تھا تو وہ اس پر بڑے نادم اور پشیمان ہوئے اور کہنے لگے کہ کاش ہم اس کو عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کے مطابق ہی چھوڑ دیتے اور کوئی ردوبدل نہ کرتے۔ مہدی بن منصور کی خلافت کے زمانہ میں حضرت امام مالک بن انسؒ سے مشورہ طلب کیا گیا کہ کعبۃ اللہ کو دوبارہ عبداللہ ابن زبیرؓ کی تعمیر کے انداز میں بنا دیا جائے جس طرح حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کی خواہش اور تمنا بیان کی ہے۔ تو حضرت امام مالک نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس طرح کعبۃ اللہ بادشاہوں کا کھلونا بن جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ ہر آنے والا بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح بیت اللہ اسی حالت پر

قائم ہوا اور آج تک بدستور اسی طرح قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف فرمانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرہ:۱۲۴)

"اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا انہوں نے کہا پروردگار میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو) اللہ نے فرمایا ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا"۔

اللہ کے حکم کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے جب بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں تو اللہ نے ان کو لوگوں کے لئے امام و مقتداء بنا دیا تاکہ لوگ ان کی پیروی کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں تو آپ نے اللہ سے سوال کیا کہ یہ سلسلہ ان کے نسب میں بھی باقی رہے اور ان کی اولاد میں بھی قیامت تک قائم رہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی اس تمنا کو پورا کر دیا اب امامت انہی کے خاندان کو حاصل ہے آپ کے بعد تمام انبیاء و رسل آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ لیکن ظالموں کو اس دعا سے الگ کر دیا گیا اور امامت کو علم و عمل کے حامل افراد کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ ـــــ الصّٰلِحِيْنَ﴾

"اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کئے اور مزید برآں یعقوب عطا کئے اور سب کو نیک بخت کیا اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے (اور لوط کا قصہ یاد کرو) جب ان کو ہم نے حکم (یعنی حکمت و نبوت) اور علم بخشا اور اس بستی سے جہاں کے لوگ گندے کام کیا کرتے تھے بچا نکالا۔ بیشک وہ برے اور بدکردار لوگ تھے۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت کے محل میں داخل کیا کچھ شک نہیں کہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ـــــ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (الانعام:۸۴۔۸۷)

"اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور سب کو ہدایت دی۔ اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داود اور سلیمان علیہ السلام اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکوکار تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور بعض بعض کو ان کے باپ دادا اور بھائیوں میں سے بھی اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا۔

من ذریتہ کی ضمیر کا مرجع

اس کا مرجع مشہور رائے کے مطابق ابراہیم علیہ السلام ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام اگرچہ ان کے بھتیجے تھے مگر تغلیب

انہیں بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں شامل کر لیا گیا۔ اسی سبب سے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا مرجع نوح علیہ السلام ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے واقعہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (الحدید۔۲۶)

"اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا تو بعض تو ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے اطاعت سے باہر ہیں"

لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے بعد آسمان سے جو کتاب بھی کسی بھی نبی پر نازل ہوئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی کسی نبی پر نازل ہوئی اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت سے دو عظیم فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ سے۔

(۲) اور اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ سے پھر حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب پیدا ہوئے اور اسرائیل انہی کا لقب ہے اور بنی اسرائیل کے تمام قبیلے ان کی طرف منسوب ہیں ان ہی میں نبوت کا سلسلہ جاری ہوا اور وہ تعداد میں بہت زیادہ ہو گئے۔ جن کی تعداد کا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور رسالت و نبوت کے ساتھ ان کو ختم کیا حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل ہی میں سے مبعوث ہوئے۔

باقی رہے حضرت اسماعیل علیہ السلام تو ان سے عرب کے بہت سے قبائل پیدا ہوئے جن کا ذکر آگے چل کر کریں گے اور ان سے کوئی نبی نہیں ہوا صرف آخر میں بنی آدم کے سردار اور ان کے لئے آخرت میں سرمایہ افتخار جناب محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم قرشی مکی پھر مدنی ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملتا ہے ان کے سلسلہ نسب اور بلند مرتبہ شاخ سے صرف یہی یکتا موتی جو ہر آبدار اور انمول نگینہ ہے یہی ہیں وہ مرد جو سب کے لئے سرمایہ افتخار ہیں اور قیامت کے دن اولین و آخرین سب لوگ ان پر رشک کریں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جس سے یوم حشر کی تمام مخلوق میرے اوپر رشک کرے گی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کے سیاق کے لحاظ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کی مدح و توصیف فرمائی ہے کہ میرے بعد دنیا و آخرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان الفاظ کے ساتھ اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے وہ کلمات و الفاظ یہ ہیں: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان اور موذی کیڑے سے اور ہر بدنگاہ سے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۔۔۔ حَكِيمٌ﴾ (البقرۃ: ۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے رب سے سوال

"جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے عرض کی اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا اللہ نے فرمایا کیا تجھے اس بات پر یقین نہیں ہے عرض کی کیوں نہیں۔ لیکن میں دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرا دل کامل اطمینان کرلے اللہ نے فرمایا اچھا چار پرندے پکڑ لو پھران کو اپنے سے مانوس کرو (پھران کے ٹکڑے ٹکڑے کرلو) پھران کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان رکھو خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کے مفسرین نے کئی اسباب اور توجیہات بیان کی ہیں میں نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں ان کا مکمل تذکرہ کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی درخواست کو منظور فرمایا اور حکم دیا کہ وہ چار پرندے پکڑلیں وہ پرندے کونسے تھے ان کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ کون سے پرندے تھے۔ پرندے کوئی بھی ہوں بہرحال مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان پرندوں کے اور ان کے پروں کے ٹکڑے کریں پھر ان کو خلط ملط کر کے ان کو چند حصوں میں تقسیم کریں پھر ہر حصہ علیحدہ علیحدہ پہاڑ پر رکھ دیں پھر ان کو اللہ کے حکم سے بلانے کا فرمایا پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بلایا تو ہر پرندے کے حصے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے لگے اور ہر ایک کا پر اس کے اپنے حصے کے ساتھ جڑنے لگا۔ یہاں تک پرندوں کا جسم پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا ابراہیم علیہ السلام اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے رہے جو کسی چیز کو بنانے کے لئے جب "کن" کہتا تو وہ ہو جاتا ہے تو وہ پرندے بھاگ کر ابراہیم علیہ السلام کی طرف آنے لگے ذکر نہیں آتے تاکہ ان کا مشاہدہ صاف اور واضح ہو جائے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھیں اب ہر پرندے کا جسم آکر اپنے سر کے ساتھ مل کر اپنی اصلی حالت والا پرندہ بن جاتا۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یہ کام کرنے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالکل مکمل طور پر یقین تھا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے لیکن وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتے تھے تاکہ آپ کا علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کی تمنا پوری کر دی ان کو آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ ۔۔۔ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۶۵/۶۸)

"اے اہل کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد اتری ہیں (اور وہ پہلے ہو چکے ہیں) تو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ دیکھو تم نے ایسی بات میں تو جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں علم تھا بھی مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور پیغمبر (آخر الزمان) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور خدا مومنوں کا دوست ہے۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کا اللہ تعالیٰ نے رد کیا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس سے بری قرار دیا اور یہود و نصاریٰ کو جاہل بے عقل قرار دیا اور یہ بھی بتادیا کہ تورات اور انجیل ان کے بعد میں نازل کی ہے مطلب یہ ہے کہ جب تورات و انجیل ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہے تو وہ آپ لوگوں کے دین پر کیسے ہو سکتے ہیں اس لئے ان کو اللہ نے فرمایا کیا تم لوگ عقل نہیں رکھتے۔ کیونکہ تمہاری شریعت تو بہت بعد میں نازل ہوئی ہے اور ابراہیم علیہ السلام اس سے پہلے گذر چکے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو یکسو اور یک طرفہ خالص مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے اور وہ یہ تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ دین پر تھے جس کا خلاصہ الحنیفیت' اخلاص' باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنا ہے اور یہ دین عقل نصرانیت و یہودیت کے مخالف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ـــــ يَعْمَلُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۳۰ـ۱۴۱)

"اور ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے سوائے اس کے جو بڑا ہی بے وقوف ہو اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ زمرۂ صلحاء میں سے ہوں گے۔

جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو بھی اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ بیٹا خدا نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں یہ جماعت گذر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہ ہوگی اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ تم عیسائی یا یہودی ہو جاؤ تو سیدھے راستے پر لگ جاؤ (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو (نہیں) بلکہ ہم دین ابراہیم اختیار کئے ہوئے ہیں جو ایک خدا کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (مسلمانو) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ و عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر) ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں گے اور اگر منہ پھیر لیں (اور نہ مانیں) تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں اور ان کے مقابلے میں تمہیں خدا کافی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے (کہہ دو کہ ہم نے) خدا کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور خدا کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ ان سے کہو کیا تم خدا کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے اور ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

(اے یہود و نصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا

عیسائی تھے (اے محمد) ان سے کہو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے چھپائے اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو خدا اس سے غافل نہیں ہے یہ جماعت گذر چکی ان کو وہ ملے گا جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔

ان آیات میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کو یہودیت اور عیسائیت سے منزہ اور بری قرار دیا فرمایا کہ نہ وہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے وہ تو یکسو ہو کر اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے ان کا دامن شرک کی آلائشوں سے بالکل پاک تھا اس لئے اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم کے سب سے زیادہ قریبی وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرنے والے ہیں یعنی جنہوں نے ان کے دین کو اختیار کیا وہ ان کے قریبی ہیں اور یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی دین حنیف کی تعلیمات کے ساتھ مبعوث فرمایا جن کو لے کر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہی اس دین کو مکمل کیا اور آپ کو وہ کچھ دیا جو آپ سے پہلے کسی نبی اور رسول کو عطا نہیں ہوا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي ـــ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام: ۱۶۱/۱۶۳)

"کہہ دو کہ میرے پروردگار نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے یعنی دین صحیح مذہب ابراہیم کا جو ایک خدا ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ ـــ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: ۱۲۰/۱۲۳)

"بے شک ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے ان کی نعمتوں کے شکر گزار تھے خدا نے ان کو برگزیدہ بنایا تھا اور اپنی سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوں گے پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے"۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے حکم دیا کہ یہ تصویریں مٹا دی جائیں تو وہ تصویریں مٹا دی گئیں اور آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تصویروں میں ان کے ہاتھوں میں تیر پکڑائے گئے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ ان مشرکوں کو برباد کرے اللہ کی قسم انہوں نے کبھی تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی نہیں کی تھی۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ اللہ ان کو تباہ کرے یقیناً ہمارے شیخ و مقتداء (ابراہیم علیہ السلام) نے ان کے ساتھ کبھی قسمت آزمائی نہیں کی تھی۔ امۃ کا مطلب امام و مقتدی ہدایت یافتہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا سب کو شامل ہے۔

قانتا کے معنی سب احوال اور حرکتوں میں اس کے لئے عاجزی اور انکساری کرنے والا ہے

حنیفا مخلص و واثق کے ساتھ اس کے لئے مخلص وہ مشرکین میں سے نہ تھے شاکرا لانعمہ اپنے دل و زبان اور

دعاؤں کے ساتھ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا۔ حنیف۔ یعنی اللہ نے ان کو اپنا ایک خالص بندہ منتخب کیا اپنے پیغامات لوگوں تک پہنچانے کے لئے ان کو چن لیا ان کو اپنا خلیل بنایا اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں ان کے لئے جمع کیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ (النساء: ۱۲۵)

"اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی ترغیب دے رہے ہیں کیونکہ وہ سیدھے دین اور درست راستے پر تھے اور آپ نے اللہ کے تمام احکام کی تکمیل کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی۔ فرمایا:

﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ﴾ "اور ابراہیم جس نے وفاداری کی"

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا دوست بنایا۔ خلۃ انتہا درجے کی محبت کو کہتے ہیں جیسے کہ بعض نے کہا ہے۔

(قد تخللت مسلك الروح مني - وبذا سمي الخليل خليلا)

"تو میری روح کی پنہائیوں میں اتر گیا ہے اور اسی محبت کی وجہ سے خلیل کو خلیل کہا گیا ہے"۔

اور یہ مرتبہ و مقام امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے بھی حاصل کیا جیسے کہ حضرت جندب بجلی حضرت عبداللہ بن عمرو اور ابن مسعود نے رسول کریم ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقیناً اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے۔ اور آپ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں نے اہل زمین سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارا ساتھی (یعنی میں) اللہ کا خلیل ہے۔

حضرت عمرو بن میمون بیان فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ جب یمن میں آئے تو انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور قراءت میں یہ قرآنی الفاظ پڑھے ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ یہ الفاظ سن کر ایک آدمی کہنے لگا کہ ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو وہ لوگ آپس کی گفتگو میں مصروف تھے آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ یہ اس سے زیادہ تعجب والی بات نہیں کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تیسرا بولا۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ چوتھا کہنے لگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چنا اور منتخب کیا ہے۔ آپ نے ان کے پاس آکر سلام کہا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہاری سب باتیں سنیں اور تمہارا تعجب ملاحظہ کیا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں وہ واقعتاً ایسے ہی ہیں موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں۔ یہ سب باتیں حقیقت ہیں اور سچی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی سن لو۔ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اور میں فخر نہیں کرتا اور میں ہی سب سے پہلے جنت کے دروازے کا کنڈا

کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مومن فقراء میرے ساتھ جنت میں داخل کرے گا اور قیامت کے دن میں سب اگلے اور پچھلے لوگوں سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں گا اور اس میں فخر والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے مگر دوسری سندوں سے اس کی تائید اور شواہد ملتے ہیں۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ کیا تم ابراہیم کے لئے خلت اور موسیٰ کے لئے کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رؤیت باری کا انکار کرتے ہو (یہ حدیث صحیح اور شرط بخاری کے مطابق ہے مگر شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے)

ابن ابی حاتم نے اسحٰق بن یسار سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کے دل میں خوف پیدا ہو گیا حتیٰ کہ ان کی دل کی دھڑکنیں دور سے سنائی دیتی تھیں جیسے کہ فضا میں پرندوں کے اڑنے کی آواز آتی ہے۔

حضرت عبید بن عمیرؒ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے لوگوں کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے ایک دن مہمان نوازی کے لئے کسی انسان کی تلاش میں نکلے لیکن کوئی شخص نہ ملا واپس آئے تو گھر میں ایک شخص کھڑا ہوا ملا۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں کیوں داخل ہوا اس نے کہا کہ میں اپنے رب کی اجازت سے داخل ہوا ہوں آپ نے سوال فرمایا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں میرے رب نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کی طرف بھیجا ہے کہ میں اسے خوشخبری سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اگر تو مجھے اس کے بارے میں خبر دے اور وہ کتنے ہی دور رہتے ہوں تو میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا اور میں ہمیشہ اس کا پڑوسی بن کر رہوں گا حتیٰ کہ موت ہمارے درمیان جدائی ڈال دے فرشتے نے جواب میں کہا کہ وہ بندہ تو ہی ہے۔ فرمایا میں؟ کہا ہاں! فرمایا اچھا یہ بتاؤ اللہ نے مجھے اپنا خلیل کیوں بنایا ہے۔ کہا اس لئے کہ تم لوگوں کو مال و دولت دیتے ہو اور ان سے کچھ مانگتے نہیں ہو۔ (ابن ابی حاتم)

اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر آپ کی مدح و توصیف فرمائی ہے کہا گیا ہے کہ یہ مقامات ۳۵ ہیں جن میں سے پندرہ مقامات سورۃ البقرہ میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار ان پانچ اولوالعزم رسولوں میں ہوتا ہے جن کا ان کے ناموں کے ساتھ تذکرہ خصوصی طور پر سورۃ الاحزاب اور سورۃ شوریٰ کی دو آیات میں ہوا ہے ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ (الاحزاب: ۷)

"اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ان سے پکا لیا۔ اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی اے محمد تیری طرف وحی کی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ کہ) دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا"۔

پھر یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اولوالعزم رسولوں میں سے افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

یہی وہ رسول ہیں جن کو آپ نے معراج کی رات ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھا وہ بیت المعمور کہ جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ شریک بن ابی نمیر کی وہ حدیث جو انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ جو معراج کے متعلق ہے جس میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھٹے

آسمان پر تھے اور موسیٰ ساتویں آسمان پر تھے لیکن یہ شریک کے ان اوہام میں سے ہے جن کی بناء پر ان پر تنقید کی گئی ہے اور پہلی بات ہی صحیح ہے کہ آپ ساتویں آسمان پر تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن ہیں امام احمد اس روایت کے ساتھ متفرد ہیں اسی طرح بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت امام احمدؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ ننگے اٹھائے جائیں گے تو میدان حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ﴿کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ﴾

تو یہ فضیلت اس فضیلت سے زیادہ کو مستلزم نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے دن ایسے مقام پر کھڑا ہوں گا کہ سب لوگ میرے اوپر رشک کریں گے حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

اور ابراہیمؑ سے افضل ہونے کی دلیل ایک وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ میں نے تیسری دعا اس دن کے لئے مؤخر کر رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رجوع کرے گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

اور یہی وہ مقام محمود ہے کہ جس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ذکر کیا کہ قیامت کے دن لوگ سفارش طلب کرنے کے لئے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے پھر نوح علیہ السلام کے پاس پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس مگر وہ سب اس سے انکار کریں گے۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے۔ میں کہوں گا کہ ہاں میں اس کا اہل ہوں (الی آخر الحدیث)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزت والا کون ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ پرہیزگار زیادہ عزت والا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والے اللہ کے نبی یوسف ہیں جن کا باپ دادا پردادا اللہ کے نبی ہیں۔ اور یہ پردادا ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں۔ جو چار پشتوں تک مقام نبوت کے حامل ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق نہیں پوچھ رہے۔ تو آپ نے سوال فرمایا کہ کیا تم عرب کے قبائل کے بارہ میں پوچھ رہے ہو۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں اچھے ہیں جب کہ وہ دین کے معاملہ میں سمجھدار ہو جائیں۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو کہا یا خیر البریہ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یہ بات آپ نے تواضع اور انکسار کے انداز سے فرمائی۔

جیسے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ اب

میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے ہوں گے یا طور پہاڑ پر بے ہوشی کے بدلے انہیں اس بے ہوشی سے بچا لیا گیا۔

یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث اس بات کے منافی نہیں جو تواتر کے ساتھ ثابت ہیں کہ آپ قیامت کے دن اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔

اسی طرح ابی بن کعب کی مسلم والی حدیث بھی اس کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیسری دعا اس دن کے لئے محفوظ کر لی ہے جس دن تمام لوگ حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رغبت کریں گے۔

جب ابراہیم علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سب اولوالعزم پیغمبروں میں افضل ہیں تو نمازی کو حکم دیا گیا کہ تشہد میں یوں درود پڑھے۔ جس کے متعلق حضرت کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول نماز میں سلام کہنا تو ہم کو معلوم ہے اب ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں آپ نے فرمایا یوں پڑھیں:

(اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید اللهم بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید)

"اے اللہ محمد اور محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور اسکی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ اے اللہ محمد اور محمد کی آل پر برکت نازل فرما۔ جیسے تو نے ابراہیم اور اسکی آل پر برکت نازل فرمائی۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے"۔

اللہ نے فرمایا وابراهیم الذی وفی (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی تکمیل کی اور ایمان کی تمام خصائل اور شاخوں پر کاربند رہے۔ اور وہ بڑے کام سرانجام دیتے ہوئے چھوٹے کاموں کی مصلحت سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو طہارت و نظافت کی دس چیزوں سے آزمایا جن میں سے پانچ کا تعلق سر کے ساتھ اور پانچ کا باقی جسم کے ساتھ تعلق ہے سر سے متعلق پانچ چیزیں یہ ہیں۔ مونچھوں کا کاٹنا' کلی کرنا' ناک کی صفائی کے لئے اس میں پانی ڈالنا۔ بالوں کی مانگ نکالنا۔

باقی جسم کے ساتھ تعلق رکھنے والی پانچ چیزیں یہ ہیں ناخن تراشنا۔ زیر ناف بالوں کا مونڈنا۔ ختنہ کرنا بغلوں کے بال کھینچنا پیشاب اور پاخانہ کے بعد پانی کے ساتھ صفائی کرنا۔

ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ سعید بن مسیب' مجاہد' شعبی' نخعی' ابو صالح' ابو مجلد رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح آیت کی تفسیر منقول ہے۔

مؤلف کتاب ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوہریرۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت کی ہیں۔ ختنہ کرنا۔ (زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کے لئے) لوہا استعمال کرنا مونچھیں کاٹنا ناخن تراشنا بغلوں کے بال کھینچنا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں مونچھیں کاٹنا داڑھی کو چھوڑنا مسواک کرنا ناک میں پانی ڈالنا ناخن کاٹنا انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا بغلوں کے بال کھینچنا' زیر ناف بالوں کو مونڈنا' پانی سے استنجا کرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور ختنے کے متعلق تذکرہ آگے آئے گا۔ خلاصہ مقصود و حاصل اس کا یہ ہے کہ اللہ کے لئے خالص ہو کر کام کرنا اور عبادت میں مشغول رہنا ان کو جسم کی اصلاح اور پاکیزگی سے غافل نہیں کرتا تھا بلکہ خلوص و عبادت

نہ اٹھا سکتا تھا آپ ہر عضو کو اس کا حق دیتے تھے۔ مہمانی و مہمان نوازی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک ہوتے تو تکلیف اٹھاتے تاکہ ترجیح دیتے اور جسم سے مکمل میل کچیل دور کرتے تھے ان تمام چیزوں سے یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی اور فرمایا وابراھیم الذی وفی۔

جنت میں ان کے محل کا تذکرہ

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک محل ہے راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا وہ موتی کا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمزوری نہیں ہے اور یہ وہ ہے جس کو اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی مہمانی کے لئے تیار رکھا ہے۔ اس حدیث کو ابوہریرہ سے راوی نے مرفوعاً بیان کیا ہے مگر یحییٰ بن ہارون اور نضر بن شمیل نے موقوفاً بیان کیا ہے جو اصح ہے۔ آپ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صحیح کی شرط پوری ہے اور انہوں نے اس کو نقل نہیں کیا۔

آپ کا حلیہ مبارک

حضرت امام احمد مسند میں حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انبیاء میرے سامنے لائے گئے تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ درمیانے قد کے آدمیوں میں سے ہیں جیسے کہ شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہت والے عروہ بن مسعود ہیں اور میں نے ابراہیم کو دیکھا ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تمہارے صاحب ہیں۔ اس حدیث کو ان الفاظ اور اس سند سے بیان کرنے میں امام احمد منفرد ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ بن مریم اور موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا عیسیٰ بن مریم سرخ رنگ کے گھنگھریالے بالوں والے اور کشادہ سینے والے تھے موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ دراز جسم والے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی شکل و صورت دیکھنا چاہو تو اپنے ساتھی (یعنی محمد ﷺ) کو دیکھ لو۔

حضرت مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس دجال کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات تو آپ ﷺ سے نہیں سنی۔ (البتہ آپ انبیاء کے بارے میں فرماتے تھے) ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو اپنے ساتھی (یعنی محمد ﷺ) کو دیکھ لو اور موسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بالوں والے گندمی رنگ کے سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال سے بنی ہوئی ہے گویا ان کو میں اب بھی وادی میں اترتے دیکھ رہا ہوں۔

آپ کی وفات اور عمر مبارک

مفسر ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نمرود بن کنعان کی بادشاہی کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ایک قول کے مطابق اس کا مشہور نام ضحاک بادشاہ ہے جس نے ایک ہزار سال تک حکومت کی اور یہ بہت ہی ظالم بادشاہ تھا۔

بعض مفسرین اور مورخین کا قول ہے کہ یہ نبطیوں میں سے تھا جن کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا اور وہ اپنے دور میں پوری دنیا کا بادشاہ تھا۔ اس کے حالات میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے دور حکومت میں ایک ستارہ طلوع ہوا جس نے

﴿حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں جو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے ان میں قوم لوط کا قصہ اور ان پر نازل ہونے والا بہت بڑا عمومی عذاب ہے۔

نسب نامہ

لوط بن ہاران بن تارخ (تارخ وہی مشہور آزر ہے جو ابراہیم علیہ سلام کا باپ ہے)

حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے چونکہ ابراہیم علیہ السلام اور ہاران اور ناحور آپس میں بھائی تھے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاران وہی شخص ہے جس نے حران شہر کی بنیاد رکھی لیکن یہ قول ضعیف ہے اور اہل کتاب کی تاریخ کے مخالف ہے۔ (واللہ اعلم)

مسکن

حضرت لوط علیہ السلام اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کی اجازت سے اور حکم سے ان کا علاقہ چھوڑ کر (غور زغر) کے علاقے سدوم شہر میں آباد ہو گئے تھے یہ علاقہ بڑا اور کئی بستیوں پر مشتمل تھا یہاں کے رہنے والے لوگ فاسق و فاجر اور بدترین کافر تھے۔ اور سیرت کردار میں تمام دنیا سے بدترین تھے راہ گیروں کو لوٹتے اور مجلسوں میں برا کام کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو برے کام سے منع نہ کرتے تھے بلکہ وہ خود بھی وہ برا کام کر گذرتے تھے بدترین کردار کے مالک لوگ تھے اور انہوں نے ایک بے حیائی کے کام کی بنیاد ڈالی جو ان سے پہلے کسی کے تصور و خیال و وہم و گمان میں نہ تھی۔ وہ مردوں سے بدفعلی کرتے تھے اور عورتوں کے قریب نہ جاتے تھے جنہیں اللہ رب العزت نے نکاح کر کے ان سے مستفید ہونے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

ان کو حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ کی طرف بلایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ان کو برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکا لیکن وہ ان کاموں سے رکنا تو کجا بلکہ مزید سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے ہی گئے اور اپنے فسق و فجور اور کفر کی راہوں پر قائم ہی رہے پھر اس کے نتیجے میں اللہ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جو ان کے وہم و گمان میں نہ تھا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کے لئے جو صاحب عقل و بصیرت ہوں گے باعث عبرت و نصیحت اور مثال بنا دیا۔

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت مقامات پر اپنی کتاب مبین میں بیان فرمایا ہے:

چنانچہ سورہ اعراف میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ ـــــ الْمُجْرِمِينَ﴾ (الاعراف ۸۰/۸۴)

"(اور اسی طرح جب ہم نے) لوط کو (پیغمبر بنا کر بھیجا تو) اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو"۔

تو ان سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور ان کے گھر والوں) کو اپنے

گاؤں سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں تو ہم نے ان (لوط) کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی نہ بچی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔ اور ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا۔

اور سورۂ ہود میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ ـــــ بِبَعِيدٍ﴾ (ھود: ۶۹/۸۳)

"اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا۔ انہوں (ابراہیم) نے بھی جواب میں سلام کہا۔ ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے تو ان سے اجنبیت محسوس کی اور دل میں ان سے ڈرنے لگے انہوں نے کہا کہ ڈریئے نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کے لئے) بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم کی بیوی جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ وہ کہنے لگی اے ہے میرے بچہ پیدا ہوگا میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے انہوں (فرشتوں) نے کہا کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں وہ لائق تعریف اور بزرگی والا ہے جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ بیشک ابراہیم بڑے بردبار نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلنے کا اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) سے غمناک ہو گئے اور تنگ دل ہوئے۔ اور کہنے لگے آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے بُرے کام کیا کرتے تھے لوط نے کہا کہ اے قوم یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے (جائز اور) پاک ہیں تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں (کے بارے) میں میری بے عزتی نہ کرو کیا تم میں سے کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں ہے۔ وہ بولے کہ تم کو معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہم چاہتے ہیں وہ تم کو خوب معلوم ہے لوط نے کہا اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ میں پناہ پکڑ سکتا۔ فرشتوں نے کہا اے لوط ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے۔ رات کے ایک حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر بھی پڑے گی۔ ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح کا ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا اور ان پر پتھر کی لگاتار مسلسل کنکریاں برسائیں۔ جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کیے ہوئے تھے اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔"

اور سورۂ حجر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنَبِّئْهُمْ عَن ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ـــ يُؤْمِنُونَ﴾ (الحجر: ۵۱/۷۷)

"اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنا دو جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا (ابراہیم نے) کہا کہ ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے (مہمانوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ بولے کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ پکڑا تو تم خوشخبری دینے لگے اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو۔ (فرشتوں نے) کہا کہ ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوں (ابراہیم نے) کہا کہ خدا کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہ لوگوں کا کام ہے۔ پھر کہنے

کیا تھا ہے اتھا“۔

سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ـــــ يَفْسُقُونَ ﴾ (العنکبوت ۲۸/۳۵)

”اور لوط (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم عجب بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو کہ تم سے اہل جہاں والوں میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا تم کیوں (لذت کے ارادے سے) لونڈوں (نوعمر لڑکوں) کی طرف مائل ہوتے ہو اور مسافروں کی رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو تو ان کی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر خدا کا عذاب لے آؤ۔ لوط نے کہا اے رب ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری نصرت فرما اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو کہنے لگے ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں وہ کہنے لگے جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے کی وجہ سے ناخوش اور تنگ دل ہوئے فرشتوں نے کہا کہ آپ کچھ خوف اور رنج نہ کیجئے۔ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر آپ کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اور ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لئے اس بستی سے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی“۔

اور سورۃ الصافات میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ـــ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ (الصافات: ۱۳۳/۱۳۸)

”اور لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سب کو (عذاب سے) نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ جانے والوں میں تھی پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور تم دن کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گذرتے رہتے ہو اور رات کو بھی تو کیا تم عقل نہیں رکھتے“۔

اور سورۃ القمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ـــــ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ (القمر ۳۳/۴۰)

”لوط کی قوم نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا تھا۔ تو ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی مگر لوط کے گھر والے کہ ہم نے ان کو پچھلی رات ہی سے بچالیا تھا۔ اپنے فضل سے شکر کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا بھی دیا تھا مگر انہوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور ان سے ان کے مہمانوں کو لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں سو (اب) میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو اور ان پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آنازل ہوا تو اب میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟“

ہم نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ آیات سے متعلق ان کے اپنے اپنے مقامات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ان مذکورہ مقامات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور مختلف مقامات پر لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا ہے جن کا تذکرہ قوم نوح عاد اور ثمود کے قصص میں ہو چکا ہے اس جگہ احادیث و آیات و آثار سلف کی روشنی میں قوم لوط کے حالات اور ان پر نازل ہونے والے

"ابراہیم نے) کہا کہ اے فرشتو تمہارا مدعا کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم گنہگاروں کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ان پر کنکر برسائیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیئے گئے ہیں"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ ـــــ ظَالِمِينَ﴾ (العنکبوت: ۳۱-۳۲)

"اور جب ہمارے فرشتے خوشی کی خبر لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں"۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں وہ کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی اور ہلاک ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ﴾ (ھود: ۷۴)

"جب ابراہیم علیہ السلام سے ڈر جاتا رہا اور اس کے پاس بشارت آ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں بحث کرنے لگا"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اللہ تعالیٰ سے قوم لوط کے بارے میں پرزور سفارش کی اس لئے کہ ان کو امید تھی کہ وہ شاید اپنے نبی کی بات مان لیں گے اللہ کی طرف جھک جائیں گے اور اس کے فرمانبردار ہو جائیں گے اور غلط کاموں کو چھوڑ دیں گے اور اللہ کی ہدایات کی طرف لوٹ آئیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک ابراہیم بردبار نرم مزاج اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (اے ابراہیم اس بات کو چھوڑ یقیناً تیرے رب کا حکم آ چکا اور یقیناً ان پر نہ ٹلنے والا عذاب آ کر رہے گا۔ (یعنی اس بحث کو چھوڑ دو اور کسی دوسرے معاملہ میں گفتگو کرو کیونکہ ان کی ہلاکت کا معاملہ پختہ اور اٹل ہے اس لئے کہ تیرے رب کا فیصلہ آ چکا پھر اس کو لوٹایا نہیں جا سکتا اس کی سزا کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ اور اس کے فیصلہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

حضرت سعید بن مسیب، سدی، قتادہ اور محمد بن اسحق رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کی گفتگو سن کر کہنا شروع کیا کہ کیا تم ایسی بستی کو ہلاک و برباد کر دو گے جس میں تین سو مومن موجود ہیں انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا اگر اس میں دو سو ایمان والے ہوں تو پھر ہلاک کرو گے۔ انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ اگر چالیس مومن ہوں انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا اگر چودہ مومن موجود ہوں انہوں نے کہا نہیں۔

اور مفسر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اس میں ایک ایمان والا ہو تو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا بے شک اس میں لوط ہے انہوں نے جواب دیا اس میں جو کوئی ہے ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ اور اہل کتاب کے ہاں روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے اللہ کیا تو ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے جب کہ ان میں پچاس آدمی اچھے اور نیک ہیں اللہ نے فرمایا کہ ان میں اگر پچاس آدمی نیک ہوتے تو میں ان کو ہلاک نہ کرتا حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے دس نیک افراد کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ان میں دس نیک ہوتے تو میں ان کو ہلاک نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا۔ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔

تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں لوط علیہ السلام نے ان کو اپنی اپنی بیویوں کے پاس جانے کی ہدایت کی جو شرعی لحاظ سے ان کی بیٹیاں تھیں کیونکہ نبی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نبی مومنوں سے ان کے نفسوں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور بعض صحابہ اور متقدمین ائمہ کا بھی یہی قول ہے کہ نبی باپ ہوتا ہے۔

اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ نے فرمایا ہے کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں انہیں تم چھوڑتے ہو بلکہ تم حد سے نکل جانے والی قوم ہو۔ اس طرح کی صراحت حضرت مجاہد' سعید بن مسیب' ربیع بن انس' قتادہ' سدی' محمد بن اسحاق نے کی ہے اور یہی درست ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کے متعلق کہا تھا ان کا قول غلط ہے اور اہل کتاب سے لیا گیا ہے اور ان لوگوں نے اپنی کتب میں تغیر و تبدل کیا ہے اور اہل کتاب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ لوط علیہ السلام کے پاس دو فرشتے آئے تھے اور انہوں نے شام کا کھانا بھی کھایا تھا (اور یہ بات قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھائے تھے) بہر حال اہل کتاب نے اس قصہ میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔

اور اللہ کا فرمان ہے کہ: "پس تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے ذلیل نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے"۔

اس کہنے میں لوط علیہ السلام نے ایک تو ان کو برے اور بے حیائی کے کام سے روکا دوسرا ان کے خلاف گواہی بھی دے دی۔ کہ ان میں کوئی سمجھدار اور خیر والا شخص نہیں ہے بلکہ وہ سب کے سب فاسق و فاجر احمق کافر اور گندے ہیں۔ اور فرشتوں کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قوم لوط سے متعلق سوال کرنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں کچھ سن لیں ان کی قوم نے (ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو) اپنے نبی کی صحیح اور درست بات سن کر یہ جواب دیا۔ کہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی محبت و خواہش نہیں ہے اور تو ہمارا ارادہ اچھی طرح جانتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اے لوط تجھے اچھی طرح علم ہے کہ ہمیں اپنی عورتوں کی خواہش نہیں ہے عورتوں کے علاوہ ہماری غرض اور ہمارا مقصد تیرے علم میں ہے۔ تو ان بدبختوں نے اپنے مہربان رسول سے اتنی گندی بات کی اور اللہ کی قدرت و سطوت سے نڈر ہو کر جو دردناک سزا دینے والا ہے۔ ان کی اس بات کے سننے پر لوط علیہ السلام وہیں بے بسی کے عالم میں اپنی دلی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں کہ کاش میرے پاس تم سے نمٹنے کے لئے قوت ہوتی طاقت ہوتی یا میرا مددگار ایک مضبوط خاندان ہوتا تو ان کے خلاف میری مدد کرتا اور یہ اپنی غلط اور فحش بات کی وجہ سے جس سزا کے مستحق ہیں وہ سزا ان کو دی جاتی۔

حضرت ابوہریرہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے حقدار ہیں اور اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ یقیناً مضبوط قلعہ کی طرف پناہ پکڑتے تھے اور اگر میں قید میں اتنا ٹھہرتا جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے تو میں بلانے والے کی بات مان لیتا۔

اسی طرح دوسری روایت بھی حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو وہ یقیناً مضبوط قلعہ کی طرف یعنی اللہ کی طرف پناہ پکڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد جو نبی بھی بھیجا وہ طاقتور مالدار بلند مرتبہ خاندان سے بھیجا۔

ایمان والوں کو خوب ڈرایا اور جھنجھوڑا اور وعظ و نصیحت کی اور احتیاط کرنے کا حکم دیا اللہ نے ارشاد فرمایا

﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ ـــــ بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۵۔۱۶)

"جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے۔ اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔ اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں پروردگار تو پاک ہے (یہ تو) بہت بڑا بہتان ہے۔ یعنی اے اللہ تو پاک ہے اس سے کہ تیرے نبی کی بیوی زانیہ ہو"۔

﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ (ھود: ۸۳) اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔ یعنی یہ سزا ان جیسا کام کرنے والوں سے کوئی دور نہیں وہ تو اسی سزا کے لائق ہیں۔ اسی لئے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ قوم لوط کا فعل کرنے والے کو رجم کیا جائے گا خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر ائمہ کرام اسی کے قائل ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کو حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قوم لوط کا عمل کرنے والے کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر پھر اس پر پتھر برسائے جائیں جیسے کہ قوم لوط علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ سزا ظالموں سے دور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو ایسا گرم اور بدبودار کر دیا ہے کہ نہ اب اس کے پانی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے پاس کی زمین سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ قابل کاشت نہیں بلکہ خراب اور بے کار ہوگئی ہے اس طرح اللہ نے اس بستی کو عبرت و نصیحت کے لئے نمونہ اور اپنی عظمت و قدرت کی نشانی اور نبی کی مخالفت کرنے والوں اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرنے والوں اور اپنے مالک و آقا کی نافرمانی کرنے والوں سے انتقام کی مثال بنا دیا۔ اور اس بات پر دلیل قائم کر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو ہلاکت و تباہی سے نجات دیتا ہے اور ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (الشعراء: ۸۔۹)

"بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ـــــ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ (الحجر: ۷۳۔۷۷)

"پھر ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا اور ہم نے اس شہر کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا اور ان پر کھنگر کی پتھریاں برسائیں بیشک اس قصے میں اہل فراست کے لئے نشانی ہے اور وہ شہر اب تک سیدھے رستے پر (موجود) ہے بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانی ہے۔ یعنی جو غور و فکر کی آنکھ سے دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا وہ یقیناً اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے گا۔

جیسے کہ ترمذی وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ بے شک اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿إن في ذلك لآيات للمتوسمين﴾ "بے شک اس میں سمجھداروں کے

لئے نشانیاں ہیں"۔

اور یہ بستی عام گزرگاہ اور سب تک آنے جانے کے راستے پر ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (الصافات: ۱۳۷۔۱۳۸) "اور تم دن کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو اور رات کو بھی تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (العنکبوت: ۳۵) "اور ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لئے اس بستی سے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی"۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

﴿فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ (الذاریات: ۳۵۔۳۷)

"تو وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لئے وہاں نشانی چھوڑ دی۔ یعنی اللہ رحمن سے بغیر دیکھے ڈرنے والے، آخرت کے عذاب کا خوف رکھنے والے، خواہش کی پیروی سے بچنے والے، اللہ کی حرام کردہ اشیاء اور نافرمانیوں سے پرہیز کرنے والے اور قوم لوط سے مشابہت اختیار کرنے سے خوف کھانے والوں کے لئے اس میں ہم نے عبرت و نصیحت بنا دی"۔

کیونکہ حدیث پاک میں ہے من تشبه بقوم فهو منهم "جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہو جاتا ہے" ایسے ہی ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فإن لم تكونوا قوم لوط بعينهم

فما قوم لوط منكم ببعيد

"اگر تم بالکل ہی قوم لوط جیسے نہیں ہو تو قوم لوط تم سے اتنی دور بھی نہیں ہے"۔

پس عقلمند اور سمجھدار اور اپنے رب سے ڈرنے والا شخص وہ ہے جو رب کے حکموں کو بجا لاتا ہے اور حلال و جائز بیویوں اور لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے اور شیطان مردود کے پیچھے نہیں چلتا کہ کہیں اس پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو قوم لوط پر آیا تھا اور اللہ کے اس فرمان "اور یہ (بستی) ظالموں سے کوئی دور نہیں" کے زمرے میں آکر تباہ و برباد ہو جائے۔

اصحاب مدین اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے واقعہ کے بعد سورۃ اعراف میں فرمایا:

﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ـــ کٰفِرِیْنَ﴾ (الاعراف: ۸۵/۷-۹۳)

"اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو"۔

اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہر راستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے ہو اور راہ خدا سے روکتے ہو اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو خدا نے تم کو جماعت کثیر کر دیا اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کیے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے تو ان کی قوم میں جو لوگ سردار اور بڑے آدمی تھے وہ کہنے لگے کہ اے شعیب یا تو ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں آجاؤ انہوں نے کہا کہ خواہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہی ہوں (تو بھی) اگر ہم اس کے بعد کہ خدا ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے خدا پر جھوٹ باندھا اور ہمارے شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں ہاں خدا جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے ہمارا خدا ہی پر بھروسہ ہے اے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور ان کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے (بھائیو) اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے۔ تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (یہ لوگ) جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔ (غرض) جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے تو شعیب ان میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی۔ تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں۔

اور سورۃ ہود میں حضرت لوط علیہ السلام کے قصے کے بعد فرمایا:

﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ـــ ثَمُوْدُ﴾ (ھود: ۸۴/۱۱-۹۵)

"اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔ اور اے میری قوم ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔ اگر تم کو (میرے کہنے کا) یقین ہو تو خدا کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں انہوں نے کہا کہ اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم

کی طرف بلایا اور کہا کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور برے کاموں کے کرنے سے روکا اور بہت تھوڑے لوگ ایمان لے آئے اور کفر نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت عذاب بھیجا اور اللہ تعالیٰ دوست اور بزرگی والے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل اور نشانی آ چکی۔ (یعنی واضح دلیل و حجت اور میری لائی ہوئی ہدایت کی سچائی پر برہان قاطع تمہارے پاس آ چکی ہے اور اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو ان سے ظاہر ہوئے اگرچہ ان کی تفصیل ہمارے پاس نہیں پہنچی لیکن مجموعی طور پر یہ الفاظ ان پر دلالت کرتے ہیں)۔ پس ماپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرتے پھرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور ظلم و زیادتی سے منع کیا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر ان کو وعید سنائی ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر تم ایماندار ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اور فرمایا کہ تم ہر راستے پر لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے نہ بیٹھو۔ یعنی ڈرا دھمکا کر لوگوں سے ٹیکس وصول نہ کرو اور راہ گیر کو خوف زدہ نہ کرو۔

سدی نے اپنی تفسیر میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ وہ راہ گیروں سے دسواں حصہ ٹیکس وصول کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ راستوں پر بیٹھ جاتے اور راہگیروں سے دسواں حصہ ٹیکس وصول کرتے تھے اور انہی سے ٹیکس کی وصولی کی ابتداء ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ تم ایمان والوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہو اور اس میں کجی تلاش کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی حسی راستہ اور دینی معنوی راستہ روکنے سے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ (الاعراف:۸۶)

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تم کو زیادہ کر دیا ہے اور دیکھو زمین میں فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسے ہوا"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ تم تھوڑے تھے میں نے تم کو زیادہ کر دیا کثرت سے بدل دیا تمہاری افرادی قوت بڑھا دی۔ اور ان کو ڈرایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی خلاف ورزی کریں گے تو اللہ کا عذاب تم پر نازل ہو کر رہے گا اور دوسرے مقام پر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ ماپ اور تول میں کمی نہ کرو میں تمہیں ٹھیک ٹھاک دیکھ رہا ہوں اور میں یقیناً تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یعنی جو کام تم پہلے سے کر رہے ہو ان کو اب چھوڑ دو اور ان پر ہمیشگی نہ کرو ورنہ تمہارے مال کی برکت اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا اور تمہیں کنگال کر کے چھوڑے گا اور تمہیں محتاج بنا دے گا اور اس کے ساتھ آخرت کا عذاب بھی ہوگا۔ تو جس کے لئے دنیا و آخرت کا عذاب دونوں جمع کر دیئے گئے ہوں وہ خسارے میں ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے تو لوگوں کے مال میں کمی کرنے سے روکا جو ان کے لائق نہیں اور اس کے ساتھ خبردار کر دیا کہ تم سے دنیا میں اللہ کی نعمت چھین جائے گی اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور ان کو زجر و سخت تنبیہ کی پھر ان کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا جیسے کہ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا:

﴿وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ ۔۔۔ بِحَفِيظٍ﴾ (ھود۔۸۵/۸۶)

"اے میری قوم ماپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں سے ان کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔ اللہ کا دیا ہوا نفع تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان (یا محافظ) نہیں ہوں بقیہ اللہ خیر لکم کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے اموال کھینچنے کی بجائے اللہ کا رزق تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ماپ تول پورا کرنے کے بعد حاصل ہونے والا نفع اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں کے مالوں میں کمی کرکے اسے لو۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک قول میں یہ تفسیر بھی مروی ہے۔ اور حضرت ابن جریرؒ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق و مشابہ ہے" کہہ دو کہ گندی اور پاکیزہ چیز برابر نہیں ہو سکتی اگرچہ تجھے بری چیز کی کثرت اچھی لگے" یعنی تھوڑا حلال مال زیادہ حرام مال سے بہتر ہے کیونکہ حلال مال برکت والا ہوتا ہے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو اور حرام مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو وہ بے برکتی کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سود خواہ کتنا ہی زیادہ ہو اس کا نتیجہ کمی ہی ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے دونوں با اختیار ہوتے ہیں جب تک وہ الگ الگ نہ ہوں اگر وہ سچ بولیں اور بات واضح اور کھول کر کریں تو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ عیب وغیرہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ حلال نفع میں برکت ہوتی ہے خواہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو اور حرام مال کچھ فائدہ نہیں دیتا خواہ وہ بہت ہی مقدار میں کیوں نہ ہو۔ اسی لئے اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ کی باقی ماندہ چیزیں" تمہارے لئے بہتر ہیں اگر تم ایماندار ہو۔

اور ساتھ ہی شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم پر نگران نہیں ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں جن چیزوں کا حکم دے رہا ہوں وہ اللہ کی رضامندی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے سرانجام دو اور اس لئے نہ کرو کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں یا کوئی اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔

قوم کے لوگوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے چلے آرہے ہیں یا ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کرنا چھوڑ دیں۔ یقیناً تو بردبار و درست آدمی ہے۔ اور یہ الفاظ ان کی قوم کے لوگوں نے بطور مذاق واستہزاء اور تحقیر سے کہے تھے۔

اور اس مذکورہ کلام سے مقصود ان کا یہ ہے کہ کیا تیری نماز تجھے یہ حکم کر رہی ہے کہ تو ہم پر پابندی لگائے کہ ہم صرف تیرے معبود کی عبادت کریں اور ان بتوں کو ہم چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے پہلے باپ دادا کرتے آئے ہیں یا ہم اپنے معاملات آپ کی رضامندی اور خواہش کے مطابق چلائیں اور اپنی پسند اور مرضی کو چھوڑ دیں۔ گویا تم ہی سمجھدار بردبار اور ہدایت یافتہ ہو۔

اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ میمون بن مہران ابن جریج زید بن اسلم اور ابن جریر رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے استہزاء کرتے ہوئے کہی تھی۔

اللہ نے فرمایا کہ شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا:

اور تم پر سزا نازل کر دے جیسے تم سے پہلے جھٹلانے والی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والی قوموں (قوم نوح، قوم صالح، قوم ہود پر عذاب نازل کیا)

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان اور قوم لوط تم سے کوئی دور نہیں کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ زمانے کے اعتبار سے تم سے دور نہیں ان کی خبریں یقیناً تمہیں پہنچی ہیں کہ ان کے کفر اور سرکشی کی بنا پر اللہ نے ان پر پتھروں کا عذاب اتارا یا مطلب یہ ہے کہ علاقے اور جگہ کے لحاظ سے وہ تم سے کوئی دور نہیں اور اس کی تفسیر میں یوں بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے کرتوت اور ان کی بداعمالیاں ان سے کچھ مختلف نہیں ہیں تم بھی رہزنی ہو اور لوگوں سے زبردستی مال چھینتے ہو اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے ان کی دولت ہڑپ کرتے ہو ان تینوں اقوال میں جمع و تطبیق ممکن ہے کہ وہ قوم لوط سے زمانے، جگہ اور اوصاف و صفات میں ان سے دور اور کچھ مختلف نہ تھے۔

پھر شعیب علیہ السلام نے ترغیب اور ڈرانے کے طرز کو ملا کر فرمایا اور اپنے رب سے معافی مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کرو یقیناً میرا رب رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

یعنی: برے غلط کاموں اور روش کو چھوڑ دو اپنے مہربان رب کی طرف چلو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے دروازے پر آ جاتا ہے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ان پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی کہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے۔

الودود: محبت کرنے والا۔ یعنی بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے اگرچہ وہ گناہ جن سے اس نے توبہ کی ہے کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں اور کتنے ہی تباہ کن کیوں نہ ہوں۔

﴿قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا﴾ (ھود: ٩١)

"انہوں نے کہا اے شعیب ہم تیری بہت سی باتیں سمجھ ہی نہیں رہے اور یقیناً ہم تجھے کمزور خیال کرتے ہیں"۔

حضرت ابن عباس، ثوری، سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی نظر بہت کمزور تھی کیونکہ وہ اللہ کی محبت میں روتے رہتے تھے حتی کہ نابینا ہو گئے پھر اللہ نے ان کی نظر درست کر دی اور پوچھا اے شعیب کیا تو آگ کے خوف سے رو رہا یا جنت کے شوق میں؟ شعیب علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ یا اللہ تیری محبت میں رو رہا ہوں، جب میں تیرا دیدار کر لوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے؟ اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے شعیب تجھے میرا دیدار اور میری ملاقات مبارک ہو اسی وجہ سے تو میں نے موسیٰ بن عمران کو تیرا خادم بنایا تھا۔ واحدی نے سند کے ساتھ شداد بن اوس سے یہ روایت بیان کی ہے لیکن یہ روایت انتہائی غریب ہے خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اور قوم شعیب کی یہ بات کہ اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر کچھ زور والا نہیں ہے ان کی یہ بات حد درجہ کفر، حسد و عناد و دشمنی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ کس حد تک یہ دل میں حضرت شعیب کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔

اور قوم شعیب کا یہ کہنا کہ ہم تیری بہت سی باتیں سمجھ نہیں رہے کیونکہ وہ ان کو پسند نہیں کرتے اور ان کا قبول بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قریش کے کافروں نے حضور ﷺ سے کہا تو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ان کا قول نقل فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ﴾

(حٰم السجدہ: ۵)

"ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو ہم (اپنا) کام کرتے ہیں"

اور قوم شعیب کا یہ کہنا کہ ہم تجھے اپنے میں ضعیف خیال کرتے ہیں کا مطلب ہے کہ تو مجبور ولاچار ہے اور جب انہوں نے یہ کہا کہ اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے قبیلے اور خاندان سے ڈرتے ہو اور ان ہی کی وجہ سے تم میرا لحاظ کر رہے ہو اور اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے میرا خیال نہیں رکھتے۔ تو گویا اللہ کے مقابلہ میں میرا قبیلہ ذکر و تمہارے نزدیک زیادہ طاقت وقوت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے میرا رب تمہارے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے جب تم دوبارہ زندہ ہو کر اس کی بارگاہ میں آؤ گے تو پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔

اور فرمایا شعیب علیہ السلام نے "اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو میں بھی اپنی جگہ کام کرنے والا ہوں تمہیں جلدی پتہ چل جائے گا کہ کس پر عذاب ذلیل کرنے والا آتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو بیشک میں انتظار کرنے والا ہوں مذکورہ آیت کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سخت تنبیہ کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے اسی طریقے پر بضد رہے اور اسی پر چلتے رہے تو بہت جلدی ان کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے اور ہلاکت وتباہی کس کے مقدر میں ہے کس کے پاس رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے (اس سے مراد دنیا کا عذاب ہے) اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے اور کون جھوٹا ہے یعنی میں خبر دینے والا اور بشارت دینے اور ڈرانے میں جھوٹا ہوں یا تم خلاف حقیقت باتیں کر رہے ہو۔

اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو کہ اللہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا ـــــ الْفَاتِحِينَ﴾ (الاعراف ۸۸-۸۹)

"ان کی قوم کے بڑے سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا اگر تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ (شعیب علیہ السلام نے) فرمایا کیا (ہم تمہارے مذہب میں آجائیں) گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہیں تب تو ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے ہوں گے کیا ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے یہ ممکن نہیں کہ ہم تمہارے مذہب میں آجائیں ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی چیز اللہ ہی نے جو ہمارا رب ہے (ہمارے لئے) مقدر کی ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے اے ہمارے رب ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

انہوں نے اپنے گمان کے مطابق شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو اپنے مذہب میں لوٹانے کی کوشش کی

لیکن شعیب علیہ السلام ایمان والوں کی طرف سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور کہا: کیا اگرچہ وہ ناپسند ہی کریں تو بھی وہ تمہارے دین میں واپس آ جائیں یعنی وہ لوگ اپنی مرضی سے تمہارے مذہب کی طرف نہیں پلٹ سکتے اگر وہ تمہاری طرف آئیں گے بھی تو مجبور و مضطر ہو کر آئیں گے خوشی سے قطعاً نہیں آ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایمان سینوں میں آ جاتا ہے اور اپنی جگہ بنا لیتا ہے تو کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اس سے برگشتہ ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ پھر تو ہم نے اللہ پر جھوٹی تہمت باندھی اگر ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں۔ اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دیدی ہے اور ہمارے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم اس کی طرف پلٹ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے جو کہ ہمارا رب ہے۔ اور ہمارے رب نے ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔ یعنی وہ ہمیں کافی ہے وہی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور ہمارے تمام معاملات میں پناہ کی جگہ وہی ہمارا رب ہے۔

اس کے بعد شعیب علیہ السلام نے اللہ سے اپنی قوم کے خلاف مدد چاہی کہ وہ جس عذاب کے مستحق ہیں ان پر جلد نازل فرما۔ اور ان الفاظ میں دعا کی۔

اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے

اس انداز سے شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی دعا رد نہیں کرتا جب وہ کفر اور مخالفت کرنے والی قوم کے خلاف مدد طلب کرتے ہیں۔

اس بددعا کے باوجود قوم اپنے غلط کاموں پر اصرار کرتی رہی اور اپنی ضد کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئی ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو یقیناً تم نقصان اٹھاؤ گے۔

عذاب الٰہی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ سورۃ اعراف میں ہے کہ ان پر زلزلہ آیا زمین بہت سخت انداز سے ہلائی گئی جس سے ان کی روحیں جسموں سے نکل گئیں اور زمین کے تمام حیوانات جمادات کی طرح ہو گئے ان کے لاشے اوندھے ہو گئے ان میں کوئی حس و حرکت باقی نہ رہی۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر کئی قسم کی سزائیں جمع کر دیں اور کئی طرح کی مصیبتیں اکٹھی کر دیں کیونکہ وہ کئی قسم کے برے کاموں میں مصروف تھے اس لئے اللہ نے ان پر زلزلہ بھیجا جس نے ان کی حس و حرکت ختم کر دی سخت چیخ مسلط کی جس سے ان کی آوازیں بند ہو گئیں اور ان پر بادل بھیجا جس نے ان پر ہر طرف سے آگ کے شعلے برسائے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر ان کا قصہ بیان کرتے ہوئے ان کے اوپر بھیجے جانے والے عذاب کا تذکرہ کیا سورۃ اعراف میں ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی اور اس کے ساتھیوں کو دھمکایا تھا کہ بستی سے نکال دیں گے ہاں اگر وہ ان کے دین میں واپس آ جائیں تو اللہ نے فرمایا کہ زلزلے نے ان کو آ لیا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ رجوف (ہلانا اور نکالنا) کے مقابلہ میں رجفہ (زلزلہ) کا ذکر کیا ہے ڈرانے دھمکانے کے مقابلہ میں خوف و ہراس کو بیان کیا ہے گویا سیاق و سباق کے ساتھ رجفہ ہی مناسب تھا۔ سورۃ ہود میں ذکر ہے کہ سخت آواز کی وجہ سے وہ اوندھے منہ گرا دیئے گئے ایسا

کے پیغامات پیغمبر کی حیثیت سے تم تک پہنچا دیے اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اور جہاں تک میرا بس چلا تمہاری خیر خواہی کر دی۔ لیکن میرا کوئی طریقہ اور کوشش کامیاب نہ ہوئی کیونکہ گمراہ ہونے والے کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور اس کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ پس جو ہوا سو ہوا۔ آج کے بعد میں تم پر کوئی افسوس نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم نے خود ہی میری نصیحت کو ٹھکرایا تھا اور ذلت ورسوائی کے دن سے نہ ڈرے تھے اس لئے فرمایا کہ میں کافر قوم پر کیسے غم کروں۔ یعنی جنہوں نے حق قبول نہ کیا اور نہ اس کی طرف توجہ کی اور نہ اس کی طرف چلے تو ان پر اللہ کا عذاب اترا جو ٹالا نہ جا سکتا تھا اور نہ کوئی اسے روکنے والا تھا اور نہ کوئی اس سے بھاگنے کی طاقت رکھتا تھا۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ یوسف علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مکہ میں فوت ہوئے اور ان کی قبریں کعبہ کی مغربی جانب ندوہ اور دار بنی سہم کے درمیان ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ذکر

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور ان کی قوم کے حالات وواقعات پہلے بیان کر دیے ہیں اور آپ کی دعوت وتبلیغ کا کیا نتیجہ نکلا اس پر بھی پہلے بحث کر چکے ہیں۔ اور آپ ہی کے دور میں قوم لوط کا واقعہ پیش آیا اس کا ذکر بھی کر چکے۔ اس کے بعد اہل مدین قوم شعیب علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا کیونکہ قوم شعیب اور قوم لوط کا قصہ قرآن مجید میں اکٹھا ذکر ہوا ہے تو اس بارے میں قرآنی ترتیب کا اتباع کیا ہے۔ اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں کتاب ونبوت جاری کی آپ کے بعد جو نبی بھی آئے وہ آپ کی اولاد ہی میں سے آئے۔

قصہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے جن کا مختصر تذکرہ پہلے آچکا ہے لیکن ان سب میں زیادہ مشہور دو بھائی ہیں جو اپنے وقت اور دور کے عظیم نبی اور رسول تھے۔ ان دونوں میں سے عمر میں بڑے اور بڑی شان والے صحیح رائے کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹھے بیٹے ہیں جو حضرت ہاجرہ قبطیہ مصریہ سے پیدا ہوئے اور ذبیح بھی یہی ہیں اور جو لوگ حضرت اسحاق کو ذبیح مانتے ہیں انہوں نے یہ بات اسرائیلی روایات نقل کرنے والوں سے لی ہے جنہوں نے تورات وانجیل میں تحریف وتبدیلی کی اور تاویلات کر کے ان کا اصلی حلیہ وشکل بگاڑ دی اور قرآن مجید کی مخالفت کی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے پہلوٹھے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا ایک روایت میں الوحید کا لفظ بھی آیا ہے یعنی تنہا بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو حضرت اسماعیل کا ذبیح ہونا نص سے ثابت ہے اور ان کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال سے اوپر تھی تو اس سے صاف اور ظاہری طور پر حضرت اسماعیل علیہ السلام صورت اور معنی کے لحاظ سے اکلوتے اور تنہا بیٹے تھے۔ صورت کے اعتبار سے اس طرح کہ اسماعیل علیہ السلام تیرہ سال کے عرصہ تک ان کے تن تنہا فرزند تھے اسحاق علیہ السلام تیرہ سال کے عرصے کے بعد پیدا ہوئے اور معنی کے لحاظ سے اس طرح کہ وہ اکلوتے ہیں کہ انہی کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو فاران کے پہاڑوں میں چھوڑ آئے جو مکہ کے آس پاس ایک پہاڑی سلسلہ ہے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پر بھروسہ کر کے ان کو وہاں چھوڑ دیا ان کے پاس زندگی کا سامان یعنی کھانے

بیٹے کی اشیاء کا انتظام نہ ہونے کے برابر تھا۔ اللہ نے ان پر اپنی عنایات کیں۔ معلوم ہوا کہ صورۃ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی فرزند ذبیح ہیں لیکن کون ہے جو اس راز کو جانے اور کون ہے جو ان کے مقام پر پہنچے درحقیقت اس کو کوئی بیدار مغزی اور سعادت مندی اس کو سمجھ سکتا ہے اور اس کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بردبار تھے صبر کرنے والے نماز کی حفاظت کرنے والے اہل وعیال کو نماز کا حکم دینے والے تھے تاکہ ان کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور اللہ کی عبادت کی طرف بلانے والے تھے اللہ نے فرمایا:

﴿فبشرنٰه بغلٰم حلیم — من الصٰبرین﴾ (صفٰت ۱۰۱-۱۰۲)

"تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو تمہارا کیا خیال ہے انھوں نے کہا کہ ابا آپ کو جو حکم ہوا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو مجھے صابروں میں پائے گا۔

اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی اطاعت کی، اور صبر کرنے کا وعدہ کیا اور صبر کر کے وعدہ پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل — مرضیا﴾ (مریم ۵۴، ۵۵)

اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور ہمارے (بھیجے ہوئے) نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ تھے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿واذکر عبٰدنا ابرٰھیم ———— الاخیار﴾ (ص ۴۵-۴۸)

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق ویعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک (صفت خاص) آخرت کے گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿واسمٰعیل وادریس ———— الصٰلحین﴾ (الانبیاء ۸۵-۸۶)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیکوکار تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿انا اوحینا الیک کما ———— والاسباط﴾ (النساء ۱۶۳)

(اے محمد) ہم نے تیری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور عنایت کی۔

آپ کی وفات

اسماعیل علیہ السلام قبائل جرہم عمالیق اور اہل یمن اور آس پاس کے علاقوں کی طرف مبعوث کیے گئے اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کو وصیت فرمائی۔ اور بیٹی نسمہ کی شادی اپنے بھتیجے العیص بن اسحاق سے کرادی۔ اس کے بطن سے روم پیدا ہوئے اسی نام کی مناسبت سے اس کی اولاد کو بنو الاصفر کہتے ہیں۔ کیونکہ العیص زرد رنگ کے تھے۔

ایک قول کے مطابق اسی سے یونان پیدا ہوئے اور عیص کی اولاد سے اشبان بھی ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ بھی ان دونوں کی اولاد سے ہے اور ابن جریر نے اس بارے میں توقف کیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ ہاجرہ کے پہلو مقام حجر میں دفن ہوئے وفات کے وقت ان کی عمر ۱۳۷ برس تھی۔

حضرت عمر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنے رب سے مکہ کی گرمی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں تیرے لیے جنت کا دروازہ اس طرف کھول دیتا ہوں۔ جہاں تو دفن ہوگا تو قیامت کے دن تک تجھ پر اس کی ہوا آتی رہے گی۔ حجاز کے تمام عرب آپ کے دو بیٹوں نابت اور قیدار کی طرف منسوب ہیں۔

قصہ حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام:

اس سے پہلے بیان ہو چکا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر ایک سو سال اور آپ کی والدہ محترمہ کی نوے سال تھی۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ سال بعد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا ـــــــ مُبِينٌ﴾ (الصافات ۱۱۲-۱۱۳)

اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے ہوں گے: اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے بھی ہیں (یعنی گنہگار بھی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت سے مقامات پر آپ کی تعریف و توصیف فرمائی ہے اور اس سے پہلے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کریم بن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

آپ کی شادی

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسحاق علیہ السلام نے رفقا بنت بتوایل سے شادی کی تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آپ کی بیوی بانجھ تھی۔ تو آپ نے اللہ کے حضور دعا کی اور وہ حاملہ ہوگئی اس نے دو جڑواں بیٹے جنم دیے۔ پہلے کا نام عیص تھا جس کو عرب عیصو کہتے ہیں اور یہ روم کا والد ہے اور دوسرا بچہ جب پیدا ہوا تو وہ اپنے بھائی کی ایڑی پکڑے ہوئے تھا۔ اس لیے اس کا نام یعقوب رکھا گیا۔ ان ہی کو اسرائیل کہتے ہیں

نے بعد میں تعمیر کیا۔

کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کے ہاں حران میں آئے اور اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام لیا اور چھوٹی کا نام "راحیل" تھا چھوٹی زیادہ حسین و خوبصورت تھی یعقوب نے اپنے ماموں سے چھوٹی کا رشتہ مانگا تو اس نے شرط پر رشتہ دینا قبول کیا کہ آپ سات سال تک بکریاں چرائیں گے تو یعقوب علیہ السلام نے یہ شرط منظور کر لی جب سات سال کی مدت پوری ہوئی تو لابان نے کھانا تیار کیا اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور "لیا" کے ساتھ آپ کا نکاح کر کے رات کو آپ کے ہاں بھیج دیا وہ کمزور نظر والی اور بدصورت تھی صبح ہوئی تو یعقوب کو پتہ چلا کہ میرے پاس آنے والی ماموں کی بیٹی "لیا" ہے تو انہوں نے ماموں سے کہا کہ آپ نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے آپ نے میرے ساتھ "راحیل" کی نسبت کی تھی تو ماموں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور نہیں ہے کہ ہم بڑی سے پہلے چھوٹی کا نکاح کریں۔ اگر آپ اس کی بہن چاہتے ہیں تو مزید سات سال کام کریں میں "راحیل کی شادی آپ سے کر دوں گا۔ جب سات سال مزید کام کرتے ہوئے گذر گئے تو ماموں نے پہلی بیٹی کے ساتھ راحیل کو بھی اس کے ہاں داخل کر دیا۔ اور دو بہنوں کا اکٹھا نکاح کرنا ان کی شریعت میں مباح اور جائز تھا پھر تورات میں اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور یہ بات نسخ کے واقع ہونے کی دلیل کافی ہے کیونکہ یعقوب علیہ السلام کا عمل اور کام اس کے مباح ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ وہ معصوم تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں لابان نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک لونڈی دی۔ جو "لیا" کو دی اس کا نام "زلفی" تھا اور "راحیل" کو جو لونڈی دی اس کا نام "بلہی" تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے "لیا" کی حسن و خوبصورتی کی کمی اس طرح پوری کی کہ اسے اولاد عنایت کی اس کے بطن سے سب سے پہلے یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے روبیل پیدا ہوئے پھر شمعون پھر لاوی پھر یہوذا پیدا ہوئے اس طرح کی صورت حال راحیل کی غیرت آئی کہ اسے حمل نہیں ہو رہا تھا۔ تو اس نے اپنی باندی بلہی یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کر دی یعقوب علیہ السلام اس کے پاس آئے تو وہ حاملہ ہوگئی تو اس کے ہاں بھی بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "دان" رکھا۔ دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "نفتالی" رکھا۔ اب "لیا" نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنی باندی زلفی یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کر دی تو اس سے دو لڑکے "جاد" اور "اشیر" پیدا ہوئے پھر "لیا" حاملہ ہوئی تو اس سے پانچواں بچہ پیدا ہوا اس کا نام "ایسا خر" رکھا۔ پھر اس نے چھٹا بچہ جنم دیا اور اس کا نام زابلون رکھا۔ پھر اس کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام "دینا" رکھا۔ اس طرح یعقوب علیہ السلام کی اولاد لیا سے سات افراد ہو گئے۔ پھر "راحیل" نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور التجاء کی کہ یا اللہ مجھے یعقوب علیہ السلام سے اولاد عطا کر اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ اللہ کے نبی یعقوب سے حاملہ ہوئی پھر اس نے ایک عظیم اور شریف اور خوبصورت بچہ جنم دیا جس کا نام اس نے "یوسف" رکھا۔

یعقوب علیہ السلام اور اس کی ساری اولاد ارض حران ہی میں رہائش پذیر رہی اور دوسری شادی کے بعد بھی چھ سال تک مزید اپنے ماموں کے ہاں مقیم رہے۔ اور اپنے ماموں کی بکریاں چراتے رہے اس طرح ان کو وہاں بیس سال گزر گئے۔

اب یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں سے اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی۔ ماموں نے کہا کہ تیری وجہ سے میرے مال میں بہت برکت ہوئی ہے اب آپ جتنا چاہیں میرے مال سے لے لو تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی بکریوں سے جو بچے پیدا ہوں ان میں سے ہر سفید اور سیاہ دھبوں والا اور ہر وہ بچہ جس کی سفیدی سیاہی سے ملی ہوئی ہو اور جس کی سیاہی سفیدی سے ملی ہوئی ہو اور بکروں میں سے جو سفید رنگ کا بغیر سینگوں والا ہے دے دیں ماموں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

تو ان کو کہنا کہ یہ تیرے غلام یعقوب کے ہیں جو اس نے میرے سردار عیص کے لئے ہدیۃً بھیجے ہیں اسی طرح ہر غلام یہی بات کہے گا۔ اور یہ بھی کہے گا کہ یعقوب بھی پیچھے آ رہا ہے۔

اب یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال یعنی دو بیویوں دو باندیوں اور گیارہ بیٹوں کو ساتھ لے کر دو رات کی مسافت پر پیچھے ہو گئے اور رات کو آپ سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے جب دوسری رات فجر کا وقت ہوا تو آپ کے سامنے ایک فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے سامنے آ گیا اور یعقوب علیہ السلام نے اسے انسانوں میں سے ایک انسان سمجھا۔ اور اس کے پاس آ کر اس سے کشتی کرنے لگے۔ اور آپ ہی اس پر غالب آئے۔ پھر فرشتے نے آپ کے کولہے پر ہاتھ لگایا وہ سکڑ گیا اور یعقوب علیہ السلام لنگڑے ہو گئے جب صبح کی روشنی پھیلنے لگی تو فرشتہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے آپ نے کہا یعقوب ہے فرشتے نے کہا آج کے بعد تیرا نام اسرائیل ہے اب یعقوب علیہ السلام نے سوال فرمایا کہ تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے تو وہ فرشتہ اسی وقت غائب ہو گیا۔ اب یعقوب علیہ السلام سمجھے کہ یہ تو کوئی فرشتہ تھا اب صبح ہونے کے بعد یعقوب علیہ السلام لنگڑا کر چل رہے تھے۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل عرق النسا نہیں کھاتے۔ (یہ ایک رگ کا نام ہے جو کہ ران سے پاؤں تک جاتی ہے) اب جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے سے ان کے بھائی عیص چار سو سواروں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اپنے اہل بچوں سے الگ ہو کر آگے بڑھے۔ جب اپنے بھائی عیص کو دیکھا تو سات دفعہ اس کے لئے سجدہ کیا اس وقت یہ طریقہ سلام کا انداز تھا اور ان کی شریعت میں جائز تھا جیسے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور جب عیص نے ان کو دیکھا تو وہ آگے بڑھ کر گلے لگایا اور چوما اور رونے لگ گئے پھر عیص نے نظر اٹھا کر عورتوں اور بچوں کو دیکھا۔ تو پوچھا یہ آپ کو کہاں سے ملے ہیں کہا یہ تیرے غلام یعقوب کو اللہ نے عطا کئے ہیں۔ پھر دونوں لونڈیاں اور ان کے بیٹے قریب ہوئے اور انہوں نے اسے سجدہ کیا پھر لیا اور اس کے بیٹوں نے اسے سجدہ کیا پھر راحیل اور اس کا بیٹا یوسف قریب ہوئے وہ بھی اس کے لئے سجدے میں گر پڑے۔

یعقوب علیہ السلام نے تحفہ قبول کرنے کی استدعا کی اور اصرار کیا تو عیص نے ہدیہ قبول کر لیا۔ اب عیص واپس لوٹے اور آگے بڑھ گئے تھا اور یعقوب علیہ السلام اس کے پیچھے تھے اپنے اہل وعیال نوکروں وغیرہ کے ساتھ "ساعیر" کی طرف چل پڑے جب ساحور پر گزرے تو بستی سے باہر ہی ٹھہر گئے اور وہاں اپنا ایک گھر بنایا اور سایہ حاصل کرنے کے لئے ایک چھپر تیار کیا پھر اور شلیم پر "شخیم" بستی سے گزرے تو بستی سے باہر ہی ٹھہر گئے یہاں آپ نے شخیم بن جمور سے زمین سو بکریوں کے عوض خریدی وہاں اپنا خیمہ گاڑ لیا اور وہاں ایک مذبح بنایا اور اس کا نام ایل رکھا۔ ایل اسرائیل (یعقوب) کا معبود ہے اللہ نے وہاں ایک عمارت بنانے کا حکم دیا تا کہ وہاں سے اللہ کا نام بلند ہو اور یہی آج بیت المقدس ہے اسی کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوبارہ بنایا تھا اور یہی وہ پتھر کی جگہ ہے جس پر یعقوب علیہ السلام نے جاتے وقت علامت کے طور پر تیل لگایا تھا جیسا کہ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اس جگہ اہل کتاب نے دینا بنت یعقوب علیہ السلام کا ایک قصہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ شخیم بن جمور نے اس پر زبردستی کی اور اپنے گھر لے آیا۔ پھر اس کے باپ اور بھائیوں سے اس کا رشتہ مانگا لیکن انہوں نے اس شرط پر رشتہ دینے کا وعدہ کیا کہ تم سب پہلے ختنے کراؤ۔ پھر ہم رشتہ داریاں قائم کریں گے کیونکہ ہم ان لوگوں سے رشتے نہیں کرتے جن کے ختنے نہ ہوئے ہوں

یہ شہزادہ وہاں گئے اور سب نے ختنے کرائے۔ جب تیسرا دن ہوا اور ختنوں کی درد سخت ہوگئی تو یعقوب کے بیٹے ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو قتل کر دیا۔ اس لڑائی میں شخم اور اس کا باپ حمور بھی قتل ہوا۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنی بہن کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا۔ یہ انتقامی کارروائی اس لئے بھی ہوئی کہ وہ کافر تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے ان کو قتل کر کے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا۔

پھر راحیل حاملہ ہوئی اور اس نے ایک بیٹا جنم دیا جس کا نام بنیامین ہے۔ زچگی کے دوران اس کو بہت تکلیف ہوئی اور وہ بچے کی پیدائش کے بعد فوت ہوگئی یعقوب علیہ السلام نے اسے "افراتہ" میں دفن کیا جس کو آج کل بیت اللحم کہا جاتا ہے یعقوب علیہ السلام نے اس کی قبر پر بطور نشانی کے ایک پتھر رکھا جو آج تک قبر راحیل کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے ناموں کی تفصیل ان کی ماؤں کے نام کے ساتھ درج ذیل ہے۔

(۱) لیاہ۔ روبیل، شمعون، لاوی، یہودا، ایاخر، زبلون۔

(۲) راحیل۔ یوسف علیہ السلام، بنیامین

(۳) لیاہ کی لونڈی سے جاد، اشیر

حضرت یعقوب اپنے والد محترم حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کے ہاں کنعان کے علاقے کی ایک حبرون نامی بستی میں قیام پذیر ہوگئے اور اسی علاقے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام رہتے تھے پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام بیمار ہوئے اور ایک سو اسی سال (۱۸۰) کی عمر میں انتقال فرمایا اور آپ کو آپ کے دونوں بیٹوں یعقوب اور عیص نے ان کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں اسی جگہ دفن کیا جو انہوں نے خود خریدی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت وشان اور آپ کے حالات وواقعات کے متعلق ایک مستقل اور مکمل سورت نازل فرمائی ہے تاکہ اس میں جو حکمتیں اور نصیحتیں اور آداب ہیں ان پر غور وفکر کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ الۤرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ..... لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴾ (یوسف ۱-۳)

یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو (اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔

حروف مقطعات کے متعلق ہم نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں سورہ بقرہ کے شروع میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ تفصیل و تحقیق کے طالب تفسیر کی طرف رجوع کریں ہم نے اس سورت کی تفسیر مفصل طور سے اپنی تفسیر میں لکھی ہے وہاں سے کچھ مختصر طور پر بطور اقتباس کے یہاں درج کرتے ہیں۔

اس مقام میں گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید کی مدح وتوصیف اور تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ یہ کتاب ہم نے اپنے بندے اور رسول کریم پر صاف واضح اور فصیح زبان میں نازل کی ہے جس کو ہر عقل مند اور پاکیزہ ذہن والا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ جس کو فرشتوں میں سے اشرف فرشتے نے مخلوق میں سے سب سے اشرف انسان پر سب سے زیادہ شرف والی جگہ اور زمانے میں بہت فصیح زبان اور واضح ترین بیان کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ماضی اور مستقبل کے عمدہ اور مفید حالات وواقعات بیان فرمائے ہیں جن مسائل اور واقعات میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ان میں حق کو واضح کیا ہے اور باطل کو مٹایا اور ختم کیا ہے اور امر ونہی میں بھی یہ کتاب سب شریعتوں سے زیادہ عادل سب اصولوں میں زیادہ واضح اور عدل وانصاف پر مبنی اور بہت زیادہ حکمت ودانائی پر مشتمل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی شان میں فرمایا ہے کہ تیرے رب کے کلمات سچائی اور اعتدال کے لحاظ سے مکمل ہیں (وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط)

یعنی اس کی خبریں سچی اور اس کے اوامر ونواہی میں اعتدال وتوازن پایا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴾ (یوسف: ۳)

(اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم تمہارے طرف بھیجتے ہیں تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں۔ اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔

یعنی اس سے پہلے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی تذکرہ نہ تھا اسی طرح نیک اور مقام پر فرمایا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ــــــ الْاُمُوْرُ ﴾ (شوریٰ: ۵۲)

اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے تاکہ تم بڑے گاؤں (مکہ والوں) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں ان کو راستہ دکھاؤ اور انہیں قیامت کے دن کا بھی جس میں کوئی شک نہیں خوف دلاؤ۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے قرآن بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس

کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور بے شک (اے محمد) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو (یعنی) خدا کا راستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے دیکھو سب ایک خدا ہی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔)

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے

﴿كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ ــــــ حِمْلًا﴾ (طٰہٰ ۹۹/۱۰۱)

اسی طرح ہم تم سے وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں اور ہم نے تمہیں اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطا فرمائی ہے جو شخص اس سے منہ پھیرے گا وہ قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا۔

یعنی جو آدمی اس کتاب سے اعراض کر کے دوسری کتاب کی اتباع کرے گا وہ اس وعید کا مستحق ہوگا۔ جس طرح اس بارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً و موقوفاً مروی ہے کہ جس نے اس کے سوا ہدایت کی تلاش کی اللہ اس کو گمراہ کر دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اہل کتب سے حاصل کی ہوئی کتاب (توراۃ) لے آئے اور آپ کے سامنے پڑھنی شروع کی تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا اے ابن خطاب کیا تم کسی شئے میں حیران (اور گرویدہ) ہو رہے ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے پاس صاف شفاف (شریعت) لایا ہوں تم ان اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو ممکن ہے کہ وہ تمہیں حق بیان کریں اور تم اس کی تکذیب کرنے لگ جاؤ یا وہ تمہیں باطل اور غلط بیان کر دیں اور تم اس کی تصدیق کر دو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس وقت صاحب توراۃ حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

ایک اور دوسری روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام آ جائیں پھر تم ان کی پیروی کرنے لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارا حصہ ہوں (یعنی تم میری امت اور میں تمہارا نبی ہوں) میں نے اس حدیث کی سندیں اور الفاظ سورہ یوسف کے آغاز میں ذکر کئے ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگو! مجھے جوامع الکلم اور خواتیم عطا کئے گئے ہیں اور میرے لئے ان کو مختصر کر دیا گیا ہے اور میں تمہارے پاس صاف شفاف شریعت لایا ہوں پس تم حیرانی میں نہ پڑ جانا (دھوکہ نہ کھا جانا) اور حیرانی میں پڑنے والے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں پھر آپ ﷺ نے اس صحیفہ کو مٹانے کا حکم دیا تو اس کے ایک ایک حرف کو مٹا دیا گیا۔

﴿إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ ــــــ حَكِيمٌ﴾ (یوسف ۴۔۶)

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جان کہ میں گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تیرے ساتھ فریب کاری کریں گے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا۔ اور تجھے معاملہ فہمی (خوابوں کی تعبیر) سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری عطا کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر بھی جیسے اس نے اس سے پہلے تیرے پردادا ابراہیم اور اسحٰق علیہما السلام کو اپنی بھرپور نعمت دی تھی بیشک تیرا رب بہت علم والا اور

(یہ مشورہ کر کے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اس کے نگہبان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کئے دیتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ (یعنی وہ مجھ سے جدا ہو جائے) اور مجھے یہ خوف بھی ہے کہ تم (کھیل میں) اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے انہوں نے اپنے باپ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیں باپ کے لئے وہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ بکریاں چرائے گا کھیلے کودے گا اور خوش ہوگا لیکن دل میں مکر و فریب چھپا ہوا تھا جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹو! تو اسے ایک پل بھی اپنے سے الگ نہیں کر سکتا اور ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تم کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ گے اور اسے بھیڑیا آ کر کھا جائے گا۔ اور یہ بچہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکے گا۔ اور تم بھی اس سے غافل ہو گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اسے بھیڑیا کھا گیا جب کہ ہم ایک جماعت ہیں تو یقیناً ہم نکمے ثابت ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بھیڑیا حملہ آور ہوا اور ہمارے درمیان سے (ہمارے سامنے) اسے کھا گیا یا ہم کہیں مصروف ہو گئے اور وہ اس پر واقع ہو گیا جبکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو ہم کھانے والے تباہ ہونے والے ہو گئے۔ اہل کتاب کے ہاں یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ تو نہیں ان کے پیچھے بھیج دیا اور وہ راستہ بھول گئے اور ایک راہ گیر نے اسے بھائیوں کے ساتھ ملا دیا یہ بھی اہل کتاب کی غلطی اور تحریف ہے کیونکہ یعقوب علیہ السلام تو یوسف کو ان کے ساتھ بھیجتے ہوئے بھی فکر مند تھے تو وہ انہیں اکیلے کیسے بھیج سکتے تھے۔

اس سے آگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا ـــــــــ تَصِفُونَ﴾ (یوسف: ۱۵۔۱۸)

غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنویں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو اس سلوک سے آگاہ کرو گے (اور ان کو اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہوگی۔ (یہ حرکت کر کے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے (اور) کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات کو اگر چہ ہم سچ ہی کہتے ہوں باور نہیں کریں گے اور اس کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تو یعقوب نے کہا کہ (حقیقت الحال یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو اچھا صبر (کہ وہی) خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے۔

وہ لوگ اپنے والد سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اس کو ان کے ساتھ بھیج دیا وہ جوں ہی باپ کی نظروں سے غائب ہوئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور ہاتوں ہی باتوں میں عمل کے ساتھ بھی ذلیل و رسوا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ طے کر لیا کہ اس کو اندھے کنویں میں چٹان کے اوپر رکھ دیں گے۔ یہ کنویں کے درمیان ایک بڑا پتھر ہوتا ہے جب پانی کم ہو جائے تو نیچے اتر کر اس پتھر پر کھڑے ہو کر ڈول رسی کے ساتھ ڈال کر اوپر کھینچ لیتا ہے اس کو ماغ کہا جاتا ہے۔

جب جب بھائیوں نے یوسف کو کنویں میں پھینکا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم اس مصیبت سے نجات پاؤ گے اور اپنے بھائیوں کو ان کے اس کرتوت کی خبر دو گے اس وقت تم غالب اور عزیز ہو گے اور وہ تمہارے محتاج ہوں گے وہ تم سے ڈرتے ہوں گے اور وہ اس کا شعور واحساس نہیں رکھتے ہوں گے۔ حضرت قتادہ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف کی تسلی کے لئے وحی کی ہے اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کو یوسف اس واردات کی ایک وقت آئے گا ان کو خبر دے گا اور ان کو اس کا شعور ہی نہیں ہوگا۔

اب وہ لوگ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر واپس ہونے لگے تو ان کی قمیص پکڑ کر اس کو خون آلود کیا اور اپنے باپ کی طرف عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے یعنی اپنے بھائی یوسف علیہ السلام پر رو رہے تھے۔ اس پر بعض علماء نے کہا کہ کسی کے رونے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ بعض اوقات ظالم اپنے مطلب کے لئے روتا ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا بھی رونا دجل کے طور پر ہی تھا۔

وہ عشاء کے وقت یعنی رات کے اندھیرے میں آئے تاکہ رات کے وقت ان کا مکر وفریب کامیاب ہو۔ یہ لوگ عذر بنانے لگے کہ بات یہ ہوئی کہ ہم دوڑ کی بازی میں لگ گئے یعنی ہم دوڑ میں مقابلہ کر رہے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کپڑوں وغیرہ کے پاس بٹھا گئے تھے۔ اس دوڑ کے مقابلہ کی وجہ سے ہم یوسف سے الگ تھے اتنے میں بھیڑیا وہاں ان کے پاس پہنچا اور ان کو کھا گیا۔ اور آپ ہماری اس بات کو سچا نہیں سمجھیں گے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور ہم ہر تہمت کے الزام سے پاک ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے پر آپ تہمت کیوں لگاتے ہیں جب کہ تم خود ڈرتے تھے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے گا اور ہم نے ذمہ داری اٹھائی تھی کہ اسے بھیڑیا نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ ہم کافی تعداد میں اس کے پاس رہیں گے اب آپ ہماری بات سچی نہیں مانتے ایسی صورت میں آپ معذور ہیں اور وہ لوگ حضرت یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے۔ بکری کا ایک بچہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف علیہ السلام کی قمیص پر لگا دیا تاکہ وہ اپنے باپ کو اس طرح اعتبار دلائیں کہ یوسف کو واقعی بھیڑیا کھا گیا ہے لیکن قمیص کو پھاڑنا بھول گئے تاکہ معاملہ آسانی سے یقین ہو جاتا کہ واقعی یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے لیکن عجلت کی وجہ سے بھول گئے۔

جب شک کی باتیں پوری طرح ظاہر ہو گئیں تو یعقوب علیہ السلام ان کے مکر وفریب کو معاملہ کو سمجھ گئے بلکہ یقین ہو گیا کہ فریب کر رہے ہیں کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے ان کا حسد اور ان کی عداوت کا حال معلوم تھا۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے رہتے تھے کہ ہماری نسبت ابا جان یوسف سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کی طرف بہت زیادہ رجحان اس لئے تھا کہ یوسف علیہ السلام کے بچپن ہی سے کچھ علامات ودلالات سے سمجھ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبوت ورسالت سے سرفراز فرمائے گا۔ الغرض یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور جھوٹی کہانی باپ کے سامنے بیان کرنے پر سب نے اتفاق کر لیا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرما دیا کہ بلکہ تمہارے نفسوں نے اس معاملہ کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے میں اس مصیبت پر صبر وتحمل سے کام لوں گا اور اپنے اللہ سے اس معاملہ میں مدد مانگوں گا۔

اہل کتاب کے ہاں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ روبیل نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا اس طرح

وہ اپنے بھائیوں سے چوری چھپے کنویں سے نکال کر اپنے والد کے پاس واپس لائے گا۔ جب وہ اس کی غفلت و بے خبری کا موقعہ تلاش کرتے رہے اور وہاں سے گزرنے والے قافلہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

جب روبیل رات کے آخر میں ان سے چوری چھپے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالنے کے لئے آیا تو یوسف علیہ السلام کو وہاں موجود نہ پا کر چیخ اٹھا اور اپنے کپڑے پھاڑ لئے ان لوگوں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کر کے اس کا خون اس کو لگایا اور والد کے پاس لائے تو یعقوب علیہ السلام اپنے کپڑے پھاڑ لئے اور سیاہ لباس پہن لیا اور کئی دن یوسف علیہ السلام کی عدم موجودگی کی وجہ سے غم و حزن میں مبتلا رہے یہ بیان اور نقل ان غلطیوں میں سے ہے جو اہل کتاب کے ہاں ہوتی رہتی ہے۔

کنویں سے عزیز مصر تک

قولہ تعالیٰ۔ (وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا ــــــ الْمُحْسِنِينَ) (یوسف:۱۹،۲۲)

(اب خدا کی شان دیکھو کہ اس کنویں کے قریب) ایک قافلہ آوارد ہوا اور انہوں نے پانی کے لئے اپنا سقا بھیجا۔ اس نے کنویں میں ڈول لٹکایا (تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے خدا کو سب معلوم تھا اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) چند معدودے درہموں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس کے بارے میں لالچ نہ تھا۔ اور مصر میں جس شخص نے اس کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے (جس کا نام زلیخا تھا) کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو۔ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم اس کو (خواب) کی باتوں کی تعبیر سکھائیں اور خدا اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اس کو دانائی اور علم بخشا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت میں یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب ان کو کنویں میں ڈالا گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مدد کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ پس ایک مسافر قافلہ آیا ان کا سامان تجارت صنوبر کا پھل پستہ اور بن کا پھل تھا وہ شام سے مصر کی طرف جارہے تھے انہوں نے اپنے ایک آدمی کو کنویں پر پانی لینے بھیجا۔ جب اس نے اپنا ڈول کنویں میں لٹکایا تو یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ لٹک گئے جب ڈول والے نے اس کو دیکھا تو وہ پکار کر کہنے لگا واہ خوشخبری یہ تو لڑکا ہے اور یہ ہم دلایا کہ یہ لڑکا ان کے تجارتی سامان میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو پروگرام یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بنایا تھا۔ اور اس کو بھی جو اسے پانے والے قیمتی سامان سمجھ کر چھپا رہے تھے۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کے پروگرام کو تبدیل نہیں کر رہا تھا کیونکہ اس میں اللہ کی بڑی حکمت، تقدیر اور اہل مصر پر مہربانی اور رحمت تھی جو اس لڑکے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ جو ایک قیدی اور غلام کی صورت میں داخل ہو رہا ہے کیونکہ بعد میں تمام امور سلطنت ان کے سپرد ہوئے اور اللہ نے ان کے ذریعہ اہل مصر کو دینی دنیاوی بے حد حساب فائدہ پہنچایا۔

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو معلوم ہوا کہ قافلہ والوں نے اس کو لے لیا ہے تو وہ ان کے پاس دوڑے اور کہا کہ یہ تو ہمارا غلام ہے جو ہم سے بھاگ آیا ہے قافلہ والوں نے معمولی سی قیمت پر ان سے خرید لیا۔ ثمن بخس کم قیمت یا کھوٹے سکے مراد ہیں۔ چند درہموں کے عوض اور وہ اس میں دلچسپی نہ رکھتے تھے۔

کتنی قیمت لی تھی:

حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، نوف البکالی، السدی، قتادہ، عطیہ العوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے یوسف کو بیس درہم میں بیچا اور آپس میں تقسیم کر لئے تھے مجاہد نے کہا کہ بائیس درہم، حضرت عکرمہ اور ابن اسحاق نے چالیس درہم کہا ہے۔ واللہ اعلم

یہ اہل مصر میں سے جس نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تھا کہ اس سے اچھا سلوک کرو ہو سکتا ہے کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام پر مہربانی اور احسان اور شفقت تھی کیونکہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں دینا چاہتا تھا۔

یوسف علیہ السلام کو کس نے خریدا

کہا گیا ہے کہ جس نے خریدا وہ عزیز مصر تھا اور یہ وزارت تھی اور اس کا نام قطفیر بن روحیب تھا اور اس دور میں مصر کا بادشاہ ریان بن الولید تھا جو عمالقہ میں سے ایک آدمی تھا اس کی عورت کا نام راعیل بنت رعابیل تھا بعض کے قول کے مطابق اس کا نام زلیخا تھا اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا اس کا لقب تھا بعض نے اس کا نام فکا بنت ینوس بتایا ہے اور یہ بات ثعلبی نے ابن ہشام سے نقل کی ہے۔

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو مصر میں لانے والا اور وہاں فروخت کرنے والا مالک بن ذعر بن نویب بن عیفا بن مدیان بن ابراہیم علیہ السلام تھا۔ واللہ اعلم

حضرت ابن مسعودؓ سے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ فہم و فراست کے مالک تین اشخاص ہیں (۱) عزیز مصر جب اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اکرام و عزت سے رکھنا (۲) وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے باپ کو کہا کہ اے ابا جان اسے مزدور کے طور پر رکھ لو کیونکہ بہترین مزدور طاقتور اور امانت دار ہوتا ہے (۳) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔

کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے بیس دینار میں خریدا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے ہم وزن کستوری، ریشم، چاندی کے بدلے خریدا (واللہ اعلم)

اور اس طرح ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ دی یعنی جس طرح ہم نے عزیز مصر کو اور اس کی بیوی کو یوسف علیہ السلام کے لئے مقرر کیا کہ وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کی نگرانی کریں اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر میں قدرت دی اور قرار عطا کیا تاکہ ہم اسے باتوں کی تاویل (خوابوں کی تعبیر) سکھائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے معاملے پر غالب ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کچھ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسباب و حالات مہیا کر دیتا ہے جو بندوں کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکما و علما اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اسے فیصلہ کرنے کی قوت اور علم عطا کیا اس سے معلوم ہوا کہ سارے کے سارے واقعات جوانی کی عمر کو پہنچنے سے پہلے پیش آتے ہیں اور یہ عمر چالیس کی ہے جس تک پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف وحی کرتا ہے اور منصب نبوت پر سرفراز فرماتا ہے۔

ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے، دوسروں نے اسے موقوف بیان کیا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے خاوند قطفیر کا قریبی رشتہ دار ایک مرد تھا

(۳) تیسرا قول کہ وہ عورت کا رشتہ دار تھا، اور اس کے قائل ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ، سدی، محمد بن اسحاق اور زید بن اسلم رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

"اس گواہ نے کہا کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو وہ عورت سچی اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اسے بہکانا چاہا ہوگا اور اس نے اپنا دفاع کیا ہوگا اور یوسف کی قمیص آگے سے پھٹ گئی ہوگی۔ اور اگر یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو یوسف علیہ السلام سچے اور وہ عورت جھوٹی ہے کیونکہ وہ عورت سے بھاگ کے جا رہے تھے اور وہ پیچھے بھاگتے ہوئے ان سے چمٹ گئی ہوگی تو اس لئے یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی ہوگی۔ اور حقیقت میں ہوا بھی اسی طرح تھا۔"

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ

جب اس نے اس (یوسف علیہ السلام) کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو بیوی سے کہا کہ یقیناً تمہارے مکر و فریب میں سے ہے اور یقیناً تمہارے مکر و فریب بڑے ہوتے ہیں۔

"یعنی یہ مکر ہے جو اس موقع پر ظاہر ہوا ہے کہ تو نے خود ہی اسے بہکانا چاہا اور جب کام نہ بنا تو تو نے خود ہی یوسف علیہ السلام پر الزام لگا دیا۔ پھر خاوند نے اس سے اعراض کیا اور یوسف علیہ السلام سے بھی کہا کہ اسے چھوڑو کسی اور کو یہ بات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس قسم کے معاملات کو چھپانا ہی اچھا ہے، اور زیادہ مناسب ہے۔ اور اپنی بیوی کو اپنے گناہ کی معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔"

اہل مصر اگرچہ بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر یہ بات بھی بخوبی جانتے تھے کہ گناہوں کا معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا اور گناہوں پر مواخذہ کرنے والا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے اس کے خاوند عزیز مصر نے اسے معافی مانگنے کی تلقین کی اور بعض وجوہات کی بناء پر اسے معذور قرار دیا کیونکہ اس نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کو دیکھ کر صبر نہ کر سکی تھی اور یوسف علیہ السلام پاکدامن اور عفت و عصمت کے پیکر تھے عزت کو بچانے والے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے والے تھے اس لئے اس کے شوہر نے اس کو صرف یہ کہا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو گناہ کرنے والوں میں سے ہے۔

زلیخا پر عورتوں کے طعنے اور اپنے ہاتھ کاٹ لینا

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ ------ عَلِيمٌ (پ ۱۲ ۳۰/۳۴)

اور شہر کی عورتیں باتیں کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے، اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔ جب زلیخا نے ان عورتوں کی گفتگو جو درحقیقت یوسف کے لئے ایک (چال) (مکر) تھی سنی تو ان کے پاس (دعوت) کا پیغام بھیجا اور ان کے لئے ایک محفل مرتب کی اور (پھل تراشنے کیلئے)

ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب (حسن) ان پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ تب زلیخا نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بیشک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ کام وہ نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہوگا۔ یوسف نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی مجھے یہ بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو نے مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹایا تو میں ان کی طرف مائل ہو سکتا ہوں اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا تو خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

"ان آیات میں مصری عورتوں کی زلیخا پر طعن و تشنیع کا اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ عورتیں امراء کی بیویاں اور بڑے لوگوں کی بیٹیاں تھیں وہ طعنے دیتی تھیں کہ وہ اپنے غلام کو بہلا پھسلا رہی ہے اور اس کو اس سے بہت سخت محبت ہو گئی ہے حالانکہ یہ اس کے برابر کا نہیں ہے کیونکہ وہ ایک غلام ہے اور محبت کے قابل نہیں ہے یہ تو بڑی کم عقل اور بے وقوف ہے "ضلال" کا لغوی معنی اور مفہوم یہ ہے کہ کسی کا اس کی اصل راہ اور منزل پر نہ رہنا اور کسی اور جگہ بھٹکتے رہنا۔"

مصر کی عورتوں پر حضرت یوسف کے حسن کا اثر اور رعب

جب ان عورتوں کے طعنے اور برا بھلا کہنے کو سنا کہ وہ ایک غلام سے محبت کرنے کی وجہ سے اس کو ملامت اور اس کی مذمت و شکایت کر رہی ہیں حالانکہ زلیخا اپنے تئیں معذور تھی اس لئے اس نے چاہا کہ وہ اپنی معذوری ان پر ظاہر کر دے کہ یہ غلام ہم غلام نہیں۔ جیسے انہوں نے سمجھ رکھا ہے اور عام غلاموں کی طرح گھروں میں کام کرنے والوں جیسا نہیں۔ تو اس نے ان کو بلا بھیجا ان کو اپنے گھر میں اکٹھا کیا ان کیلئے ان کے شایان شان ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا اور چھری سے کاٹ کھانے والے پھل بھی دسترخوان پر رکھوا دیئے۔ اور ہر ایک عورت کو چھری دے دی۔

اور دوسری طرف اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت اچھی طرح بنا سنوار کر تیار کر رکھا تھا اور بہترین لباس ان کو پہنایا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام بھی اپنی پوری بھرپور جوانی کے عالم میں تھے۔ ایسی حالت میں اس نے یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے سامنے آنے کا حکم دیا جب وہ باہر آئے تو چاند سے زیادہ حسین چہرہ تھا اور جب ان پر ان عورتوں کی نظر پڑی تو ان کو ایک بہت شاندار مرد پایا اور ان کی ہیبت ان عورتوں کے دلوں پر بیٹھ گئی ان کا خیال تھا کہ لامحالہ ہم میں ایسا خوبصورت جوان ہو ہی نہیں سکتا وہ ان کے حسن و جمال کی نورانیت سے حیران رہ گئیں۔ اور ان کو اپنا ہوش نہ رہا اور اپنے ہاتھ چھریوں سے کاٹ رہی تھیں لیکن ان کو اس تکلیف کا احساس بھی نہ رہا اور سب یک زبان بول اٹھیں کہ اللہ کی پناہ یہ تو انسان ہی نہیں یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے۔

معراج والی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو پتہ چلا کہ آپ کو نصف حسن دیا گیا ہے۔

امام سہیلی اور دیگر آئمہ کرام کا کہنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کا نصف دیا گیا ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو آدم علیہ السلام بشری حسن کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ جنتی لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر اور ان کے قد کے مطابق ان کے قد ہوں گے تو یوسف علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کا نصف دیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت یوسف علیہ السلام تک ان دونوں سے زیادہ خوبصورت کوئی انسان پیدا نہیں ہوا جیسے کہ حوا علیہا السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام سے زیادہ خوبصورت کوئی عورت نہیں گزری۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا جو کوئی عورت کسی کام کے لئے آپ کے پاس آتی تو وہ اپنا چہرہ ڈھانپ لیتے تھے اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام عام طور پر نقاب آپ کو چھپانے کے لئے برقع پہنا کرتے تھے تاکہ عام لوگ ان کو نہ دیکھیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے آئے جن کو زلیخا نے دعوت پر بلا رکھا تھا تو ان عورتوں نے بھی زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں معذور قرار دیا تھا اور اپنے ہاتھ چھریوں سے کاٹ بیٹھیں اور یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر حیران و سرگرداں رہ گئیں۔ اب زلیخا نے بھی ان سے کہہ دیا کہ یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں۔ پھر اس نے حضرت یوسف کی عفت و پاکدامنی کی تعریف کی اور کہنے لگی میں نے ہی اس کو بہکایا پھسلایا تھا لیکن یہ بچ گیا ہے اور اگر یہ وہ نہیں کرے گا جس کا میں اس کو کہہ رہی ہوں اور حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو قید میں ڈال دیا جائے گا اور ذلیل و خوار ہوگا۔

اور وہ دوسری عورتیں جو زلیخا کی دعوت پر آئی تھیں وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو تلقین کرنے لگیں کہ وہ اپنی مالکہ کا کہنا مان لے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے لیکن یوسف علیہ السلام نے اس سے انکار کر دیا اور دور رہے الگ رہے کیونکہ آپ انبیاء علیہم السلام کی پشت سے تھے اور اس بارے میں اللہ سے دعا بھی کی اور اللہ سے مدد مانگی۔"

دعا کے الفاظ یہ ہیں

اور آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگی کہ اے میرے رب مجھے قید اس سے زیادہ پسند ہے جس کام کی طرف مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو ان کے مکر و فریب کو مجھ سے دور نہیں کرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ یعنی اے اللہ! اگر تو مجھے میرے نفس کے حوالے کر دے گا تو میں عاجز اور کمزور ہوں اور میں اپنے لئے کسی فائدہ اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو تو چاہے میں تو کمزور ہوں ہاں یہ کہ تو مجھے قوت دے مجھے بچائے اور حفاظت کرے تو میں بچ جاؤں گا۔

آپ کی دعا کی قبولیت اور جیل میں جانا

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ ـــــــ الْعَلِيْمُ﴾ (یوسف: ۱۲/۳۴)

تو خدا نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ان سے عورتوں کا مکر دفع کیا بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے پھر باوجود اس کے کہ وہ نشانیاں دیکھ چکے تھے مگر ان کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصے کے لئے ان کو قید ہی کر دیں اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی قید میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ (شراب کے لئے انگور) نچوڑ

دیا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے ان میں سے کھا رہے ہیں۔ (تو) ہمیں ان کی تعبیر بتا دیجئے آپ ہمیں نیکوکار نظر آتے ہیں یوسف علیہ السلام قیدیوں کو تبلیغ دین کی اور کہا کہ جو کھانا تمہیں ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تمہیں تعبیر بتا دوں گا یہ ان (باتوں) میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور قیامت کے دن کا انکار کرتے ہیں میں ان کو مذہب چھوڑے ہوئے ہوں اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے مذہب پر چلتا ہوں ہمیں یہ لائق ہی نہیں کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

میرے جیل خانے کے ساتھیو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا ایک خدائے یکتا وغالب جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں خدا نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی (ان رکھو کہ) خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اے میرے جیل خانے کے ساتھیو تم میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھا جائیں گے جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصلہ ہو چکا۔

خلاصہ

"مذکورہ آیات میں یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ عزیز مصر اور اس کی بیوی کو اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ یوسف علیہ السلام اس معاملہ میں پاک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کو اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصہ کے لئے قید خانہ میں بھیج دیا جائے اس طرح اس بارہ میں لوگوں میں باتیں کم ہوں گی۔ اور زلیخا نے بھی اپنے لئے یہی بہتر سمجھا کہ وہ یہ ظاہر کر سکے کہ خود یوسف نے اس کو بہکایا تھا اس لیے تو جیل خانے میں ڈال دیئے گئے ہیں اس طرح انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا فیصلہ ہو چکا تھا اور دوسری حکمتوں کے علاوہ ایک حکمت اللہ کی طرف سے یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے ساتھ میل جول سے دور رکھ کر ماحول و معاشرہ کے اثرات سے بچانا چاہتا تھا۔"

یہاں سے صوفیاء کرام نے ایک مسئلہ استنباط کیا ہے جس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے کہ گناہ کا موقع نہ ملنا بھی عصمت میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ضمن میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانے دو نوجوان اور بھی آ گئے تھے۔ ایک ان میں بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا اس کا نام نبوا تھا اور دوسرا نان بائی تھا جو بادشاہ کے لئے کھانا تیار کرتا تھا۔ جس کو قرآنی لوگ اناجنگیر کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ اس کا نام مجلعت تھا، بادشاہ نے ان دونوں کو کسی معاملہ میں الزام دے کر قید خانے میں ڈال دیا تھا۔ انہوں نے جب یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں دیکھا تو یوسف علیہ السلام کی سیرت و کردار و عبادت گزاری اور لوگوں سے حسن سلوک کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان دونوں کو ایک ہی رات ان کے مناسب حال خواب نظر آئے۔ شراب پلانے والے کو نظر

آیا کہ گویا انگور کی تین بیلیں ہیں جن پر خوشے ہیں اور خوشوں کے دانے پک چکے ہیں تو اس نے ان انگوروں کو نچوڑا اور بادشاہ کے پیالے میں نچوڑا اور بادشاہ کو وہ جوس پلا دیا۔

اور نانبائی نے دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کے تین ٹوکرے ہیں اور اوپر والے ٹوکرے سے پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں۔ ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے خواب بیان کئے اور ان سے تعبیر بیان کرنے کی التجا کی اور کہا کہ ہم آپ کو اچھے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ مجھے خوابوں کی تعبیر معلوم ہے اور فرمایا کہ تمہارا کھانا آنے سے پہلے میں خواب کی تعبیر تمہیں بتا دوں گا آپ کے اس فرمان سے مفسرین دو مطلب اخذ کئے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ ہے کہ تمہارا کھانا آنے سے پہلے میں بتا دوں گا کہ وہ کھانا کیسا ہے ترش ہے (کھٹا) یا میٹھا ہے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا " وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ " (آل عمران ۴۹) اور میں تمہیں بتا دوں گا اور میں جیسے بتاؤں اسی طرح تعبیر واقع ہوگی۔

اور فرمایا کہ یہ تعبیر کا علم مجھے اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کیونکہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کی توحید کو مانتا ہوں اور میں اپنے باپ دادوں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتا ہوں اور ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کی رہنمائی کی اور لوگوں پر بھی فضل فرمایا ہے کہ ہم ان کو اللہ کی توحید کی طرف بلا رہے ہیں اور ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ یاد رہے توحید والی بات ان کی فطرت میں بھی رکھ دی گئی ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

پھر یوسف علیہ السلام نے ان کو اللہ کی توحید کی طرف دعوت دی اور اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی پوجا کرنے کی بجائے عمدہ طریقہ پر عقلی دلائل کی صورت میں ان کی عاجزی اور کمزوری بیان کی اور ان کو حقیر و ذلیل بتایا فرمایا کہ اے قید خانے کے ساتھیو! کیا مختلف قسم کے کئی رب اچھے ہیں یا کہ صرف ایک اللہ جو زبردست ہے اللہ کے سوا تم جن کی پوجا کرتے ہو وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑے ہوئے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی دلیل و سند نہیں اتاری گئی۔ حکومت و حکم تو صرف اللہ کا ہے یعنی کائنات کی ہر چیز میں تصرف کرنے والا اور اپنے ارادہ و مرضی کے مطابق کام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے ہدایت نہ دے اور گمراہ کر دے۔ اس کا حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو وہ اکیلا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہی سیدھا دین ہے یعنی یہی سیدھا اور صاف راستہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں راستے کے صاف اور واضح ہونے کے باوجود لوگ اس کی طرف راہنمائی نہیں پاتے۔

یوسف علیہ السلام ان کو ایک ایسی حالت میں دعوت توحید پیش کر رہے ہیں جو دعوت کے مفید ہونے میں مکمل طور پر قبولیت کا باعث بن رہی ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عظمت ان کے دلوں میں گھر کر چکی تھی۔ اور وہ ہر طرح کی بات قبول کرنے کے لئے تیار تھے اس لئے یوسف علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی اور ان کو بتایا جو ان کے سوال کی بہ نسبت ان کے لئے زیادہ فائدہ مند تھی۔ مناسب اور واجب رہنمائی کرنے کی ذمہ داری سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اے میرے قیدی ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا (کہتے ہیں کہ یہ شراب پلانے والا تھا) اور دوسرا سولی پر چڑھا دیا جائے گا پھر پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے تم دونوں جس بارے میں تحقیق کر رہے تھے اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔

کہ یہ معاملہ ہر حال میں ہو کر رہے گا۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے کہ خواب پرندے کے پاؤں پر ہوتی ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی جائے اور جب اس کی تعبیر کر دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعود مجاہد اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے تعبیر سن کر کہا کہ ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ اس معاملے کا فیصلہ ہو چکا جس کے بارے میں تم سوال کر رہے تھے۔

﴿وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا۔۔۔۔۔﴾ (یوسف۔ ۴۲)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس شخص کو کہا جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ نجات پانے والا ہے کہ میرا تذکرہ اپنے بادشاہ کے پاس کرنا۔ تو شیطان نے بادشاہ کے پاس ان کا ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف علیہ السلام کئی سال قید خانے میں پڑے رہے۔

"اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اس کو کہا جو آپ کے گمان کے مطابق نجات پانے والا تھا اور وہ بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا کہ میرا معاملہ اپنے بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا اس لئے کہ میں قید خانہ میں بغیر کسی جرم و گناہ کے پڑا ہوا ہوں اور بادشاہ کے نزدیک بھی بے گناہ ہوں۔ اس سے ایک مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ اسباب اختیار کرنا اللہ پر توکل کے منافی نہیں ہے۔"

﴿فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ۔۔۔﴾ پس اس کو شیطان نے اپنے بادشاہ کے پاس یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا۔ یعنی نجات پانے والے کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا۔ یہ مطلب حضرت مجاہد، محمد بن اسحاق و دیگر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اور اہل کتاب نے بھی اسی کی صراحت کی ہے۔ پس یوسف علیہ السلام کئی سال قید خانہ میں بند رہے۔

اس جگہ لفظ بضع کا استعمال ہوا ہے اس کے عدد کی تعیین میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ تین سے نو تک کے عدد کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا سات تک۔ بعض نے پانچ تک کہا ہے اور بعض نے کہا کہ دس سے کم تک کے لئے بولا جاتا ہے اور یہ سب اقوال امام ثعلبی نے نقل کئے ہیں۔ اس کا استعمال اس طرح ہے " بضع نسوة بضعة رجال" یعنی اگر تمیز مذکر ہو تو یہ مؤنث اور اگر تمیز مؤنث ہو تو یہ مذکر استعمال ہوتا ہے جیسے کہ مثال میں واضح کر دیا گیا ہے اور امام فراء نحوی نے بضع کا استعمال دس عدد سے کم کے لئے کرنا ممنوع قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ چند کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات سے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔ ایک تو یہ ہے "فلبث في السجن بضع سنين" یہاں تمام مفسرین کا قول ہے کہ سات سال مراد ہیں۔ اور دوسری جگہ ہے "في بضع سنين" یہاں نو سال مراد ہیں۔

فراء نے کہا کہ کہا جاتا ہے "بضعة عشر بضعة وعشرون تسعين" (نوے) تک۔ البتہ "بضع ومائة اور بضع والف" نہیں کہا جاتا تو اس سے معلوم ہوا کہ بضع کا لفظ دس سے اوپر دہائیوں تک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جوہری نے بضعة وعشرون سے تسعين تک زائد دہائیوں میں اس کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے حالانکہ احادیث میں عشرون سے اوپر دہائیوں میں بضع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حدیث میں ہے کہ الایمان بضع وستون بابا ایمان کی ساٹھ اور کچھ شاخیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے بضع وسبعون ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں اعلیٰ درجہ "لا الٰہ الا اللہ" کہنا ہے "وادناها اماطة الاذى عن الطريق" راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔ جس نے فانسٰہ الشیطن میں ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام کو قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہے اور اس کی بات ضعیف اور کمزور ہے۔ اگرچہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے مروی ہے۔ علامہ ابن جریر نے اس جگہ ایک حدیث نقل فرمائی ہے وہ بھی کمزور ہے۔ اس میں ابراہیم بن یزید الخوزی بھی ہے جو کہ متروک ہے۔ حسن اور قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرسل قابل اعتماد قابل قبول نہیں ہے اور یہاں تو بطور راوی قابل اعتبار نہیں ہے۔

جیل سے رہائی

قولہ تعالیٰ: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى ـــــ يَعْصِرُونَ﴾ (یوسف ۴۳۔۴۹) تک اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے دیکھتا کیا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خوابوں کی تعبیر بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔ اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد بات یاد آ گئی بول اٹھا کہ آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجئے۔ (غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف اے بڑے سچے (یوسف) ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات موٹی گائیوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک۔ تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر (تعبیر) بتاؤں عجب نہیں کہ وہ تمہاری قدر جانیں۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کاشت کرتے رہو گے تو جو غلہ کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے کے کام آئے اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا پھر اس کے بعد خشک سالی کے سات سخت (سال آئیں گے) کہ جو (غلہ) تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔

یہ بھی ان اسباب میں سے ہے کہ جن کی بناء پر آپ کو عزت و احترام سے رہا کیا گیا۔ ہوا یوں کہ مصر کے بادشاہ ریان بن الولید بن ثروان بن اراشہ بن فاران بن عمرو بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا اہل کتاب کہتے ہیں کہ گویا وہ ایک نہر کے کنارے پر ہے کہ وہاں سے سات موٹی گائیں نکلیں انہوں نے وہاں باغ میں چرنا شروع کر دیا پھر سات کمزور گائیں اسی نہر سے نکلیں انہوں نے بھی ان کے ساتھ چرنا شروع کیا لیکن پھر یہ گائیں ان موٹی تازی گائیوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان کو کھا گئیں۔ بادشاہ گھبرا کر بیدار ہوا پھر سو گیا تو پھر خواب دیکھا کہ ایک ٹہنی پر سات سرسبز خوشے ظاہر ہوئے پھر سات خشک خوشے ظاہر ہوئے۔ خشک خوشوں نے سرسبز و شاداب خوشوں کو کھا لیا اب بادشاہ پھر گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

جب اس نے اپنے اس خواب کو اپنے لوگوں پر پیش کیا تو کوئی اس کا جواب نہ دے سکا بلکہ کہنے لگے کہ یہ پراگندہ خواب ہے شاید ان کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم پراگندہ خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ دو قیدیوں میں سے رہائی پانے والوں میں سے ایک کو یاد آیا جس کو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا وہ اس وقت بھولا ہوا تھا۔ اور یہ اللہ کی تقدیر سے تھا یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ جب اس نے بادشاہ کا خواب سنا اور لوگوں کو اس کی تعبیر دینے سے عاجز دیکھا اب اسے یاد آیا کہ یوسف علیہ السلام نے مجھے بادشاہ کے پاس تذکرہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور ان دونوں میں نجات پانے والے نے کہا جب کہ کافی مدت کے بعد اسے یاد آیا تھا۔ اور یہ مدت چند سال تھی" ابن عباس حضرت عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی مروی ہے ـــــ امۃ یعنی بھول کے بعد آیا

جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے علم و فضل فہم و دانش اور ان کی رائے کی درستگی کا علم ہوا تو اس نے انہیں اپنے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے قریبی ساتھیوں میں شامل ہو جائیں جب بادشاہ کا قاصد پیغام لے کر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے چاہا کہ قید خانے سے نکلنے سے پہلے سب کو معلوم ہو جائے کہ یوسف کو صرف ظلم و زیادتی سے قید خانے میں رکھا گیا تھا اور وہ لوگوں کی بہتان طرازیوں سے پاک و صاف تھے اس لئے قاصد سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب یقیناً ان کے مکر و فریب کو خوب جانتا ہے اور یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ میرا مالک عزیز مصر بھی جانتا ہے کہ میں ان کے اس بہتان سے بری ہوں یوسف نے کہا کہ جا کر بادشاہ کو کہو کہ وہ ان عورتوں سے پوچھے کہ میں نے اپنے آپ کو ان سے کیسے روک رکھا تھا حالانکہ وہ مجھے بہت ہی بدنامی چالاکی رہیں اور ایسے کام کی طرف مائل کرتی رہیں جو کسی صورت بھی اچھا اور درست نہ تھا۔ جب عورتوں سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو امر واقع کا اعتراف کیا اور یوسف علیہ السلام کے پاکدامن ہونے کی گواہی دی کہنے لگیں اللہ کی پناہ ہمیں اس کی کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

اور اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے بھی کہا کہ اب حق واضح اور کھل کر سامنے آ گیا ہے اور حق زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے میں نے ہی اسے اس کے نفس (اور دل) کے بارے میں بہکانے کی کوشش کی تھی اور یوسف اپنی بات میں یقیناً سچا ہے وہ بری اور پاکدامن ہے۔ "ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ"
یہ اس لئے کہ اس کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی خیانت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر و فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

یہ کس کا کلام ہے

اس بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام یوسف علیہ السلام کا ہے اور اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے معاملہ کی تحقیق کا مطالبہ اس لئے کیا ہے تاکہ عزیز مصر جان لے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی خیانت نہیں کی دوسرا قول یہ ہے کہ زلیخا کے کلام کا تتمہ ہے اور اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس بات کا اقرار و اعتراف اس لئے کیا ہے کہ میرا خاوند جان لے کہ میں نے حقیقت میں اس کی خیانت نہیں کی میری طرف سے اسے بہلانے پھسلانے کی کوشش ضرور ہوئی ہے لیکن عملی طور پر اس بے حیائی کے کام کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

اور اس دوسرے قول کی تائید بہت سے متقدمین اور متاخرین ائمہ نے کی ہے اور ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتم نے تو صرف پہلا نقل کیا ہے۔
﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ﴾ اور میں اپنے آپ کو بری قرار نہیں دیتا (یا دیتی) یقیناً نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے بے شک میرا رب معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ یہ کلام بھی زلیخا کا ہے یا یوسف علیہ السلام کا مگر اس کو زلیخا کے کلام پر محمول کرنا زیادہ مناسب اور قوی ہے۔ واللہ اعلم

بادشاہ کے دربار میں حاضری اور وزارت خزانہ کا عہدہ

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي .... يَتَّقُونَ" (یوسف: ۵۴-۵۷) اور بادشاہ نے کہا کہ

زبان میں جواب دیئے۔ جب اتنی کم عمری میں اتنی لیاقت اور قابلیت دیکھ کر بادشاہ بہت متعجب اور حیران ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ کے نبی سے تو یہ توقع ہی بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایک سے زائد زبانیں معجزہ کے طور پر جانتے ہوں اور بادشاہ بھی بادشاہ سے تعجب ہے کہ وہ ستر زبانیں بول لیتا ہے ہمارے خیال میں تو اس وقت ستر زبانیں وجود میں بھی نہیں آئی ہوں گی۔ (فاللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ"

اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین ملک مصر میں جگہ دی تاکہ وہ جہاں چاہے رہے۔ قید کی تنگی اور حبس بے جا کے بعد ہم نے اسے ہر لحاظ سے آزادی بخشی اب وہ جس جگہ چاہیں گھومیں پھریں۔ جو بھی ان کی عزت و احترام کرتا اور وہ قابل رشک بن گئے تھے۔ اسی طرح ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو نیک عملوں کا بدلہ اور جزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی عمدہ اور افضل قسم کی بھلائیں اور ثواب ہوگا اس لئے اللہ نے فرمایا اور آخرت کا اجر زیادہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی۔

محمد بن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ مصر کا بادشاہ ولید بن ریان حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا تھا۔ واللہ اعلم

ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وراء مضيق الخوف متسع الأمن

وأول مفروح به غاية الحزن

فلا تجزعن فالله ملك يوسفا

خزائنه بعد الخلاص من السجن

خوف کی تنگی کے بعد امن کی فراخی ہے اور خوشی سے سرشار شخص حزن و ملال سے دوچار ہوتا ہے۔ کبھی ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قید سے رہائی کے بعد مصر کے خزانوں کا مالک بنادیا تھا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر میں

﴿وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا ـــــــــــــــ يَرْجِعُونَ﴾ (یوسف ۵۸ تا ۶۲)

اور یوسف علیہ السلام کے بھائی (کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کے لئے) آئے تو یوسف کے پاس گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ نہ پہچان سکے۔ جب یوسف نے ان کے لئے ان کا سامان تیار کیا تو کہا کہ (پھر آنا تو) جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے اسے بھی میرے پاس لیتے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ناپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی خوب کرتا ہوں اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس آسکو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم یہ کام کر کے رہیں گے اور (یوسف) نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) ان کی بوریوں میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل و عیال میں واپس پہنچیں تو اسے پہچان لیں اور عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں۔

ان آیات میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی مصر میں آنے کی اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جب قحط سالی شروع

ہوئی اور ہر جگہ قحط نے ہر جگہ عام ہو گئی اور ان دنوں مصری علاقوں پر دینی و دنیوی کے لحاظ سے یوسف علیہ السلام چھائے ہوئے تھے تو
حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے پہچان لیا لیکن
آپ کے بھائی آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں و ہم گمان میں بھی نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کو اتنی
عظمت و رفعت شان مل سکتی ہے۔

اور اہل کتاب کے ہاں یوں ہے کہ جب ان کے بھائی یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا
جس سے یوسف علیہ السلام ان کو پہچان گئے لیکن یوسف نے ارادہ کیا کہ وہ ان کو نہ پہچان سکیں اس لئے انہوں نے بھائیوں
سے سخت بات کی اور کہا کہ تم جاسوس ہو اور ہمارے علاقوں کے بارے میں معلومات لینے آئے ہو بھائیوں نے جواب میں کہا
خدا کی پناہ ہم تو اپنے لئے غلہ لینے آئے ہیں۔ کیونکہ ہم بھوک و افلاس میں مبتلا ہیں۔ ہم کنعان کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور
ہم ایک باپ کے بارہ بیٹے ہیں ایک بھائی تو ہمارا گم ہو گیا ہے اور اس سے چھوٹا ایک بھائی اپنے باپ کے پاس ہے یوسف علیہ
السلام نے فرمایا کہ ہم تمہارے معاملے کی جانچ پڑتال کریں گے۔ اور ان سے کہا یہ بات بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے
ان کو تین دن تک اپنے پاس رکھا پھر ان کو چھوڑ دیا اور شمعون کو اپنے پاس رکھ لیا تاکہ وہ دوسرے بھائی کو بھی لائیں مگر یہ سب
باتیں محل نظر ہیں کہ صحیح نہیں لگتیں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے ان کو ان کے سامان کے ساتھ تیار کیا یعنی عام
دستور کے مطابق ان کو غلہ مہیا کیا اور ہر ایک کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ تھا اس سے زیادہ کسی کو نہیں دیا جاتا تھا تو کہا کہ تمہارا جو
بھائی کہ باپ کی طرف سے ہے اس کو میرے پاس لے آنا۔

یوسف علیہ السلام نے ان سے ان کے حالات دریافت کئے تھے اور یہ بھی پوچھا کہ وہ کتنے ہیں تو انہوں نے کہا کہ
ہم بارہ بھائی تھے ان میں سے ایک تو گم ہو گیا ہے اور ان کا ایک حقیقی بھائی ہمارے باپ کے پاس ہے۔ تو یوسف علیہ السلام
نے ان کو فرمایا کہ جب آئندہ سال آؤ تو اپنے اس چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لانا۔ اور فرمایا کہ تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں ناپ
پورا پورا دیتا ہوں اور مہمانی بھی خوب کرتا ہوں۔ یعنی کہ میں نے تمہاری مہمانی بہت اچھے طریقے سے کی ہے یوسف علیہ السلام نے
پہلے تو ان کو رغبت دلائی پھر ان کو ڈرایا کہ اگر تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہ لے آئے تو میرے پاس تمہارے لئے کوئی ناپ
نہیں (یعنی گندم نہیں) اور میرے قریب بھی نہ آنا اور نہ میں تمہیں اپنا قریبی بناؤں گا اس بات کی یوسف علیہ السلام نے پوری
کوشش کی کہ وہ اپنے بھائی کو ساتھ لے آئیں کہ میں اپنی ملاقات کا شوق پورا کرسکوں اور اس کیلئے انہوں نے دونوں طریقے
اختیار کئے کہ ان کو غلہ زیادہ دینے کا لالچ دیا۔ اور ڈرایا بھی کہ ساتھ نہ لے آنے کی صورت میں نہ تو تمہیں غلہ ملے گا اور نہ تم کو
قریب آنے دوں گا۔ تو اس بارے میں بھائیوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں اپنے باپ سے ہم بات چیت و تذکرہ کریں
گے۔ یعنی اس کے ساتھ لانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کریں گے اور آپ سے ملاقات ضرور کرائیں گے یعنی یہ کام ہم کر سکتے ہیں۔

پھر یوسف علیہ السلام نے ان کے لئے ایک اور طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ اپنے غلاموں سے کہا کہ غلے کی قیمت جو یہ
لوگ اپنے ساتھ لاتے ہیں وہ خفیہ طور پر ان کے سامان میں رکھ دو کہ جب وہ اپنے گھر پہنچیں تو اس کو پہچان لیں اور ممکن ہے کہ
اس طریقے سے وہ لوگ واپس آئیں۔

اس بارے میں کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا اس سے مقصد یہ تھا کہ جب وہ اپنے وطن واپس پہنچیں گے اور

دوسرے یہ کہ بنیامین سے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو پاتے تھے اور اسے تسلی پاتے تھے اور یہ اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے
قائم مقام ہو گیا تھا اس لئے تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا ہاں اگر تم پختہ عہد کرو کہ
تم اس کو واپس ضرور لاؤ گے مگر یہ کہ تم گھیر لئے جاؤ یعنی تم سب کے سب واپس لے آنے سے عاجز ہو جاؤ جب بیٹوں نے عہد و
پیمان دے دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اس عہد و پیمان پر اللہ محافظ و نگران ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے اچھی طرح عہد و پیمان لے لیا اور اپنی طرف سے جتنی استطاعت کے
مطابق حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں مگر ایسی احتیاطیں تقدیر کے فیصلے کو نہیں ٹال سکتیں اگر غلے کی سخت ضرورت نہ ہوتی تو آپ
بنیامین کے ان کے ساتھ ہرگز نہ بھیجتے لیکن اللہ کی تقدیر کے آگے کسی کی نہیں چلتی اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں فیصلہ کرتے ہیں جو
ارادہ کرتا ہے اسے نافذ کر دیتا ہے وہ حکمت علم والا ہے۔

پھر ایک اور تدبیر اختیار کی کہ بیٹوں کو حکم دیا کہ مصر جا کر شہر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ متفرق
دروازوں سے علیحدہ علیحدہ داخل ہونا تو اس کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سب کے سب حسین
وخوبصورت تھے عمدہ اور اچھے جسم والے تھے اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور محمد بن کعب، قتادہ، سدی اور
ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہی ہے اور بعض مفسرین یوں کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اس سے مقصد یہ تھا کہ الگ
الگ رہیں گے تو یوسف علیہ السلام کے متعلق کوئی خبریت کی بات یا علامت معلوم ہو سکے گی اور یہ بات ابراہیم نخعی نے فرمائی
ہے۔ مگر پہلی بات زیادہ مناسب اور ظاہر ہے اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی
فائدہ نہیں دے سکوں گا۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ کے حکم کے مطابق متفرق دروازوں سے داخل ہوئے
اور وہ یعنی ان کا باپ (یعقوب) اللہ کی طرف سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے تھے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے نفس میں ایک
حاجت اور خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی یقیناً وہ ہماری طرف سے علم دیئے گئے تھے لیکن اکثر لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں۔

اور اہل کتاب کے ہاں اس قصہ میں یہ بات بھی ہے کہ اس دوسرے سفر میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے
ہاتھ پستے اخروٹ صنوبر۔ بیر کا پھل اور شہد بھیجا تھا اور پہلے والی رقم کے دراہم بھی ساتھ روانہ فرمائے اور کچھ مزید رقم بھی غلہ
خریدنے کے لئے بھیجی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ـــــــ لَظَالِمُونَ﴾ (یوسف: ۶۹/۷۹)

اور جب وہ لوگ یوسف علیہ السلام پر داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا
کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں تو جو سلوک یہ (ہمارے ساتھ کرتے رہے ہیں) اس پر افسوس نہ کرنا۔ اب جب ان کا سامان
تیار کر دیا (تو اپنے بھائی کے بورے میں گلاس رکھ دیا (پھر جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی
کہ اے قافلے والو تم تو چور ہو۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے وہ بولے کہ بادشاہ کے پانی
پینے کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے گا اس کے لئے ایک بوجھ شتر (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں وہ
کہنے لگا کہ خدا کی قسم تم کو معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں اس لئے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں۔ وہ
بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے (یعنی چوری ثابت ہوئی) تو اس کی سزا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے
بورے سے وہ دستیاب ہو وہی اس کا بدل قرار پائے ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی

کی بوری سے پہلے ان کے بوروں کو دیکھنا شروع کیا پھر اپنے بھائی کے بورے میں سے اس کو نکال لیا۔ اسی طرح ہم نے یوسف کو یہ تدبیر بتائی۔ ورنہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ مشیت خدا کے سوا بھائی کو لے سکتے تھے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ اور ہر علم والے پر دوسرا برتری رکھنے والا ذی علم موجود ہے (برادران یوسف) نے کہا کہ اس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب نہیں کہ) اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی مگر یوسف علیہ السلام نے اس بات کو دل میں مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا (اور) کہا کہ تم بڑے بدقماش ہو اور جو تم بیان کرتے ہو خدا اسے خوب جانتا ہے۔ وہ (یوسف علیہ السلام کے بھائی) کہنے لگے اے عزیز اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجئے) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں (یوسف نے) کہا کہ خدا پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں۔

ان آیت میں اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق خبر دے رہے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے بھائی بنیامین کو یوسف علیہ السلام کے پاس لے گئے اور اس نے اپنے بھائی کو ان سے الگ لے جا کر اس کو بتا دیا کہ میں تیرا بھائی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ دوسرے بھائیوں کو یہ بات نہ بتانا اور اس کو تسلی دی کہ ان بھائیوں کے برے سلوک سے رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو حاصل کرنے کے لئے ایک خفیہ چال چلی کہ بھائی کو اپنے پاس رکھ لوں گا اور ان کو واپس کنعان بھیج دوں گا۔

اور اس کی تفصیل اللہ نے یوں بیان فرمائی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ پیالہ چپکے سے بنیامین کے سامان میں رکھ دیں اس پیالہ کے ساتھ آپ پانی پیتے تھے اور غلہ بھی ماپ کر دیتے تھے پھر بھائیوں کو بلایا گیا کہ انہوں نے بادشاہ کا پیالہ چوری کر لیا ہے اور پیالہ لانے والے کو ایک اونٹ کا بوجھ انعام دینے کا اعلان کیا اور اس کی ذمہ داری بھی اعلان کرنے والے نے اٹھائی۔ وہ لوگ اس منادی کرنے اور بہتان لگانے والے پر متوجہ ہوئے اور اپنی براءت کا اظہار کیا اور ان کی بات پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم لوگ سرزمین مصر میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ اور تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے کہ ہم چور نہیں ہیں پھر بھی تم ہم پر خواہ مخواہ الزام لگا رہے ہو۔

اس کے جواب میں (یوسف علیہ السلام کے کارندوں) نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس کی سزا کیا ہو گی۔ وہ کہنے لگے کہ جس کے سامان سے وہ پیالہ برآمد ہو وہی اس کا بدلہ ہے۔ ان کی شریعت میں قانون تھا کہ چور کو اس شخص کے حوالے کر دیا جاتا جس کی وہ چوری کرتا۔ اس لئے انہوں نے کہا ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام نے پہلے اپنے بھائیوں کی خورجیوں کی تلاشی لینی شروع کر دی تاکہ کوئی شک نہ کرے اور حیلہ اور یہ تدبیر کامیاب رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ ڈھنگ اور طریقہ بتایا ورنہ تو وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہ لے سکتے تھے۔ یعنی اگر وہ اقرار نہ کرتے اور یہ بتاتے کہ جس کے سامان سے پیالہ برآمد ہوا اس کو پکڑ لیا جائے تو یوسف علیہ السلام اپنے ملکی قانون کے لحاظ سے اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں ٹھہرا سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں۔ ہم جس کے چاہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ اور ہر علم والے پر زیادہ علم والا فوقیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس جگہ اس لئے فرمائی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان سے زیادہ علم والے اور عقل اور سمجھ

مگر ہم غیب کی باتیں جاننے والے اور یاد رکھنے والے تو نہیں ہیں اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے وہاں سے (یعنی اہل مصر) سے اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے اور ہم اس بیان میں بالکل سچے ہیں۔

(جب انہوں نے یہ بات یعقوب سے آکر کہی تو) انہوں نے کہا (کہ حقیقت یوں نہیں ہے) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے تو صبر ہی بہتر ہے کوئی بڑی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے بیشک وہ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔ پھر ان کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے افسوس یوسف پر اور رنج والم میں (اس قدر روئے کہ) (ان کی) آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔ بیٹے کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح ہی یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے غم واندوہ کا اظہار اپنے خدا سے کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے ناامید تو بے ایمان لوگ ہوا کرتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جب وہ بھائی کو واپس لینے سے مایوس ہو گئے تو الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرنے لگے ان سے بڑے روبیل نے کہا کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے پختہ عہد لیا تھا اور اللہ کو گواہ بنایا تھا کہ بھائی کو ضرور واپس لائیں گے مگر یہ کہ ہمیں گھیر لیا جائے اور اب تم نے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور یوسف کے بارے میں تم پہلے ہی کوتاہی کر چکے ہو جو تمہیں معلوم ہے اب میں کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا اب تو میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا (یہاں ہی ٹھہرا رہوں گا) حتیٰ کہ مجھے والد صاحب ہی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ ہی میرے بارے میں فیصلہ فرمادیں (کہ کسی نہ کسی طریقے سے میرے بھائی کو میرے والد کی طرف لوٹا دے) اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ لہٰذا تم ابا جان کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ بلاشبہ تیرے بیٹے نے چوری کی ہے (اس سے مطلب یہ تھا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس سے ان کو آگاہ کرو) اور ہم نے صرف اپنے علم کے مطابق گواہی دی ہے اور غیب کا ہم کو علم نہیں ہے اگر اعتبار نہیں ہے تو بستی والوں سے معلوم کر لو جس میں ہم ٹھہرے تھے یا اس قافلے سے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ اور ہم سچے ہیں اس بات کے جواب میں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ خوبصورت کر کے بنا دیا ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے تم نے بیان کیا ہے اس نے کوئی چوری نہیں کی کیونکہ یہ اس کی عادت نہیں ہے۔

مؤرخ ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب بنیامین کے متعلق ان کی کوتاہی جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے تھے کے بعد تھی یہ بات کہی۔

پھر فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے یعنی یوسف اور بنیامین اور روبیل سب کو لے آئے یقیناً وہ علم والا ہے۔ یعنی میں اپنے پیاروں کی جدائی میں جس پریشانی و مصیبت میں ہوں اس کو وہ خوب جانتا ہے وہ حکمت والا ہے اس کے کام اور فیصلہ میں حکمت ہی ہوتی ہے پھر وہ اپنے بیٹوں سے الگ ہوئے اور کہا یوسف پر افسوس ہے تم نے پرانے غم تازہ کر دیئے۔ اور سوکھے ہوئے زخم ولوں کو ہرا کر دیا۔

کسی شاعر کا شعر ہے کہ

نقل فؤادك حيث شئت من الهوى ...... ما الحب الا للحبيب الاول

اپنے دل کو جہاں چاہے پھیرلو۔ محبت تو صرف پہلے محبوب کے لئے ہوتی ہے۔

ایک اور شاعر کہتے ہیں

لقد لامني عند القبور على البكا ـــــ رفيقي لتذراف الدموع السوافك

فقال أتبكي كل قبر رأيته ؟ لقبر ثوى بين اللوى والدكادك

فقلت له إن الشجا يبعث الشجا ـــــ فدعني فهذا كله قبر مالك

مجھے میرے دوست نے قبروں پر رونے سے ملامت کی کہ تو اتنے آنسو کیوں بہاتا ہے

پھر اس نے کہا جب بھی تو کوئی قبر دیکھتا ہے تو اس قبر کی وجہ سے رونے لگ جاتا ہے۔

جو لوی اور دکادک کے درمیان ہے۔ تو میں نے اسے کہا کہ ایک غم دوسرے غم کو تازہ کر دیتا ہے پس مجھے چھوڑ دو یہ تمام مالک ہی کی قبریں ہیں۔

اور آپ (یعقوب علیہ السلام) کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں (یعنی بہت زیادہ رونے کی وجہ سے) پس وہ اپنے غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔

جب آپ کے بیٹوں نے آپ کے غم اور بیٹوں کی جدائی کی تکلیف دیکھی تو آپ پر رحمت و شفقت و رافت اور رحم کھانے کی بناء پر کہنے لگے اللہ کی قسم آپ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ غم میں گھل جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ آپ اس کو یاد کرتے رہتے ہیں کہ آپ کا جسم لاغر اور کمزور ہو گیا ہے اگر آپ اپنے اوپر رحم کھائیں تو یہ آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رنج وغم کا شکوہ اپنے اللہ سے کرتا ہوں اور میں اپنے اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی اپنے بیٹوں سے فرمانے لگے کہ میں اپنے غم کا شکوہ نہ تو تم سے کرتا ہوں اور نہ لوگوں میں سے کسی کے سامنے کرتا ہوں میری شکایت تو اللہ کے سامنے ہے اور مجھے اس پر یقین ہے کہ وہ مجھے میرے غم اور تنگی سے نجات دے گا، کیونکہ یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام کے خواب کا نتیجہ نکل کر رہے گا۔ اور لازمی طور پر میں اور تم سب اس کو سجدہ کریں گے اس لئے فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ پھر ترغیب و تحریض کے لئے فرمایا کہ اے میرے بیٹو دوبارہ مصر جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو اچھی طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ کی رحمت سے مایوس تو کافر ہی ہوتے ہیں۔ یعنی تنگی کے بعد آسانی سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ کی رحمت و کشادگی اور تنگیوں سے آسانی کی طرف نکلنے سے کافر مایوس ہوتے ہیں۔

﴿فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا ـــــ وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (یوسف: ۸۸/۹۳)

جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجئے اور خیرات کیجئے کہ خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے (یوسف نے) فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے تو تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا۔ وہ بولے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور (بنیامین کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے) یہ میرا بھائی ہے خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑا

احسان کیا ہے جو شخص خدا سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا وہ بولے خدا کی قسم خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بیشک ہم خطاکار تھے (یوسف نے) کہا کہ آج کے دن سے تم پر کچھ عتاب وملامت نہیں ہے خدا تم کو معاف کردے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے، یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو وہ بینا ہوجائیں گے۔ اور اپنے اہل وعیال کو میرے پاس لے کر آجاؤ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ برادران یوسف علیہ السلام کے متعلق خبر دے رہے ہیں کہ ان کے پاس مصر واپس پہنچے اور ان کے پاس اناج کی ضرورت وحاجت کا اظہار کیا اور بنیامین کو بغیر کسی معاوضہ کے واپس کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کی التجا کی۔

پس جب وہ اس کے پاس پہنچے تو (یوسف علیہ السلام) سے کہنے لگے کہ اے عزیز ہمیں اور ہمارے خاندان کو تکلیف پہنچی ہے یعنی قحط سالی اور معاشی تنگی ہے اور اہل وعیال کی کثرت ہے اور ہم تھوڑی پونجی لائے ہیں یعنی وہ معمولی ہے جو ہم سے تقاضا قبول نہیں کی جاسکتی ہاں اگر آپ درگزر اور صرف نظر سے کام لیں کہا گیا ہے کہ ان کے پاس کھوٹے سکے (چاندی کے سکے) تھے بعض کہتے ہیں کہ بہت ہی تھوڑے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ چلغوزے اور بن کا پھل تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بورے اور بوسیدہ رسیاں تھیں۔

پس ہمیں پورا ماپ دیں اور ہم پر صدقہ کریں یقیناً اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔

صدقہ کس چیز کا

اس بارے میں اختلاف ہے کہ صدقہ کس چیز کا کرتے بعض کہتے ہیں کہ وہ جو ردی چیزیں لے آئے تھے ان کو عوض کے طور پر قبول کرنا۔ یہ حضرت سدیؒ کا قول ہے اور ابن جریرؒ کا قول ہے کہ ہمارا بھائی ہماری طرف واپس کردیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی یہ بری حالت دیکھی اور مشاہدہ کیا کہ ان کے پاس یہی تھوڑا سامال ہے اب ان سے تعارف کرادیا اور اپنے اللہ رب العزت کی اجازت سے ان پر مہربانی کی اور اپنے چہرے کو مکمل طور پر کھول دیا اور ظاہر کردیا اور اسی حالت میں ان کے سامنے آئے کہ وہ ان کو مکمل طور پر پہچان سکیں۔ پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا۔ تب وہ بہت ہی تعجب میں مبتلا ہوگئے اور کئی مرتبہ ان کو شک وتردد ہوا کیونکہ ان کو مکمل پہچان نہیں ہورہی تھی کہ یہ وہی یوسف ہے جو ہمارا بھائی تھا۔ تو اسی تعجب میں کہنے لگے کہ کیا تم ہی یوسف ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ یعنی میں یوسف ہوں جس کے ساتھ تم نے کیا جو کیا اور تم نے اس کے متعلق کوتاہی کی اور یہ میرا بھائی ہے۔ یہ پہلے الفاظ کی تاکید ہے اور اس حسد پر تنبیہ ہے جو انہوں نے ان دونوں بھائیوں کے لئے دل میں چھپا رکھا تھا اور اسی وجہ سے ان کے متعلق چال چلی تھی۔ اس لئے ان کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ٹھکانہ دیا اور ہمیں صدقہ دیا اور ہماری عزت وتکریم کی یہ سارے انعامات ہم پر ان لئے ہوئے کہ ہم نے اپنے رب کی اطاعت کی اور تمہاری طرف سے زیادتیوں پر صبر کیا اور اپنے باپ کی بھی ہم نے اطاعت کی بیشک جو پرہیزگار بن جائے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اب بھائی کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے یعنی تجھے فضیلت دی اور تجھے وہ کچھ دیا جو ہم کو

نہیں دیا اور یقیناً ہم خطا کار تھے یعنی ہم نے آپ سے زیادتی کی ہے اور اب ہم آپ کے سامنے حاضر ہیں آپ نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہے یعنی تمہاری طرف سے جو ہوا سو ہوا اب اس کے متعلق تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے اور وہ مہربانی کرنے والوں میں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ" پر وقف ہے اور آگے "الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ" الگ جملہ ہے لیکن یہ قول ضعیف اور کمزور ہے صحیح وہی پہلا ہے۔

اب تعارف وغیرہ ہونے کے بعد یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ یہ میری قمیص لے جاؤ جو میرے جسم سے لگی ہے اور اسے میرے والد کی آنکھوں پر رکھ دینا تو ان کی بینائی اللہ کے حکم سے لوٹ آئے گی (کیونکہ آپ کی نظر ختم ہو چکی تھی یہ خرق عادت نبوت کے بڑے دلائل اور بڑے معجزات میں سے ہے۔ پھر حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو لے کر مصر آؤ یہاں خیر و برکت ہوگی۔۔ بہت عمدہ اور اچھے انداز سے دن گزریں گے اور ہم سب اکٹھے ہو جائیں گے کیونکہ اس سے پہلے شیرازہ بندی بکھر چکی تھی۔

﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ .... إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (۹۸/۹۵)

اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے وہ بولے کہ اللہ کی قسم آپ اسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں۔ پھر جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو وہ (قمیص) یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دی۔ اور وہ بینا ہو گئے اور (بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے کہا ابا ہمارے گناہ کی مغفرت مانگیے بیشک ہم خطا کار تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قافلہ مصر سے باہر نکلا تو ہوا چلی اور ہوا کے ذریعہ یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچی۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم مجھے بیوقوف نہ سمجھو مفسرین کہتے ہیں یعقوب علیہ السلام نے قمیص کی خوشبو تین دن کی مسافت سے پائی تھی۔ ثوریؒ اور شعبہؒ وغیرہ نے بھی ابو السنان سے یہی بات نقل کی ہے (مصنف عبد الرزاقؒ) اور حضرت حسن بصریؒ اور ابن جریجؒ نے کہا ہے کہ اسی فرسخ کے فاصلے سے خوشبو پائی تھی (فرسخ تین میل کا ہوتا ہے) اور یوسف علیہ السلام کو جدا ہوئے بھی اسی سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔

قولہ تعالیٰ: "لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ" یعنی اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ بوڑھا ہو چکا ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے ابن عباسؓ، عطاءؒ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ اور قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ حسنؒ نے کہا اور مجاہدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ اگر مجھے بڑھاپے کا طعنہ نہ دو۔

"إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ" یقیناً آپ پرانی غلطی میں ہیں۔ حضرت قتادہؒ اور سدیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو نہایت سخت بات کہی تھی۔ پس جب خوشخبری دینے والا آیا تو اس نے اس قمیص کو ان کے چہرے پر ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے یعنی قمیص چہرے پر ڈالنے کی دیر تھی کہ فوراً بینا ہو گئے جبکہ اس سے پہلے ان کی نظر ختم ہو چکی تھی۔ تو آپ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کیا میں آپ لوگوں کو کہا نہیں تھا کہ میں نے اللہ کی جانب

سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یوسف سے ملاقات کرا کے میری آنکھیں ٹھنڈی کرے گا اور اس میں کی طرف سے مجھے وہ چیزیں دکھائے گا کہ جن سے میں خوش ہو جاؤں گا۔

اب بیٹے کہنے لگے اے اباجان ہمارے لئے اللہ سے ہمارے گناہوں کی معافی مانگیے ہم یقیناً خطاکار تھے (یعنی انہوں نے ابا سے درخواست کی کہ ہم نے جو آپ کو تکلیف پہنچائی اور آپ کے بیٹے کو بھی) نیز انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بھی نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا) ان سب کاموں کی آپ ہمارے لئے اللہ سے معافی اور بخشش مانگیں آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور فرمایا کہ میں عنقریب اپنے اللہ سے تمہارے لئے بخشش طلب کروں گا یقیناً میرا اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابراہیم تیمی، عمرو بن قیس، ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحری کے وقت تک دعا کو مؤخر کیا اور کہا کہ اس وقت دعا کروں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے ایک انسان سے کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ تو نے مجھے پکارا میں نے تیری پکار پر لبیک کہا اور تو نے مجھے حکم دیا اور میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی یہ سحری کا وقت ہے تو مجھے معاف فرما دے۔ آپ نے اس آواز کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ یہ آواز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے آ رہی ہے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے اس بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سحری تک یہ کہتے ہوئے ان کی درخواست کو مؤخر کیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ" اور سحر کے وقت معافی طلب کرنے والے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نزول فرما کر فرماتا ہے کہ کیا کوئی ہے توبہ کرنے والا میں اس کی توبہ قبول کروں کیا کوئی حاجت کا طلبگار ہے میں اس کی حاجت پوری کروں میں اس کی ضرورت کو پورا کروں کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے میں اس کی بخشش کر دوں۔

اور ایک روایت یوں بھی آیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے جمعہ کی رات تک ان کو مؤخر کیا تھا یہ روایت ابن جریرؒ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً کی روایت کی ہے اور یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا بھی محل نظر ہے۔ زیادہ اچھا یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی موقوف روایت ہے۔

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ .... وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ (یوسف: ۹۹-۱۰۱)

اور جب یہ سب لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ مصر میں داخل ہو جائیے خدا نے چاہا تو خاطر جمع سے رہیے گا۔ اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے تو اس وقت یوسف نے کہا ابا جان یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا اور اس نے مجھ پر بہت سے احسان کئے ہیں کہ مجھ کو جیل خانہ سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا آپ کو گاؤں سے یہاں لایا بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

جب یہ سب باتیں ہو لیں تو یوسف علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو حکومت سے

حصہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھلایا۔ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اطاعت کی حالت میں اٹھائیو اور آخرت میں اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو۔

ان آیات میں بہت لمبا عرصہ جدائی کے بعد آپس میں محبت کرنے والوں کے اکٹھا ہونے کا بیان ہے کہتے ہیں کہ یہ عرصہ اسی سال پر محیط ہے بعض کہتے ہیں کہ تراسی سال ہے۔ یہ دونوں قول حسنؒ سے مروی ہے۔ قتادہؒ نے پینتیس سال سے کہا ہے۔ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اٹھارہ سال جدا رہے۔ اور اہل کتاب کا خیال ہے کہ یہ چالیس سال کا عرصہ ہے۔ واقعہ کے سیاق و سباق سے مدت فراق کی حد بندی کے متعلق کچھ رہنمائی ملتی ہے اس کی تفصیل یوں ہے۔

بہت سے علماء کی رائے کے مطابق جب عورت نے آپ کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی تھی تو اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی اور یوسف علیہ السلام اس کے کہنے میں نہ آئے اور چند سال قید خانہ میں بند رہے۔ عکرمہؒ اور دیگر اہل علم کے نزدیک یہ مدت سات سال تھی وہاں سے نکالے گئے پھر سات سال تروتازگی اور خوشحالی میں گزرے اس کے بعد لوگوں پر سات سال قحط سالی مسلط رہی اس دوران میں آپ کے بھائی پہلے سال اکیلے آئے دوسرے سال اپنے بھائی بنیامین کو ساتھ لائے تیسرے سال بھائیوں کو یوسف علیہ السلام سے تعارف ہوا اور آپ نے ان کے تمام خاندان کو مصر میں حاضر ہونے کا حکم دیا تو وہ سب کے سب مصر میں آکر آباد ہو گئے۔ جب وہ سب یوسف علیہ السلام پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔ اور اپنے والدین کے ساتھ الگ مجلس کی بھائی اس میں شامل نہیں کئے گئے اور کہا امن کی حالت میں سرزمین مصر میں داخل ہو جاؤ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں عبارت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔ اس رائے کے مطابق اصل عبارت یوں ہوئی تھی۔ اے بھائیوں مصر میں داخل ہو جاؤ اور اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔ علامہ ابن جریرؒ نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور ایک رائے یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے والدین سے ملاقات شہر سے باہر کی اور ان کو خیموں میں ٹھہرایا پھر وہ جب وہ سب باب مصر کے قریب پہنچے تو کہا کہ مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ اگر اللہ کو منظور ہے یہ قول سدیؒ کا ہے۔

مگر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات کرنے کی ضرورت نہیں اور دخلوا کا مفہوم سکونت اختیار کرنا اور اقامت پذیر ہونا ہے تو یہ سب سے درست اور عمدہ بات تھی۔

اہل کتاب کے ہاں یوں بیان کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام جب سرزمین جاشر یعنی بلبیس کی جگہ پر پہنچے تو یوسف علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے نکلے اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو خوشخبری دینے کے لئے اپنے آگے بھیجا تھا۔ اہل کتاب کے ہاں یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان کو ارض جاشر ہبہ کر دی تھی جہاں وہ اپنے مال مویشی کے ہمراہ رہائش پذیر ہو گئے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو اطلاع دی گئی کہ اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام جو اسرائیل سے ملقب تھے وہ آرہے ہیں تو یوسف علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور بادشاہ بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت یوسف علیہ السلام کی خدمت اور اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کی تعظیم کے لئے باہر نکلا۔ یعقوب علیہ السلام نے بادشاہ کے لئے دعا کی اور آپ کے آنے کی برکت سے اللہ نے قحط سالی دور کر دی۔ واللہ اعلم

"ابو اسحاق السبیعی کی ابو عبیدہ اور ابن مسعودؓ کی روایت کے مطابق یعقوب علیہ السلام کے ساتھ آنے والے ان کے بیٹوں اور ان کی اولاد کی کل تعداد ۶۳ تھی۔ عبید اللہ بن شداد نے ان کی تعداد ۸۳ بیان کی ہے ابو اسحاق نے مسروق سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۹۰ افراد تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ سے زائد مقاتل لوگ تھے (یعنی جنگجو لڑنے والے) اہل کتاب کی نص صراحت ہے کہ مصر میں داخل ہونے والے ستر افراد تھے اور ان کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ کہا گیا ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ فوت ہو چکی تھیں جیسے کہ علمائے تورات کے ہاں مشہور و معروف ہے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ آپ کی خالہ "لیا" تھی اور خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اس لئے اس جگہ والد کے ساتھ والدہ کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔ ابن جریرؒ اور دیگر علمائے تفسیر نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ اس وقت تک زندہ تھیں لہٰذا اہل کتاب کی ایسی کسی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جو قرآن کے خلاف ہو اور یہی بات قوی ہے۔ (واللہ اعلم)"

تخت پر بلند کرنے کا مطلب ان کو اپنے ساتھ بٹھانا ہے۔

وہ آپ کے لئے سجدہ میں گر گئے۔ یعنی آپ کے والدین اور گیارہ بھائیوں نے آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کیا اور یہ اس وقت کی شریعت میں جائز تھا اور سب شریعتوں میں یہ جائز رہا ہے یہاں تک کہ اسے ہمارے شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

"اب یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے ابا جان یہ میرے اس سے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ یعنی میں نے جو آپ سے بیان کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ اور آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ اس خواب کو بھائیوں پر ظاہر نہ کرنا اور آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ان کے تھے میرے رب نے اس کو سچ کر دیا ہے اور اس نے مجھ پر احسان کیا ہے جب اس نے مجھے جیل خانہ سے نجات عطا فرمائی پھر اس نے غم اور تنگی اور سختی کے بعد مجھے مصر کے علاقوں کا حاکم بنا دیا ہے اور یہاں میرا حکم چلتا ہے۔

اور وہ تم کو گاؤں سے یہاں شہر میں لایا کیونکہ حضرت یعقوب کا خاندان صحرا میں اپنے مویشی کے ساتھ رہتا تھا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اختلاف و نزاع ڈال دیا تھا۔ یعنی وہ طرز عمل جو بھائیوں کی طرف سے میرے ساتھ ہوا تھا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

بے شک میرا رب جو چاہے اس کی بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتا ہے اور اس کو آسان کر دیتا ہے اور ایسے راستے معمور کرتا ہے کہ وہ لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی عظیم قدرت اور عمدہ صنعت سے سہولت پیدا کر دیتا ہے وہ تمام امور کو خوب جانتا ہے اور اپنی مخلوق کے لئے قوانین بنانے اور امور کے اندازہ کرنے میں بڑا حکیم ہے۔"

اور اہل کتاب کے ہاں یوں روایت ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر والوں کو غلہ فروخت کیا اور ان سے سونا چاندی زمین اور گھر کا اسباب سب لے لیا حتیٰ کہ ان کو خرید لیا اور وہ سب کے سب غلام بن گئے۔ پھر آپ نے ان کو ان

کی زمین اس شرط پر واپس کردی اور ان کو آزاد کر دیا کہ وہ اس میں محنت کریں گے اور غلے اور پھلوں کا پانچواں حصہ حکومت لے گی آپ کے بعد میں اہل مصر میں یہی طریقہ جاری رہا۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام قحط سالی میں کھانا نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کی پریشانی کو بھول نہ جائیں صرف دوپہر کو پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے اس بارے میں دوسرے بادشاہوں نے بھی اقتداء کی ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قحط سالی میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا یہاں تک کہ خشک سالی ختم ہوئی اور خوشحالی لوٹ آئی۔

امام شافعیؒ نے کہا کہ ایک (دیہاتی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دور قحط ختم ہو جانے کے بعد کہا کہ آپ کی وجہ سے قحط سالی ختم ہوگئی اب آپ آزاد ہیں (اب پیٹ بھر کر کھائیں)

یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اللہ کی نعمت مجھ پر مکمل ہوگئی ہے اور آپ کے خاندان ایک جگہ اکٹھا ہو گیا ہے تو سمجھ گئے کہ دنیا کوئی بات نہیں ہے اس کی ہر چیز ختم ہونے والی ہے اور کمال کے بعد زوال یقینی ہے۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور اللہ کے عظیم فضل واحسان کا اقرار کیا اور اپنے رب سے التجاء کی (جب کہ وہ سوال کئے جانے والوں میں سے سب سے بہتر ہے) کہ جب بھی میری موت آئے اسلام پر ہی آئے اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ جس کے یہ الفاظ ہیں۔

"احینا مسلمین وتوفنا مسلمین" "اے اللہ ہمیں اسلام کی حالت پر زندہ رکھ اور اسلام کی حالت میں ہماری موت آئے۔

اور ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا علامات دیکھ کر کی ہو جیسے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے بھی موت کی علامت دیکھ کر فرمایا "اللهم الرفيق الاعلى" "اے اللہ میری روح ملاء اعلیٰ اور نیک ساتھی انبیاء ورسولوں کی طرف بلند کی جائے آپ ﷺ نے تین بار فرمایا "اللهم الرفيق الاعلى" پھر آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے بدن وجسم کی صحت وسلامتی کی حالت میں اسلام پر موت ہونے کی دعا کی ہو اور یہ ان کی شریعت میں جائز ومباح ہو جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام سے پہلے کسی نبی نے موت کی تمنا نہیں کی۔ باقی رہا ہماری شریعت کا معاملہ تو اس میں صرف بوقت فتنہ موت کی تمنا کی جا سکتی ہے جیسے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دعا وارد ہے۔" واذا اردت بقوم فتنة" "اے اللہ جب تو کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنے میں مبتلا کئے بغیر اپنے پاس بلا لینا۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ اے ابن آدم تیرے لئے موت فتنے سے بہتر ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے بھی کہا تھا کہ ﴿يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھلا دی گئی ہوتی۔ اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت کے زمانہ میں حالات شدت اختیار کر گئے اور فتنے بڑھ گئے جنگ وجدال کی آگ بھڑک اٹھی اور قتل وقتال کا سلسلہ زیادہ ہو گیا۔ جب کہ خوشی یا غمی دونوں عام حالات میں موت کی تمنا کرنا بالکل منع ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی نازل ہونے والی تکلیف کی بناء پر موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو ممکن ہے کہ وہ اور زیادہ نیکیاں کرے۔ اور اگر وہ برا ہے تو ممکن ہے کہ وہ توبہ کرے۔ بلکہ دعا میں یوں کہے۔

﴿اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی﴾ اے اللہ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب وفات میرے لئے بہتر ہو تو مجھے فوت کر لینا۔ اس حدیث میں ضرر سے مراد جسم میں تکلیف اور بیماری وغیرہ مراد ہے نہ کہ دینی نقصان مراد ہے کیونکہ دینی فتنہ کو دور کرنے کے لئے تو کوشش کرنی ضروری ہے۔

"ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے پیارے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا یا تو موت کے قریب ہو کر کی ہے یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جب بھی موت آئے تو اسلام پر آئے۔ محمد بن اسحاق نے اہل کتاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں سترہ سال زندہ رہے پھر انتقال کر گئے اور آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ مجھے میرے باپ دادا اسحاق اور ابراہیم علیہما السلام کے پاس دفن کرنا اور حضرت سدی فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے اس وصیت کو پورا کیا اور انہیں شام میں لے گئے اور ان کو اسی غار میں دفن کیا جس میں حضرت ابراہیم و حضرت اسحاق علیہما السلام مدفون ہیں۔

اہل کتاب کے ہاں یوں بھی ایک روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک سو تیس سال کی عمر میں مصر میں داخل ہوئے اور اس سرزمین میں سترہ سال قیام پذیر رہے اس کے باوجود لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی عمر ۱۴۷ سال تھی ان کی کتاب میں اس کی بالکل صراحت ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے یا تو انہوں نے کتاب میں تحریف کی ہے یا غلط بیان کرتے ہیں یا انہوں نے کسر حذف کر دی ہے لیکن اس معاملہ میں آخر ان کی یہ عادت نہیں ہے تو یہاں کسر حذف کرنے کا طریقہ کیسے چلایا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ ـــــــ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرہ ۱۳۳)
بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی اخلاص کی اور وہ دین اسلام ہے جس کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔

اہل کتاب نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ وصیت کی اور ان کو آئندہ آنے والے حالات سے خبردار کیا اور یہودا کو خوشخبری دی کہ اس کی نسل سے ایک عظیم نبی پیدا ہوگا اور بہت سی قومیں اس کی اطاعت کریں گی اور وہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام فوت ہوئے تو اہل مصر ان پر ستر دن روتے رہے یوسف علیہ السلام نے طبیبوں کو حکم دیا کہ ان کو خوشبو (حنوط کرنے کے لئے) لگائیں تو طبیبوں نے ان کو دوائی لگائی اور وہ اسی حالت میں چالیس دن تک رہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے باپ کو اپنے خاندان کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی تو آپ کے ساتھ مصر کے بزرگ اور سردار لوگ بھی گئے۔ اور جب وہ حبرون پہنچے تو انہوں نے اسی غار میں یعقوب علیہ السلام کو دفن کیا جسے ابراہیم علیہ السلام نے عفرون بن صحر الحیثی سے خریدا تھا اور ان کی سات دن تک تعزیت کی پھر حضرت یوسف علیہ السلام واپس آ گئے اور آپ کے بھائیوں نے آپ سے تعزیت کی اور ان کے ساتھ نرم دلی کا اظہار کیا۔ آپ نے بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا ان کی عزت و تکریم کی اور

ان کی رہائش کا اچھا انتظام کیا۔ وہ اس کے بعد مصر میں ہی مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد جب یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے بھی وصیت کی کہ جب وہ مصر سے باہر جائیں تو مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ اور مجھے میرے آباء واجداد کے پاس دفن کریں۔ جب آپ انتقال فرما چکے تو آپ کے جسد مطہر کو حنوط کیا اور اسے ایک تابوت میں رکھ لیا، اور تابوت سمیت دفن کر دیا۔ حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام آپ کے تابوت کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے اور یہاں آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۱۰ سال تھی۔ یہ تورات کی نصوص میں موجود ہے جیسے کہ میں نے اس میں دیکھا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے اور حضرت مبارک بن فضالہ کی حضرت حسن سے روایت ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی اور اپنے والد حضرت یعقوب سے اسی سال جدا رہے۔ اور انہیں نہ دیکھ سکیں۔ اس کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی یہودا کو وصیت فرمائی۔

﴿قصہ حضرت ایوب علیہ السلام﴾

نام ونسب

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ روم میں سے ایک شخص ہیں ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ ایوب بن موص بن رزاح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہما السلام۔

اور بعض نے اس طرح سلسلہ نسب بیان کیا ہے۔

ایوب بن موص بن رعویل بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام۔ اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں۔

ابن عساکر فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے والد گرامی ان لوگوں میں شامل ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس وقت ایمان لائے جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے ان کو نہ جلایا۔

پہلی بات زیادہ مشہور ہے کیونکہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جیسے کہ ہم نے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ (الانعام ۸۴) کے تحت بیان کی ہے کہ ومن ذریتہ کی ضمیر ابراہیم کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ نوح کی طرف۔

حضرت ایوب علیہ السلام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہیں کہ جن کی طرف وحی بھیجنے کی صراحت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ﴾ (النساء ۱۶۳)

(اے محمد) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام۔

اور صحیح بات یہی ہے کہ آپ العیص بن اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ لیا بنت یعقوب ہے بعض نے کہا ہے کہ رحمت بنت افرائیم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لیا بنت منسا بن یوسف بن یعقوب ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اس لئے ہم نے اس جگہ یہی نام ذکر کیا ہے ایوب علیہ السلام کے واقعہ کے بعد ہم انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کا تذکرہ کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ ـــــــ وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾ (الانبیاء ۸۳/۸۴)

اور ایوب (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور جو ان کو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ان کو بال بچے بھی عنایت کئے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور (بخشے) اور عبادت کرنے والوں کے لئے (یہ) نصیحت ہے

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ ـــــــ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ (ص ۴۱/۴۴)

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے رب کو پکارا کہ اے اللہ شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے (ہم نے کہا کہ زمین پر) پاؤں مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں) اور ہم نے ان کو اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لئے نصیحت تھی اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا بہت خوب بندے تھے بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔

ابن عساکر نے کلبی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ جو سب سے پہلے نبی مبعوث ہوئے وہ ادریس علیہ السلام تھے ان کے بعد نوح علیہ السلام پھر ابراہیم پھر اسماعیل پھر اسحاق پھر یعقوب پھر یوسف پھر لوط پھر ہود پھر صالح پھر شعیب پھر موسیٰ وہارون پھر الیاس پھر عزقیل بن سوری بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب پھر یونس بن متی (یعقوب کے بیٹوں میں سے) پھر ایوب بن زراح بن آموص بن لیفرز بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

اس روایت کی ترتیب کا کچھ حصہ محل نظر ہے کیونکہ ہود اور صالح علیہم السلام کے متعلق مشہور قول ہے کہ وہ نوح علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ ابراہیم کے بھی بعد ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

حضرت ایوب علیہ السلام کی مرض

تاریخ وتفسیر کے علماء نے لکھا ہے کہ آپ بہت مالدار آدمی تھے آپ کے ہاں مویشی نوکر چاکر اور کافی زمین تھی زمین حوران کے ثنیہ کا علاقہ آپ کی ملکیت تھا ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ سب زمین آپ کی ذاتی ملکیت تھی اور آپ کے اہل وعیال کثیر تعداد میں تھے۔

”پھر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لے لیا گیا اور آپ مختلف جسمانی تکالیف میں مبتلا ہو گئے دل اور زبان کے سوا جسم کا کوئی حصہ اور عضو بھی سالم نہ رہا۔ دل اور زبان کے ساتھ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ نے ان تمام جسمانی وذہنی مصائب میں اللہ سے ثواب کی امید لگائے رکھی۔ اور ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہے۔ جب آپ کی بیماری نے طول پکڑا اور دوست احباب وحشت محسوس کرنے لگے۔ اور ساتھ بیٹھنے والے لوگ نفرت کرنے لگے تو آپ کو شہر سے باہر کوڑے کرکٹ میں پھینک دیا گیا۔ اور بیوی کے سوا سب لوگ دور ہٹ گئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے سوا کوئی غمخوار نہ رہا وہی آپ کی نگرانی کرتی رہی۔ انہوں نے آپ کے احسانات اور شفقتیں یاد رکھیں بار بار آپ کے پاس آتی جاتی اور ہر ضرورت کا خیال رکھتی رہی اس کی مالی حالت بہت کمزور ہو گئی تو محنت مزدوری کرنے لگی اور شوہر کی خوراک کی ضروریات کا انتظام کرتی رہی (رضی اللہ عنہا وارضاھا) یہ محترمہ اس بیماری سے پہلے ہر طرح کی آسائش ونعمت سے زندگی گزار چکی تھی اور ہر قسم کی آسائیاں دیکھ چکی تھی۔ بعد میں مال واولاد سے جدائی کے صدمے سہنے پڑے اور خاوند کی بیماری کی وجہ سے مصائب جھیلنے پڑے لوگوں کی خدمت اور معاشی بدحالی کی کٹھنائی کا بھی اتفاق ہوا لیکن اس نیک بندی نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا

حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے اشد ابتلاء و آزمائش میں انبیاء ہیں پھر وہ لوگ جو انبیاء کے طریقے پر چلتے ہوں گے اسی طرح درجہ بدرجہ لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ کوئی آدمی دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوگا اتنا ہی اس کا زیادہ سخت امتحان ہوتا ہے۔ آزمائش وابتلاء کی ہر قسم سے سابقہ پڑتا ہے اور آپ کو صبر و ثواب اور حمد و شکر میں مزید پختہ کر دیا گیا۔ آپ کا صبر ضرب المثل بن گیا اور آپ پر آنے والے مصائب بھی ضرب المثل بن گئے کیونکہ وہ بھی اپنی مثل آپ تھے حضرت وہب بن منبہ اور دیگر علماء بنی اسرائیل سے ایوب علیہ السلام کی بیماری و تکالیف کے متعلق ایک طویل واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے مال و اولاد آپ سے کیسے جدا ہو گئے اور آپ کس قدر جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوئے اس واقعہ کے صحیح ہونے کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے"

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ چیچک کی بیماری کی زد میں آنے والے سب سے پہلے ایوب علیہ السلام ہیں۔

کتنا عرصہ تکالیف میں مبتلا رہے

ان میں کئی اقوال ہیں (۱) حضرت وہب بن منبہ" کا خیال ہے کہ تین سال مکمل ہیں (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سات سال چند ماہ کا عرصہ ہے۔ اور آپ کو بنی اسرائیل کے کوڑا کرکٹ کی جگہ پھینک دیا گیا اور آپ کے جسم میں بہت سے کیڑے پیدا ہو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکلیف کو دور فرمایا اور اجر و ثواب سے نوازا اور آپ کی تعریف فرمائی (۳) حمید" نے کہا کہ ۱۸ سال آپ اس مرض میں مبتلا رہے۔

"اور سدی فرماتے ہیں کہ آپ کا گوشت گل سڑ گیا تھا اور ہڈیاں اور پٹھے باقی رہ گئے آپ کی بیوی راکھ آپ کے جسم کے نیچے بچھا دیتی اور جب تکلیف کی مدت زیادہ ہوگئی تو آپ کی بیوی کہنے لگیں کہ اے ایوب آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ اس تکلیف سے نجات دے اور یہ آزمائش ٹال دے۔ تو جواب میں حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے ستر سال صحت وسلامتی سے نوازا تو کیا میں ستر سال بیماری پر صبر نہیں کر سکتا تو آپ کی اہلیہ رو پڑیں اور لوگوں کے گھروں میں محنت مزدوری کرتیں اور اس کی جو کچھ مزدوری ملتی تو اس سے آپ کے کھانے کا انتظام کرتیں۔

پھر لوگوں نے اس خیال سے ان کو مزدوری دینا بند کر دی کہ ان کی بیماری ہمیں نہ لگ جائے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یہ ایوب کی بیوی ہے۔ جب کسی نے مزدوری دینا پسند نہ کی تو اس نے اپنی دو مینڈھیوں میں ایک مینڈھی کسی امیرزادہ کے ہاتھ فروخت کی اور اس سے عمدہ کھانا حاصل کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس لے آئیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے کیونکہ انہیں عجیب سا محسوس ہو رہا تھا کہنے لگیں لوگوں کی خدمت کے عوض لائی ہوں اگلے دن پھر مزدوری نہ ملی تو پھر دوسری مینڈھی فروخت کر کے کھانا لے آئیں تو آج بھی آپ نے اسے غیر مانوس سمجھا اور قسم اٹھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتائے کہ یہ کھانا کہاں سے لائی۔ تو بیوی نے سر سے دوپٹہ اتارا تو کیا دیکھتے ہیں کہ سر منڈا ہوا ہے اب یہ حالت دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

﴿رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ اے اللہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے طریق سے عبداللہ بن عمیر سے بیان کیا ہے کہ آپ کے دو بھائی تھے۔ ایک دن آپ کے بھائی آپ کو ملنے آئے لیکن آپ کے جسم کی بدبو کی وجہ سے آپ کے قریب نہ آسکے اور دور کھڑے رہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر ایوب میں کچھ خیر ہوتی تو اللہ اس کو اس مصیبت سے دوچار نہ کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام یہ سن کر بہت ہی رنجیدہ

حاضر ہوئے کیا تھے پریشان کن نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے التجاء کی اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی رات سیر ہو کر نہیں گزاری جبکہ میرے علم میں کوئی بھوکا شخص ہو تو میری تصدیق کر دے تو اللہ نے آسمان سے اس کی تصدیق نازل فرمائی اور وہ دونوں سن رہے تھے پھر فرمایا اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میرے پاس کبھی دو قمیصیں نہیں تھیں جب کہ مجھے معلوم ہو کہ کوئی بغیر قمیص کے ہے تو میری تصدیق کر دے تو آسمان سے آپ کی اس بات کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا اے اللہ تیری عزت کی قسم اور سجدے میں گر گئے اور التجاء کی اے اللہ تیری عزت کی قسم میں اپنا سر اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ تو میری بیماری دور کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سر اوپر اٹھانے سے پہلے ان کو شفاء عطا فرمائی۔

ابن ابی حاتم اور ابن جریر رحمہم اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندے ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے اور دور اور نزدیک کے سب لوگ آپ کو چھوڑ گئے صرف دو بھائی آپ کے پاس آتے جاتے رہے جو آپ کے ساتھ بہت تعلق رکھتے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے بھائی سے کہا اللہ کی قسم ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے کہ دنیا میں اس جیسا کسی نے گناہ نہیں کیا دوسرے نے کہا کہ یہ کیسے اس نے کہا کہ اٹھارہ سال گزر گئے ہیں اللہ نے ابھی تک اس پر رحم نہیں کیا اور ان کی بیماری دور نہیں کی جب وہ دونوں شام کے وقت آپ کے پاس آئے تو ایک سے رہا نہ گیا کہ اس نے وہ بات ایوب علیہ السلام سے کہہ دی، حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ میں دو آدمیوں کے پاس گزرتا اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے اور قسم کھا رہے ہوتے تو میں گھر آ کر ان دونوں کی قسموں کا کفارہ دے دیتا کہ کہیں انہوں نے اللہ کا نام بلاوجہ لیا ہو۔

مرض سے شفایاب ہونا

آپ قضائے حاجت کے لئے نکلتے اور جب فارغ ہوتے تو آپ کی بیوی اپنے ہاتھ کا سہارا دیتی حتی کہ آپ واپس آ جاتے۔ ایک دن اس سے دیر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص ۴۲) "اپنا پاؤں (زمین پر) مارو یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لئے بھی۔"

بیوی دیر سے پہنچی تو دیکھنے لگ گئی۔ اتنے میں ایوب علیہ السلام اس کی طرف آئے جب اللہ نے ان کی بیماری ختم کر دی تھی۔ اور اب وہ بہت خوبصورت حالت میں تھے بیوی آپ کو دیکھ کر پہچان نہ سکی اور کہنے لگی کیا تو نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو اس جگہ بیماری کی حالت میں موجود تھے اللہ کی قسم میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو آپ کے مشابہ ہو جب وہ تھے اور تندرست تھے فرمایا میں ہی وہی ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے ایک گندم کا ایک جو کا اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے ایک بادل گندم کے کھلیان پر آیا اور اس نے سونا برسایا یہاں تک کہ وہ لبالب بھر گیا پھر دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی برسائی یہاں تک کہ وہ بھی لبالب بھر گیا۔ یہ ابن جریر کے الفاظ ہیں

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث اس طرح بیان کی ہے اس کا مرفوع ہونا غریب ہے اور اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کا لباس پہنایا۔ ایوب علیہ السلام ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے آپ کی بیوی آئی اور آپ کو پہچان نہ سکی۔ اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے اس جگہ ایک مریض تھا وہ

کہاں گیا۔ شاید اسے کتے لے گئے یا بھیڑیے کھا گئے وہ کچھ دیر تک باتیں کرتی رہی۔ تو آپ نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں وہ کہنے لگی اے اللہ کے بندے تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے میں ہی ایوب ہوں اللہ نے مجھے شفاء عطا فرمائی ہے اور میرا جسم درست کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مال اور اولاد واپس کر دیئے اور اتنا ہی مال و دولت اور بھی دے دیا۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں نے تیرا مال واپس کر دیا اور اہل و عیال بھی واپس کر دیئے اور اتنا ہی اور بھی دے دیا تھا اس پانی کے ساتھ غسل کرو کہ اس میں تیرے لئے شفاء ہے اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی کرو اور ان کے لئے بخشش طلب کرو کیونکہ انہوں نے تیرے معاملہ میں میری نافرمانی کی ہے (ابن ابی حاتم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرستی دی تو ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش برسائی آپ اپنے ہاتھ سے ان کو لے کر کپڑوں میں ڈالنے لگے۔ آپ کو کہا گیا کہ کیا تو سیر نہیں ہوا آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یا اللہ تیری رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

اور امام احمد نے بھی اس روایت کو ابی داؤد طیالسی سے روایت کی ہے اور ابن حبان بھی اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ اصحاب ستہ میں سے کسی نے یہ روایت درج نہیں کی اور یہ صحیح کی شرط پر ہے۔

اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کا ایک لشکر بھیجا گیا آپ ان کو پکڑ کر کپڑوں میں ڈالنے لگے ان سے کہا گیا کہ کیا تجھے وہ کافی نہیں جو میں نے تجھے دیا ہے ایوب علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ تیرے فضل سے کون مستغنی ہو سکتا ہے۔ یہ روایت موقوف ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی یہ روایت مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیوں کا غول گرا۔ اور ایوب علیہ السلام دونوں ہاتھوں سے کپڑے میں ڈالنے لگے اللہ نے ان کو پکارا کہ اے ایوب میں نے تجھے اس سے بے پرواہ نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے عرض کی ہاں یا اللہ لیکن تیری برکت سے تو میں بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ یعنی زمین پر اپنا پاؤں مار حضرت ایوب نے حکم کی تعمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا اور حکم فرمایا کہ اس سے غسل کرو۔ اور اس پانی سے پیو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے ایوب علیہ السلام کے جسم کی تمام ظاہری اور باطنی تکلیفیں دور فرما دیں۔

اس کے بعد اللہ نے آپ کو ظاہری اور باطنی صحت و تندرستی حسن و جمال اور کثیر مال سے نوازا حتیٰ کہ آپ پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش کر دیا اور اہل و عیال کی نعمت سے مالا مال کیا۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ﴾ اور ہم نے اسے اس کا اہل و عیال واپس کر دی اور اتنا ہی اور دے دیا کہا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے فوت شدہ بیٹے اور بیٹیاں دوبارہ زندہ کر دیں۔ اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ نے ان کے بدلے اور اہل و عیال دیئے۔ اور آخرت میں ان سب کو جنت میں داخل کر کے ایوب علیہ السلام پر اپنا انعام مکمل فرمائے گا۔ ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ یعنی اپنی رحمت و مہربانی سے ان کی تکلیفیں

دور کر دیں اور ان کی بیماری کا خوف نہ ۔ جو کمزوری لے بیٹھیں تو یعنی جو بھی شخص جسمانی مالی اور اولاد کے ساتھ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہو ۔ اس کے لئے اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام بہترین نمونہ ہیں ۔ کہ اللہ نے انہیں بہت بڑی بیماری اور تکلیف سے آزمانا چاہا تو انہوں نے صبر کیا اور اجر وثواب کی امید کے سہارے مصیبتیں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام تکالیف سے شفا عطا فرمائی ۔

مذکورہ آیت قرآنی سے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام کشید کیا ہے کہ اس کا نام رحمت تھا وہ حقیقت سے بہت دور کی بات ہے ۔ حضرت ضحاکؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کی جوانی لوٹا دی اور پہلے سے زیادہ طاقت وقوت عطا کی حتیٰ کہ آپ کے بطن سے حضرت ایوب علیہ السلام کے ۲۶ لڑکے پیدا ہوئے ۔

صحت وتندرستی کے بعد

حضرت ایوب علیہ السلام صحت پانے کے بعد ستر برس تک زندہ رہے اور دین حنیف کے لئے محنت کرتے رہے آپ کے بعد لوگوں نے دین براہیم کو تبدیل کر دیا ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ (ص ۴۴)

آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا ۔ اس بارے میں بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ کی بیوی نے اپنی مینڈھیاں فروخت کر دی تھیں تو یہ حکم آپ کے لئے اس بارے میں رخصت اور سہولت تھی ۔

اور بعض مفسرین ومورخین کا قول ہے کہ شیطان طبیب کی صورت میں آپ کی بیوی کے سامنے آیا تھا اور اس نے ایک دوا تجویز کی تھی وہ آپ کی بیوی اصل صورت حال نہ سمجھ سکی اور وہ دوا لے کر آئی ایوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ تو شیطان تھا جس پر انہوں نے قسم اٹھائی کہ اسے سو کوڑے ماروں گا ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا یاب کیا تو حکم فرمایا کہ تنکوں کا ایک گٹھا پکڑ ۔ ضغث اسے مراد ایسی چیز کا گٹھا ہے جیسے کہ کھجور کے خوشے میں بہت سی شاخیں ہوتی ہیں ۔ یعنی اس کو لے کر بیوی کو مارو اس کے قائم مقام ہو جائے گا اسی طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی اور قسم ٹوٹنے کی نہیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے اور اطاعت کرنے والوں کو ہر تنگی اور پریشانی سے نجات دیتے ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی بیوی کے حق میں بھی اسی طرح اللہ نے پریشانی سے بچایا کیونکہ وہ صبر کرنے والی صالحہ صدیقہ اور نیکوکار تھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

"اس آیت سے بہت سے فقہاء نے وہ قسموں سے متعلق اس آیت سے استنباط کر کے رخصت کو کام میں لاتے ہیں اور بعض نے اس سے ضرورت سے زیادہ گنجائش نکالی ہے حتیٰ کہ قسموں سے بچنے کے لئے حیلوں کے موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ اور ان کا آغاز بھی اس آیت کریمہ سے کیا ہے اور عجیب وغریب قسم کے مسائل ذکر کیے ہیں ہم ان میں سے کچھ کو کتاب الاحکام میں ذکر کریں گے ۔"

آپ کی وفات

ابن جریرؒ اور دیگر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ایوب علیہ السلام جب فوت ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر ترانوے (۹۳) سال تھی اور بعض کے خیال میں اس سے زیادہ تھی ۔

حضرت لیث مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اغنیاء کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور غلاموں کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور بیماروں اور مصیبت میں مبتلا لوگوں کے سامنے ایوب علیہ السلام کو حجت کے طور پر پیش کرے گا۔ ابن عساکر نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔

آپ نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے حومل کو معاملات کی نگرانی کرنے کی وصیت فرمائی۔ ان کے بعد بشر بن ایوب نے معاملات کی نگرانی کی اور یہی وہ شخص ہے جن کے متعلق بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہی ذوالکفل ہیں۔ آپ کا یہ فرزند رہ لوگوں کے عقیدے کے مطابق نبی تھا اور ۷۵ سال کی عمر پائی۔

اب ہم ذوالکفل کا حال بیان کرتے ہیں کیونکہ بعض کے نزدیک یہ ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔

❁❁❁

﴿قصہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے کے بعد فرمایا

﴿وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ ـــــــ اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (الانبیاء: ۸۵/۸۶)

اور ہم نے اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (بھی یہ نعمتیں عطا فرمائیں) یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا یقیناً وہ سب نیکوں میں سے تھے۔

اور سورہ ص میں ایوب علیہ السلام کے واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْکُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ـــــــ وَکُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ﴾ (ص ۴۵/۴۸)

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے یہ نصیحت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تو عمدہ مقام ہے۔

ذوالکفل کون تھے

بڑے بڑے انبیاء کے تذکرے کے بعد ذوالکفل کا تذکرہ کر کے ان کی تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی تھے اور مشہور بھی اسی طرح ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نیک اور عدل و انصاف کرنے والا بادشاہ تھا۔ لیکن علامہ ابن جریرؒ نے اس کے متعلق توقف کیا ہے اور ابن جریرؒ اور ابو نجیحؒ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ وہ نیک و پرہیزگار آدمی تھے۔

وجہ تسمیہ

آپ نے اپنی قوم کے معاملات نمٹانے اور ان کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کی ذمہ داری اٹھائی اور ایسا کیا بھی جس سے آپ کا نام ذوالکفل یعنی کفایت کرنے والا ذمہ داری اٹھانے والا پڑ گیا۔ ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے کہ یسع کمزور ہو گئے تو سوچنے لگے کہ میں ایک آدمی کو اپنی زندگی میں خلیفہ بنا دوں تاکہ میں دیکھ لوں کہ وہ کیسے ذمہ داری پوری کرتا ہے اس کام کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اعلان کیا کہ میں اس شخص کو اپنا خلیفہ بناؤں گا جو روزہ رکھے رات کو قیام کرے اور غصے میں نہ آئے۔ تو لوگوں کے مجمع سے ایک آدمی کھڑا ہوا جو لوگوں کی نظروں میں حقیر سا نظر آ رہا تھا وہ کہنے لگا میں حاضر ہوں آپ نے پوچھا تو دن کو روزہ رکھتا ہے رات کو قیام کرتا اور کسی پر ناراض تو نہیں ہوتا کہنے لگا جی ہاں لیکن اس دن آپ نے لوگوں کو واپس کر دیا۔ پھر اگلے دن لوگوں کو اکٹھا کیا اور وہی سوال دہرایا تو سب خاموش رہے پھر بھی وہی شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں حاضر ہوں تو آپ نے اسے خلیفہ نامزد کر دیا۔

"راوی کہتا ہے کہ ابلیس نے اپنے شاگردوں کو دعوت دی کہ فلاں بندے کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ لیکن جب ان کا ہر طریقہ ناکام ہو گیا عاجز آ گئے اور کچھ نہ بن سکا۔ تو ابلیس نے کہا کہ چھوڑو یہ کام میں کرتا ہوں وہ

نمازیں پڑھتے تھے جب وہ انتقال کر گئے تو ذوالکفل نے اتنی نمازیں پڑھنے کی ذمہ داری قبول کر لی اور اس کو پورا کیا اس لیے اس کا نام ذوالکفل پڑ گیا۔ اور ابن جریر نے اسے منقطع روایت کہا ہے اور ایک حدیث امام احمد نے حضرت ابن عمر کے واسطے سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک حدیث رسول کریم ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں تین یا سات بار تک سن کر فرماتے تھے کہ اگر تین بار تک ہوتی تو میں اس کو بیان نہ کرتا۔ بلکہ میں نے یہ حدیث سات بار سے بھی زیادہ سنی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں ایک کفل نامی شخص تھا اور ایسا کوئی گناہ نہ تھا جو اس نے نہ کیا ہو اور ایک بار اس کے پاس ایک عورت آئی کفل سے اس نے کچھ رقم بطور قرض مانگی تو کفل نے اس کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیے کہ اس سے بدکاری کرے گا جب وہ اس کے پاس گیا اور اس طرح بیٹھا کہ جیسے کہ مرد اپنی بیوی کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ خوف سے کانپنے لگی اور رونے لگی کفل نے پوچھا کیوں رو رہی ہے کیا میں نے زبردستی کی ہے اس نے کہا کہ نہیں لیکن یہ کام میں نے کبھی نہیں کیا صرف تنگدستی اور غربت نے مجھے اس کام پر راضی کیا ہے۔ اس نے کہا اچھا یہ کام تم نے کبھی نہیں کیا تو وہ اس سے الگ ہو گیا اور کہا کہ یہ دینار تیرے ہیں ان کو لے جا اور کہا اللہ کی قسم کفل آج سے اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ اور اتفاق کی بات کہ وہ اسی رات فوت ہو گیا تو صبح کو اس کے دروازے پر لکھا تھا (قد غفر اللہ للکفل) تحقیق اللہ نے کفل کو بخش دیا۔

یہ حدیث ترمذی نے اعمش کے واسطے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک شخص سعد ہے جس کے متعلق ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں اس کو ایک ہی حدیث کے ساتھ پہچانتا ہوں اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور اس سے عبداللہ بن عبداللہ رازی کے سوا کسی نے حدیث بیان نہیں کی ہے۔ (واللہ اعلم)

اور اگر یہ حدیث محفوظ اور صحیح بھی ہو تو اس میں لفظ ذوالکفل نہیں ہے بلکہ کفل کا تذکرہ کیا ہے جب کہ قرآن مجید میں ذوالکفل اضافت کے ساتھ آیا ہے۔ واللہ اعلم

وہ قومیں جو بالکل ہلاک ہو گئیں ان کا ذکر

اور ان تمام قوموں کا زمانہ تورات کے نزول سے پہلے کا ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ﴾ (القصص ۴۳)

اور ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ جیسے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات نازل کرنے کے بعد کسی قوم کو زمینی یا آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں کیا صرف وہ بستی والے جو بندر بنا دیے گئے وہ نزول تورات کے بعد تباہ ہوئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اور ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی۔''

بزار نے ایک حدیث کے الفاظ سے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن اس کا موقوف ہونا صحیح ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جتنی بھی قومیں ہلاک ہوئیں وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے دور سے پہلے ہلاک ہو گئیں۔

اصحاب الرس

ان تباہ و برباد ہونے والی قوموں میں سے ایک قوم اصحاب الرس ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا

﴿وَعَادًا وَّثَمُودَا۟ وَأَصْحَـٰبَ ٱلرَّسِّ ...... وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا﴾ (الفرقان ۳۸/۳۹)

اور قوم عاد اور قوم ثمود اور کنوئیں والوں اور ان کے درمیان بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر دیا) اور سب کے (سمجھانے کے لئے) ہم نے مثالیں بیان کیں اور (نہ ماننے پر) سب کو تہس نہس کر دیا۔ اور سورۃ ق میں فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَـٰبُ ٱلرَّسِّ ...... وَعِيدِ﴾ (ق ۱۲/۱۴)

ان سے پہلے قوم نوح اصحاب الرس، عاد، ثمود، فرعون اور لوط کے بھائیوں، اصحاب الایکہ اور قوم تبع نے جھٹلایا ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) ثابت ہو گیا۔

آیات مذکورہ بالا پوری طرح دلالت کر رہی ہیں کہ وہ قومیں مکمل طور پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اس سے مفسر ابن جریرؒ کے نظریے کا رد ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اصحاب الرس اصحاب الاخدود ہی ہیں، جن کا ذکر سورۃ البروج میں ہے کیونکہ محمد بن اسحاق اور دیگر اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک اصحاب الاخدود کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے اور یہ بات بھی محل نظر ہے مفسر ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اصحاب الرس ثمود کی بستیوں میں سے ایک بستی والے ہیں۔

اور حافظ ابن عساکرؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب الرس سے عاد تھے جو آباد تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی کو مبعوث فرمایا ان کا نام حنظلہ بن صفوان تھا تو انہوں نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور ان کو قتل کر دیا۔ تو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح اور اس کی اولاد وہاں مقام احقاف میں آباد ہو گئے اللہ تعالیٰ نے تمام اصحاب الرس کو تباہ و برباد کر دیا۔ احقاف میں آنے والے لوگ یمن کی طرف آئے اور مختلف علاقوں میں نکل گئے۔

اور جیرون بن سعد بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح دمشق میں آیا اس نے یہاں جیرون نامی ایک شہر آباد کیا اور یہی ستونوں والے ارم ہیں جن کا تذکرہ قرآن میں ہوا ہے۔ دمشق میں پتھر کے اونچے ستونوں جیسے ستون دنیا میں کہیں نہیں ملتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہود بن عبداللہ بن رباح بن خالد بن خلود بن عاد کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ یعنی عاد کی اس اولاد کی طرف جو احقاف میں آباد تھی تو انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اس مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصحاب الرس عاد کے زمانے سے کافی پہلے کے ہیں۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "رس" آذربائیجان میں ایک کنوئیں کا نام ہے اسی طرح عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ "رس" ایک کنواں ہے جہاں انہوں نے اپنے نبی کو دفن کیا تھا۔ اور عکرمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اصحاب الرس مقام "فلج" میں آباد تھے اور یہی وہ لوگ ہیں، جن کا تذکرہ سورۃ یٰسین میں ہے اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ "فلج" یمامہ کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ عکرمہ کے مطابق اگر اصحاب الرس سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا واقعہ سورۃ یٰسین میں ذکر ہوا ہے تو وہ مکمل تباہ کر دیئے گئے تھے، جیسے کہ ارشاد باری ہے ﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَـٰمِدُونَ﴾ (یٰسین ۲۹) وہ صرف ایک چنگھاڑ تھی جس سے وہ سب تباہ ہو گئے ان کا قصہ بعد میں آ رہا ہے۔

اصحاب الرس کے متعلق قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر ہلاک کر دیے گئے تھے جب کہ اہل انطاکیہ تو ایماندار بن گئے تھے۔ ہاں یہ صورت ممکن ہے کہ یہ واقعہ ان کی ہلاکت کے بعد ان کی نسل سے بچ جانے والے لوگ بعد میں نبی پر ایمان لائے ہوں۔ لیکن یہ کہ اصحاب الاخدود کو ابن جریر نے اصحاب الرس قرار دیا ہے تو یہ قول بھی ضعیف ہے جس کی تفصیل پیچھے لکھ آئے ہیں۔

دوسری وجہ ابن جریر کے قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ اصحاب الاخدود کو ذکر کرنے کی صورت میں آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور ان کی ہلاکت کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔

سورۃ یٰسین میں ظالم بستی والوں کا قصہ

مکمل ہلاک و برباد ہونے والی قوموں میں سے ایک قوم اصحاب القریہ ہے جس کا تذکرہ سورۃ یٰسین میں ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ ﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا ـــــــ خَامِدُونَ﴾ (یٰسین ۱۳ تا ۲۹)

اور ان سے گاؤں والوں کا قصہ بیان کرو جب ان کے پاس پیغمبر آئے (یعنی) جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے ان کو تقویت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف پیغمبر ہو کر آئے ہیں۔ وہ بولے کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی ہو اور خدا نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم محض جھوٹ بولتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف (پیغام دے کر) بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔ وہ بولے کہ ہم تم کو نامبارک سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا (پیغمبروں نے) کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس لئے کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ تم لوگ تو ایسے ہو کہ حد سے تجاوز کر جاتے ہو اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم پیغمبروں کے پیچھے چلو ایسے کے جو تم سے صلہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے رستے پر ہیں۔ اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے کیا میں ان کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں؟ اگر خدا میرے حق میں نقصان کرنا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور نہ وہ مجھ کو چھڑا ہی سکیں تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں سو میری بات سن رکھو حکم ہوا کہ بہشت میں داخل ہو جا۔ بولا کاش میری قوم کو خبر ہو کہ خدا نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کیا اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی سو وہ اس سے ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔

یہ کونسی بستی تھی

بہت سے متقدمین اور متاخرین علمائے تفسیر کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ یہ بستی انطاکیہ تھی۔ ابن اسحاق نے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے۔ بریدہ بن خصیب، عکرمہ، قتادہ اور زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس بستی میں انطیخس بن انطیخس نامی ایک بادشاہ تھا وہ بتوں کی پوجا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین رسول صادق، صدوق اور شلوم بھیجے اس بادشاہ نے انہیں جھٹلایا۔ قرآن کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تینوں رسول ہی تھے۔ قتادہ کا خیال ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے رسول تھے۔

اور ابن جریرؒ نے بھی اپنی سند کے ساتھ شعیب جبائی سے نقل کیا ہے کہ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور تیسرے کا نام یونس تھا اور بستی کا نام انطاکیہ تھا۔ لیکن یہ قول نہایت ضعیف ہے کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اہل انطاکیہ کی طرف اپنے تین حواری بھیجے تو وہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے اور یہ بستی ان چار بستیوں میں سے تھی جن میں عیسائیوں کے بطریق رہتے تھے (بطریق کا معنی ہے مذہبی سردار)

ان چار بستیوں کا نام یہ ہے۔ انطاکیہ، القدس، اسکندریہ اور رومیہ اس کے بعد قسطنطنیہ ہے اور وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اور جس بستی کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے اس کے رہنے والے ہلاک ہو گئے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعہ کے آخر میں فرمادیا ہے کہ وہ تو ایک چنگھاڑ تھی جس سے وہ بجھ کر رہ گئے۔

البتہ یہ امکان ہے کہ وہ تین رسول جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے وہ قدیم زمانہ اہل انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے ہوں اور ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا ہو بعد میں وہ بستی پھر آباد ہوئی ہو اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف اپنے قاصد بھیجے ہوں اور وہ مسلمان ہو گئے ہوں۔ اس طرح ان دونوں واقعات میں تطبیق و مطابقت ہو جائے گی اور تعارض رفع ہو جائے گا۔ لیکن اس واقعہ کو عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کا واقعہ کہنا ضعیف ہے۔ جس کی ایک وجہ پیچھے ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری وجہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا﴾ یعنی کہ اے محمد ﷺ اپنی قوم کے لئے مثال بیان کر۔ اصحاب القریہ سے مراد شہر والے ہیں جب ان کے پاس رسول آئے ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر ہم نے ان کی تائید تیسرے رسول کے ساتھ کی یعنی تیسرے رسول کو بھیجنے سے ان پہلے دو رسولوں کی تائید و نصرت مقصود تھی۔ اور قوم نے ان کا جواب دیا کہ تم تو ہمارے جیسے ایک انسان ہی ہو جیسے کہ کئی کافر قوموں نے اپنے رسولوں کو جواب دیا تھا کہ وہ اس بات کو بعید سمجھتے تھے کہ اللہ کسی بشر کو رسول بنا کر بھیج دے رسولوں نے ان کو جواب دیا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے قاصد ہیں اگر ہم اپنے رب پر جھوٹ کہیں گے تو وہ ہمیں سزا دے گا اور ہم سے سخت انتقام لے گا اور ہمارے ذمہ صرف کھول کر بات پہنچا دینا ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ جو پیغامات اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیئے ہیں وہ بغیر کمی بیشی کے تم تک پہنچا دیں باقی ہدایت دینا یا گمراہ کرنا صرف اللہ کی ذات عالی پر منحصر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں۔۔۔ بدفالی کرتے ہیں کہ تمہارا آنا بہت منحوس ہے اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔

بعض کا قول ہے کہ انہوں نے زبان کے ساتھ برا بھلا کہنے کی بات کی اور بعض کا قول ہے کہ عملی طور پر انہوں نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی تھی۔ پہلی بات کی تائید تو قرآن مجید کے الفاظ سے ہوتی ہے ان کا کہنا ”تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا“ گویا انہوں نے قتل کرنے اور ذلیل و رسوا کرنے کی دھمکی دی۔ (رسولوں نے) کہا کہ تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے کہ تم پر ہی بدفالی تمہاری طرف لوٹے (اور تم ہی نامراد ہو کہ تم اللہ کے رستے پر تسلیم خم نہیں کرتے جس کی وجہ سے تم پر نحوست پڑ رہی ہے)

”کیا اگر تمہیں نصیحت کی گئی ہے“ یعنی صرف اس وجہ سے کہ تمہیں ہم نے وعظ و نصیحت کیا ہے اور ہدایت کی طرف بلایا ہے۔ تو تم ہمیں قتل و اہانت کے ساتھ دھمکیاں دے رہے ہو۔

”بلکہ تم حد سے گزرنے والی قوم ہو“ مطلب یہ ہے کہ نہ تو تم حق کو قبول کرتے ہو اور نہ حق کو قبول کرنے کا ارادہ رکھتے ہو بلکہ

تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "دور شہر کے پرلے علاقے سے ایک شخص بھاگتا ہوا آیا" مطلب ہے کہ وہ رسولوں کی مدد یا اپنا ایمان ظاہر کرنے کے لئے آیا تھا۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ــــ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (یٰسین ۲۰/۲۱)

اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی قسم کی اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

یعنی یہ رسول کسی لالچ طمع اور اجرت کے بغیر تمہیں خالص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر اس نے ان کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے روکا جو دنیا اور آخرت میں کسی قسم کا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے "یقیناً میں اس وقت کھلی گمراہی میں ہوں گا"

یعنی اگر میں اپنے اللہ رب العزت کی عبادت چھوڑ دوں اور غیر اللہ کی عبادت کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ پھر اس نے رسولوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا پس مجھ سے سن لو"

مفہوم و مطلب

اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ میری بات سنو اور اللہ کے ہاں میری گواہی دینا اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اے میری قوم میں سب کے سامنے رسولوں پر اپنے ایمان لانے کا اعلان کر رہا ہوں اسے سنو! پس اس موقع پر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سنگسار کیا اور بعض کی رائے ہے کہ گلا گھونٹ کر مارا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سب ایک آدمی کی طرح اس پر یکبارگی جھپٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کو پاؤں سے روندا کہ اس کی آنتیں پچھلے راستہ سے باہر نکل آئیں۔

یہ کون تھا

ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس آدمی کا نام حبیب بن مری تھا اور بعض نے مزید کہا ہے کہ یہ بڑھئی تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جولاہا تھا۔ (کپڑا بننے والا) بعض نے موچی بعض نے دھوبی بتایا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک غار میں عبادت کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا نام حبیب نجار تھا اس کو جذام کی بیماری تھی اور صدقہ خیرات بہت کرتا تھا۔ تو اس کے ایمان لانے کے اعلان پر قوم نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو قتل کے بعد جنت میں داخل فرما دیا۔ پھر جب اس نے جنت کی تروتازگی اور سرور و خوشی دیکھی تو اس نے کہا کہ کاش کہ میری قوم جان لے کہ میرے رب نے میرے ساتھ کتنا اچھا سلوک فرمایا میری بخشش کر دی اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔

اس نے یہ بات کیوں کہی اس لئے کہ میری قوم کو جب میری حالت کا علم ہوگا تو وہ بھی ایمان والے بن جائیں گے۔ اور یہ جو انعامات مجھے حاصل ہوئے ہیں وہ ان کو بھی حاصل ہو جائیں گے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں ان الفاظ سے قوم کو نصیحت کی اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی قسم کا معاوضہ اس سلسلے میں نہیں مانگتے اور فوت ہونے کے بعد ان الفاظ سے وعظ و نصیحت کا حق ادا کر دیا "کاش میری قوم کو پتہ چل جائے کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا اور عزت داروں میں مجھے شامل کر دیا۔

حضرت قتادہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ مومن ہمیشہ خیر خواہی کرتا ہے اور وہ دھوکے باز نہیں ہوتا۔ جب اللہ کی طرف سے اس نے اپنی عزت و کرامت دیکھی تو وہ یوں اظہار کرنے لگا کہ میری قوم کو علم ہو جائے کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا اور با عزت لوگوں میں شامل کر دیا تو ان۔ یہ خواہش کی کہ میری قوم کو بھی میری اس عزت و اکرام کا مشاہدہ کرے جو اللہ کی طرف سے مجھے حاصل ہوا۔

اور ساتھ ہی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کے قتل کے بعد اللہ نے اس کی قوم کو جھڑکا نہیں بلکہ وہ ایک چیخ تھی کہ وہ سب تباہ ہو گئے اور بجھ کے بجھے رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں۔ یعنی ان سے انتقام لینے کے لئے آسمان سے لشکر اتارنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ محمد ابن اسحاق نے حضرت ابن مسعود سے بھی مفہوم نقل کیا ہے۔ یعنی کہ ہم نے ان پر دوبارہ کوئی پیغام نازل نہیں کیا۔ مفسر ابن جریر فرماتے ہیں کہ پہلا مطلب زیادہ بہتر ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ مفہوم زیادہ بہتر ہونے کے ساتھ زیادہ قوی بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نازل کرنے والے نہیں ہیں کہ جب انہوں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی اور ہمارے دوست کو قتل کر دیا تو ہمیں ان سے انتقام لینے کے لئے لشکر اتارنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تو ایک زوردار چیخ ہی تھی کہ وہ بجھ کر رہ گئے۔ تباہ ہو گئے۔

اس کی تفصیل میں مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا ہے اس نے ان کے شہر کے دروازے کے دو چوکھٹ پکڑے پھر ان پر ایک زوردار چیخ ماری اور ان کو ایسے بجھے ہوئے کوئلے جیسا کر کے رکھ دیا۔ کہ ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں اور ان کے جسموں میں کوئی حس و حرکت نہ رہی اور کوئی آنکھ جھپکنے والی نہ رہی۔

یہ حالات و واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ انطاکیہ بستی والے نہیں ہیں کیونکہ اس بستی والوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور تباہ کر دیئے گئے جب کہ انطاکیہ بستی والے ایمان لائے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مورد قاصدوں کی پیروی کی۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں انطاکیہ والے سرفہرست ہیں۔

حضرت ابن عباس سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی سبقت لے جانے والے ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پہلے ایمان لانے والے یوشع بن نون ہیں

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے سب سے پہلے صاحب یٰسین ہیں۔

(۳) اور محمد ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے علی بن ابی طالب ہیں۔ اس میں ایک راوی حسین الاشقری غالی شیعہ اور متروک ہے اور اس کا صرف اس روایت کو بیان کرنا اور منفرد ہونا روایت کے باطل ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

﴿حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ﴾

اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (یونس:۹۸)

تو کوئی بستی بھی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا ہاں یونس کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کردیا اور ایک مدت تک (دنیاوی فائدوں سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔

اور سورۂ انبیاء میں فرمایا:

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا ـــــــ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۸۸/۸۷)

اور ذوالنون کو یاد کرو جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر دار و گیر نہیں کریں گے آخر اندھیرے میں (خدا کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں قصوروار ہوں تو ہم نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان کو غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں اور سورۂ صافات میں فرمایا

﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ـــــــ حِينٍ﴾ (صافات:۱۳۹ تا ۱۴۸)

اور یونس بھی رسولوں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے پھر اگر وہ خدا کی پاکی بیان نہ کرتے تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے پھر ہم نے ان کو جب کہ وہ بیمار تھے ایک فراخ میدان میں ڈال دیا اور ان پر کدو کے درخت کی بیل اگا دی اور ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو وہ ایمان لے آئے سو ہم بھی ان کو (دنیا) میں ایک وقت مقرر تک فائدہ دیتے رہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ـــــــ الصَّالِحِينَ﴾ (القلم ۵۰/۴۸)

تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے جاؤ اور مچھلی (کا لقمہ ہونے) والے (یونس) کی طرح نہ ہونا کہ انہوں نے خدا کو پکارا اور وہ غم و غصہ میں بھرے ہوئے تھے اگر تمہارے پروردگار کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال ابتر ہو جاتا پھر پروردگار نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکوکاروں میں کرلیا۔

آپ کہاں بھیجے گئے

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سرزمین موصل کے ایک شہر "نینوا" کی طرف نبی بنا کر بھیجا پس آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور اپنے کفر و عناد میں بڑھتے چلے گئے جب ایک طویل مدت گزرنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو آپ ان سے الگ ہو گئے اور ان کو تین دن بعد عذاب آنے

کی وعید سنائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ اور دیگر بہت سے علمائے سلف و متاخرین نے کہا ہے کہ جب یونس علیہ السلام ان سے الگ ہوئے اور انہوں نے نزول عذاب کو یقینی محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ اور رجوع کرنے کے جذبات پیدا کر دیئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ جو بدسلوکی کی اس پر نادم اور پشیمان ہوئے وہ عاجزی کے اظہار کے لئے ٹاٹ کے بوریے پہن لئے اور ہر قسم کے چوپایوں سے ان کے بچوں کو الگ کر دیا اور سب مل کر اللہ کی بارگاہ میں زاری والحاح کرنے لگے اور زور زور سے رونا اور گڑگڑانا شروع کر دیا۔ مرد، عورتیں اور بچے بچیاں اور مائیں سب آہ و پکار کرنے لگے اونٹ اور ان کے بچے بلبلانے اور گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکارنے لگے اور بکریاں اور ان کے بچے ممیانے لگے یعنی کہ بالکل ہیبت ناک منظر تھا۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قوت و طاقت اور رحمت و رافت سے ان پر آیا ہوا ٹال دیا جو اندھیری رات کی طرح ان پر منڈلا رہا تھا۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے۔ ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا﴾ (یونس: ۹۸)

پس کیوں ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان فائدہ دیتا یعنی گزری ہوئی قوموں میں کوئی ایسی بستی کیوں نہیں ہوئی کہ وہ کامل اور صحیح ایمان لاتی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا کوئی قوم ایسی نہیں گزری۔

بلکہ درحقیقت یوں ہوا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ﴾ (السباء ۳۴)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "مگر قوم یونس جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا اور ان کو ایک خاص وقت تک فائدہ دیا۔ حتیٰ کہ یونس کے پورے لوگ ایمان لے آئے

ان کا یہ ایمان آخرت میں باعث نجات ہوگا؟

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ ایمان ان کو آخرت میں بھی فائدہ دے گا اور آخرت کے عذاب سے بھی بچائے گا جیسے کہ دنیا میں اللہ کے عذاب سے بچ گئے یا کہ نہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں مگر قرآن مجید کی آیات سیاق و سباق سے زیادہ واضح یہ بات ہے کہ فائدہ دے گا (واللہ اعلم) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ ایمان لے آئے۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ کہ ہم نے ان کو ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھے پھر وہ ایمان لے آئے اور ہم نے ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دیا۔ ایک خاص وقت تک فائدہ دینا عذاب اخروی کے دور کرنے کے منافی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

قوم کی تعداد کیا تھی

قوم یونس علیہ السلام کی کم از کم تعداد کے بارے میں یہ بات تو پختہ اور ثابت شدہ ہے کہ وہ ایک لاکھ انسان تھے البتہ

زائد تعداد کے بارے میں اختلاف ہے حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ وہ دس ہزار تھے۔

اور امام ترمذی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ تعالیٰ نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اَوْ يَزِيدُونَ (بلکہ زیادہ تھے) کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ۲۰ ہزار سے زائد تھے اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے ورنہ تو اس بحث میں فیصلہ کن ہوتی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک لاکھ تیس ہزار سے کچھ اوپر تھے اور ان کے ایک اور قول کے مطابق ۴۰ ہزار سے زائد تھے اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ ایک لاکھ ستر ہزار تھے۔

علمائے تفسیر کا اختلاف ہے کہ آپ مچھلی کے واقعہ سے پہلے ان کی طرف مبعوث ہوئے یا بعد میں اور یہ کہ پہلی اور بعد والی قوم ایک ہی ہے یا الگ الگ دو قومیں ہیں۔ اس کے متعلق تین اقوال ہیں اور ان کی تفصیل کتب تفسیر میں موجود ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں

الغرض آپ قوم کے ساتھ ناراض ہو کر بستی سے نکلے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی ہچکولے کھانے لگی اور سمندر کے بھنور میں پھنس گئی اور ڈولنے لگی اور یوں لگا گویا قریب تھا کہ کشتی والے سب غرق ہو جائیں مگر کشتی والوں نے مشورہ کیا کہ ہم آپس میں قرعہ اندازی کر لیں جس کے نام قرعہ نکل آئے اسکو دریا میں پھینک دیتے ہیں تاکہ کشتی کا بوجھ ہلکا ہو سکے اور ڈوبنے سے بچ جائیں جب قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ آپ کے نام نکلا لیکن وہ لوگ آپ کو دریا میں پھینکنے کے لئے تیار نہ تھے تو دوسری بار قرعہ اندازی ہوئی تو پھر بھی قرعہ آپ کے نام نکلا پھر تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی پھر بھی آپ کے نام نکلا اب وہ بڑا معاملہ پیش آیا جو اللہ چاہتا تھا۔ یعنی کہ آپ کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ——— مُلِيمٌ﴾ (الصافات ۱۳۹ تا ۱۴۲)

اور یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے اس وقت قرعہ ڈالا۔ تو انہوں نے زک اٹھائی پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (قابل) ملامت (کام) کرنے والے تھے۔

> "واقعہ یوں ہوا کہ جب آپ کے نام قرعہ نکلا تو آپ نے خود کو سمندر کے حوالے کر دیا اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک بڑی مچھلی بھیجی جس نے آپ کو نگل لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے نام فرمان جاری کر دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہے بلکہ یہ امانت ہے لہٰذا اس کا گوشت نہیں کھانا نہ اس کی ہڈی توڑنی ہے مچھلی نے آپ کو پکڑا اور ایک عرصہ تک آپ کو سمندر میں لئے پھرتی رہی اور یہ بھی کہا گیا کہ اس مچھلی کو ایک دوسری مچھلی نے نگل لیا تھا کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو آپ نے سمجھا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن جب اپنے اعضاء کو حرکت دی تو آپ نے محسوس فرمایا کہ میں زندہ ہوں تو اللہ کے لئے سجدہ میں گر پڑے اور عرض کی! میرے رب میں نے عبادت کیلئے ایسی جگہ کو سجدہ گاہ بنایا ہے کہ کسی نے ایسی جگہ کبھی سجدہ نہیں کیا۔"

کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ میں رہے

اس بارے میں علمائے تفسیر کا اختلاف ہے حضرت مجاہدؒ نے شعبیؒ سے بیان کیا ہے کہ آپ کو مچھلی نے چاشت کے وقت نگلا اور شام کو باہر پھینک دیا۔ اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے جعفر صادقؒ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۔۔۔۔ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (الصافات ۱۴۳/۱۴۴)
اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح کرنے والوں میں سے ہو گیا تو وہ مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے اُٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرا رہتا۔

اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا مفہوم: بعض نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں تسبیح نہ پڑھتا "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" نہ کہتا اپنی عاجزی اور انکساری کا اعتراف نہ کرتا اور اس کی طرف رجوع اور توبہ نہ کرتا تو قیامت کے دن تک وہاں رہتا اور مچھلی کے پیٹ سے ہی اٹھایا جاتا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کا مفہوم یہی ہے۔

دوسرا مفہوم: یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ مچھلی کے پکڑنے سے پہلے وہ فرمانبردار اور نمازی اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والوں میں سے نہ ہوتا۔ اور یہی مفہوم ضحاک بن قیس، ابن عباس، ابوالعالیہ، وہب بن منبہ، سعید بن جبیر، الضحاک، السدی، عطاء بن السائب، حسن بصری، قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے اور ابن جریرؒ نے بھی یہی پسند کیا ہے۔

اور اس مفہوم کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں اللہ کو یاد کرو وہ تجھے یاد کرے گا۔ اللہ کو یاد کرو تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ فراخی کی حالت میں تو اسے یاد رکھ وہ تجھے تنگی میں یاد رکھے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں بند کرنا چاہا تو اس مچھلی کی طرف وحی فرمائی کہ اس کو پکڑ مگر اس کو کوئی زخم نہ آئے اور نہ اس کی ہڈی ٹوٹے اور جب مچھلی یونس علیہ السلام کو لے کر سمندر کی تہہ میں گئی تو یونس علیہ السلام کو ایک آواز سنائی دی تو اپنے دل میں ہی کہنے لگے کہ یہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ میں ہی وحی فرمائی کہ یہ سمندر کے جانوروں کے تسبیح پڑھنے کی آواز ہے۔
تو یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ ہی میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور جب فرشتوں نے آپ کی تسبیح کہنے کی آواز سنی تو فرشتے کہنے لگے اے اللہ ہم اجنبی سی جگہ میں ہلکی سی آواز سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا بندہ یونس ہے اس نے میری نافرمانی کی تو میں نے اس کو سمندر کے اندر مچھلی کے پیٹ میں بند کر دیا۔ فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ وہ تیرا نیک بندہ ہے اور ہر روز اس کے نیک اعمال تیری طرف بلند ہوتے ہیں اللہ نے کہا کہ ہاں ایسے ہی ہے۔
نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں نے یونس علیہ السلام کی سفارش فرمائی پس اللہ نے مچھلی کو حکم دیا پس اس نے آپ کو ساحل سمندر پر بیمار حالت میں ڈال دیا یہ الفاظ مفسر ابن جریر کے ہیں۔ پھر بزار کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے علم کے مطابق یہ روایت اسی طرح اسی سند سے مروی ہے۔
حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا خیال آیا تو کہنے لگے ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنے والوں سے ہوں۔

یہ پکار عرش کے نیچے تک پہنچی فرشتوں نے عرض کی یا اللہ یہ تو کسی کی آواز جانی پہچانی ہے یا اللہ یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بندہ یونس ہے۔ عرض کیا کہ وہی کہ تیرے بندے یونس کے مقبول اعمال اور قبول کی ہوئی دعائیں ہمیشہ بلند ہوتی ہی جاتی تھیں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ تو اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو آسانی اور تندرستی کی حالت میں اچھے کام کرتا رہا ہے۔ تو مصیبت سے اسے نجات دے دیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ تو اس نے آپ کو کھلی زمین پر ڈال دیا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ جب مچھلی نے یونس علیہ السلام کو کھلے میدان میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کدو کی بیل اگا دی۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یقطین کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کدو کی بیل کو کہتے ہیں۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایک جنگلی بکری پیدا کر دی وہ اس کو آپ سے مانوس کر دیا اور وہ زمین سے گھاس وغیرہ چرتی اور کرتی تھی اور صبح و شام آپ کو دودھ پلاتی رہی یہاں تک کہ آپ نے اچھے انداز سے نشوونما پائی۔ امیہ بن ابی صلت کا اس کے متعلق ایک شعر ہے۔

فـــانبـــت یـــقطیـــنـــا عـــلیـــه بـــرحـــمة

مـــن الــلــه لـــولا الــلــه اصبــح ضـــاحیـــا

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس پر کدو کی بیل اگا دی۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو وہ لاغر کمزور ہی رہتے۔

حضرت انس کی مذکورہ بالا روایت غریب ہے اس میں ایک راوی یزید رقاشی ضعیف ہے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث اس کی تائید کرتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ جیسے کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے۔ پس ہم نے اسے کھلے میدان میں ڈال دیا یعنی ایسی جگہ جس میں درخت وغیرہ نہ تھے وہ سقیم یعنی کمزور جسم والے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے چوزہ اور جس کے بال و پر نہیں ہوتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سدیؒ اور ابن زیدؒ فرماتے ہیں یعنی بچے کی طرح جب وہ پیدا ہوتا ہے نرم و نازک تھے جسم پر بال نہیں تھے اور ہم نے ان پر کدو کی بیل اگا دی۔

ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، عکرمہؒ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، وہب بن منبہؒ، ہلال بن یسافؒ، عبد اللہ بن طاؤسؒ، سدیؒ، قتادہؒ، الضحاکؒ، عطاء خراسانیؒ نے اس کا معنی کدو کیا ہے۔

اور بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ آپ پر کدو کی بیل اگانے کے بہت سے فوائد تھے (۱) اس کے پتے بہت نرم ہوتے ہیں (۲) کافی تعداد میں ہوتے ہیں (۳) سایہ دار ہوتے ہیں (۴) مکھی اس کے قریب نہیں جاتی (۵) اس کا پھل شروع سے لے کر آخر تک کھایا جاتا ہے (۶) کچا اور پکا دونوں حالتوں میں کھایا جاتا ہے (۷) اس کے چھلکے اور بیج سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ الغرض بہت فائدے مند اور مقوی دماغ ہے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنگلی بکری آپ کے مسخر کر دی۔ جنگل سے چر چگ کر آتی تھی اور صبح و شام آپ کے لئے دودھ مہیا کرتی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور آپ پر اس کا فضل اور رحمت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد نجات دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو بھی ہمیں پکارتا ہے اور ہماری طرف پناہ لیتا ہے ہم اسے اسی انداز سے چھڑا دیتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا کی شان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام جب اس سے پکارا جائے وہ جواب دیتا ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے۔ راوی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے (یعنی بھی منظر کے لحاظ سے خاص ہے) اور مومن اس کے ساتھ دعا کریں تو ان کے لئے عام بھی ہے۔ کیا تم نے اللہ کا فرمان نہیں سنا اور مچھلی والے (کو یاد کرو) جب وہ غصہ میں آ کر چلا گیا اور اس نے یہ خیال کر لیا کہ ہم اس پر اس معاملے میں ہرگز تنگی نہ کریں گے پس اس نے اندھیروں میں پکارا (الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔ میں یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے ہم نے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہر اس شخص کیلئے وعدہ ہے جو اس کو پکارے گا۔

ابن ابی حاتم میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام کی دعا کے الفاظ سے جس نے بھی دعا کی اس کی دعا قبول ہوگی مذکورہ دو سندیں حضرت سعدؓ کے واسطے سے ہیں۔ اس کی ایک تیسری سند بھی ہے جو پہلی دو سندوں سے بہتر ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس سے گزرا اور وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے مجھے غور سے دیکھا پھر سلام کا جواب نہ دیا حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا امیر المؤمنین کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں ویسے ہوا کیا ہے؟ میں عرض کیا کہ کچھ نہیں بس بات یہ ہے کہ میں ابھی مسجد میں عثمان بن عفان کے پاس سے گزرا ہوں میں نے ان پر سلام کہا انہوں نے مجھے بغور دیکھا اور سلام کا جواب نہیں دیا۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہوا میں نے کہا یقیناً ہوا ہے یہاں تک کہ انہوں نے اس بارہ میں قسم اٹھائی اور میں نے بھی قسم اٹھائی پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بات یاد آگئی اور فرمایا ہاں ایسا ہوا ہے میں اس بارے میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ آپ یقیناً میرے پاس سے گزرے تھے اور میں اس وقت اپنے دل میں ایک بات سوچ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اللہ کی قسم میں جب بھی اس کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں اور میرے دل پر پردہ سا پڑ جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں واقعہ یوں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے اول میں دعا کا ذکر کیا ایک اعرابی آ گیا آپ اس کے ساتھ مشغول ہو گئے جب اس سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو میں آپ کے پیچھے چل پڑا جب مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ آپ مجھ سے پہلے گھر میں داخل ہو جائیں گے تو میں نے زمین پر اپنا پاؤں مارا تو آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کون ہے؟ ابو اسحاق ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تو پھر؟ میں نے عرض کیا کہ بس بات یہ ہے کہ آپ نے پہلی دعا کا ذکر کیا پھر ایک دیہاتی نے آ کر آپ کو مصروف کر دیا آپ نے فرمایا ہاں ذوالنون (مچھلی والے) کی دعا ہے جب کہ وہ مچھلی کے

بیٹھ گئے تھے۔ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ جو بھی مسلمان کسی معاملہ میں بھی ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی و نسائی نے بیان کیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (الصافات ۱۳۹) اور یونس یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء اور سورۃ الانعام میں اپنے دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ یونس علیہ السلام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بندے کے لئے لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور آپ نے ان کی نسبت باپ کی طرف کی یعنی متی یونس علیہ السلام کے والد کا نام ہے والدہ کا نام نہیں ہے۔

بخاری، مسلم وابوداؤد واحمد نے شعبہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ شعبہ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے ابو العالیہ سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ بخاری ومسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے جس میں اس مسلمان کا قصہ بیان ہوا ہے جس نے ایک یہودی کے منہ پر اس وقت ایک طمانچہ رسید کیا جب اس نے کہا تھا کہ نہیں اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جہانوں پر چن لیا ہے اس حدیث کے آخر میں الفاظ بخاری کے یوں ہیں کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس علیہ السلام بن متی سے افضل ہے۔ ان الفاظ سے حدیث کے مفہوم کے متعلق دو اقوال میں سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے افضل قرار دے۔

اس حدیث کے مفہوم کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ کسی کے لئے لائق نہیں کہ وہ مجھے (یعنی محمد ﷺ) کو یونس بن متی سے افضل قرار دے۔ جیسے ایک اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ مجھے دوسرے انبیاء سے افضل قرار نہ دو اور نہ ہی یونس بن متی پر لیکن یہ بات رسول اللہ ﷺ نے بطور تواضع وانکساری کے لئے فرمائی ہے۔ "صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء والمرسلین"

حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا قصہ

اسم گرامی اور نسب

موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ـــــــــ نَبِيًّا﴾ (مریم ۵۱/۵۳)

اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر بھی کرو بیشک وہ (ہمارے) برگزیدہ اور پیغمبر مرسل تھے اور ہم نے ان کو طور کی داہنی جانب سے پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اپنے کلام پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا قصہ کئی جگہوں مختصر اور طویل بیان ہوا ہے اس کی تفصیلات ہم نے اپنی تفسیر میں ذکر کر دی ہے وہاں رجوع فرمائیں۔ اس کتاب میں ہم کتاب وسنت اور سلف صالحین کی ذکر کردہ اسرائیلی روایات کی روشنی میں موسیٰ علیہ السلام کی سیرت شروع سے آخر تک بیان کریں گے۔ "ان شاء اللہ تعالیٰ وبہ الثقۃ وعلیہ والتکلان"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿طٰسٓمّٓ ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ـــــــــ يَحْذَرُوْنَ﴾ (القصص ۱/۶)

یہ کتاب کی روشن آیتیں ہیں (اے محمد) ہم تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو سنانے کے لئے صحیح سناتے ہیں کہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بیشک وہ مفسدوں میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں۔ اور انہیں ملک کا وارث کریں اور ملک میں ان کو قدرت وحکومت دیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔

اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو اللہ تعالیٰ پہلے خلاصہ کے طور پر پھر اس کی تفصیل کو ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے نبی پر موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ برحق اور سچ بیان کرتے ہیں۔ جس کو سننے والا ایسے محسوس کرے گا جیسے کہ وہ خود اپنی آنکھوں کے ساتھ اس کو دیکھ رہا ہے۔

یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور وہاں کے رہنے والوں کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا یعنی کہ فرعون زمین میں سرکشی اور طغیانی اور زیادتی پر اتر آیا اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اور سب سے اونچے رب کی اطاعت سے منہ موڑا اور اپنی رعایا کو اس نے مختلف گروہوں اور فرقوں میں بانٹ رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو کمزور کر دیا تھا جو اللہ کے نبی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے وہ اس دور میں زمین کے باسیوں میں سب سے اچھے تھے۔ لیکن اس ظالم وجابر اور کافر وفاجر بادشاہ نے ان پر اپنا تسلط جما لیا وہ ان سے اپنی پوجا کرواتا اور ان سے گھٹیا اور ذلیل ترین کام لیتا تھا بلکہ اس پر زیادتی یہ کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔ بیشک وہ فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ وہ اتنی بری اور اخلاق سے گری ہوئی حرکات اس لئے کرتا تھا کہ بنی اسرائیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات نقل کرتے تھے کہ ان کی اولاد سے

ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بادشاہ مصر (فرعون) کی تباہی کا باعث بنے گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ساتھ اس وقت کے مصر کے بادشاہ نے زیادتی کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے ان کو بادشاہ کی دست درازی سے محفوظ رکھا تھا اور یہ خوشخبری بنی اسرائیل میں مشہور و معروف تھی اور بنی اسرائیل آپس میں یہ بات بیان کرتے رہتے تھے۔ پھر یہ خبر بادشاہ مصر (فرعون) کے پاس اس کے بعض وزراء اور درباریوں کے ذریعے پہنچی جو لوگ رات کو فرعون کے پاس بیٹھ کر قصہ گوئی کرتے تھے۔ تو اس لڑکے کے ڈر سے اس نے بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرنے شروع کر دیئے اور قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ لیکن اللہ کی تقدیر کے مقابلہ میں کوئی بچاؤ اور احتیاط کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ فرعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے آئی ہے اور اس نے مصریوں کے گھروں اور قبطیوں (فرعون کی قوم) کو جلا کر رکھ دیا ہے اور بنی اسرائیل کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ فرعون گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا اس کی گھبراہٹ جوں جوں زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کاہنوں جادوگروں اور دیگر ماہرین کو بلایا اور اس خواب سے متعلق ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے اس کو بتایا کہ یہ ایک لڑکا ہے جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا اور اہل مصر کی تباہی و بربادی کا باعث بنے گا۔ پس اسی وقت سے اس نے بنی اسرائیل کے بچے قتل کرنے اور بچیوں کے زندہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کمزور کئے ہوئے لوگوں پر احسان کرنا چاہتے تھے۔ اور ہم ان کو مقتدا اور وارث بنانا چاہتے تھے اس سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مصر کی حکومت اور علاقے ان کو مل جائیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو زمین میں اختیار دیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھانا چاہتے تھے وہ جو کہ جس کا ان کو ڈر تھا یعنی کمزور کو طاقت ور اور مظلوم کو زور آور اور ذلیل کو معزز کر دیں اور یہ ساری باتیں بنی اسرائیل کے بارے میں کی جا رہی ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ ...... بِمَا صَبَرُوا﴾ (الاعراف ۱۳۸)

اور ہم نے ان لوگوں کو جو ضعیف شمار کیے جاتے تھے سرزمین مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا (وہ سرزمین) جس میں ہم نے برکت دے رکھی ہے اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا۔

اور ایک جگہ پر خدا نے ارشاد فرمایا:

﴿فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ......﴾ (سورۃ الشعراء ۵۷تا۵۹)

تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے (ان کے ساتھ ہم نے) اس طرح (کیا) اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔

بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل

مقصد یہ ہے کہ فرعون نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ موسیٰ علیہ السلام وجود میں نہ آئیں۔ حتیٰ کہ اس نے دائیوں اور دوسرے نگران مقرر کر رکھے کہ وہ حمل والی عورتوں کی تلاش رکھیں اور ان کے بچے پیدا ہونے کے اوقات معلوم کریں جب بھی کوئی عورت بچہ جنم دیتی تو قصاب اسے فوراً ذبح کر دیتے۔

اہل کتاب کے ہاں یہ بات یوں ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کی قوت کمزور کرنے کے لئے ان کے بچوں کو مرواتا تھا

تاکہ جب بھی مقابلہ میں آمنا سامنا ہو تو مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں۔ لیکن یہ بات محل نظر بلکہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے نبی بن جانے کے بعد اس مقصد کے لئے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”پس جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے دیا ہوا حق لے آیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بچوں کو قتل کر دو اور ان کی بچیوں کو زندہ چھوڑ دو۔

تب اور سورۃ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہم کو تکلیف دی گئی اس سے پہلے کہ تو ہمارے پاس آتا اور تیرے آنے کے بعد بھی۔

اس لئے یہی بات صحیح ہے کہ فرعون نے بچوں کو قتل کرنے کا پہلا حکم موسیٰ علیہ السلام کے وجود سے ڈرتے ہوئے دیا تھا۔ ایک طرف فرعون یہ انتظامات کر رہا تھا اور دوسری طرف تقدیر کہہ رہی تھی اے جبار بادشاہ جو لشکروں کی کثرت اپنی طاقت اور وسیع سلطنت کے بل بوتے پر اکڑا ہوا ہے اس اللہ عظیم کا فیصلہ ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوا۔ اس کو کسی کام سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے فیصلوں کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے کہ وہ بچہ پیدا ہو کر رہے گا جس سے بچاؤ اختیار کیا جا رہا ہے۔ اور جس کی وجہ سے لاتعداد اور بے شمار سر اڑائے جا چکے ہیں اور اس کی پرورش تیرے ہی گھر میں ہوگی اور تیرے بستر پر ہوگی تیرے گھر میں تیرے کھانے اور پینے کی چیزوں سے ہوگی تو اسے متبنیٰ بنا کر پرورش کرے گا تو اس پر فدا اور قربان ہوتا پھرے گا اور اس کے راز پر تجھے اطلاع نہ ہوگی۔ پھر تیری دنیا اور آخرت کی بربادی اس کے ہاتھوں ہوگی کیونکہ تو اس کے لائے ہوئے حق کی مخالفت کرے گا اس کی طرف ہونے والی وحی کو جھٹلائے گا۔ اور یہ سارے حالات و واقعات اس لئے رونما ہوں گے کہ تجھے اور تمام مخلوق کو علم ہو جائے کہ آسمان و زمین کا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہی قوت و طاقت والا ہے سخت عذاب والا ہے اور اس کی قدرت و مشیت کے سامنے سب چیز بے بس اور مجبور محض ہے۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں

بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ قبطیوں نے فرعون کے سامنے شکوہ کیا کہ لڑکوں کو قتل کرنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کی تعداد کم ہو جائے گی اور بڑے لوگ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے اور وہ سارے کام ہمیں خود کرنے پڑیں گے جو ہم بنی اسرائیل سے کرواتے ہیں اب فرعون نے ان حالات کے پیش نظر ایک سال بچوں کو مروانے اور ایک سال چھوڑنے کا حکم جاری کیا تو مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال میں بچوں کو چھوڑنے کا حکم تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بچوں کو قتل والے سال میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ محترمہ بڑی پریشان ہوئیں وہ حمل کی ابتداء سے ڈرتے چھپاتی رہی۔ اور اللہ کی قدرت سے حمل کی ظاہری علامات بھی ظاہر نہیں ہوئیں جب اس نے بچے کو جنم دیا تو اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ اس کے لئے ایک تابوت بنا اور ایک رسی کے ساتھ اسے باندھ دے اور اس کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا جب وہ کسی سے خطرہ محسوس کرتی تو اسے تابوت میں ڈال کر دریا کے سپرد کر دیتی۔ اور رسی کا ایک کنارہ پکڑ رکھتی اور جب فرعون کے کارندے چلے جاتے تو اس کو نکال لیتی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ ــــــــــــ يَشْعُرُونَ﴾ (القصص ۷/۹)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ اور جب تم کو اس کے بارے میں خوف محسوس ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اسے پیغمبر بنا دیں گے اور فرعون کے لوگوں نے اس کو اٹھا لیا (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کے لئے موجب) غم ہو بیشک فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر چوک گئے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تیری (دونوں) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔ یہ وحی الہام اور ارشاد کے انداز میں تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ـــــــ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل ۶۸/۶۹)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا اور ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے پروردگار کے صاف راستوں پر چلتی رہ اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے (کئی) امراض کی شفاء ہے بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو نبیوں والی وحی نہیں کی گئی جیسے کہ ابن حزم اور کئی متکلمین کا خیال ہے بلکہ صحیح بات یہی ہے۔ ابو الحسن اشعریؒ نے اہل السنۃ والجماعۃ سے یہی نقل کیا ہے۔ علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا نام یارخا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ ایاذخت ہے مقصود یہ ہے کہ انہیں مذکورہ بات کی رہنمائی کی گئی اور اس کے دل میں ڈال دیا گیا کہ خوف اور غم نہ کرو وہ اگر جاتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے واپس تیرے پاس لوٹا دے گا اور اسے نبی و رسول بنائے گا اور دنیا و آخرت میں اس کا نام بلند کرے گا۔

آپ کی والدہ محترمہ اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتی رہی تھی کہ ایک دن اسے دریا میں چھوڑ دیا اور رسی باندھنا بھول گئی تو وہ صندوق دریا کی لہروں کے ساتھ بہہ گیا حتیٰ کہ فرعون کے محل کے پاس سے گزرا اور فرعون کے گھر والوں نے اسے پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تاکہ وہ دشمنی اور غم کا سبب بنے" ﴿لِيَكُونَ لَهُمْ﴾ میں لام کے متعلق نحویوں کی دو رائے ہیں۔ ایک کی رائے ہے کہ "لام" عاقبت کا ہے اس کا تعلق "فالتقطه" سے ہو اور یہی زیادہ واضح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پکڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کے لئے دشمنی اور غم کا سبب بنے۔ لیکن اگر اس "لام" کا تعلق کلام کے مضمون کے ساتھ ہو تو مطلب یوں ہوگا کہ آل فرعون کو (اللہ کی طرف سے) اسے پکڑنے کے لئے اس لئے مقرر کیا گیا تاکہ وہ ان کے لئے غم اور دشمنی کا ذریعہ بنے۔ تو اس لحاظ سے یہاں لام، لام تعلیل ہوگا۔ اس دوسرے مطلب کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ﴾ بے شک فرعون اور ہامان (یہ فرعون کا بڑا وزیر تھا) اور ان کے لشکر (پیروکار) خطا کار تھے۔ یعنی درست کام کرنے والے نہ تھے۔ اسی لئے تو وہ اس سزا اور حسرت و ندامت کے مستحق بنے۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ بچیوں نے صندوق پکڑا اور ان کو کھولنے کی جرأت نہ ہوئی انہوں نے وہ صندوق آسیہ بنت مزاحم بنت عبید بن اریان بن الولید کے سامنے لا کر رکھ دیا اس سلسلہ نسب کے آخر میں ولید وہی ہے جو یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل میں سے موسیٰ علیہ السلام کے خاندان سے تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں علامہ سہیلی نے اسے نقل کیا ہے ان کی تعریف و توصیف مریم بنت عمران کے قصہ میں آئے گی۔ اور یہ بھی کہ وہ روز قیامت میں جنت میں رسول کریم ﷺ کی بیویوں میں سے ہوں گی۔

بہرحال جب انہوں نے صندوق کھولا اور اوپر سے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ نبوت و رسالت اور جلالت کے انوار کے ساتھ چمکتا دمکتا چہرے والا ایک بچہ ہے جب حضرت آسیہ کی نظر اس پر پڑی تو اس کی محبت حضرت آسیہ کے دل میں بیٹھ گئی۔ جب فرعون گھر آیا تو پوچھا کہ یہ کون ہے اور اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے ہدیہ کے طور پر مانگا اور اسے قتل کرنے سے روکا اور کہا کہ یہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فرعون نے اسے کہا کہ یہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک تو ہو سکتا ہے میری آنکھوں کیلئے نہیں اور مصیبت زبان کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اللہ کا فرمان ﴿عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ﴾ ہو سکتا ہے کہ ہمیں نفع دے۔ اللہ نے انکی امید کے مطابق اسے نفع دیا کہ انہیں ہدایت دے دی اور آخرت میں اس کے سبب سے اپنی جنت میں بسے گا۔ ﴿أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا﴾ یا ہم اسے متبنّٰی (اپنا بیٹا) بنالیں اور یہی ہوا۔ پھر انہوں نے اپنا بیٹا بنالیا کیونکہ ان کی اولاد نہیں تھی۔

اللہ نے فرمایا ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ اور ان کو شعور نہیں تھا" یعنی وہ جانتے نہیں تھے کہ اس بچے کے ذریعے اللہ تعالیٰ فرعون اور اس کے لشکروں پر کون کون سی مصیبت اور سزا نازل کرنے والا ہے۔

اہل کتاب کے ہاں یہ بات یوں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے والی فرعون کی بیٹی ہے اور ان کے ہاں اس کی بیوی کا بالکل تذکرہ نہیں لیکن یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے بالکل غلط بات ہے اور اللہ کی کتاب کو غلط قرار دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا .... يَعْلَمُونَ﴾ (القصص ۱۰ از ۱۳)

اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیتی۔ غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔ اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر (دائیوں) کے دودھ حرام کر دیے تھے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لئے اس بچے کو پالیں اور خیرخواہی سے اس کی پرورش کریں تو ہم نے (اس طریق) سے ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور وہ جانے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ اکثر نہیں جانتے۔

﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا﴾ اللہ کے اس فرمان کے متعلق حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوعبیدہ، الحسن، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے سوا ہر چیز سے اس کا دل فارغ ہو گیا اور یقیناً قریب تھیں کہ اس قصے کو ظاہر کر دیتیں یعنی اس راز کو فاش کر دیتیں اور علی الاعلان اس کے متعلق پوچھتیں اگر ہم اسے صبر کی توفیق نہ دیتے اور اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن کو کہا کہ اس کے پیچھے چلی جاؤ اور اس کے حالات کی مجھے اطلاع دو۔

﴿فَبَصُرَتْ بِهِۦ عَن جُنُبٍ﴾ کے متعلق مجاہدؒ نے کہا کہ دور سے دیکھ رہی تھی۔ قتادہؒ نے کہا کہ وہ ایسے انداز سے دیکھ رہی تھی گویا وہ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ اسی لئے فرمایا کہ ان کو اس بات کا شعور ہی نہیں تھا۔

"واقعہ یوں ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پہنچ گئے اور انہوں نے آپ کو دودھ پلانے کے ہر طرح جتن کئے ہر طرح کوشش کی لیکن آپ ملے نہ تو کسی عورت کے پستان کو منہ لگایا اور نہ ہی کھانا کھایا اور وہ لوگ آپ کے معاملہ میں حیران ہو گئے انہوں نے ہر ممکن طریقے سے غذا دینے کی کوشش کی لیکن سب کچھ بے کار ثابت ہوا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ﴾ کہ ہم نے اس سے پہلے ہی اس پر دودھ پلانے والیاں حرام کر دیں۔ انہوں نے دائیوں اور دیگر عورتوں کے ہمراہ بازار میں بھیجا۔ کہ ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کا دودھ موافق آ جائے وہ اسی حالت میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کے پاس لوگوں کی بھیڑ تھی اژدھام تھا کہ اچانک آپ کی بہن نے آپ کو دیکھ لیا تو اس نے یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس کو جانتی ہوں بلکہ یوں کہا میں تمہیں ایسے گھرانے کے متعلق بتاؤں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں گے اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ کی بہن نے یہ کہا تو انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ اس کی خیر خواہی کریں گے تو اس نے کہا کہ وہ بادشاہ کی خوشی چاہتے ہیں اور اس سے فائدے کی امید رکھتے ہیں۔

لوگوں نے بچی کی جان بخشی کرائی اور ساتھ لے کر اس کی رہنمائی میں آپ کے گھر پہنچ گئے جب آپ کی ماں نے آپ کو پکڑا اور دودھ پلانا چاہا تو آپ فوراً دودھ پینے لگ گئے تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر ایک آدمی نے خوشخبری سنائی حضرت آسیہ نے آپ کو بلا کر بھیجا اور کہا کہ تم میرے پاس رہو میرے ساتھ اچھا سلوک کروں گی لیکن آپ کی والدہ نے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ میرا خاوند اور بچے ہیں اس لئے میں آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتی ہاں اس بچے کو میرے ساتھ بھیج دیں حضرت آسیہ نے آپ کو ساتھ بھیج دیا اور آپ کی ماں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا اور لباس اور تحفہ تحائف سے نوازا۔ آپ کی والدہ آپ کو لے کر گھر آ گئیں اس طرح اللہ نے ماں بیٹے کو ملا دیا اور جدائی ختم کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے اور وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ــــ يَا مُوسَىٰ﴾ (طٰہٰ ۳۷ تا ۴۰)

اور ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا جب ہم نے تمہاری ماں کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے (وہ یہ تھا) کہ اسے (یعنی موسیٰ کو) صندوق میں رکھو پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا (اور) میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے گا۔ اور (اے موسیٰ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لئے کہ تم پر مہربانی کی جائے) اور اس لئے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسا شخص بتاؤں جو اس کو پالے تو (اس طریق سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کریں۔ اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا۔ تو ہم نے تم کو غم سے خلاصی دی۔ اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی پھر تم کئی سال اہل مدین میں ٹھہرے رہے پھر اے موسیٰ تم قابلیت رسالت کے اندازے پر آ پہنچے۔"

اس کی تفسیر کے متعلق حضرت قتادہ اور دیگر اہل علم حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے کہا ہے کہ تجھے بہترین کھانا کھلایا جانے اور ناز و نعمت میں تیری پرورش کی جانے اور عمدہ ترین پہنایا جائے یہ سب کے سب کام میرے سامنے اور میری حفاظت میں سرانجام پائیں اور میں نے ایسے ایسے معاملات تیرے مقدر میں کر دیئے ہیں کہ کسی اور کے بس کی بات نہیں اور نہ اس کی قدرت ہو سکتی تھی۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا میں اس کی پرورش کرنے والے

کھرانے کی رہنمائی کروں پس ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل کیا ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے کئی طرح آزمایا۔ موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش کا پورا واقعہ آئندہ اس کے مناسب مقام پر ذکر کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ ...... لِلْمُجْرِمِينَ﴾ (القصص ۱۴/۱۷)

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے غافل بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تو انہوں نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام (اغوائے) شیطان سے ہوا بیشک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے بولے اے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے تو خدا نے ان کو بخش دیا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے کہنے لگے اے پروردگار تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے آئندہ کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر احسان کے ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام پورے جوان و توانا ہو گئے اور یہ جسم عادات واخلاق کے لحاظ سے مضبوطی والی عمر ہوتی ہے اور اکثر علماء کی رائے کے مطابق یہ چالیس سال کی عمر ہوتی ہے تو اللہ نے ان کو حکمت ودانائی اور علم سے نوازا۔ اس سے مراد وحی نبوت و رسالت ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ان الفاظ کے ساتھ دی تھی۔

﴿إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ کہ ہم اس کو تیرے پاس واپس لوٹائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے کی وجہ بیان فرمائی کہ مصر سے کیوں نکلے اور مدین کے علاقے میں کیوں جا کر آباد ہوئے اور یہ کہ جب مقررہ مدت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی کا شرف بخشا اور آپ کو عزت و شرف عطا کیا (اس کا تذکرہ آگے آئے گا)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ شہر والوں کی غفلت کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔

یہ کونسا وقت تھا

ابن عباس، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ، سدی رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے کہ یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ آپ نے شہر میں اس وقت دو آدمی لڑتے جھگڑتے پائے ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آپ کے دشمنوں سے یعنی قبطی تھا۔ یعنی آپ کے گروہ کے آدمی نے آپ کے دشمنوں کے آدمی کے خلاف مدد طلب کی واقعہ یہ ہے کہ مصری علاقوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بڑا رعب و دبدبہ تھا کیونکہ آپ کو فرعون نے متبنیٰ بنایا ہوا تھا اور آپ اس کے گھر میں پلے بڑھے تھے اور بنی اسرائیل بھی عزت دار ہو گئے تھے اور ان کا مرتبہ بلند ہو گیا تھا کہ انہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا اور وہ رضاعی ناطہ سے آپ کے ماموں شمار ہوتے تھے۔ جب اسرائیلی نے قبطی کے خلاف مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے ایک گھونسہ رسید کیا اور یہ معنی مجاہدؒ نے بیان کیا ہے۔

اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی اس پر ماری تو وہ مر گیا۔

مقتول کون تھا

یہ فرعون کی قوم کا آدمی کافر اور مشرک تھا موسیٰ علیہ السلام اسے قتل نہیں کرنا چاہتے تھے آپ کا مقصد ڈانٹ اور توبیخ تھی لیکن پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے بے شک وہ دشمن ہے اور کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔ آپ اپنے اللہ سے التجاء کرنے لگے کہ اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے معاف فرما دے پس اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے پھر عرض کیا کہ اے میرے رب تو نے مجھے عزت و شرف دے کر مجھ پر بڑا انعام کیا ہے۔ اب میں بھی مجرم لوگوں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا ـــــ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (القصص ٢١/١٨)

الغرض صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا کہ تو صریح گمراہی میں ہے۔ جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسیٰ کی قوم کا آدمی) بول پڑا کہ جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو۔ تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں ہو، اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ موسیٰ (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں صلاح و مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے۔ (دیکھیں کیا ہوتا) اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ صبح صبح شہر مصر میں گئے آپ کے دل میں فرعون اور اس کی جماعت کا ڈر تھا کہ کہیں ان کو پتہ نہ چل جائے کہ جس مقتول کا معاملہ فرعون کے سامنے پیش ہوا ہے اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا اس کو موسیٰ نے قتل کیا ہے اور اس نے ایک اسرائیلی کی مدد کی ہے اس سے ان کے اس خیال کو تقویت ملے گی موسیٰ بھی اسرائیلیوں سے ہے تو وہ سزا دے گا۔

آپ شہر میں نکلے ادھر ادھر جھانک رہے تھے اچانک دیکھا کہ اسی اسرائیلی نے جس نے کل آپ سے مدد طلب کی تھی وہ پھر ایک اور شخص کے خلاف مدد طلب کر رہا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا اور زیادہ لڑائی جھگڑا کرنے پر ملامت کی اور جھڑکا اور فرمایا کہ تو کھلا گمراہی ہے پھر آپ نے قبطی کو پکڑنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا آپ دراصل اسے روکنا اور اسرائیلی سے الگ کرنا چاہتے تھے جب آپ اس ارادہ سے اس اسرائیلی پر متوجہ ہوئے تو وہ اسرائیلی بول پڑا کہ اے موسیٰ تو مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تو صرف زمین میں سرکش کرنا چاہتا ہے اور اصلاح کرنے والوں سے نہیں ہونا چاہتا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کلام اس اسرائیلی کا ہے جس نے کل آپ کو قبطی کے قتل کرنے کا مشاہدہ کیا تھا گویا وہ جملہ ہوں ہی کہ جب قبطی کی طرف سے متوجہ ہوئے تو اس اسرائیلی نے سمجھا کہ آپ میری طرف آرہے ہیں کیونکہ آپ اسے پہلے ڈانٹ چکے تھے تو گمراہ ہے اس وجہ سے اس نے موسیٰ سے بات کی اور گزشتہ کل کے قتل کا راز فاش کر دیا اور وہ دوڑتا ہوا فرعون کے پاس گیا اور اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ بہت سے اہل علم نے اس آیت کا مفہوم یہی بیان کیا ہے۔

اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس کا قاتل قبطی ہوا اور جب اس نے آپ کو اپنی طرف آتے دیکھا اور وہ سمجھتا تھا کہ آپ اسرائیلیوں کے خیر خواہ ہیں تو اس نے اندازے اور گمان سے کہہ دیا کہ کل والے مقتول کا قاتل بھی شاید یہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے اسرائیلی کے کلام سے اندازہ لگایا ہو جو اس نے آپ سے مدد طلب کرتے ہوئے کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

"قصہ مختصر کہ فرعون کو اطلاع دی گئی کہ کل جو شخص قتل ہوا ہے اس کا قاتل موسیٰ علیہ السلام ہے تو اس نے آپ کو بلا بھیجا لیکن اس سے پہلے ہی آپ کا ایک خیر خواہ آپ کے پاس پہنچ چکا تھا اسے ڈر ہوا کہ وہ لوگ آپ کو نقصان پہنچائیں گے تو اس نے آ کر کہا کہ اے موسیٰ سرداران نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا ہے لہٰذا آپ اس شہر سے جلد نکل جائیں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں اور غلط بیانی نہیں کر رہا۔"

موسیٰ علیہ السلام مدین میں

اب موسیٰ علیہ السلام مصر کے شہر سے فوراً نکل پڑے مگر آپ کو راستہ کا علم نہیں تھا اس لئے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے آپ ڈر کی حالت میں نکلے خطرہ تھا کہ فرعون کی قوم کا کوئی آدمی آپ کو پکڑ نہ لے آپ کچھ نہیں جانتے تھے کہ کدھر جانا ہے کیونکہ آپ اس واقعہ سے پہلے مصر شہر سے باہر نہیں نکلے تھے۔

مصر سے نکل کر مدین کی طرف جانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ ——————............ فَقِيرٌ﴾ (القصص ۲۲/۲۴)

اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے کہ مجھے میرا رب سیدھا راستہ بتائے گا اور جب مدین کے پانی کے (مقام) پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگ جمع ہیں اور اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان کے ایک طرف دو عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے جانوروں کو) لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے (بکریوں کو) پانی پلا دیا۔ پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے یعنی آپ ایسے راستے پر چل پڑے جو مدین کی طرف جاتا تھا تو فرمایا ہو سکتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی راہنمائی کر دے ممکن ہے کہ یہ راستہ مجھے اصل مقصود تک پہنچا دے اور ایسا ہی ہوا اور کیسے عظمت و شان والے مقصد تک پہنچایا۔

جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے اور یہ ایک کنواں تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے اور مدین وہ شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الایکہ کو تباہ و برباد کر دیا تھا اور قوم شعیب کو ہی اصحاب الایکہ کہتے ہیں۔ اور علماء تفسیر کی رائے کے مطابق ان کی ہلاکت کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیش آ چکا تھا۔ اور جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے الگ کھڑی ہیں کہ کہیں وہ عام لوگوں کی بکریوں کے ساتھ مل نہ جائیں۔

اور اہل کتاب کی کتابوں میں یوں ہے کہ وہ سات عورتیں تھیں لیکن یہ ان کی غلط بات ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سات بہنیں ہوں اور ان میں سے دو بہنیں پانی پلانے کی غرض سے آئی ہوں۔ اگر اہل کتاب کی یہ بات محفوظ رہا ہوں ہو تو اس

صرف نکاح و تحقیق کی صورت ممکن ہے ورنہ تو ظاہری طور پر جیسے کہ قرآن مجید میں ہے یہی ہے کہ وہ صرف دو لڑکیاں تھیں۔

اب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے (تم یہاں کیوں کھڑی ہو) تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ جائیں ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارا باپ بوڑھا عمر رسیدہ ہے ان کی بات کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں چرواہوں کے واپس جانے کے بعد ہی اپنے جانوروں کو پانی پلانے کا موقع ملتا ہے کیونکہ ہم کمزور ہیں اور چونکہ ہمارا باپ عمر رسیدہ اور بوڑھا ہے اس لئے یہ کام ہمیں خود کرنا پڑتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اور مفسرین حضرات بیان کرتے ہیں کہ چرواہے پانی پلا کر جب واپس ہوتے تو کنویں پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتے جس طرح کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پتھر کو دس آدمی اٹھاتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی کا صرف ایک ڈول نکالا جو ان کی بکریوں کے لئے کافی ہو گیا پھر موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کیکر کا درخت تھا۔

مفسرین جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سرسبز لہلہاتے درخت دیکھا تو فرمایا اے میرے رب میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مصر سے مدین تک سفر کیا اور آپ کی خوراک صرف ترکاری اور درختوں کے پتے تھے۔ اور آپ کے جوتے گر گئے تھے اس لئے آپ ننگے پاؤں تھے آپ درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ مخلوق میں سے اللہ کے خاص دوست تھے لیکن بھوک کی وجہ سے آپ کا پیٹ پشت مبارک سے لگ چکا تھا ترکاری کا سبز رنگ پیٹ کے اندر سے نظر آتا تھا (یہ بات بنی اسرائیل کی بے تکی اور غیر معقول باتوں میں سے معلوم ہوتی ہے) اور آپ کو کھجور کے ٹکڑے تک کی ضرورت تھی۔

حضرت عطاء بن السائب فرماتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے سامنے اپنی محتاجی کا ذکر کیا تو ان میں سے ایک عورت نے سن لی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي .... وَكِيلٌ (القصص: ۲۸/۲۵)

(تھوڑی دیر کے بعد) ان میں سے ایک عورت جو شرماتی لجاتی چلی آتی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی (اور) کہنے لگی کہ تم کو میرے والد بلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا تھا اس کی تم کو اجرت دیں جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان کے پاس گئے اور ان سے اپنا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو ایک لڑکی بولی کہ ابا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس عہد پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں (یہ عہد پختہ ہوا) میں جونسی مدت چاہوں پوری کر دوں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سائے میں بیٹھے اور فرمایا اے میرے پروردگار میں اس چیز کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ بات ان دونوں عورتوں نے سن لی وہ اپنے باپ کی طرف واپس گئیں تو ان کے جلدی لوٹ جانے سے ان کا باپ حیران ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی پلانے کا ذکر کیا اور سارا ماجرا سنایا۔ باپ نے ان میں

سے ایک عورت کو حکم دیا کہ جاؤ اس کو بلا کر میرے پاس لاؤ تو وہ شرم و حیاء سے چلتی ہوئی آئی تھی آزاد عورتوں کی طرح شریفانہ انداز سے چلتی ہوئی آئی۔ اس نے کہا میرا باپ آپ کو بلاتا ہے تاکہ وہ آپ کو اس کام کی مزدوری دے جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے اس نے بلانے کی وجہ صریح طور پر اس لئے بیان کردی کہ اس کی بات سے شک و شبہ کا وہم نہ ہو یہ بھی اس عورت کی حیاداری کی علامت ہے جب آپ ان کے پاس آئے اور مصر سے نکلنے اور فرعون سے بھاگنے کا تذکرہ کیا تو اس شیخ نے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں آپ ظالم قوم سے نجات پا چکے ہیں مطلب ہے کہ فرعون کی عملداری اور حکومت سے الگ ہو چکے ہیں۔

یہ شیخ بیرون تھے

ان کے بارے میں اختلاف ہے بعض کو کہنا ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام تھے بہت سے اہل علم کے ہاں یہی مشہور ہے اس بات کو کہنے والوں میں حضرت امام حسن بصری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور ایک حدیث میں بھی اس کی صراحت آئی ہے لیکن اس کی سند محل نظر ہے اور مفسرین کے ایک گروہ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دور پایا اور ان کی بیٹی سے شادی کی۔

اسی طرح ابن ابی حاتم اور دیگر علماء نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس شیخ کا تذکرہ ہوا ہے وہ حضرت شعیب علیہ السلام نہیں ہیں اور وہ کنویں والوں کے سردار تھے لیکن یہ مدین والے نبی نہیں ہیں ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور بعض نے کہا کہ یہ شعیب علیہ السلام کے چچا کے بیٹے تھے۔ اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ قوم مدین کے نیک مومن تھے اسی طرح یہ بیرون مدین کا کاہن اور بڑا عالم تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوعبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کا نام بیرون تھا اور ابوعبیدہ نے مزید کہا ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید بیان کیا ہے کہ وہ صاحب مدین تھا۔

اس سب سے مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بطور مہمان ٹھہرایا اور ان کی عزت و توقیر کی اور موسیٰ علیہ السلام نے اصل صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے آپ کو خوشخبری دی کہ آپ فرعون کے تسلط سے نجات پا چکے ہیں۔ پھر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا اے ابا جان اسے مزدور کے طور پر رکھ لو یہ آپ کی بکریاں چرائے گا اور پھر اس لڑکی نے موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی کہ وہ طاقتور اور امانتدار ہے۔

حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قاضی شریح، قتادہ، مالک محمد بن اسحاق اور دیگر اہل علم رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جب اس لڑکی نے اپنے باپ سے یہ بات کی تو باپ نے دریافت کیا کہ تجھے اس کی طاقت اور امانت کا کیسے پتہ چلا تو اس نے کہا کہ ابا جی اس نے وہ چٹان اکیلے اٹھائی جو دس آدمی اٹھاتے تھے دوسری بات یہ ہے کہ جب میں اس کو لے کر آرہی تھی تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے ہو جاؤ جہاں راستہ مڑے تو کنکری پھینک کر بتا دینا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ عقلمند لوگوں میں تین آدمی ہیں۔

(۱) یوسف علیہ السلام کے آقا جب اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسکو عزت سے ٹھہراؤ۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بات کہنے والی عورت کہ اے ابا جی اس کو کام کے لئے مقرر کر دو۔ کیونکہ بہترین مزدور قوی اور

امانت دار ہے۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ ــــــــــ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (القصص: ۲۷) انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس (عہد) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے انشاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی ایک جماعت نے اس آیت سے بیع مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ اگر کوئی اس طرح سودا کرے جائز ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ میں تجھے ان دو غلاموں میں یا کپڑوں میں سے کسی ایک کے متعلق ہاتھ بیچتا ہوں دونوں میں سے ایک کو خود متعین نہ کرے کیونکہ حضرت شعیب نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے بھی اسی طرح کہا تھا ان دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا نکاح کروں گا۔ لیکن یہ استدلال محل نظر ہے۔

امام احمد کے شاگردوں نے بھی اس آیت سے بیع مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کھانا کھلانے اور لباس پہنانے کے بدلے کسی کو اجرت پر رکھنا جائز ہے۔ اور اس مسئلہ کی تائید میں ابن ماجہ نے ایک حدیث پیش کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ نے سورۃ القصص پڑھی جب موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ تک پہنچے تو فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس سال تک اپنی شرمگاہ کی حفاظت اور شکم پروری کی خاطر اپنے آپ کو کام کاج کے لئے پیش کیا۔ لیکن یہ روایت اس سند سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مسلمہ بن علی الخشنی ہے جو محدثین کے نزدیک بالصراحت ضعیف ہے۔ البتہ ابن ابی حاتم نے ایک اور سند سے یہ روایت بیان کی ہے لیکن اس میں بھی ''ابن لہیعہ'' راوی ضعیف ہے۔

تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان معاملہ طے ہے ان دونوں میں سے جب بھی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہوگی۔ اور ہماری بات پر اللہ گواہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ مدت دس سال پوری کی تھی۔ اس کی تائید میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک یہودی نے جو کہ حیرہ کے علاقے کا تھا سوال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کونسی مدت پوری کی تھی تو مجھے اس کا کوئی جواب نہ آیا میں نے کہا میں عرب کے کسی عالم سے پوچھوں گا حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات پوچھی تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ مدت اور اچھی طرح پوری کی کیونکہ جب اللہ کا رسول کوئی بات کہتا ہے تو وہ پوری کرتا ہے۔ اس طور پر بیان کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں۔ جب کہ امام نسائی نے اس حدیث کی کتاب میں بیان کیا ہے جیسے کہ عنقریب آرہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کونسی مدت پوری کی تھی تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا جو زیادہ تھی۔ حضرت ابوذر کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کونسی مدت پوری کی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو نیکی کے قریب اور زیادہ تھی آپ نے مزید فرمایا اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ دو میں سے کس کے ساتھ شادی ہوئی تو کہہ دو چھوٹی کے ساتھ۔ اس روایت میں عویذ بن ابی عمران الجونی ضعیف ہے۔ (بزار، ابن ابی حاتم)

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سسرال سے الگ ہونا چاہا تو اپنی بیوی کو کہا کہ وہ اپنے باپ سے کچھ بکریاں لے لیں جن سے ہماری گزر بسر ہو سکے۔ انہوں نے اس سال کے دو بچے دینے کا وعدہ کیا جن کا رنگ بکریوں سے مختلف ہو ان کی بکریاں سیاہ رنگ کی بہت خوبصورت تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی حوض کے قریب رکھ دی پھر پانی پلانے کے لئے بکریوں کو لے آئے اور آپ حوض کے قریب کھڑے ہو گئے جب بکریوں پانی پی کر حوض سے واپس جانے لگیں تو ایک ایک بکری کو لاٹھی مارتے گئے جس کے نتیجے میں (معجزانہ طور پر) ایک دو بکریوں کے سوا سب نے دو دو اور مختلف رنگ کے بچے دیئے ان میں سے تو وسیع کھلی اعضا والی بکری تھی نہ بڑے تھنوں والی تھی کہ چلتے ہوئے وہ تھن زمین پر گھسٹنے لگیں نہ پھٹے ہوئے تھنوں والی نہ بہت چھوٹے سوراخ والے تھنوں والی اور نہ ہی بہت چھوٹے تھنوں والی تھی کہ دودھ دوہتے ہوئے ہاتھ میں نہ آئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم نے شام کو فتح کیا اور اس میں داخل ہو گئے تم اس نسل کی بکریاں وہاں پاؤ گے وہ سامری قسم کی بکریاں ہیں۔

اس روایت کی صحت بھی محل نظر ہے اور شاید کہ موقوف روایت ہو جیسے کہ ابن جریر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو بتایا میعاد مکمل ہو گئی ہے۔ تو اس نے کہا کہ جو بکری اپنے رنگ سے مختلف بچہ جنم دے گی وہ آپ کے لئے ہوگا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پانی پر رسیاں رکھ دیں جب بکریوں نے رسیاں دیکھیں تو ڈر گئیں اور گھومنے لگ گئیں اس کے نتیجے میں ایک بکری کے سوا سب بکریوں نے مختلف چتکبرے بچے دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ تمام اپنے ساتھ لے لئے۔ اس روایت کی سند جید اور سب راوی ثقہ ہیں (واللہ اعلم)

ہم اس سے پہلے ایک اسرائیلی روایت حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی لکھ آئے ہیں کہ جب وہ اپنے ماموں لابان سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے بھی یعقوب علیہ السلام کو چتکبرے بچے دینے کا وعدہ کیا تھا تو یعقوب علیہ السلام نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ ...... فٰسِقِيْنَ﴾ (القصص ۲۹،۳۲)

جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو طور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ (تم یہاں) ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے شاید میں وہاں سے (راستے کا) کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو۔ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں تو خدائے رب العالمین ہوں اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو جب دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (ہم نے کہا) موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں ہو اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا اور خوف دور ہونے کی وجہ سے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو یہ دو دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں (ان کے ساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (جاؤ) کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔

اور یہ بات ہم پہلے ہی ذکر کر آئے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اکمل واتم (یعنی زیادہ مدت دس سال والی) پوری کی اور یہ بات اللہ کے فرمان ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ﴾ سے بھی ظاہر ہے اور اسی آیت سے اخذ کی گئی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال مدت پوری کرنے کے مزید دس سال ان کے ہاں کام کیا۔ پس جب وہ اپنے

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور تو مغربی جانب نہ تھا جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف (نبوت کے) معاملے کا فیصلہ فرمایا اور تو حاضر ہونے والوں میں سے نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام طویٰ نامی وادی میں تھے اور قبلہ کی طرف متوجہ تھے اور یہ درخت مغرب کی جانب آپ کی دائیں طرف تھا تو مقدس وادی طویٰ میں اللہ نے آپ کو پکارا پہلے تو آپ کو اس بابرکت جگہ کی تعظیم و توقیر کے لئے اپنے جوتے اتارنے کا حکم دیا۔ اور وہ رات بھی خصوصی برکت والی تھی۔

اہل کتاب کے ہاں یہ بات یوں ہے کہ آپ نے اس نور کی تیزی اور ہیبت کی وجہ سے اور نظر ضائع ہونے کے خوف سے اپنا ہاتھ چہرے پر رکھ لیا پھر اللہ نے آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا "یقیناً میں اللہ ہوں جہانوں کا پروردگار" میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔

یعنی میں جہانوں کا پروردگار ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت اور نماز قائم کرنا صرف میرے لئے درست ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہمیشہ رہنے کا گھر قیامت کے بعد والا ہے اور وہ ضرور قائم ہوگی تاکہ ہر شخص کو اس کی (اچھی) اور (بری) کوشش کا بدلہ دیا جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت کے لئے کام کرنے پر ترغیب دی اور اس شخص سے الگ رہنے کی تلقین کی ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کرتا اور اپنے نفس کی خواہش پر چلتا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے مخاطب کیا جس سے اس بات کی وضاحت مقصود تھی کہ وہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ جب کسی چیز کو کن کہتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے پھر فرمایا اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ یعنی کیا یہ وہی لاٹھی نہیں ہے جس کو تو پہلے سے اچھی طرح جانتا ہے پہچانتا ہے عرض کی مولا یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اس کے ساتھ میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے کئی اور کام بھی کرتا ہوں اور میں اس کو اچھی طرح پہچانتا ہوں حکم ہوا اے موسیٰ اسے زمین پر پھینک دو موسیٰ علیہ السلام نے پھینک دی دیکھا تو اچانک وہ سانپ بن کر بھاگ رہا تھا۔ یہ ایک عظیم معجزہ تھا اور اس پر واضح دلیل تھی کہ وہ ذات جو اس سے مخاطب ہے وہ جب کسی چیز کو کہہ دے ہو جا تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

> "اہل کتاب کے ہاں یہ بات یوں لکھی ہوئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ سے التجاء کی تھی کہ میرے سچے نبی ہونے پر کوئی دلیل اور برہان قاطع عطا کر اگر اہل مصر مجھے جھٹلائیں تو میں یہ دلیل ان کو دکھا سکوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو زمین پر پھینک موسیٰ علیہ السلام نے اسے پھینکا تو اچانک سانپ بن کر بھاگ رہا تھا موسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر سانپ کو اس کی دم سے پکڑ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ اسی طرح آپ کے ہاتھ میں لاٹھی کی شکل اختیار کر گیا۔"

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اپنی لاٹھی کو پھینک دو پھر جب آپ نے اسے حرکت کرتے ہوئے دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو آپ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا یعنی وہ بڑی بھاری جسامت والا ہولناک اژدھا بن گیا وہ جبڑے کھولے ہوئے تھا لیکن وہ بڑی جسامت کے باوجود تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ یہ سانپوں کی ایک قسم ہے جس کو جان اور جنان کہتے ہیں۔ دیکھنے میں ان کا جسم باریک ہوتا ہے لیکن حرکت کرنے میں بڑے تیز ہوتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ سانپ موٹا بھی اور تیزی سے حرکت بھی کر رہا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا تو ڈر کر بھاگ کھڑے

ہوئے۔ کیونکہ آپ کی بشری اور انسانی طبیعت کا یہی تقاضا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پکارا آگے آؤ اور خوف نہ کرو بے شک تم امن والوں میں سے ہو۔ جب موسیٰ علیہ السلام پلٹے تو اللہ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اور خوف نہ کرو ہم اس کو پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ کہتے ہیں کہ آپ اس سے بہت زیادہ ڈر گئے اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے جبے کی آستین میں لپیٹ کر اس کے منہ کے درمیان رکھا۔

"اہل کتاب کے ہاں یہ ہے کہ آپ نے اس کی دم سے پکڑا جب آپ نے اس پر اچھی طرح قدرت پالی تو وہ پہلے کی طرح دو شاخوں والا عصا بن گیا تو برکتوں اور عظمتوں والا پاک ہے جو مشرق اور مغرب کا رب ہے۔"

پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو پھر باہر نکالا تو وہ چاند کی طرح بالکل سفید حالت میں چمک رہا تھا یہ نہ تو کسی عیب کے باعث تھا کوئی برص یا آبلہ وغیرہ والی بیماری نہ تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور ڈر کی وجہ سے اپنے پہلو کو اپنے ساتھ ملاؤ۔

اور بعض مفسرین نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ڈر محسوس ہو تو ہاتھ اپنے دل پر رکھو اس سے تمہارا دل مطمئن اور پرسکون ہو جائے گا۔ یہ چیز موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں تھی لیکن ایمان کی برکت اور انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کی وجہ سے دوسروں کو بھی اس کا فائدہ ہو جائے گا۔ پریشانی کے وقت ہاتھ سینہ پر رکھنے سے دل کو قرار اور سکون ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾ (النمل ۱۲)

اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو سفید نکلے گا (ان دو معجزوں کے ساتھ یہ) نو معجزوں میں (داخل ہیں) فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ کہ وہ بدکردار لوگ ہیں۔ یعنی یہ دو نشانیاں لاٹھی اور ہاتھ ہیں جن کے ساتھ تمہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے ان دو نشانیوں کے ساتھ سات نشانیاں اور بھی تھیں ان سب کو اللہ کے اس فرمان میں ذکر کیا گیا ہے ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ...... مَثْبُورًا﴾ (الاسراء ۱۰۱، ۱۰۲)

اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے دریافت کر لو کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میں خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے۔ انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا ان کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تم لوگوں کے) سمجھانے کو اور اے فرعون میں خیال کرتا ہوں کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور ان نو معجزات کی تفصیل کو سورۃ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ ...... مُجْرِمِينَ﴾ (الاعراف ۱۳۰، ۱۳۳)

اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتاتے دیکھو ان کی نحوست خدا کے ہاں مقدر ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی ہی نشانی لاؤ تاکہ اس سے ہم پر جادو کرو مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گنہگار اس کی تفصیل مناسب جگہ آئے گی۔

یہ نو معجزات دس کلمات کے علاوہ ہیں کیونکہ نو تو اللہ کی تقدیر کے فیصلوں میں سے ہیں اور دس کلمات شرعیہ میں سے ہیں ہم نے یہ وضاحت یہاں اس لئے کی ہے کہ بعض راویوں نے اشتباہ کی وجہ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ نو کلمات ان دس کلمات میں سے ہی ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم نے سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر کے ضمن میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ میں نے ان کے ایک آدمی کو مارا تھا اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مجھے وہ قتل کر دیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار اور معاون بنا دے وزیر بنا دے جو لوگوں تک تیرے پیغام پہنچانے میں میری مدد کرے کیونکہ وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح اور قوت بیان کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے فرمایا وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہماری آیات کی وجہ سے تم اور تمہارے پیروہی غالب رہیں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول موسیٰ کلیم اللہ کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل کیا تھا۔ تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح زبان والا ہے پس اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے جو میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ یعنی میری بھائی ہارون کو میرا مددگار اور وزیر بنا دے جو لوگوں تک تیرے پیغامات پہنچانے میں مدد کرے۔ کیونکہ وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح اور زیادہ قوت بیان کا مالک ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ہماری آیات کی برکت سے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور آپ کی اطاعت و پیروی کرنے والے لوگ ہی غالب آئیں گے۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ــــــــ يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾ (طٰہٰ ۲۴/۲۸)

تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے کہا اے پروردگار (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ کی زبان میں لکنت تھی کیونکہ بچپن میں آپ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھا تھا اور اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کو پکڑ لیا تھا تو فرعون نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تڑپ اٹھیں اور کہا وہ تو بچہ ہے فرعون نے آپ کو آزمانے کیلئے آپ کے سامنے انگارہ اور کھجور رکھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کھجور پکڑنے کی کوشش کی لیکن اللہ کے فرشتے نے موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیا تو آپ نے انگارہ پکڑ کر زبان پر رکھ دیا جس سے زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اتنی لکنت دور کر دے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں اور مکمل دور کرنے کا سوال ہی نہیں کیا تھا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء اللہ تعالیٰ سے ضرورت سے زیادہ سوال نہیں کرتے بلکہ ضرورت کے مطابق ہی مانگتے ہیں۔ یعنی آخر دم تک کچھ نہ کچھ لکنت آپ کی زبان میں باقی رہی اسی لئے فرعون نے آپ پر الزام لگایا تھا کہ ”وَلَا يَكَادُ يُبِينُ“ ”وہ بات واضح نہیں کر سکتا۔ اپنے مافی الضمیر کا اظہار صاف طور پر نہیں کر سکتا ہے۔

﴿وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ــــــــ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ﴾ (طٰہٰ ۲۹/۳۶)

اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) بنا دے۔ (یعنی) میرے بھائی ہارونؑ کو اس سے میری قوت کو

مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر تا کہ ہم بہت سی تیری تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں تو ہم کو (ہر حال میں) دیکھ رہا ہے فرمایا موسیٰ تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کے لئے عزت و شرف کی دلیل ہے کہ آپ نے اللہ سے التجاء کی کہ میرے بھائی کی طرف وحی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور ہارون علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور اسے نبی بنا دیا یہ اللہ کے ہاں عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾ وہ اللہ کے پاس بڑے مرتبے والے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ اور ہم نے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔

ایک دفعہ لوگ حج پر جا رہے تھے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان میں شامل تھیں تو آپ نے کسی کہنے والے سے سنا کہ وہ لوگوں سے پوچھ رہا تھا کس بھائی نے اپنے بھائی پر سب سے بڑا احسان کیا۔ لوگوں میں سے کسی نے جواب نہ دیا اس کا جواب حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں کہ جب انہوں نے اپنے اللہ سے اپنے بھائی کی طرف وحی بھیجنے کی سفارش کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں فرمایا: ﴿وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ ـــــــ الْكَافِرِينَ﴾ (الشعراء: ۱۰ ۔ ۱۹)

اور جب تمہارے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس کیا یہ ڈرتے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے پروردگار میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں۔ اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ (یعنی قبطی کے خون کا دعویٰ ہے) سو مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ مجھ کو مار ہی ڈالیں فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم تمام جہان کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں (فرعون نے موسیٰ سے) کہا کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا تھا اور تم نے برسوں ہمارے پاس عمر بسر (نہیں) کی اور تم نے ایک وہ کام کیا تھا۔ تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔

خلاصہ کلام یوں ہے کہ وہ دونوں فرعون کے پاس گئے اور اس تک اللہ کا پیغام پہنچایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بنی اسرائیل کو اپنے شکنجے اور تسلط سے آزاد کر اور ان کو چھوڑ دے کہ وہ آزادانہ جہاں چاہیں اللہ کی عبادت کریں۔ اور اس کی توحید اور اس کو پکارنے اور اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرنے کے لئے خود کو وقف کر لیں۔ اس کے جواب میں فرعون نے تکبر کیا سرکشی کی نافرمانی کی موسیٰ علیہ السلام کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوا بولا کیا ہم نے جب کہ تو ابھی بچہ تھا تیری پرورش نہیں کی؟ اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال ٹھہرا مطلب یہ تھا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جس کی ہم نے اپنے گھر میں پرورش کی اور ایک لمبا عرصہ تم پر احسان و اکرام کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس فرعون سے آپ بھاگے تھے اس کی طرف آپ کو جانے کا حکم دیا گیا۔ جب کہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ جس فرعون سے آپ بھاگے تھے وہ آپ کے مدین میں قیام کے دوران مر گیا تھا اور یہ کوئی دوسرا فرعون تھا جس کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "تو نے کیا جو کیا اور تو ناشکروں میں سے تھا" یعنی تو نے قبطی کو قتل کیا ہم سے بھاگ نکلا اور ہمارے احسانات کی ناقدری کی۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ جب میں نے وہ کام کیا اس وقت میں ناواقف لوگوں میں سے تھا۔ یعنی میری طرف یہ وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ پس میں تم سے بھاگا جب میں نے تم سے خوف محسوس کیا تو مجھے اللہ نے حکمت سے نوازا اور رسولوں میں سے بنایا۔ پھر آپ نے فرعون کے تربیت کے احسان جتانے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ تو اس نعمت وخدمت کا کیا احسان مجھ پر جتلاتا ہے جب کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے مجھ ایک پر تو تو نے احسان کیا اور اس کے مقابلہ میں تمام بنی اسرائیل کو تو نے غلام بنا رکھا اور اپنے مختلف معاملات اور مختلف کاموں میں ان سے خدمت لیتا رہا۔ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الشعراء۔۲۸)

فرعون نے کہا کہ رب العالمین کیا چیز ہے (موسیٰ نے) کہا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو فرعون نے اپنے اہل سوال سے کہا کہ کیا تم سنتے نہیں (موسیٰ نے) کہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا مالک (فرعون نے) کہا کہ (یہ) پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باؤلا ہے (موسیٰ نے) کہا کہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے ان سب کا مالک بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ (فرعون نے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا (موسیٰ نے) کہا خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز لایا ہوں (یعنی معجزہ) (فرعون) نے کہا اگر تم سچے ہو تو اسے لاؤ (دکھاؤ) پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈالی تو اسی وقت صریح اژدہا بن گئی اور اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کو سفید (براق نظر آنے لگا) فرعون نے اپنے گروہ کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو کامل فن جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو (کے زور) سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کرو اور شہر میں نقیب بھیج دے۔ کہ سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لے آئیں۔ تو جادوگر ایک مقررہ میعاد پر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہئے تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہونے والی گفتگو اور مناظرہ کا تذکرہ کیا ہے اور بتلایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کس طرح فرعون کے سامنے عقلی معنوی اور حسی مشاہداتی دلائل پیش کیے۔

درحقیقت فرعون اللہ کی ذات کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ میں ہی معبود ہوں۔ پس اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اعلان کیا کہ میں ہی تمہارا سب سے بلند رب ہوں اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔ فرعون اپنی سرکشی اور عناد کی وجہ سے اللہ کے معبود ہونے کا انکار کرتا تھا ورنہ تو وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا پروردہ ہوں اور وہ اللہ خالق و مالک اور معبود برحق ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (النمل۔۱۴) انہوں نے ظلم اور تکبر کی بنا پر ان کا انکار کیا اور ذہن کے دل ان پر یقین کر چکے تھے پس دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسے ہوا۔

اس لئے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار اور اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہ کوئی ایسا رب نہیں جس نے اسے بھیجا ہو کہا رب العالمین کیا ہے۔ یہ بات اس نے اس لئے کہی تھی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے کہا تھا کہ بے شک ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں۔ گویا فرعون ان سے پوچھنا چاہتا ہے کہ رب العالمین کون ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ اس نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے

اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور دیکھنے والوں کو حیران کر رہا تھا پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا۔ تو وہ پھر اپنی پہلی حالت میں آ گیا۔ اتنے واضح اور روشن معجزے سے بھی فرعون کو کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور لوگوں کے سامنے اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ جادوگر ہے اور اس نے اپنے ملک کے جادوگروں کو بلا کر مقابلہ کرانے کا پروگرام بنایا اور پورے ملک میں جادوگر بلانے کے لئے اپنے ہرکارے دوڑائے۔ (اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے)

اور سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ... وَذِكْرِي﴾ (طٰہٰ ۴۰/۴۲)

پھر تم کئی سال مدین والوں کے پاس ٹھہرے رہے پھر تم اے موسیٰ (قابلیت رسالت کے) اندازے پر آ پہنچے اور میں نے تم کو اپنے کام کے لئے منتخب کیا ہے تو تم اور تمہارے بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے اللہ نے فرمایا ڈرو مت تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب کوہ طور کی رات میں جب موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت سے نوازا اور ان کی طرف وحی کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ کلام فرمایا کہ جب فرعون کے گھر تھا تو میں تجھے دیکھ رہا تھا میری حفاظت اور پناہ اور فضل و مہربانی تیرے شامل حال تھی۔ پھر میں نے اپنی مشیت اور ارادے سے تجھے سرزمین مصر سے نکال کر مدین کے علاقے میں پہنچا دیا پھر تم وہاں کئی سال ٹھہرے رہے پھر تم میری تقدیر اور فیصلے کے مطابق آئے اور تجھے اپنی کلام اور منصب نبوت کے لئے منتخب کر لیا۔ اب تو اور تیرا بھائی میری آیات کے ساتھ جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا یعنی جس وقت فرعون کے دربار میں پہنچو تو میری یاد میں سستی اور غفلت کا شکار نہ ہونا کیونکہ فرعون کے ساتھ گفتگو کرنے میں میری یاد تمہاری مددگار رہے گی۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا مکمل اور کامل بندہ ہے جو اپنے مقابل سے ملتے وقت مجھے یاد کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الانفال: ۴۵) اے ایمان والو جب تم کسی کافر گروہ سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

﴿اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ .... أَوْ يَخْشَى﴾ (طٰہٰ ۴۳/۴۴)

دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے وہ دونوں کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے۔

یہ اللہ کی اپنی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور رافت و رحمت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ فرعون سرکش اور کافر و جبر و قہر والا ہے اور وہ اپنے دور میں سب مخلوق سے بدترین تھا لیکن پھر بھی اللہ نے اس کی طرف اپنے پسندیدہ ترین بندے کو بھیجا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اس کو اللہ کی طرف بہترین انداز اور نرم لہجے سے بلانا اور بہت اچھے طریقے سے معاملہ کرنا شاید کہ وہ نصیحت سے فائدہ اٹھائے یا اللہ سے ڈر جائے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہت اچھے طریقے سے بحث کرو۔ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے اور اہل کتاب سے بہت اچھے انداز سے ہی بحث و مباحثہ کرو مگر وہ

جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے۔

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری ارشاد فرماتے ہیں کہ معذرت اور خیر خواہی کے انداز سے کہو کہ تیرا پروردگار منتظر ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور تیرے سامنے جنت و آگ ہے (اس لئے اپنے انجام کی فکر کر)۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اسے (فرعون کو) کہو کہ میں ناراضی اور سزا کی نسبت معافی اور بخشش کے زیادہ قریب ہوں۔ میری رحمت کا دروازہ تیرے لئے بھی کھلا ہے۔ اور حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے موقع پر فرماتے تھے۔ اے وہ ذات جو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرتی ہے۔ اور ان کے ساتھ کیسے محبت نہ کرے گی جو اس سے دوستی کرتا اور سرگوشیاں کرتا ہے۔

﴿قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ﴾ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادتی کرے گا یا سرکشی پر اتر آئے گا۔ یہ ڈر فرعون سے اس وجہ سے تھا کہ وہ سخت گیر اور سرکش شیطان تھا اور مصر کے علاقوں میں لمبی چوڑی حکومت تھی اس کی بڑی سلطنت اور بڑے لاؤ لشکر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام بظاہر تنہا تھے تو فرعون سے ڈر گئے تھے کہ وہ ان پر ظلم و ستم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو بہت تسلی کی تلقین فرمائی کہ میں خود بہت باعظمت اور قوی ہوں تمہیں اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں اور دوسری آیت ارشاد فرمایا

﴿فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا .... وَتَوَلَّىٰ﴾ (طٰہٰ ۲۰: ۴۸)

پس اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم یقیناً تیرے رب کے قاصد ہیں اس لئے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو سزا نہ دے ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لائے ہیں اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ یقیناً اس پر عذاب نازل ہوگا جس نے (حق کو) جھٹلایا اور منہ موڑا ان آیات کریمہ میں ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ جل و علا نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ فرعون کی طرف جاؤ اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاؤ جس کا کوئی شریک نہیں اور اسے کہو کہ بنی اسرائیل کو اپنے تسلط سے آزاد کر دے اور ان کو عذاب نہ دے ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں اس سے مراد لاٹھی اور ہاتھ جو بہت بڑی دلیل اور نشان ہے (اور ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو)

اس میں بڑے پیارے اور بڑے عمدہ انداز سے لفظ "سلام" کو ہدایت کی پیروی کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے جھٹلانے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جھٹلانے اور اعراض کرنے والے پر عذاب نازل ہوگا جس نے دل سے تکذیب کی اور عملاً اس سے منہ موڑا۔

حضرت السدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس لوٹے تو ایک رات مصر میں آئے تو اپنی والدہ اور اپنے بھائی ہارون کے پاس پہنچے اور وہ شام کا کھانا کھا رہے تھے اور ان کے کھانے میں شلجم کا سالن تھا آپ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر فرمایا کہ اے ہارون کہ اللہ نے مجھے اور تجھے حکم دیا ہے کہ فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں لہذا میرے ساتھ چلو وہ دونوں نکلے اور فرعون کے دروازے پر پہنچے دروازہ بند تھا تو انہوں نے دربانوں اور پہرے داروں کو کہا کہ فرعون کو جا کر بتاؤ کہ اللہ کا رسول تیرے دروازے پر پہنچا ہوا ہے تو وہ ان سے ٹھٹھا اور مذاق کرنے لگے

بعض حضرات نے کہا ہے کہ فرعون نے بہت دیر بعد ملاقات کی اجازت دی محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ ان کو دو سال بعد ملاقات کی اجازت ملی کیونکہ ان حضرات کے متعلق فرعون سے اجازت لینے کی کوئی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دروازے کے پاس آئے اور اپنے لاٹھی کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا فرعون بے چین ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اپنے پاس حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور اس طرح یہ اللہ کے پیغمبر اس کے پاس پہنچے اور اسے اللہ کی طرف بلایا۔

اہل کتاب کے ہاں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھے تجھے شہر سے باہر حوریب پہاڑ کے پاس ملے گا اور فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کے بزرگوں کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے اپنے معجزات ظاہر کرو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں اس کے دل کو سخت کر دوں گا پس وہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجے گا۔ اور سرزمین مصر میں اپنی عجیب و غریب نشانیاں ظاہر کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی طرف نکلو اور باہر جنگل میں حوریب پہاڑ کے پاس اس سے ملاقات کرو جب ہارون علیہ السلام کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا ہے جب وہ مصر میں گئے تو بنی اسرائیل کے بزرگوں سے ملاقات کی اور ان کو لے کر فرعون کے پاس گئے جب آپ نے اس کو اللہ کا پیغام پہنچایا تو وہ کہنے لگا کہ اللہ کون ہے میں اسے نہیں جانتا۔ اور میں بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں

﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى .... تَارَةً اُخْرٰى﴾ (طٰہٰ ۴۹/۵۵)

(غرض موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا کہ موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے؟ کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ کہا تو پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے؟ کہا ان کا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے جاری کئے اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے انواع و اقسام کی مختلف روئیدگیاں پیدا کیں۔ (کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ۔ بیشک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے ان آیات میں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ فرعون نے صانع کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ہمارا رب وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت اور پھر اس کو راہ دکھائی۔ یعنی اللہ وہی ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کے اعمال و رزق اور دنیا میں مدت قیام کا فیصلہ فرمایا اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا اور اس کے مطابق مخلوق کی رہنمائی کی اس لئے تمام مخلوقات کے معاملات اپنی تقدیر کے مطابق وجود میں آتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى .... قَدَّرَ فَهَدٰى﴾ (الاعلیٰ ۱/۳)

اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کر جو سب سے بالاتر ہے جس نے پیدا کیا پھر درست کیا جس نے اندازہ لگایا پھر راہنمائی کی۔

﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی﴾ فرعون نے کہا ۔ پہلے لوگوں کا کیا حال ہے یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ تیرا رب
خالق اندازہ لگانے والا اور مخلوقات کو تقدیر کے مطابق رہنمائی کرنے والا ہے اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں تو پہلے لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کی ہے اور انہوں نے ستاروں اور اس کے مد مقابل دوسرے
معبودوں کی عبادت کیوں کی ہے جس کا خوب اچھی طرح تجھے علم ہے تو پھر تو سوچ کہ تمہارے اس پروگرام کا علم کیوں نہیں ہو سکا
ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ یعنی
انہوں نے اگرچہ اللہ کے سوا کی عبادت کی ہے لیکن یہ کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ میری کہی ہوئی بات کے خلاف ہے کیونکہ وہ بھی
تمہاری طرح جاہل و نادان تھے ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے پاس کتاب میں لکھی ہوئی ہے میرا رب اس کے مطابق ان لوگوں کے
اعمال کا بدلہ دیگا اور وہ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ کیونکہ بندوں کے تمام اعمال اس کے پاس کتاب میں درج ہیں اس سے کوئی
چیز گم نہیں ہوتی ۔ اور میرا رب کسی چیز کو بھولتا بھی نہیں ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا
تذکرہ کیا کہ زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا پھر اس سے پانی نازل کیا اور انسانوں اور جانوروں کے رزق کا انتظام کیا یقینا
اس میں عقل و بصیرت اور عقل سلیم والوں کے لئے نشانی ہے کہ وہی خالق و رازق ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا ــــــــ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ ۲۱، ۲۲)

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اس نے تمہارے لئے
زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی نازل کیا جس کے ذریعہ تمہارے لئے پھلوں کا رزق پیدا کیا پس تم اللہ
کے لئے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کے ساتھ زندہ (آباد) کرنے اور پودوں اور نباتات
کے ساتھ اس کے لہلہانے کا تذکرہ کیا تو اس کے ساتھ انسانوں کے زندہ کرنے کا بھی ذکر کر دیا۔

جیسے کہ فرمایا ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ﴾ (طٰہٰ: ۵۵) اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹا دیں گے پھر
اسی سے تمہیں دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا جیسے ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تم ویسے ہی لوٹو گے۔
ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ــــــــ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (الروم: ۲۷)

اور وہی تو ہے جس نے خلقت کو پیدا کیا پہلی بار پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمین
میں اس کی شان نہایت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ پھر ایک بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا
ــــــــ مُّوْسٰی﴾ (طٰہٰ ۵۶، ۵۹)

اور ہم نے فرعون کو اپنی نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلاتا اور انکار ہی کرتا رہا ۔ کہنے لگا کہ موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے آئے
ہو کہ اپنے جادو کے (زور سے) ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو تو ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے اور
اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں گے اور نہ تم (اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان میں ہوگا موسیٰ
نے کہا کہ آپ کیلئے (مقابلے کا) دن نوروز (مقرر کیا جاتا ہے) اور یہ کہ لوگ چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں ۔ تو فرعون
لوٹ گیا اور اپنا سامان جمع کر کے پھر آیا موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا کہ ہائے تمہاری کم بختی خدا پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ
تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا اور جس نے جھوٹ باندھا وہ نامراد رہا۔ تو وہ باہم اپنے معاملے میں جھگڑنے اور چپکے چپکے سر

گوئی کرنے لگے۔ کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے باہر نکال دیں اور تمہارے مذہب کو نابود کر دیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرعون کی جہالت وبدبختی اور کم عقلی کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ اس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کی اتباع کرنے سے انکار کیا تکبر کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ تیری پیش کردہ چیزیں جادو کا کرشمہ ہیں۔ اور اسی طرح کے جادو سے اس کا توڑ کریں گے پھر موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وقت اور جگہ مقرر کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور دلائل وبراہین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا تھا اس لئے فرمایا کہ زینت کا دن تمہارا وعدہ ہے یہ ان کے جشن وا کٹھے ہونے کا دن تھا اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ شروع دن میں اکٹھے ہو جائیں جب سورج کی روشنی تیز ہوتی ہے تاکہ حق واضح اور کھل کر سامنے آجائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے رات کو اندھیرے میں مقابلہ کرنے کا ان سے مطالبہ نہیں کیا کہ آپ کوئی غلط یا مبہم اور غیر واضح چیز لوگوں میں مشہور نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ دن کے وقت کھلے عام پوری روشنی میں اکٹھے ہونے کی بات کی کیونکہ آپ کی باتیں برحق اور سچی تھیں اور آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلمے اور دین کو غالب کرے گا اگرچہ قبطیوں کو ناپسند ہو۔

﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ــــــــ اسْتَعْلٰى﴾ (طٰہٰ: ۶۰-۶۴) پس فرعون لوٹ گیا اور اپنے ہتھکنڈے جمع کئے پھر آ گیا موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں کو کہا کہ تمہاری بدبختی اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ملیامیٹ کر دے گا اور تحقیق جھوٹ باندھنے والا ناکام و نامراد رہا۔ پس انہوں نے اپنے معاملہ میں آپس میں جھگڑا کیا اور چھپ کر چپکے چپکے مشورے کرنے لگے اور کہا کہ یہ دونوں شخص جادوگر ہیں اور یہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین مذہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں تم بھی اپنا کوئی داؤ اٹھا نہ رکھو پھر صف بندی کر لو جو آج غالب آیا وہ بازی لے گیا۔

اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہے ہیں کہ فرعون گیا اور اس نے اپنے ملک کے بڑے بڑے جادوگر اکٹھے کئے (اور اس دور میں مصر کے شہر جادوگروں سے بھرے پڑے تھے) اور بڑے بڑے جادوگر اس وقت موجود تھے اس نے ملک کے کونے کونے سے ماہر ترین جادوگر اس کو جمع کیے۔

یہ جادوگر تعداد میں کتنے تھے

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسی ہزار (۸۰۰۰۰) تھے قاسم بن ابی بردہ نے کہا کہ ستر (۷۰۰۰۰) ہزار تھے سدی نے کہا تیس (۳۰۰۰۰) سے زیادہ تھے۔ ابو امامہ نے کہا کہ تیرہ (۱۳۰۰۰) ہزار تھے اور محمد بن اسحاق سے ان کی تعداد پندرہ (۱۵۰۰۰) ہزار بتائی ہے اور کعب احبار نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بتائی ہے۔

اور ابن حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ وہ ستر جادوگر تھے انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے چالیس غلام تھے جن کو فرعون نے جادوگروں سے یہ جادو سیکھنے کے لئے بھیجا تھا اس لئے انہوں نے کہا تھا ﴿وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾ (طٰہٰ: ۷۳) لیکن یہ قول محل نظر ہے۔ فرعون نے اپنے امراء حکومت کے کارندوں اور اپنے شہر کے لوگوں کو جمع کیا کیونکہ فرعون نے عام اعلان کر دیا تھا کہ اس مقام پر اکٹھے ہو جاؤ تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے نکلے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہی غالب آ گئے۔

جادوگروں کے اکٹھے ہونے پر موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کی طرف آگے بڑھے اور ان کو وعظ و نصیحت کی اور اللہ کی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انھوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا اور ان کو مرعوب کردیا اور وہ بہت بڑا جادو لائے تھے موسیٰ علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر خوف محسوس کیا کہ لوگوں کے جادو اور مجال چیز سے متاثر ہوجائیں گے اور مجھے کچھ دکھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرنا تو اللہ کی طرف سے فوراً وحی نازل ہوئی کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اپنے ہاتھ کی لاٹھی پھینک دو یہ ان کے کئے ہوئے سب کچھ کو نگل جائے گی یہ ان کا جادو کا کیا ہوا کرتب ہے اور جادوگر جہاں بھی آئے کامیاب نہیں رہتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

﴿مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ـــ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (یونس: ۸۱/۸۲)

"تم نے جادو پیش کیا ہے اور یقیناً اللہ اسے ختم کردے گا بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے کام کو سنوارا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے حق بات کو ثابت کرتا ہے خواہ گناہ گار لوگ اسے ناپسند ہی کریں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ـــ صٰغِرِیْنَ﴾ (الاعراف: ۱۱۷/۱۲۲)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی پھینک دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کرکے) نگل جائے گی (پھر) تو حق ثابت ہوگیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے بے کار ہوگیا۔ اور وہ مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہوکر رہ گئے اور (یہ کیفیت) دیکھ کر جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کرکے) نگل رہی ہے (پھر) سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم سب جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے (یعنی موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ٹانگوں والا بڑا سانپ بن گیا اس کی بہت بڑی گردن تھی ہولناک اور ڈراؤنی شکل تھی تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ ایک طرف ہوگئے یہ سانپ ان جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو ایک ایک کرکے نگلنا شروع کیا اور بڑی تیزی سے وہ یہ کارروائی کررہا تھا لوگ دیکھ دیکھ کر حیران ہورہے تھے اور جادوگر یہ صورت حال دیکھ کر حیران و پریشان ہوکر رہ گئے۔ اور یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ ایک چھوٹی سی لاٹھی اتنا بڑا اژدھا بن جائے گی ان کے جادو کے کمالات میں ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ اب یہ دیکھ کر ان کو خوب اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ یہ تو جادو ہے اور نہ فن کی کرشمہ سازی ہے اور یہ خیالی چیز اور شعبدہ بازی بھی نہیں ہے یہ جھوٹ اور فریب اور گمراہی بھی نہیں ہے یہ تو حق اور سچ ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسا کرسکتا ہے جس نے اس کے ساتھ حق کی تائید کی ہے جس نے ان کے دلوں سے غفلت کے پردے دور کردیے ہیں ان کے دلوں کی سختی کو دور کرکے ان میں ہدایت کا چراغ روشن کردیا ہے تو وہ یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور اللہ کی طرف جھکے اور سجدہ میں گر پڑے کسی قسم کی سزا اور سختی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ حاضرین کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں" ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے"

﴿فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ ـــ مَنْ تَزَكّٰی﴾ (طٰہٰ: ۷۰/۷۶)

"(قصہ یوں ہوا) تو جادوگر سجدے میں گر پڑے (اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ (فرعون) بولا کہ اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے بیشک وہ تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوادوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوادوں گا (اس وقت) تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے انھوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آگئے ہیں

ذات پر) اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ پس یہ ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہ دیں گے آپ نے جو حکم دینا ہو دے لیجئے۔ اور آپ جو حکم دے سکتے ہیں وہ صرف دنیاوی زندگی میں ہی دے سکتے ہیں ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور (اسے بھی) جو آپ نے زبردستی ہم سے جادو کرایا اور خدا بہتر اور باقی رہنے والا ہے جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گنہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا نہ جئے گا۔ اور جو اس کے پاس ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے درجے ہیں (یعنی) ہمیشہ رہنے والے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو پاک ہو۔

حضرت سعید بن جبیر، عکرمہ، قاسم بن ابی بردہ، اوزاعی و دیگر اہل علم حضرات رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جب جادوگروں نے سجدہ کیا تو انہوں نے جنت میں اپنے ٹھکانے اور محل دیکھے جو ان کے لئے تیار کئے گئے تھے اور ان کو سجایا گیا تھا تو اس وجہ سے انہوں نے فرعون کی ذات، ہیبت اور دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی فرعون نے جب ان جادوگروں کو دیکھا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا لوگوں کے سامنے اچھا تذکرہ کیا ہے تو وہ گھبرا گیا اس کی عقل و بصیرت اندھی ہو گئی وہ مکر و فریب اور اللہ کے راستے سے روکنے میں بڑا ماہر تھا۔ اس لئے اس نے لوگوں کی موجودگی ہی میں جادوگروں کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کیا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو۔ یعنی میری رعیت کی موجودگی میں تم نے اتنا بڑا اور قبیح کام کیا اور مجھ سے بات تک نہیں کی۔ پھر اس نے دھمکی دی، گرجا برسا، جھٹلایا اور الزام لگاتے ہوئے کہنے لگا یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا: ان ھذا لمکر مکرتموہ "یقیناً تمہاری چال ہے جو تم نے شہر میں چلی ہے تا کہ تم اس کے باشندوں کو شہر سے نکال دو تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔"

اور حقیقت میں یہ ایک بہتان تھا جس کو ہر عقلمند سمجھ رہا تھا اس کی یہ بات کفر، جھوٹ اور بے ڈھنگے الزام پر مشتمل تھی ایسی بات تو معصوم بچے بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے اور اس لئے کہ اس کی حکومت کے کارندے اور اس کی رعایا کے دوسرے لوگ سب جانتے تھے اور ان کو علم تھا کہ جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تو ان کو جادو سکھانے میں موسیٰ علیہ السلام بڑے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ان جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام نے اکٹھا نہیں کیا تھا بلکہ خود فرعون نے اپنے ہرکارے بھیج کر ملک کے کونے کونے سے بلایا تھا تو پھر یہ الزام موسیٰ علیہ السلام پر کس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے جادوگروں کو فرعون کے خلاف بلا کر جمع کیا ہے اور نہ یہ کام نبیوں کی شان کے لائق ہے پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ ـــــ مُبِينٌ﴾ (یونس ۷۵ تا ۸۲)

"پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان کا انکار کیا سو دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون میں رب العالمین کا فرستادہ ہوں۔ مجھ پر واجب ہے کہ خدا کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دیجئے۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم نشانی لے کر آئے ہو اگر سچے ہو تو لا کر دکھاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اسی وقت صاف اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اسی دم

دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سفید (براق) تھا۔ تو قوم فرعون کے جو سردار تھے وہ کہنے لگے یہ بڑا علامہ جادوگر ہے اس کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ بھلا تمہاری کیا صلاح ہے؟ انہوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھیے اور شہروں میں نقیب (ہرکارے) روانہ کر دیجیے کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے اور کہنے لگے اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ عطا کیا جائے (فرعون نے) کہا ہاں (ضرور) اور اس کے علاوہ تم مقربوں میں داخل کر لیے جاؤ گے (جب فریقین وقت مقررہ پر جمع ہوئے تو) جادوگروں نے کہا کہ موسیٰ یا تو تم (جادو کی چیز) ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں۔ (موسیٰ نے) کہا تم ہی ڈالو جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بند کر دی) اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر) انہیں ڈرا دیا۔ اور بہت بڑا جادو دکھایا۔ اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائے گی (پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا۔ اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر رہ گئے اور (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر (فرعون نے) کہا پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے بیشک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو سو عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لو گے میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ پھر تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا۔ وہ بولے کہ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور اس کے سوا تجھ کو ہماری کون سی بات بری لگی ہے کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آ گئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے اے پروردگار ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے اور جب ہمیں ماریو تو مسلمان ہی ماریو۔

اور سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى ـــــــ الْمُجْرِمُونَ﴾ (یونس:۱۰/۷۵-۸۲)

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی آیات کے ساتھ بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ مجرم قوم تھے پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو وہ کہنے لگے یقیناً یہ کھلا جادو ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا تم حق کے متعلق یہ بات کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کہ یہ جادو ہے اور جادوگر تو کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم کو اس طریقے سے ہٹا دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں بڑائی مل جائے اور ہم تم دونوں پر ایمان نہیں لائیں گے اور فرعون نے کہا میرے پاس تمام ماہر جادوگر حاضر کر دو پس جب جادوگر آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ تم نے پیش کیا ہے وہ تو محض جادو ہے یقیناً اللہ اس کو درہم برہم کر دے گا اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے کام کو سنوارا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے حکم سے سچ کر دکھاتا ہے گو مجرم لوگوں کو ناگوار گذرے۔

اور سورۃ الشعراء میں فرمایا:

﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ ـــــ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۹/۵۱)

(فرعون نے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔ (موسیٰ نے) کہا خواہ میں

آپ کے پاس روشن چیز لاؤں (یعنی معجزہ) (فرعون) نے کہا کہ اگر سچے ہو تو اسے لے آؤ (دکھاؤ) پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کے لئے سفید (براق) نظر آنے لگا۔ فرعون نے اپنے گروہ کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو وہ بڑا جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو (کے زور) سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کیجئے اور شہروں میں نقیب (ہرکارے) بھیج دیجئے کہ سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لے آئیں تو جادوگر ایک مقرر کی میعاد پر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہئے تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔ جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہو گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لئے جاؤ گے (موسیٰ نے ان سے) کہا جو چیز ڈالنی چاہتے ہو ڈالو تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں نگلنے لگی۔ تب جادوگر سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے کہ ہم تمام جہانوں کے مالک پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا مالک ہے فرعون نے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے بیشک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کر لو گے میں تمہارے ہاتھ پاؤں اطراف مخالف سے کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ نقصان کی بات نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا اس لئے کہ ہم ایمان لانے والوں میں ہیں۔

ان آیات سے مقصود یہ ہے کہ فرعون نے جھٹلایا اور اپنی اس بات پر زیادہ اصرار کرنے لگا کہ وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے اور اس نے موسیٰ علیہ السلام پر ایسا بہتان لگایا جس کی حقیقت صرف علم والا کیا پورا جہاں جانتا تھا اور بہتان یہ تھا کہ یہ ایک چال ہے جو تم نے شہر میں چلی ہے تا کہ تم اس کے باسیوں کو اس سے نکال باہر کرو پس جلد تمہیں علم ہو جائے گا میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹوں گا یعنی دایاں ہاتھ اور فرمایا پاؤں اسی طرح بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹوں گا اور تم کو عبرت بنا دوں گا تا کہ اس کی رعیت اور حکومت میں سے کوئی شخص ان کی اقتداء کرنے کی جرأت نہ کرے اس لئے اس نے کہا کہ میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔ کیونکہ یہ بہت بلند درخت ہے اور زیادہ شہرت کا سبب بنے گا اور تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کون زیادہ سخت عذاب والا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے یعنی دنیا میں کون زیادہ باقی رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان دلائل پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آ گئے ہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تیری پیروی کریں اور جو ہمارے دلوں میں قطعی دلائل اور براہین گھر کر چکے ہیں انہیں چھوڑ دیں۔

والذی فطرنا: کے متعلق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس کا عطف ما جاءنا من البینت پر ہے یعنی ہم اپنے خالق و مالک پر تمہیں ترجیح نہیں دے سکتے۔ بعض نے کہا کہ یہ جملہ واؤ قسمیہ ہے معنی یہ ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا۔ پس تو کر لے تو جو کچھ کر سکتا ہے اس دنیا کی زندگی ہی میں کر سکتا ہے یعنی ہم پر تیرا حکم اس دنیا میں ہی نافذ ہو سکتا ہے جب ہم آخرت میں چلیں گے تو ہم اس ذات کے حکم کی طرف لوٹیں گے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور جس کے رسولوں کی ہم نے پیروی کی ہے ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تا کہ وہ ہماری غلطیوں کو معاف کر دے اور اس جادوگری کو بھی معاف کر دے) جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ یعنی اس کا ثواب تیرے وعدے اور مقرب بنا لینے سے

السلام کے تکلیف دینے پر ابھارا اور آپ پر ایمان لانے کی بجائے کفر کرنے اور اذیت پہنچانے کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تیار کیا۔ انہوں نے کہا کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو ویسے ہی چھوڑے رکھیں گے کہ وہ زمین فساد پھیلاتے پھریں اور تجھ سے اور تیرے معبودوں سے الگ رہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک اللہ کی طرف بلانا اور غیر اللہ کی عبادت سے روکنا قبطیوں کے عقیدہ کے مطابق فساد تھا۔ بعض نے اس جگہ ویذرک الھتک پڑھا ہے یعنی تیری عبادت چھوڑ رکھیں اس لحاظ سے آیت کے مفہوم کے اندر دو احتمال ہیں۔

(۱) وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رکھیں اس صورت میں الھۃ الٰہ کی جمع ہے۔

(۲) یہ کہ وہ تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رکھیں۔ اس لحاظ سے الھۃ جمع نہیں ہے بلکہ مفرد ہے اور عبادت کے معنی میں ہے۔

فرعون نے کہا کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیں گے مقصد یہ ہے کہ ان کے لڑائی کرنے والے افراد زیادہ نہ ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ یعنی جب فرعون نے تمہیں اذیت دینے اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لیا ہے تو تم اپنے رب سے مدد مانگو اور مصیبت پر صبر کرو یقیناً زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور بہتر انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے یعنی تم پرہیزگار بن جاؤ تاکہ تمہارا انجام اچھا ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ ــــــ الْكَافِرِينَ﴾ (یونس: ۸۴/۸۶)

اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو تو وہ بولے کہ ہم خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات بخش۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جو یہ کہا کہ وہ ہیں آپ کے آنے سے پہلے بھی تکلیف دی گئی اور آپ کے آنے کے بعد بھی آنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمارے بیٹے قتل ہوتے رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی قتل ہو رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور زمین میں تمہارے خلیفہ بنائے پھر وہ تمہارے طرز عمل کو دیکھے گا۔

سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ ــــــ كَذَّابٌ﴾ (المومن: ۲۳/۲۴)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا (یعنی) فرعون ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔ غرض جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچا تو کہنے لگے کہ جو لوگ اس کے ساتھ (خدا پر) ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دو۔ اور کافروں کی تدبیریں بے ٹھکانے ہوتی ہیں۔

فرعون مصر کا بادشاہ ہامان اس کا وزیر اور قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے اسرائیلی تھا لیکن وہ فرعون اور اس کے سرداروں کے مذہب پر تھا اور بہت زیادہ مال و دولت والا تھا اس کا قصہ آئندہ مناسب جگہ پر الگ ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے دیا ہوا حق لائے تو انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ایمان

لانے والوں کو کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی چالیں ناکام ہی ہوتی ہیں یہ بچوں کا قتل موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد ہوا ہے اور بنی اسرائیل کو ذلیل و رسوا کرنے اور ان کی افرادی قوت کم کرنے کے لئے تھا تا کہ کہیں ان کو پھر قوت و طاقت حاصل نہ ہو جائے جس سے وہ بیدار ہو کر مصریوں اور قبطیوں پر حملہ آور ہوں وہ ان سے ڈرتے رہتے تھے مگر یہ تدبیریں ان کے کام نہ آئیں امر اللہ کا تقدیری حکم ان سے ٹل نہ سکا اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو بلانے مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا زمین میں فساد کرے گا۔

فرعون اپنے خیال میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا اور اسے خطرہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کو گمراہ نہ کر دے اس لئے لوگوں میں بطور مذاق مثل مشہور ہو گئی صار فرعون مذکرا کہ فرعون وعظ و نصیحت کرنے والا ہو گیا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب اور تمہارے رب کے ساتھ ہر تکبر کرنے والے جزا و سزا کے دن پر ایمان نہ رکھنے والے سے پناہ میں آتا ہوں یعنی میں اس سے اللہ کی پناہ اور حفاظت میں آتا ہوں کہ فرعون یا کوئی اور مجھ پر حملہ آور ہو اور مجھے کوئی نقصان پہنچائے ہر متکبر سے پناہ میں آتا ہوں یعنی جو سرکش اور ضدی اور باز نہ آنے والا ہو اور اللہ کے عذاب اور سزا سے نہ ڈرنے والا ہو آخرت اور جزا و سزا پر یقین نہ رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۔۔۔ الرَّشَادِ﴾ (مومن: ۲۸/۲۹)

اور ایک مومن شخص کو صرف اس بناء پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لایا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جس کا وعدہ وہ تم سے کر رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تمہیں مل جائے گا یقیناً اللہ زیادتی کرنے والے جھوٹے کی رہبری نہیں کرتا۔

اے میری قوم کے لوگو آج تو بادشاہت تمہاری ہے کہ تم زمین میں غالب ہو لیکن اللہ کے عذاب سے ہماری مدد کون کرے گا اگر وہ ہمارے پاس آ گیا۔ فرعون نے کہا کہ میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تو تم کو بھلائی کا راستہ ہی دکھا رہا ہوں۔

یہ شخص فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور اپنی جان کے خطرے سے ایمان چھپائے ہوئے تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ شخص اسرائیلی تھا لیکن یہ قول حقیقت سے دور ہے قرآنی سیاق کے لفظی اور معنوی لحاظ سے مخالف ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرعون کی قوم قبط سے صرف تین افراد یہ شخص شہر کے دور کے کنارے سے آنے والا آدمی اور فرعون کی بیوی ہی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ (ابن ابی حاتم) دار قطنی نے کہا کہ شمعان صرف مومن آل فرعون ہی کا نام ہے یہ بات سہیلی نے بیان کی ہے اور تاریخ طبری میں ہے کہ اس کا نام خبر تھا۔ واللہ اعلم۔

الغرض اس آدمی نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اور جب فرعون لعین نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے درباریوں سے مشورہ کرتے ہوئے یہ پروگرام طے کر لیا تو یہ شخص موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ڈر گیا اور اس نے بڑے مناسب انداز سے ترغیب و ترہیب کے ساتھ ان کو سمجھایا اور اس کام سے باز رہنے کو کہا۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ اس کے مطابق اس مرد مومن نے اس افضل جہاد کا بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا کیونکہ فرعون سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا۔ اس کے

کلام میں بہت اعلیٰ درجے کا انصاف اور عدل ہے کیونکہ اس میں ایک نبی کی عصمت وحفاظت تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے اپنے پوشیدہ ایمان کا اظہار کیا ہو۔ لیکن پہلی بات زیادہ واضح ہے۔

اس مرد مومن نے کہا کہ کیا تم ایک آدمی کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ ایسی اچھی بات کی وجہ سے تو قتل نہیں کیا جاتا ایسے آدمی کی عزت اور اکرام کیا جاتا ہے یا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جانا چاہئے کیونکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لایا ہے، اس نے اپنی تصدیق کے لئے معجزات پیش کئے ہیں۔ ایسے آدمی سے تعرض نہ کرنا سلامتی کا راستہ ہے کیونکہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے تمہیں اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر وہ سچا ہے اور اس کے باوجود پھر بھی تم اس کو ستاؤ گے تو تمہیں کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے گی۔ جبکہ تم اس تھوڑے عذاب سے ڈرتے ہو جس سے وہ تم کو ڈرا رہا ہے۔ غور کرو اگر وہ تمام عذاب تم پر مسلط ہو گیا تو تمہارا کیا بنے گا۔ اس مقام پر ایسا کلام اس مومن کی انتہائی زیرکی عقل مندی اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کا مظہر ہے۔

اس نے کہا اے میری قوم آج تمہارے لئے بادشاہی ہے تم زمین میں غالب ہو۔ وہ ان کو بادشاہت کے چھن جانے سے ڈرا رہا ہے کیونکہ جب بھی کبھی کسی حکومت کے لوگ دین کے مخالف ہوتے ہیں تو ان سے حکومت چھین لی جاتی ہے اور وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ ایسا ہی ہوا وہ ہمیشہ شک وشبہ میں رہے اور موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور دشمنی میں آگے ہی بڑھتے گئے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو ان کے ملک گھروں محلات نعمتوں اور آسائشوں سے نکال دیا اور ذلیل وخوار کر کے سمندر میں غرق کر دیا اور ان کی روحیں رفعت وبلندی سے گر کر پستی کی گہرائیوں تک جا پہنچیں اسی لئے اس بندہ مومن نیکوکار حق کی پیروی کرنے والے قوم کا خیر خواہ اور کامل عقل والے نے کہا کہ اے میری قوم آج تمہاری بادشاہت ہے تم زمین میں غالب ہو۔ یعنی تمہیں اللہ نے حکومت دی اور بلند مرتبہ عطا کیا اگر خدا کا عذاب آ گیا تو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے ہماری مدد کون کرے گا یعنی اگر تم قوت وطاقت اور تعداد میں کئی گنا بھی زیادہ ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہو سکتی اور نہ مالک الملک کے عذاب کو کوئی شے روک سکے۔ فرعون نے ان سب باتوں کے جواب میں کہا میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں سمجھتا اور دیکھتا ہوں اور میں تمہیں درست راستے کی رہبری کر رہا ہوں۔

فرعون نے اپنی ان دونوں باتوں میں جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا ہے کیونکہ وہ اندرونی اور دلی طور پر اچھی طرح سمجھتا اور جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیش کردہ باتیں اللہ کی جانب سے ہیں وہ تو ظلم وزیادتی اور سرکشی وکفر کی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنزَلَ ـــــ لَفِيفًا﴾ (الاسراء ۱۷: ۱۰۲-۱۰۴)

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا ان کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تم لوگوں کے) سمجھانے کو اور اے فرعون میں خیال کرتا ہوں کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے تو اس نے چاہا کہ ان کو سرزمین (مصر) سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا۔ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس ملک میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا ــــ الْمُفْسِدِينَ﴾ (النمل ۱۳/۱۴)

جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں کہنے لگے یہ صریح جادو ہے اور بے انصافی اور غرور سے ان سے انکار کیا کہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے سو دیکھ لو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

باقی رہی فرعون کی بات کہ "میں تمہیں درست راستے کی راہبری کر رہا ہوں" تو یہ بھی جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ وہ کسی دور اور کسی زمانے میں بھی رشد و ہدایت پر نہیں رہا۔ بلکہ وہ ہمیشہ بے وقوفی، گمراہی اور وہم و گمان کی وادیوں میں بھٹکتا رہا۔ وہ پہلے بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتا رہا پھر اس نے جاہل اور گمراہی میں غرق لوگوں کو اپنی فرمانبرداری اور پیروی کی طرف بلایا۔ ان جاہلوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے پیچھے چل پڑے اور انہوں نے اس کی ہر بات اور ہر باطل باتوں کی بھی تصدیق کی اور اس کو رب تسلیم کر لیا۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَادَى فِرْعَوْنُ ــــ لِلْآخِرِينَ﴾ (الزخرف ۵۱/۵۶)

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟ بے شک میں اس شخص سے جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا کہیں بہتر ہوں تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے غرض اس نے اپنی قوم کی عقل مار دی۔ اور انہوں نے اس کی بات مان لی بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔ جب انہوں نے ہم کو خفا کیا تو ہم نے ان سے انتقام لے کر ان سب کو ڈبو کر چھوڑا۔ اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَى ــــ يَخْشَى﴾ (النازعات ۲۰/۲۶)

غرض انہوں نے اس کو بڑی نشانی دکھائی مگر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا اور (لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں تو خدا نے اس کو دنیا و آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔ جو شخص خدا سے ڈر رکھتا ہے اس کے لئے اس (قصے) میں عبرت ہے۔

اور ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى ــــ الْمَرْفُودُ﴾ (ہود ۹۶/۹۹)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا (یعنی) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ برا ہے اور اس جہان میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی)۔

ان مذکورہ حوالہ جات سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ وہ اپنی باتوں میں جھوٹا تھا ایک یہ کہ میں تمہیں وہی دکھا رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور دوسری بات کہ میں تمہیں درست راستے کی رہبری کر رہا ہوں۔

آل فرعون کے مومن کی مزید باتیں اللہ نے بیان فرمائی ہیں۔

رہا اور ضائع ہو گیا اور وہ اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ انسان اپنی قدرت اور طاقت سے آسمان و دنیا تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ اس سے بھی اوپر بلند آسمانوں تک رسائی حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس سے بھی بلند و بالا ہے کہ اس بلندی کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا بہت سے مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ صرح (محل) فرعون کا وہی محل ہے جس کو ہامان نے اس کے لئے بنوایا تھا اس سے بلند عمارت دنیا میں موجود نہیں تھی اور یہ پختہ اینٹوں سے بنوایا گیا تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے حکم کو اپنے منصب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ اے ہامان میرے لئے گارے پر آگ جلاؤ یعنی میرے لئے محل بناؤ۔

اہل کتاب سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کو اینٹیں بنانے پر لگایا گیا تھا اور فرعون کی طرف سے ان کو جو تکالیف برداشت کرنا پڑتیں ان پر ان کی مدد کی جاتی اور وہ مٹی اور بھوسہ اور پانی جمع کرتے اور روزانہ کے حساب سے ایک خاص تعداد میں اینٹوں کا مطالبہ کیا جاتا اگر وہ لوگ مقررہ تعداد مکمل نہ کر پاتے تو ان کی پٹائی کی جاتی۔ اور ان کو ذلیل و رسوا کیا جاتا اور سخت سزائیں دی جاتیں اسی لئے بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا خلیفہ بنا دے کہ اس کے بعد مصر میں تمہاری حکومت بن جائے پھر اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ کیسا طرز عمل اختیار کرتے ہو۔

آل فرعون کے مومن کی وعظ و نصیحت

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ تم قبطیوں پر غالب آؤ گے اور جیسا کہ ہوا اور یہ نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ اب پھر مومن آل فرعون کی نصیحت اور وعظ اور دلائل پیش کرنے کی طرف پلٹ رہے ہیں اور ان کو بیان کرتے ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ ...... حِسَابٍ﴾ (مومن ۳۸/۴۰)

اور وہ شخص جو مومن تھا اس نے کہا کہ بھائیو میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا بھائیو یہ دنیا کی زندگی (چند روزہ) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔ اور جو آخرت کا گھر ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برے کام کرے گا اس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا۔

یہ بندہ مومن اس سیدھے اور حق راستے کی طرف بلا رہا ہے اور وہ راستہ اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی پیروی اور اللہ کی طرف سے اس کے پیش کردہ احکامات کی تصدیق کا راستہ ہے پھر اس فانی دنیا اور ختم ہونے والی دنیا سے اس نے ان کو بے رغبت ہونے کی نصیحت کی ہے اور اللہ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے وہ اللہ جس کے ہاں کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں ہوتا۔ جو قدرت والا ہے ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھوں میں ہے جو تھوڑے کام کا بھی اجر و ثواب زیادہ دیتا ہے اور اس کا انصاف ہے کہ برائی کی سزا صرف اتنی (برائی جتنی) ہی دیتا ہے اس بندہ مومن نے ان کو بتایا کہ آخرت ہی اصل ٹھکانہ ہے۔ یہ وہاں ایمان کی حالت اچھے کام کرنے والے کے لئے بلند درجات ہیں جن میں رہنے والے بالا خانے بے شمار اور عمدہ قسم کی بھلائیاں ہمیشہ رہنے والا رزق اور پھل ہوں گے جو کبھی بھی ختم نہ ہوں گے اور تازہ ہوں گے اور ان کی جو نعمت میں ترقی ہوتی رہے گی وہاں کی اور زوال تک کا کوئی وہم اور تصور تک نہ ہوگا۔ پھر اس مرد مومن نے ان کو گمراہی ضد

بہت دلیری اور بڑے اچھے طریقے سے ذکر فرمایا اور کہا۔

﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ ـــــ الْعَذَابِ﴾ (المومن ۴۱-۴۶)

اور اے قوم میرا کیا (حال) ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے اس لئے بلاتے ہو کہ خدا کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں اور میں تم کو (خدائے) غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کو دنیا و آخرت میں بلانے (یعنی دعا قبول کرنے) کا مقدور بھی نہیں اور ہم کو خدا کی طرف لوٹنا ہے اور حد سے نکل جانے والے دوزخی ہیں جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں بیشک خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے غرض خدا نے موسیٰ کو ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا (یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح وشام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔ وہ بندہ مومن اپنی قوم کو آسمانوں اور زمین کے رب کی طرف بلا رہا تھا جس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ جب کسی چیز کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے اور وہ اس کو جاہل گمراہ ملعون فرعون کی طرف دعوت دیتے تھے اس لئے اس نے انکار کے طور پر ان کو کہا۔

اور اے میری قوم اور کیا ہوگیا ہے میں تمہیں نجات کی طرف پکارتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے پکارتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ شرک کروں جس کے متعلق میرے پاس علم نہیں اور میں تمہیں غالب معاف کرنے والے کی طرف بلاتا ہوں پھر اس آل فرعون کے مومن نے اللہ کے سوا معبودان باطلہ کی عبادت کے باطل ہونے کا اظہار کیا اور بیان کیا وہ نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

فرمایا کہ یہ حقیقی امر ہے کہ جس کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ نہ دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہیں اور نہ آخرت میں اور ہم نے اللہ کی طرف یقینا لوٹنا ہے اور زیادتی کرنے والے لوگ ہی یقینا آگ والے ہیں یعنی وہ نہ دنیا میں کسی قسم کا تصرف کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے پھر ان کو آخرت کے گھر ہمیشگی کے گھر میں کیسے قدرت ہوگی باقی رہا معاملہ اللہ تعالیٰ کا تو وہ واقعی اور یہ سب لوگوں کا خالق ہے اور ان کو رزق بھی دیتا ہے وہی بندوں کو زندہ کرتا اور مارتا ہے وہی فرمانبرداروں کو جنت میں اور نافرمانوں کو آگ میں داخل کرے گا پھر اس نے ان کو قوی اصرار اور ان کے اعتبار سے ان الفاظ میں ڈرایا ہے اور تم میری باتوں کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس اللہ نے ان کے مکروں کی برائیوں سے اس کو بچا لیا چونکہ اس نے ان کو خالص حق دیا اور برے کاموں سے روکا اس لئے وہ سزا سے محفوظ رہا اور فرعون کے کفر اور اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے ان کی حیلہ سازیوں کی وجہ سے ان کو کوئی سختی انہوں نے دیکھی جیسے خیالات اور مشکلات کا کلام کے سامنے پیش کیا جس کے ساتھ وہ موسیٰ کے سامنے حق پہنچانے میں ناکام ہو گئے۔

النار یعرضون علیہا کا مطلب ہے کہ صبح و شام ان کی روحیں جہنم میں آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور قیامت کے دن ان سے متعلق کہا جائے گا کہ ان فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو عذاب قبر کے متعلق یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ عذاب برحق ہے اور ہم نے اس پر اپنی تفسیر میں اس پر روشنی ڈالی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

جرائم پیشہ لوگ تھے۔

طوفان سے کیا مراد ہے

الطوفان: کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طوفان باد و باراں ہے جس سے کھیتیاں اور پھل تباہ و برباد ہو گئے۔ سعید بن جبیر اور اسدیؒ قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ایک اور روایت حضرت ابن عباسؓ اور عطا سے مروی ہے کہ اس سے مراد کثرت اموات ہے۔ مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد پانی اور طاعون ہے جو ہر حالت میں ان پر مسلط تھا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس نے ان کو گھیر لیا۔

اور ایک روایت حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے کہ طوفان سے مراد موت ہے لیکن یہ روایت غریب ہے۔

(ابن جریر ابن مردویہ)

الجراد: اس سے ٹڈی مراد ہے جو مشہور و معروف ہے حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے لشکر اس میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے میں اسے نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں آپ نے اسے اپنی طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے نہ کھایا جیسے آپ نے سوسمار، ضب کھانا چھوڑ دی اور پیاز لہسن گندنا (ایک بدبودار ترکاری) کو پسند نہ فرمایا یہ وہ ہے نبی کریم ﷺ نے ٹڈی حرام ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے چھوڑی تھی جیسے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سات جنگیں لڑی تھی اس دوران میں ہم ٹڈی کھاتے تھے۔

اپنی تفسیر میں اس کے متعلق مروی احادیث و آثار ہم نے نقل کئے ہیں اور ان پر مفصل کلام کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان پر ٹڈی دل آیا اور کھیتیاں اور پھل سب چٹ کر گیا اس نے چھوٹی بڑی چیز کوئی بھی باقی نہیں چھوڑی تھی۔

القمل کیا ہے

القمل: حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق گندم سے نکلنے والا گھن ہے انہی سے مروی ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں ہیں جن کے پر نہیں ہیں۔ حضرت مجاہدؒ عکرمہؒ قتادہ رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں سعید بن جبیر اور الحسن نے فرمایا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے کیڑے ہیں اور حضرت عبدالرحمن بن زید کے نزدیک یہ پسو ہیں۔ اور ابن جریر نے القمل عربی زبان والوں سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد گندگی میں پائے جانے والے چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں یہ جوئیں اور وہ ان کے گھروں اور بستروں میں گھس گئے جس کی وجہ سے ان کی نیند اڑ گئی امن و سکون برباد ہو گیا اور زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا۔

عطاء بن السائب نے اس سے مشہور جوئیں مراد لی ہیں اور امام حسن بصریؒ نے القمل کی میم کی تشدید کے بغیر پڑھا ہے۔

الضفادع: مینڈک یہ تو مشہور ہے یہ ان کے ہاں اتنے زیادہ ہو گئے کہ ان کے کھانے کے برتنوں میں گھسے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کوئی آدمی کھانے پینے کے لئے منہ کھولتا تو اس کے منہ میں مینڈک جا گھستا۔

الدم: باقی رہا خون کا عذاب تو مصر میں ان کے پانی میں خون ہی خون نظر آتا تھا اگرچہ وہ دریائے نیل سے بھی پانی لیتے تو اس میں بھی تازہ خون پاتے۔ کوئی نہر، کنواں اور پانی والی کوئی دوسری چیز نہ تھی مگر وہاں خون ہی خون نظر آتا یہ عذاب اور سزائیں قبطیوں پر مسلط تھیں لیکن بنی اسرائیل اس سے محفوظ تھے اور درحقیقت یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور قطعی حجت و

دلیل تھی کہ قبطی مکمل طور پر اس میں گرفتار تھے اور بنی اسرائیل کا کوئی بھی فرد اس میں ملوث نہ تھا۔

حضرت محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تو اللہ کا دشمن فرعون مغلوب اور نامراد ہو کر لوٹا اور اپنے کفر پر ڈٹا رہا اور شر پھیلانے میں زیادہ ہوتا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذابوں کی شکل میں مسلسل نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ ان کو قحط سالی میں گرفتار کیا اور ان پر طوفان بھیجا۔ پھر ٹڈی کا عذاب مسلط کیا پھر جوئیں پھر مینڈک پھر خون کا عذاب نازل کیا یہ اللہ کی طرف سے کھلی نشانیاں تھیں ان پر طوفان یعنی بارش بھیجا کہ وہ روئے زمین پر پانی پھیل کر ٹھہر گیا جس کی وجہ سے وہ کاشتکاری وغیرہ کی صلاحیت سے محروم ہو گئے اور نوبت فاقوں تک جا پہنچی۔ اس حد تک تکلیف پہنچی تو موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے موسیٰ اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے کہ وہ ہمیں اس عذاب سے نجات دے گا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تیرے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ان کے لئے دعا کی تو اللہ نے ان سے اپنے عذاب کو دور کر دیا۔ عذاب دور ہونے کے بعد وہ اپنے وعدے سے پھر گئے تو اللہ نے ان پر ٹڈی مسلط کر دی وہ ہر چیز یہاں تک کہ تمام درخت کھا گئی حتیٰ کہ وہ دروازوں کی میخوں اور کیلوں کو بھی چاٹ گئی جس کی وجہ سے ان کے گھر اور مکانات گرنے لگ گئے پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر دوبارہ درخواست دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ عذاب ٹال دے موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اللہ نے عذاب دور فرما دیا مگر پھر وہ اپنے وعدہ سے مکر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اب ان پر جوؤں کا عذاب بھیج دیا ہے۔

مؤرخ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ ایک ٹیلے کی طرف جاؤ اور اس پر اپنی لاٹھی مارو۔ حسب حکم خداوندی موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے ٹیلے کے پاس گئے اور اس پر عصا مارا تو وہ جوؤں سے پھٹ پڑا۔ وہاں سے نکل کر گھروں اور کھانے کی چیزوں میں گھس گئیں جن سے ان کا امن و سکون اور نیند برباد ہو گئے۔ پھر جب اس عذاب سے بھی خوب تنگ آ گئے تو وہ لوگ پھر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور آپ سے دعا کی درخواست کی موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اللہ نے عذاب کو دور فرما دیا اب یہ لوگ پھر اپنے وعدہ سے پھر گئے اور ہوا یہ کہ تو اب اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب مسلط کر دیا۔ ان کے گھر کھانے کی چیزیں اور برتن مینڈکوں سے بھر گئے حتیٰ کہ کوئی شخص کپڑا یا کوئی کھانے پینے کا برتن کھولتا تو وہ مینڈکوں سے بھرا ہوتا اب جب اس سے بھی اچھی طرح تنگ آ گئے تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی اور وہی وعدہ وعید۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ عذاب اللہ نے دور فرما دیا تو وہ لوگ پھر سرکشی پر اتر آئے اور وعدہ سے پھر گئے۔ اب اللہ نے ان پر خون کا عذاب مسلط کر دیا فرعونیوں کے تمام پانی خون آلود ہو گئے وہ کسی کنویں یا نہر سے پانی لیتے یا کسی برتن سے چلو بھرتے تو وہ خون میں تبدیل ہو جاتا۔ زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ خون سے مراد اس جگہ نکسیر کا خون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ ..... غَافِلِينَ﴾ (الاعراف ۱۳۴ تا ۱۳۶)

اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو جیسا کہ اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم نے ایک مدت کے لئے جس تک ان کو پہنچنا تھا عذاب کو دور کر دیا تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے تو ہم نے ان سے

ہم یقیناً راہ راست پر آ جائیں گے۔

ان فرعونیوں کے دور میں لفظ الساحر برا اور معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا کیونکہ ان کے دور میں ان کے سب علماء جادوگر ہوتے تھے۔ اس لئے انہوں نے محتاجی اور درماندگی کی حالت میں اس لفظ سے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو انہوں نے اسی وقت اپنا قول واقرار توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرعون کا ذکر فرماتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ وہ اپنی بادشاہت پر اترانے لگا تھا اپنی وسیع بادشاہت اور حسن اور نہروں کی فراوانی کی وجہ سے اکڑنے لگا وہ حقیقت میں وہی نہریں تھیں جو دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے بنائی گئی تھیں پھر وہ اپنی ذات پر غرور اور فخر کرنے لگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص اور توہین کرنے لگا اور عیب جوئی اور تحقیر موسیٰ علیہ السلام کی کرنے لگا اور کہا کہ وہ بات واضح اور صاف نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کی زبان میں لکنت کا اثر باقی تھا وہ آپ کے شرف وکمال اور کمال کی علامت تھی اور اللہ سے اس کے ساتھ ہمکلام ہونے اور وحی کے نازل ہونے کے منافی نہ تھی فرعون آپ پر عیب لگا رہا ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن نہیں ہیں اور نہ یہ زیب وزینت ہے اس عقل کے بہرے کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ تو عورتوں کا زیور ہے اور مردوں کی مردانگی اور ان کی شان کے لائق نہیں ہے پھر وہ ان رسولوں کے لائق کیسے ہو سکتا ہے جو عقل میں کامل ترین معرفت میں سب سے مکمل عزم وہمت میں اعلیٰ اور دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت اور ان نعمتوں کو بہت اچھی طرح جانتے تھے جو اللہ نے آخرت میں اپنے بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ پھر فرعون نے آگے ایک اور اعتراض کیا کہ اس کے ساتھ فرشتے اکٹھے ہو کر آ جاتے حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت وحاجت نہ تھی۔ کیونکہ اگر مقصد یہ ہے کہ فرشتے اس کی تعظیم کرتے تو وہ تو موسیٰ علیہ السلام سے کم درجے والے کی بھی تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ فرشتے طالب علم کے پاؤں کے نیچے اپنے پروں کو رکھتے ہیں اس طالب علم کے کام سے راضی ہوتے ہوئے تو اللہ کے ساتھ کلام کرنے والے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تعظیم کا کیا عالم ہوگا۔ اور اگر فرشتوں سے یہ مقصد ہے کہ وہ آپ کی رسالت کی گواہی دیں تو پھر بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید ایسے معجزات سے کی ہے جو عقلمندوں اور حق کے تلاش کرنے والوں کے لئے ایک کافی ثبوت اور بڑی دلائل ہیں وہ شخص آپ کے پیش کردہ دلائل سے جو کہ واضح اور صاف صریح ہیں اندھا ہوگا جس نے چھلکے کو دیکھا اور گودے کو چھوڑ دیا اور جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو کیونکہ وہ شک وشبہ میں مبتلا رہے گا جیسے اندھے اور جھوٹے قبطی فرعون کا حال تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاستخف قومہ پس اس فرعون نے اپنی قوم کی عقل ماردی تو اس نے اس کی اطاعت وپیروی کرلی۔ یعنی اس نے اپنی قوم والوں کو احمق بنایا اور ان کو فوقتاً فوقتاً موقع بے موقع بے وقوف بنانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک اس کی قوم نے اس کے دعویٰ ربوبیت کی تصدیق کرلی (اللہ اس پر لعنت کرے)

فلما اسفونا: پھر جب انہوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔ یعنی ہم نے ان کو بحر قلزم میں غرق کر کے ذلیل وخوار کر دیا ان کی عزت چھین لی ذلت ورسوائی ان کا مقدر ٹھہری اور ان نعمتوں کے بعد دردناک عذاب' خوشحالی کے بعد رسوائی اور سختی سے دوچار ہوئے اور ان کو آگ اور ہمیشہ والی زندگی کے بعد آگ میں جلنا نصیب ہوا۔ (اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ ھٰذِہٖ بِالسَّلْطَنَةِ وَالْعِزَّةِ)

ومثلاً للاٰخرین: پس ہم نے ان کو ان جیسے عقائد وصفات والے لوگوں کے لئے پیشرو بنا دیا اور مثال بنا دیا جو ان سے نصیحت حاصل کریں اور ان کی تباہی سے خوف کھائیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو فرعونیوں کے صحیح صحیح حالات پہنچے اور انہوں نے اس سے

عبرت حاصل کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ ...... مِنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾ (القصص ۳۶-۴۲)

اور جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنی نہیں اور موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اور جس کے لئے عاقبت کا گھر (یعنی بہشت) ہے بیشک ظالم نجات نہیں پائیں گے اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا تو ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگوا کر (اینٹیں پکوا) دو پھر ایک اونچا محل بنا دو تاکہ میں موسیٰ کے خدا کی طرف چڑھ جاؤں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور وہ اور اس کے لشکر والے ملک میں ناحق مغرور ہو رہے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے تو ہم نے ان کو اور ان کے لشکر والوں کو پکڑ لیا اور دریا میں ڈال دیا سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جیسا کہ فرعونیوں نے حق کی اتباع کرنے سے تکبر کیا اور ان کے بادشاہ نے غلط اور باطل دعویٰ کیا اور قوم نے اس کی موافقت اور پیروی کر لی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عزیز کا غصہ بھڑک اٹھا جسے کوئی روکنے والا نہیں اور کوئی مغلوب کرنے والا نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے سخت انتقام لیا اور ایک ہی صبح اس کو اس کے لشکروں سمیت دریائے قلزم میں غرق کر دیا ان میں سے کوئی ایک شخص بھی اس تباہی سے نہ بچ سکا بلکہ سب کے سب غرق ہو گئے اور آگ میں داخل کر دیئے گئے پوری کائنات میں ان پر لعنت ہو رہی ہے اور قیامت کے دن بھی ان کی بری حالت ہو گی۔

فرعون اور اس کے فوجیوں کی ہلاکت کا ذکر

جب مصر کے قبطی اپنے بادشاہ فرعون کی پیروی اور اللہ کے نبی اور رسول موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی مخالفت میں بہت آگے نکل گئے اور اپنے کفر، عناد اور سرکشی پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑی بڑی اور مضبوط دلیلیں قائم فرمائیں اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایسے معجزات دکھائے کہ جن سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور عقلیں دنگ رہ جائیں لیکن ان سب کے باوجود وہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے اپنا رویہ نہ بدلا اور اپنی غفلت سے باز نہ آئے ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے کہا گیا ہے کہ وہ صرف تین افراد تھے۔

(۱) فرعون کی بیوی۔ ان کے متعلق اہل کتاب کے پاس کوئی خبر اور علم نہیں۔

(۲) مومن آل فرعون جس کی وعظ و نصیحت مشورہ اور ان کے سامنے دلائل پیش کرنے کا تذکرہ ہم پیچھے کر چکے ہیں۔

(۳) وہ ایک خیر خواہ آدمی جو شہر کے آخری کونے سے بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ وہ تجھے قتل کر دیں لہٰذا یہاں سے نکل جا یقیناً میں تیری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔

یہ بات ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے اور اس سے جادوگروں کے علاوہ لوگ مراد ہیں اور جادوگر بھی قبطیوں سے تعلق رکھتے تھے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرعون کی قوم قبط سے بھی بہت سے لوگ ایمان لائے تھے۔

اور جادوگر مسلمان ہوئے اور پوری قوم بنی اسرائیل مسلمان ہوئی اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ (یونس:۸۳)

تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے اہل دربار سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ ان کو آفت میں نہ پھنسا دے اور فرعون ملک میں متکبر و متغلب اور (کبر و کفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۔

اس لفظ سے "الا ذریۃ من قومہ" میں ضمیر فرعون کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ قریب ترین بھی یہی ہے پہلا معنی زیادہ واضح ہے اور تفسیر میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے البتہ ان کا ایمان پوشیدہ تھا کیونکہ وہ فرعون کی قوت و سطوت اور اس کی سختی سے ڈرتے تھے اور اس کے سرداروں سے ان کو خوف تھا کہ وہ اس کے پاس ان کی شکایت کریں گے اور وہ ان کو ان کے دین سے پھیر کر فتنے میں مبتلا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے اور اس کی گواہی کافی ہے" وہ یقیناً زمین میں سرکشی کرنے والا تھا" یعنی جابر سرکش اور باطل میں مشغول ہونے والا تھا اور وہ اپنے تمام معاملات میں حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا تھا اور وہ ایسا کیڑا تھا کہ جس کی تباہی کا وقت آ چکا تھا اور وہ ایسا پھل تھا کہ جس کے کاٹنے کا وقت ہو چکا تھا اور وہ ایک برا طریقہ اور تہذیب تھی جس کے ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

اور ایسے حالات میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم ـــ الْكَافِرِينَ﴾ (یونس ۸۴ تا ۸۶)

اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو تو وہ بولے ہم خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات بخش۔

مقصد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ پر اعتماد و توکل اور اس سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ پناہ لینے کی تلقین کی تو قوم نے موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لی تو اللہ نے ان کو پریشانی سے نجات دی۔

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾
(یونس:۸۷)

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کی طرف وحی بھیجی کہ قبطیوں کے گھروں سے الگ تھلگ اپنے گھر بناؤ تاکہ جب ان کو کوچ کرنے کا حکم دیا جائے تو وہ جلد تیار ہو سکیں اور وہ ایک دوسرے کے گھروں کو بھی اچھی طرح پہچان سکیں (تاکہ ان کو اطلاع دینی آسان ہو)

اور اپنے گھروں کو قبلہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجدیں بناؤ اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ

گھروں میں کثرت سے نمازیں پڑھا کیا کرو۔ یہ مجاہد، ابو مالک، الربیع، الضحاک، زید بن اسلم اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اور دیگر مفسرین کی رائے بھی ہے۔ اسی بنا پر مقصود یہ ہے کہ اپنی تنگی سختی اور تکلیف پر نماز کے ساتھ مدد طلب کرو جیسے کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ کا ارشاد ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو جناب رسول کریم ﷺ کو جب کوئی پریشان کن معاملہ پیش آتا تو آپ نماز پڑھتے۔

اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کو اپنے اجتماعات اور عبادت گاہوں میں عبادت ظاہر کرنے کی قدرت نہیں تھی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دین حق کی علامات کو عام ظاہر کرنے کی بجائے ان کو چھپائیں اور اپنے گھروں میں ہی نماز ادا کریں فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں سے خوف کا یہی تقاضا تھا لیکن پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وبشر المومنین اور ایمان والوں کو خوشخبری دیں اگرچہ یہ مطلب دوسرے معنی کے منافی نہیں ہے (اس لئے کثرت نماز اور عبادت کو چھپانا دونوں ہی مقصود ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم)

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں کو آمنے سامنے یا قبلہ رخ بنایا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون والوں کے لئے بددعا کرنا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ ــــ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (یونس: ۸۸، ۸۹)

اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) سازوسامان اور مال و زر دے رکھا ہے اے پروردگار ان کا مآل یہ ہے کہ تیرے راستے سے گمراہ کر دیں اے پروردگار ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں (اللہ نے) فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے پر نہ چلنا۔ یہ ایک عظیم بددعا تھی جو اللہ سے ہمکلام ہونے والے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے خلاف اللہ کے لئے غضبناک ہو کر کی جب اس نے حق سے تکبر کیا اللہ کے راستے سے روکا اپنی ضد سرکشی عناد اور باطل پر اڑ گیا اور اس نے ظاہری اور باطنی ہر حالات سے کھلے واضح حق سے روگردانی کی اور اسے آپ کو بڑا سمجھا موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں یعنی قبط اور اس کے پیروکاروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال و دولت دیا ہے تاکہ وہ تیرے راستے سے روکیں یعنی دنیا کو زیادہ اہمیت دینے والا اس سے دھوکا کھا جائے گا جاہل سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہیں لیکن یہ مال و دولت زیب و زینت خوبصورت لباس عمدہ سواریاں شان و شوکت والے محلات اور قلعے اور پسندیدہ کھانے خوبصورت مناظر حکومت کا عارضی سامان یہ دین کے نہ ہوتے ہوئے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ کا مطلب حضرت ابن عباس اور مجاہد نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے مال تباہ کر دے۔ ابو العالیہ الربیع بن انس اور ضحاک رحمہم اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے مال اسی طرح منقش پتھر بنا دے جیسے وہ پہلے تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کی کھیتیاں پتھر بن گئی تھیں۔ محمد بن کعب نے کہا کہ ان کی شکردانی اشیاء اور دیگر ہر قسم کا مال پتھر ہو گیا تھا۔

اس بات کا تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ اٹھو اور میرے پاس

تھیلی نکالی۔ وہ کھولی تو اس میں چنے اور انڈے تھے جو پتھر بن چکے تھے۔ (ابن ابی حاتم)

﴿وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ابن عباسؓ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے۔ موسیٰ علیہ السلام کی یہ بددعا اللہ اور اس کے دین کے لئے تھی اور دلائل و براہین کی خاطر تھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی یہ بددعا قبول کی اور حقیقت کی شکل میں ظاہر ہوئی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی بددعا ان کی قوم کے لئے قبول کی انہوں نے یہ بددعا میں فرمایا تھا اے میرے رب زمین پر کافروں میں کوئی چلتا پھرتا نہ چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور گنہگار کافر ہی جنم دیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب انہوں نے فرعون اور اس کے سرداروں کے خلاف بددعا کی اور آپ کے بھائی ہارون نے چونکہ دعا پر آمین کہی تھی اس لئے ان کو دعا کرنے والا تصور کیا اور فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے پس تم اپنے مشن پر قائم رہنا اور نہ جاننے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔

مفسرین اور اہل کتاب نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل نے فرعون سے اپنے عید کے تہوار میں جانے کی اجازت مانگی تو فرعون نے ان کو اجازت تو دے دی لیکن وہ اسے پسند نہ کرتا تھا وہ حقیقت میں اس کے علاقے سے نکلنے کے لئے تیار تھے اور انہوں نے اپنی جان چھڑانے کے لئے فرعون اور اس کے لشکریوں کے ساتھ چال چلی۔ اہل کتاب کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ فرعونیوں سے زیورات عاریۃً حاصل کر لیں۔ اس لئے انہوں نے آل فرعون سے بہت سے زیورات ادھار کر اکٹھے کر لئے پھر وہ ایک رات ملک شام کا ارادہ کر کے جلدی نکل کھڑے ہوئے۔ جب فرعون کو ان کے جانے کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان اور غضبناک ہوا اس نے بڑی تیزی سے اپنے لشکریوں کو اکٹھا کرنا اور تیار کرنا شروع کیا تاکہ بنی اسرائیل کو پکڑ کر تہس نہس کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ ۔۔۔ الرَّحِيْمُ﴾ (الشعراء: ۵۲-۶۸)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کو لے کر نکل جاؤ (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا تو فرعون نے شہروں میں اپنے ہرکارے روانہ کر دیئے اور کہا کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم بڑی جماعت ہیں ان سے چوکنا رہنے والے ہیں۔ تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے (ان کے ساتھ ہم نے) اس طرح (کیا) اور ان چیزوں کا وارث ہم نے بنی اسرائیل کو کر دیا تو انہوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) ان کا تعاقب کیا جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں میرا پروردگار میرے ساتھ ہے مجھے وہ راستہ بتائے گا اسی وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے) اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو تو بچا لیا اور دوسروں کو ڈبو دیا بیشک اس قصے میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔

فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی

علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ جب فرعون اپنے لشکر کو لے کر بنی اسرائیل کو پکڑنے کے لئے نکلا تو وہ بہت زیادہ تعداد پر

مشتمل تھے یہاں تک کہ ایک قول کے مطابق اس کے لشکر میں ایک لاکھ تو صرف مشکی گھوڑے تھے اور لشکر کی تعداد سولہ لاکھ سے بھی متجاوز تھی اور بنی اسرائیل کی تعداد کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بچوں کے علاوہ چھ لاکھ کے قریب قریب تھی۔

موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں ان کے مصر سے نکلنے اور اپنے باپ یعقوب کے ساتھ مصر میں داخل ہونے کے درمیان 426 شمسی سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔

فرعون اپنے لشکروں کے ساتھ بنی اسرائیل کو سورج نکلتے ہی جا لیا اور دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے آگئیں۔ کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھ لیا اور لڑائی اور جنگ کے سوا کوئی صورت دکھائی نہ دیتی تھی اس خوف و ہراس کے عالم میں موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ "ہم پکڑے گئے" کیونکہ ان کے آگے راستے میں سمندر تھا اور اس میں غوطہ زن ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا جبکہ کسی میں اس کی طاقت وقدرت نہ تھی ان کے دائیں اور بائیں جانب اونچے اونچے پہاڑ تھے جن کو سر کرنا ممکن نہ تھا۔ اور فرعون اپنے تمام لشکر اور ساز وسامان کے ساتھ سامنے کھڑا تھا۔ بنی اسرائیل انتہائی خوف و دہشت کی حالت میں تھے کیونکہ وہ اس کی حکومت میں بہت ہی ذلت و رسوائی اور اس کا مکر و فریب برداشت کر چکے تھے اب انہوں نے بے بسی کی حالت دیکھ کر اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے شکوہ کیا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ) ہرگز ایسی بات نہیں ہے۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ آپ لشکر کے پیچھے تھے آپ آگے بڑھے سمندر کی طرف اور سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور جوش سے اس کی جھاگ زور دار تھی آپ فرما رہے تھے اسی جگہ کا مجھے حکم دیا گیا ہے آپ کے بھائی حضرت ہارون اور حضرت یوشع بن نون بھی ساتھ تھے یوشع علیہ السلام کا شمار اس وقت بنی اسرائیل کے بڑے سرداروں علماء اور عبادت گذاروں میں ہوتا تھا۔ موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان کو نبی بنا دیا تھا۔ ان کا ذکر ہم آئندہ کریں گے۔ اور آپ کے ساتھ آل فرعون کا مومن بھی تھا یہ سارے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کی کثرت کی وجہ سے سارے بنی اسرائیل ان کے سامنے سرنگوں تھے کہا جاتا ہے کہ مومن آل فرعون بار بار اپنے گھوڑے کو لے کر سمندر میں داخل ہوتا تھا کہ آیا اس میں چلنا ممکن ہے لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کو کہتا اے اللہ کے نبی کیا اس جگہ کا آپ کو حکم دیا گیا ہے تو وہ فرماتے ہاں!

جب حالات سخت ہو گئے معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا فرعون اور اس کا لشکر پوری طرح مسلح ہو کر پورے غیظ و غضب کے ساتھ قریب پہنچ گئے آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تو اللہ عظیم حلیم رحیم صاحب قدرت اور عرش کریم کے رب نے موسیٰ کلیم کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عصا سمندر پر مارا اور کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی مارتے وقت سمندر سے کہا اللہ کے حکم سے پھٹ جا اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو ابو خالد کی کنیت سے پکارا تھا۔ واللہ اعلم۔

اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں اس انداز سے کیا ہے کہ:

"پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اپنی لاٹھی سمندر پر مارو تو وہ پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا کہا گیا ہے کہ سمندر میں بارہ راستے بن گئے ہر قبیلے کے چلنے کے لئے الگ الگ راستہ بن گیا اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان راستوں میں کھڑکیاں بن گئیں تھیں کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ پانی صاف وشفاف ہوتا ہے اور اس کے پیچھے روشنی ہو تو وہاں سے خود بخود اشیاء کو دیکھا جا سکتا ہے (اس کے لئے کھڑکیوں کی ضرورت نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے بموجب سمندر کا پانی پہاڑوں کی طرح کھڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا تو وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پچھم کی ہواؤں کو حکم دیا تو انہوں نے سمندر کی کیچڑ کو خشک کر دیا اور راستے بالکل صاف ہو گئے یہاں تک کہ گھوڑوں اور جانوروں کے کھر بھی کو بھی مٹی نہ لگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ ــ وَمَا هَدَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۷۷۔۷۹)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو دریا (کی موجوں) نے چڑھ کر انہیں ڈھانک لیا (یعنی ڈبو دیا) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے راستے پر نہ ڈالا۔

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ قادر کریم کی قدرت سے سمندر میں خشک راستے بن گئے تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر ان راستوں پر سے گزر جائیں۔ بنی اسرائیل فوراً راستوں میں اترے اور حیران کن معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جس سے ایمان والوں کے دل رہنمائی پاتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے سمندر عبور کر لیا اور دوسرے کنارے پر جا پہنچے اور فرعون کے لشکر کا اگلا حصہ سمندر تک پہنچ چکا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارنے کا ارادہ کیا تاکہ راستے ختم ہو جائیں اور فرعون اور اس کے لشکری ان تک پہنچنے کی ہمت نہ کر سکیں اللہ ذوالجلال نے آپ کو حکم دیا کہ سمندر کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ اپنی بات میں سب سے سچا ہے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ـــــ مُّبِينٌ﴾ (الدخان: ۱۷۔۳۳)

اور ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے (جنہوں نے) یہ کہا کہ خدا کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں اور خدا کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ تب موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں (خدا نے) فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ اور (فرعونی) ضرور تمہارا تعاقب کریں گے اور دریا سے (کہ) خشک (ہو رہا ہوگا) پار ہو جاؤ (تمہارے بعد) ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور نفیس مکان اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا پھر ان پر نہ تو آسمان کو اور نہ زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون سے بیشک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اہل عالم کے لئے دانستہ طور پر منتخب کیا تھا اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صریح آزمائش تھی۔ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا۔ کا مطلب یہ ہے کہ سمندر کو اپنی حالت پر رہنے دے اسے اس حالت سکون سے تبدیل نہ کر۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مجاہد، عکرمہ، الربیع، الضحاک، قتادہ، کعب الاحبارؒ سماک بن حرب عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اہل علم نے مذکورہ الفاظ کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو اسی حالت میں چھوڑ دیا اور فرعون اس کے پاس پہنچا اور اس نے اس حالت کا

مشاہدہ کیا تو وہ اس عظیم منظر سے دہشت زدہ ہوا۔ اور پہلے کئی مواقع کی طرح اس وقت اسے یقین ہو گیا کہ عرش کریم کے مالک کی طرف سے ہے اور وہ خوف زدہ ہو کر آگے نہ بڑھا وہ بنی اسرائیل کو پکڑنے کے لئے اپنے باہر نکلنے پر پشیمان ہوا لیکن اب ایسی حالت میں پشیمانی فائدہ مند نہ تھی۔ پھر بھی اس نے اپنے لشکروں کے سامنے اپنی بہادری ظاہر کی اور ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جیسا اس کے کافر نفس اور اس کی گندی فطرت نے اسے اپنے پیروکاروں کو یہ کہنے پر ابھارا کہ دیکھو سمندر میرے لئے کیسے سکڑ گیا ہے تاکہ میں اپنے بھگوڑے غلاموں کو پکڑ لوں جو میری اطاعت اور میرے ملک سے الگ ہونا چاہتے ہیں اور وہ اپنی دلی کیفیت چھپا رہا تھا۔

وہ ان کے پیچھے نہیں جانا چاہتا تھا وہ تو اس موقع پانے کی امید رکھتا تھا ان سے وہ بھی آگے نہ تھا بھی پیچھے ہو جاتا۔

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خوبصورت گھوڑی پر سوار حالت میں ظاہر ہوئے اور فرعون کے گھوڑے کے آگے سے گذرے اس کا گھوڑا ہنہنایا اور گھوڑی کی طرف متوجہ ہوا جبرئیل علیہ السلام تیزی سے ان کے آگے سے گذرے اور سمندر میں داخل ہو گئے اسی طرح فرعون کا گھوڑا بہت تیزی سے آگے بڑھا اسی طرح فرعون اپنے لئے نفع اور نقصان پر قدرت نہ رکھ سکا اب جب لشکریوں نے فرعون کو سمندر میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ بھی تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے سمندر میں داخل ہو گئے جب وہ تمام سمندر میں جمع ہو گئے اور ان کا اگلا شخص سمندر سے نکلنے کے قریب تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ جب انہوں نے اپنی لاٹھی سمندر پر ماری تو وہ اپنی پہلی حالت میں تبدیل ہو کر موجیں مارنے لگا اور فرعونیوں میں سے ایک انسان بھی نہ بچ سکا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ ... الرَّحِيمُ﴾ (الشعراء ٢٦: ٦٥-٦٨)

اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو تو بچا لیا پھر دوسروں کو ڈبو دیا بیشک اس (قصے) میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو بچا لیا اور ان میں سے کوئی بھی پانی میں غرق نہ ہوا اور اللہ نے اپنے دشمنوں کو ڈبو دیا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم کی دلیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول نے جو شریعت اور سیدھے راستے لوگوں کے سامنے پیش کئے ہیں وہ حق اور سچے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ ... لَغَافِلُونَ﴾ (یونس ١٠: ٩٠-٩٢)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اس کو غرق کے عذاب نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (جواب ملا کہ) اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لئے عبرت ہو اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ قبطیوں کے سردار فرعون کے سمندر میں غرق ہونے کے متعلق خبر دے رہے ہیں کہ جب

سمندر کی موجیں اسے کبھی اوپر کبھی نیچے کر رہی تھیں تو بنی اسرائیل اسے اور اس کے لشکریوں کو دیکھ رہے تھے کہ کیسے اللہ نے ان کو بڑے عذاب اور سخت سزا میں گرفتار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ سارا منظر اس لئے دکھایا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ جب فرعون کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور اسے گھیر لیا گیا اور اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی تو وہ جھک گیا اس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا لیکن یہ وہ وقت تھا جب کہ ایمان فائدہ نہیں دیتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ ــ الْأَلِيمَ﴾ (یونس: ۹۶ تا ۹۷)

جن لوگوں کے بارے میں خدا کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔

اور ایک مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ــ الْكَافِرُونَ﴾ (غافر: ۸۴ تا ۸۵)

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا (یہ) خدا کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں (کے بارے) میں آتی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ گئے۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے لشکریوں پر بددعا کی کہ ان کے دل تباہ کر دے یعنی اس وقت کہ جب ایمان ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا اور یہ ان کے لئے ندامت کا سبب بن جائے گا جب ان دونوں (موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام) نے یہ بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کو فرمایا کہ "تمہاری بددعا قبول کر لی گئی" یہ اللہ کی طرف سے اپنے کلیم موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا تذکرہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے کہا کہ جب فرعون نے کہا میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ تو کاش آپ (اے محمد) دیکھتے جب میں نے سمندر کی مٹی لے کر فرعون کے منہ میں ڈالی تھی کہ کہیں اللہ کی رحمت اس کے شامل حال نہ ہو جائے۔ ترمذی ابن جریر ابن ابی حاتم نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے مذکورہ آیت کے تحت ذکر کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

ترمذی اور ابن جریر نے یہ روایت شعبہ کے واسطہ سے بھی ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور ایک روایت میں ابن جریر نے اس روایت کے موقوف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبو یا تو اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اسے اوپر اٹھایا اور کہا آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ۔ میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لے آئے ہیں (راوی نے) کہا جبرائیل کو ڈر لاحق ہوا کہ فرعون کے بارے میں اللہ کی رحمت اس کے غصے پر غالب نہ آ جائے تو انہوں نے اپنے دونوں پروں کے ساتھ مٹی پکڑی اور اس کے چہرے پر ڈالنی شروع کی اور اسے دفن کرنے لگ گئے (ابن جریر)

یہ حدیث اگرچہ بقول امام ترمذی حسن ہے لیکن اس کا متن منکر ہے کیونکہ فرشتے بھلائی کو ناپسند نہیں کرتے نیز اس کی

سند میں ایک راوی علی بن زید ضعیف ہے (الضعفاء لابن الجوزی) نیز درج ذیل روایت ابن جریر نے کثیر بن زاذان سے بیان کی ہے اور معروف نہیں ہے اور ابو حازم کے واسطے سے ابو ہریرہؓ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مجھے جبرائیل نے کہا کہ اے محمد کاش آپ مجھے دیکھ لیتے جب میں اس (فرعون) کا منہ بند کر رہا تھا وہ کیچڑ ڈال رہا تھا کہ کہیں اسے اللہ کی رحمت نہ پالے اور وہ اسے معاف کر دے۔ اس روایت کو ابراہیم تیمی قتادہ میمون بن مہران رحمہم اللہ نے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے اس کے علاوہ دیگر سلف حضرات نے بھی۔

بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کبھی اتنا غصہ کسی پر نہیں آیا جتنا کہ فرعون پر آیا جب اس نے کہا انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں اور مرتے وقت جب اس نے ایمان کا اظہار کیا تو میں نے اس کے منہ میں مٹی ڈالنا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان واٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ۔ میں استفہام انکاری ہے اور فرعون کے ایمان قبول نہ کئے جانے کے بارے میں نص ہے کیونکہ اگر اسے اس حالت میں واپس لوٹایا جاتا تو وہ اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ جاتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں خبر دی ہے۔ کہ جب وہ عذاب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کاش ہم لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلاتے اور ایمان والے بن جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بلکہ وہ چیزیں ان کے لئے عیاں ہو گئی جسے وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اگر ان کو واپس کیا جائے تو یہ پھر وہی کچھ کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا ہے وہ جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ پس آج ہم تیرے جسم کو نجات دیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشانی بن جائے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ اور دیگر بہت سے اہل علم نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک وشبہ کیا حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ اسے موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے فرعون کی لاش ایک بلند جگہ پر پھینک دی بعض نے کہا کہ پانی کی اوپر کی سطح پر آ گئی بعض نے کہا کہ زمین کے ٹیلے پر پھینک دی۔ اور اس پر وہی قمیص تھی جس سے بنی اسرائیل اسے پہچانتے تھے۔ اللہ نے ایسا اس لئے کیا کہ تاکہ ان کو فرعون کی ہلاکت و بربادی کا یقین آ جائے اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کر لیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

آج ہم تیرے جسم کو نجات دیں گے جب کہ تیری مشہور قمیص تیرے جسم پر ہوگی تاکہ تو بعد والوں (یعنی) بنی اسرائیل کے لئے نشانی بن جائے اور اللہ کی قدرت کی دلیل ثابت ہو جس نے تجھے تباہ کیا ہے۔ اس لئے بعض قراء نے اس طرح پڑھا ہے ﴿لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلَقَكَ﴾ تاکہ تو اس (ذات) کے لئے نشانی بن جائے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اور ایک یہ احتمال بھی ہے کہ مقصود یہ ہو کہ ہم تیرے جسم کو تیری قمیص سمیت نجات دیں تاکہ تو باقی رہنے والے بنی اسرائیل کے لئے نشانی ہو۔ وہ تجھے پہچان لیں کہ تو ہلاک ہو گیا ہے۔

فرعونی کب غرق ہوئے:

فرعون اور اس کا لشکر عاشورہ (دس محرم) کے دن تباہ و برباد ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے وہاں یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے تو آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم ان (یہودیوں) کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہو لہٰذا تم بھی روزہ رکھا کرو۔

فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی حالت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ـــ عَظِيْمٌ﴾ (الاعراف۔ ۱۳۶/۱۴۱)

تو ہم نے ان سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ ان کو دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بے پروائی کرتے تھے۔ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے ان کو زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی وارث کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے تمہارے پروردگار کا وعدہ نیک پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو (محل) بناتے تھے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لئے بیٹھے رہتے تھے (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس (شغل) میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں (اور یہ بھی) کہا کہ بھلا میں خدا کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے اور (ہمارے ان احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں (کے ہاتھ) سے نجات بخشی وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ اس نے فرعون اور اس کے لشکریوں کو ڈبو دیا اور اس نے ان سے عزت، مال اور پرعیش زندگی کیسے چھین لی۔ اور ان کے مال، دولت اور جائیدادوں کا بنی اسرائیل کو وارث کر دیا جیسے کہ اللہ نے فرمایا کہ ﴿كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ اور ہم چاہتے تھے کہ زمین میں کمزور کئے گئے لوگوں پر احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کا وارث بنائیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا اور ان سے دنیا کی عزت چھین لی بادشاہ اور اس کے وزراء اور حاشیہ برداروں اور لشکریوں کو غرق کر دیا اور مصر میں صرف رعایا اور عوام ہی باقی بچے۔

ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے کہ اس وقت سے مصری عورتیں مردوں پر مسلط ہیں کیونکہ امراء اور بڑے لوگوں کی عورتوں نے اپنے سے کم حیثیت والے مردوں سے شادیاں کیں تو ان کو مردوں پر تسلط اور غلبہ حاصل ہو گیا اور یہ سلسلہ اب تک (یعنی مؤلف کے زمانہ تک) جاری ہے۔

اور اہل کتاب کے بقول جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو ان کے سال کا

آغاز قرار دیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ ہر گھر والے (اللہ کے لئے) ایک بچہ بکری کا ذبح کریں اگر ان کو اس کی ضرورت نہ ہو تو دو گھر اور اس کا جوڑی مل کر اسے ذبح کرلیں پھر اس کا خون اپنے گھروں کے دروازوں کی چوکھٹ پر لگائیں تاکہ یہ ان کے گھروں کی نشانی بن جائے اور اس کو پکا کر نہ کھائیں بلکہ آگ پر بھون کر کھائیں اس کا سر پائے اور اوجھڑی بھی کھائیں اس کا کوئی حصہ باقی نہ چھوڑیں اس کی ہڈی نہ توڑیں اور اس کو گھروں سے باہر نہ نکالیں۔ وہ سات دن تک ایسے آٹے کی روٹی کھائیں جو خمیر ملا ہوا نہ ہو۔ قربانی کی ابتداء سال کے پہلے مہینے کی چودہ تاریخ کو کی جائے یہ موسم ربیع کا تھا۔ اور جب وہ اس کا گوشت کھائیں تو ان کے کمر بند بندھے ہوئے ہوں ان کے موزے ان کے پاؤں اور ان کی لاٹھیاں ان کے ہاتھوں میں ہوں اور ٹکڑے ٹکڑے جلدی سے کھالیں اور جو شام کا کھانا بچ جائے اور اگلی صبح تک رہ جائے اسے آگ میں جلا دیں یہ ان کے لئے بعد میں عید کا دن شمار ہوتا رہے گا جب تک تورات پر عمل ہوتا رہے گا جب وہ منسوخ ہو جائے گی تو اس کی مشروعیت باطل ہو جائے گی۔ اور اب تورات منسوخ ہو چکی ہے۔

اہل کتاب نے یہ بھی کہا ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کی کنواری اولاد اور کنوارے جانوروں کو ہلاک کر دیا تاکہ بنی اسرائیل کی ان کی طرف توجہ نہ ہو۔

بنی اسرائیل دوپہر کے وقت نکلے جب کہ مصر والے اپنی کنواری اولاد اور کنوارے جانوروں کی تباہی پر آہ وزاری کر رہے تھے اور ہر گھر سے چیخ و پکار کی آواز آ رہی تھی جب موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی تو بنی اسرائیل جلدی جلدی نکلے اور گندھا ہوا آٹا خمیر ہونے سے پہلے ہی ساتھ لے لیا اور کھانے کی چیزیں چادروں میں لپیٹ کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ انہوں نے اہل مصر سے بہت سے زیورات عاریۃً لئے ہوئے تھے اور ان (بنی اسرائیل) کی تعداد بچوں کے علاوہ چھ لاکھ تھی۔ اور ان کے ساتھ ان کے مویشی بھی تھے۔

مصر میں بنی اسرائیل کتنا عرصہ مقیم رہے

بنی اسرائیل مصر میں ۴۳۰ سال رہائش پذیر رہے یہ باتیں ان کی کتابوں میں صریح طور پر موجود ہیں۔

اہل کتاب کے ہاں اس سال کو فسح اور اس عید کو عید الفسح کہا جاتا ہے اور ان کے ہاں ایک عید الفطر بھی اور ایک عید الحمل ہوتی تھی اور یہ شروع سال میں ہوتی تھی ان کی اہم ترین عیدیں یہی تین تھیں یہ بھی ان کی کتابوں میں صراحۃً موجود ہے۔

جب وہ مصر سے چلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ان کے ساتھ تھا اور انہوں نے "بحر سوف" کا راستہ اختیار کیا جب ان کو چلتے تو ان کے آگے آگے بادل چلتے جس میں روشنی کا ستون ہوتا اور رات کو چلتے تو ان کے آگے آگ کے ستون والا بادل ہوتا۔ جب ساحل سمندر پر پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے فرعون اور مصریوں نے ان کو ساحل سمندر پر آلیا تو بنی اسرائیل کے اکثر لوگ پریشان ہونے یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ اس ویران جنگل میں مرنے کی بجائے مصر میں غلامی کی زندگی بسر کرنا اچھا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ڈرو نہیں کیونکہ فرعون اور اس کا لشکر آج کے بعد مصر واپس نہیں جائیں گے۔ اہل کتاب نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو اور اسے تقسیم کر دو تاکہ بنی اسرائیل سمندر میں خشک جگہ سے گذر سکیں پانی دونوں طرفوں میں دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان سے راستہ خشک

ہو گیا کیونکہ اللہ نے ان پر ختو ہی ہو اور وہ سموم مسلط کر دی۔ بنی اسرائیل سمندر پار کر گئے اور فرعون اور اس کے لشکر ان کے پیچھے چل دیئے جب فرعون اور اس کے لشکر سمندر کے درمیان پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ سمندر میں لاٹھی مارو آپ نے لاٹھی ماری تو پانی اپنی اصلی حالت میں چل پڑا۔ لیکن اہل کتاب کے ہاں یوں ہے کہ یہ رات کے وقت ہوا اور سمندر دان صبح کو موجیں مارنے لگا۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

اہل کتاب نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں ڈبو دیا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے ان الفاظ میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی۔

”ہم حسن و جمال والے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس نے لشکروں کو تباہ و برباد کیا اور اس کے شاہسواروں کو سمندر کی موجوں کے سپرد کر دیا اور یہ تسبیح بہت طویل ہے۔

اہل کتاب نے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون کی بہن مریم نبیہ نے اپنی ہاتھ میں دف پکڑا اور بنی اسرائیل کی تمام عورتیں اپنے ہاتھوں میں دف اور سب سے کہ اس کے پیچھے نکلیں مریم ان کے لئے درج ذیل نغمہ گا رہی تھیں۔

سبحان الرب القهار الذي قهر الخيول وركبانها اغراقاً في البحر

وہ اللہ پاک ہے جو پروردگار ہے اور سزا دینے والا ہے جس نے گھوڑوں کو برباد کیا اور ان کے سواروں کو سمندر میں غرق کر دیا۔

ہم نے ان کی کتاب میں ایسے ہی دیکھا ہے۔ اور محمد بن کعب قرظی شاید اسی بناء پر اس کے قائل ہیں کہ قرآن مجید کی اس آیت یااخت هارون میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بنت عمران وہی مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھیں جب کہ ہم نے مذکورہ آیت کے تحت ان کی غلطی کو بیان کیا ہے کہ مریم بنت عمران کو موسیٰ اور ہارون کی بہن کہنا ممکن نہیں ہے اور اس ضمن میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی بلکہ سب نے اس کی مخالفت کی ہے اور اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی کہا جائے گا کہ موسیٰ اور ہارون کی بہن مریم بنت عمران عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی ہم نام ہیں اور باپ اور بھائی کے نام میں بھی شریک ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی مریم بنت عمران ہیں اور ان کے بھائی کا نام بھی موسیٰ اور ہارون ہے۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اہل نجران نے یا اخت هرون کے متعلق پوچھا تو ان کو کوئی جواب نہ آیا تو آپ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام اپنے انبیاء کے ناموں پر رکھ لیتے تھے۔ باقی رہا ان کا مریم علیہا السلام کو ”نبیہ“ کہنا تو وہ ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ خاندان کی گھر والی کو ملکہ اور امیر کی گھر والی کو امیر زادی جاتا ہے وہ کسی طور پر اور حقیقت کے لحاظ سے امارت یا بادشاہت کے عہدے پر فائز نہ ہو مریم علیہا السلام کو نبیہ کہنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں نبیہ تھیں اور ان کی طرف وحی نازل ہوتی تھی۔

مریم علیہا السلام کا اس خوشی اور عید کے دن میں دف بجانا اس بات کی دلیل ہے کہ پچھلی شریعتوں میں بھی عید کے دن دف بجانا جائز و مشروع تھا اور عورتوں کے لئے ہماری شریعت میں بھی جائز و مباح ہے اس کی دلیل دو لڑکیوں والا واقعہ ہے جو حضرت عائشہؓ کے پاس بمقام منیٰ عید الاضحیٰ کے دنوں میں دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف پیٹھ کر کے لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک دیوار کی طرف کیا ہوا تھا جب حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ:

”کیا شیطان کا ساز اللہ کے رسول کے گھر میں (یہ بات سن کر) آپ نے فرمایا اے ابوبکر ان کو چھوڑ دو کیونکہ ہر قوم کے لئے عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

اسی طرح شادی بیاہ اور کسی جھگڑے ہونے کی آمد پر دف بجانا ہماری شریعت میں جائز ہے جیسے کہ اس کی وضاحت اپنی جگہ پر کی گئی ہے۔ (واللہ اعلم)

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ سمندر عبور کر کے ملک شام کی طرف چلے تو تین دن تک ان کو پانی میسر نہ آیا بعض لوگوں نے شکوہ شکایت شروع کر دی پھر ان کو نہایت کڑوا نمکین پانی ملا جس کو پینا ان کے بس میں نہ تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک لکڑی پکڑ کر اس پانی میں رکھ دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے پانی میں لکڑی رکھ دی تو وہ میٹھا اور خوشگوار ہو گیا۔ وہاں اللہ نے ان کو فرائض و سنن کی تعلیم دی اور ان کو بہت سی وصیتیں فرمائیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے جو کہ تمام کتب سماویہ کی نگران ہے۔

﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ ـــ يَعْمَلُونَ﴾ (الاعراف ۱۳۸، ۱۳۹)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا تو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جھکی تھی انہوں نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی کوئی معبود مقرر فرما دیں جیسے ان کے لئے معبود ہے فرمایا تم جاہل قوم ہو جس میں یہ لوگ ہیں وہ تباہ ہو کر رہے گا اور ان کے اعمال ضائع ہونے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے انعامات یاد دلائے ہیں کہ میں نے اس وقت کے لوگوں پر علم و شریعت دے کر اور اپنا رسول ان میں بھیج کر ان کو فضیلت دی اور ان کو ظالم و جابر فرعون کے چنگل سے نجات دی اور ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون کو تباہ کیا اور فرعون اور اس کی قوم کے مال و دولت اور زمین و باغات کا ان لوگوں کو وارث بنایا اور ان کے لئے واضح کیا کہ عبادت صرف ایک اللہ کا حق ہے جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہی خالق و رازق و قہار ہے۔

بت بنا دینے کا سوال بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں نے کیا تھا لیکن ان کے متعلق اللہ نے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے فرمایا:

﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾

تو یہ جنس کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ـــ مَوْعِدًا﴾ (الکہف ۴۷ تا ۴۸)

اور ان لوگوں کو ہم جمع کریں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور سب تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کر لائے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت ہی مقرر نہیں کیا۔ تو اس میں بھی بات ہے کہ جنس کے اعتبار سے کی گئی ہے کیونکہ قیامت کا انکار کرنے والے کچھ لوگ تھے سب لوگ انکار کرنے والے نہیں تھے۔

حضرت ابو واقد اللیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین کی طرف نکلے تو ہم ایک بیری کے درخت کے پاس سے گذرے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لئے اس درخت کو (برائے حصول برکت) لٹکانے کی جگہ بنا دیجئے جیسے کہ کافروں کے لئے ہتھیار لٹکانے کی جگہ ہے۔ (کافروں کے لئے ایک بیری کا درخت تھا جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اور اس کے پاس ٹھہرتے تھے) آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر یہ تو ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا ہمارے لئے معبود بنا دے جیسے ان کے لئے معبود ہے تم لوگ یقیناً پچھلے لوگوں کے طریقہ کے مطابق چلو گے۔ روہ

شخصوں کے ساتھ فرعون کی ہلاکت کا مشاہدہ کر چکے تھے وہ ان سے زیادہ سرکش طاقتور اور لشکروں کے لحاظ سے بھی سب سے زیادہ تھا۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ اس بات میں ملامت زدہ تھے اور دشمنوں کے مقابلہ میں سستی دکھائی اور بدبختی اور سرکشوں کے لئے میدان قتال میں نہ آنے کی وجہ سے ان کی مذمت کی گئی ہے۔

اس مقام پر بہت سے مفسرین نے بہت سی خرافات اور باطل چیزیں ذکر کی ہیں جن کا حقیقت اور واقعیت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے عقل و نقل ان کی تردید کرتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ لوگ بڑے دہشت ناک اور بڑے بڑے جسموں والے تھے حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب بنی اسرائیل کا وفد ان کے پاس آیا تو اس جبار قوم کا ایک شخص ان کو ملا اس نے ان کو ایک ایک کر کے پکڑنا شروع کیا اور اپنی آستینوں اور شلوار کے پائنچے میں ڈالا وہ بارہ افراد تھے اس نے ان کو جبار قوم کے بادشاہوں کے پاس لا ڈالا تو اس نے پوچھا یہ کون ہیں وہ ان کے بتائے بغیر پہچان بھی نہ سکا کہ یہ آدم کی اولاد میں سے ہیں یہ سب گھڑے ہوئے قصے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے انہیں سب باطل باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بادشاہ نے ان کو انگور دیے ان میں سے ایک ایک انگور اتنا بڑا تھا کہ ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا تو اس طرح اس نے کچھ اور پھل بھی دیئے جس کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو ان کی جسامت اور قوت کا اندازہ ہو جائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس جبار قوم کا ایک عوج بن عنق نامی شخص تھا جو بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کے لئے نکلا جس کا قد ۳۳۳۳ ہاتھ اور ایک تہائی ہاتھ تھا۔

علامہ بغوی اور بعض دیگر مفسرین نے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے جس کی وضاحت ہم آدم علیہ السلام کے قد کے متعلق حدیث (إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا ثُمَّ لَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا پھر اس کے بعد مخلوق کے قد میں مسلسل کمی اور نقص آتا رہا اور وہ اب تک جاری ہے کے ضمن میں کر چکے ہیں۔

اور اس مذکورہ واقعہ میں بیان ہوا ہے کہ عوج ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا اور اس کو اکھیڑ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا تا کہ اسے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پھینکے پھر ایک پرندہ آیا اس نے اس چٹان کو اپنی چونچ کے ساتھ کریدا اور اسے پھاڑ دیا تو وہ عوج بن عنق کے گلے کا طوق بن گئی موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف گئے اور ہوا میں دس ہاتھ اونچی چھلانگ لگائی موسیٰ علیہ السلام کا قد دس ہاتھ تھا اور آپ کے ہاتھ میں دس ہاتھ لمبی لاٹھی تھی وہ لاٹھی اس آدمی کے ٹخنے پر لگی جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ بات نوف بکالی سے مروی ہے۔ اور ابن جریر نے اسے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے مگر اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ اسرائیلی واقعات میں سے ہے اور بنی اسرائیل کے جاہل قسم کے لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں میں سے ہے کیونکہ جھوٹی باتیں ان میں عام پائی جاتی ہیں اور ان کے ہاں صحیح کو غلط سے الگ کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر یہ باتیں صحیح ہوں تو بنی اسرائیل ان کے ساتھ لڑائی کرنے میں معذور سمجھے جاتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جہاد و قتال سے اعراض پر بنی اسرائیل کی مذمت فرمائی ہے اور رسول کی مخالفت کرنے پر ان کو میدان ”تیہ“ میں سزا دی ہے۔

ان میں سے دو نیک آدمیوں نے انہیں لڑائی کا اشارہ کیا تھا اور بزدلی دکھانے سے روکا تھا ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ دو شخص یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا تھے یہ بات حضرت ابن عباس مجاہد عکرمہ عطیہ السدی، الربیع بن انس و دیگر اہل علم رحمہم اللہ نے کہی ہے۔

(قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ) بعض قراء نے اس جگہ یخافون۔ یا پر پیش پڑھا ہے (یُخَافُونَ) (فعل مجہول پڑھا ہے جس

کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان میں سے تھے جن کو نبیت زدہ کیا گیا تھا اور اللہ نے ان پر انعام کیا تھا یعنی اسلام ایمان فرمانبرداری اور بہادری جیسے انعامات سے نوازا تھا۔ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا کہ ان پر دروازے میں داخل ہو جاؤ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم یقیناً غالب آ جاؤ گے اور اللہ پر ہی توکل کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

یعنی جب تم اللہ پر توکل کرو گے اور اسی سے امداد طلب کرو گے اور پناہ لینے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرو گے تو وہ تمہارے دشمن کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور تمہاری تائید کرے گا اور تمہیں ان پر فتح یاب کرے گا۔

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ لوگ اس میں موجود ہیں پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور دونوں لڑائی کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

بنی اسرائیل کے افراد اور سرداروں نے جہاد سے روگردانی کا پختہ ارادہ کر لیا جس کی وجہ سے ہولناک معاملہ پیش آیا اور بزدلی کا ماحول پیدا ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ ان کی یہ بات جب یوشع بن نون اور کالب رحمہ اللہ نے سنی تو انہوں نے اپنے کپڑے چاک کر لئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اس جواب کو بہت برا سمجھتے ہوئے اور اللہ کے لئے غضب ناک ہوتے ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اس بات کے برے انجام سے انہوں نے ڈر محسوس کیا کہ کہیں وہ اللہ کی پکڑ میں نہ آ جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میں صرف اپنی ذات اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں پس ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی کہ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے وہ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے پس آپ فاسق قوم پر افسوس نہ کریں۔

ان کو جہاد سے روگردانی کی سزا دی گئی کہ وہ زمین میں بغیر مقصد کے دن رات اور صبح و شام پھرتے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میدان تیہ میں جو لوگ بھی داخل ہوئے ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچ سکے سب ہلاک ہو گئے بلکہ چالیس سال میں ان کی اولاد بھی یوشع اور کالب کے سوا سب کے سب مر گئے۔

یہ تو بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طرز عمل تھا جب کہ ہمارے نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اصحاب کرامؓ نے بدر کے دن آپ سے اس طرح نہیں کہا بلکہ جب ہمارے نبی کریم ﷺ نے لڑائی کے لئے نکلنے کے متعلق ان سے مشورہ کیا تو جناب ابوبکر صدیقؓ نے بہت اچھا جواب دیا تھا اور دوسرے مہاجرین نے بھی اچھی بات کی۔ آپ فرما رہے تھے مجھے مشورہ دو (مجھ سے بات کرو) حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ شاید ہماری طرف اشارہ فرما رہے ہیں تو ہماری بھی سنیے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمن سے ملاقات کو ناپسند نہیں کریں گے ہم لڑائی میں صبر کرنے والے دشمن سے ملاقات کے وقت اپنی بات کو سچ کر دکھانے والے ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے ایسی صورت حال دکھائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں لہٰذا آپ اللہ کے نام کی برکت سے ہمیں ساتھ لے کر چلیں۔ آپ ﷺ حضرت سعدؓ کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اس بات نے آپ کا حوصلہ بڑھایا۔

اسی طرح ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ روایت لائے ہیں کہ حضرت مقدادؓ نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ سے عرض

کیا کہ: اے اللہ کے رسول ہم آپ سے ایسے نہیں کہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑائی کرو ہم تو یہاں بیٹھیں گے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جائیں لڑائی کریں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑائی کریں گے۔

اس طریق سے یہ سند جید ہے اور اس کی اور بھی کئی اسناد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت مقداد کے ایک کارنامے کو جانتا ہوں اور وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ یہ کہ آپ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ مشرکین کے لئے بددعا کر رہے تھے کہنے لگے ہم آپ کو ایسے نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑائی کرو ہم تو یہاں بیٹھیں گے۔ بلکہ ہم تو آپ کے آگے پیچھے دائیں بائیں لڑیں گے تو اس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا وہ چمک رہا تھا اور آپ اس کی بات سے خوش ہو گئے۔

اسی طرح کی ایک روایت حافظ ابوبکر بن مردویہ اپنی سند کے ساتھ لائے ہیں کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف چلے تو آپ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے جہاد کا مشورہ دیا آپ نے پھر مشورہ طلب کیا تو ایک انصاری صحابیؓ نے کہا کہ اے انصار کی جماعت اللہ کے رسول (ﷺ) آپ کی رائے لینا چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو اور تیرا رب جاؤ لڑائی کرو ہم تو یہاں بیٹھیں گے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ اپنی سواری کو برک الغماد (یمن میں ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف دوڑائیں گے تو ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے۔

(رواہ امام احمد والنسائی وابن حبان عن انس)

بنی اسرائیل میدان تیہ میں

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل نے جبار قوم سے جہاد کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ یہ لوگ وادی تیہ میں چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہیں گے وہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔ اہل کتاب کی کسی کتاب میں ہم نے بنی اسرائیل کے جہاد سے اعراض کا قصہ نہیں دیکھا البتہ یہ بات موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو کافروں کے ایک لشکر کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے تیار کیا اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور خود ایک شخص ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لاٹھی تھی تو موسیٰ علیہ السلام جب اس لاٹھی کو بلند کرتے تو یوشع علیہ السلام کو کافروں پر غلبہ ہو جاتا لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کسی وجہ سے نیچے ہوتی تو کافروں کو یوشع علیہ السلام پر غلبہ ہوتا۔ ہارون اور خود شام تک موسیٰ علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کو دائیں اور بائیں جانب سے سہارا دیتے رہے اس طرح یوشع کا لشکر غالب آ گیا۔

اہل کتاب کے ہاں یہ بھی ہے کہ مدین کے کاہن اور موسیٰ کے سسر یثرون کو موسیٰ علیہ السلام کے حالات کا علم ہوا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن فرعون پر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا اور آپ کے اس سے دونوں بیٹے "جرشون" اور "عازر" بھی تھے موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بہت عزت و تکریم کی اور بنی اسرائیل کی قوم کے سردار بھی ان کو ملنے آئے اور بڑے ادب و احترام سے

پیش آئے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یثرون نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بنی اسرائیل کے درمیان ہونے والے معاملات اور جھگڑوں کے فیصلہ بہت زیادہ آنے لگے ہیں تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ لوگوں پر امانت دار پرہیزگار پاکدامن قاضی مقرر کرے جو رشوت وخیانت کو ناپسند کریں۔ ہزار ہزار، سو سو، پچاس پچاس پر اور دس دس پر قاضی مقرر کر دیں اور وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اگر اس کے بعد بھی کوئی ان کو مشکل پیش آئے تو پھر وہ فیصلہ تیرے پاس لے آئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح ہی کیا۔

اسی طرح اہل کتاب نے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے تیسرے مہینے میں سیناء کے قریب ایک میدان میں داخل ہوئے وہ سال کی ابتداء میں نکلے تھے اس وقت موسم بہار کی آمد آمد تھی اور جب وہ میدان تیہ میں داخل ہوئے تو موسم گرما شروع ہو چکا تھا۔ واللہ اعلم۔

اور اہل کتاب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل طور سیناء کے ارد گرد رہائش پذیر ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھ گئے ان کے رب نے ان سے بات چیت کی اور ان کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو میری نعمتیں یاد دلاؤ کہ میں نے ان کو فرعون جیسے ظالم بادشاہ اور اس کی قوم سے نجات دی۔ اور ظالم کے پنجے سے محفوظ چھڑا لیا اور حکم دو کہ بنی اسرائیل کو طہارت اختیار کرنے، غسل کرنے اور اپنے کپڑے دھونے کا حکم دیں اور تیسرے دن کے لئے تیار ہو جائیں جب تیسرا دن ہو تو پہاڑ کے ارد گرد جمع ہو جائیں اور پہاڑ سے فاصلہ پر رہیں دور رہیں اگر کوئی قریب آیا تو ہلاک ہو جائے گا اسی طرح جانوروں میں سے بھی کوئی جانور پہاڑ کے قریب نہ آئے اور یہ سلسلہ اس وقت جاری رہے جب تک کہ وہ بگل سے آواز سنتے رہیں جب بگل کی آواز رک جائے تو پھر تمہیں پہاڑ پر چڑھنے کی اجازت ہوگی بنی اسرائیل نے یہ حکم سن کر تعمیل کی اور غسل کر کے پاک صاف ہو گئے۔

جب تیسرا دن ہوا تو ایک بڑے بادل نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا اس میں آوازیں اور بجلیاں تھیں۔ اور بگل کی آواز شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ بنی اسرائیل اس سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہوئے اور پہاڑ کے دامن میں آکر ٹھہر گئے۔ پہاڑ پر بہت زیادہ دھواں چھا گیا اس کے درمیان روشنی کا ایک ستون تھا پہاڑ پر سخت زلزلہ آیا۔ بگل کی آواز بھی سخت ہو گئی اور مسلسل آنے لگی موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے اوپر اپنے رب سے ہم کلام تھے اور سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہاڑ سے نیچے اتر کر بنی اسرائیل کو پہاڑ کے قریب آنے کا حکم دیں تاکہ وہ اللہ کی وصیت کو سن سکیں پھر بنی اسرائیل کے علماء کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو کر پہاڑ پر چڑھیں تاکہ وہ اللہ کے مزید قریب ہو جائیں۔

''ختم کے واقع ہونے پر ان کی کتاب کی یہ صریح اور حتمی نص ہے''

موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بھلا وہ تو پہاڑ پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے آپ نے ان کو اس سے روکا ہوا ہے۔ اللہ نے حکم دیا کہ جاؤ اور اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر آؤ اور کاہن علماء اور بزرگ بنی اسرائیل کے دور رہیں بلکہ پہاڑ کے قریب رہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور آپ کو دس باتوں کا حکم دیا۔

اہل کتاب کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ کا کلام سنا ہے لیکن وہ سمجھ نہ سکے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہ کلام سمجھایا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے آپ ہمیں اپنے رب کی طرف سے پیغام پہنچا دیں (ہمیں) آپ کے رسول ہونے

پریقین ہو گیا ہے) اگر ہم نے اللہ سے براہ راست کوئی بات سنی تو ہمیں موت کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف ان کو دس باتیں بتائیں۔

(۱) ایک اللہ کی عبادت کر، جس کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا منع ہے۔

(۳) ہفتے کے دن کی حفاظت (یعنی اس دن اللہ کی عبادت کے لئے فارغ ہونا) (امت محمدیہ میں یہ مقصد جمعہ کے دن سے حاصل ہو رہا ہے جس کے ساتھ اللہ نے ہفتہ دن کی عبادت منسوخ کر دی ہے۔

(۴) اپنے والدین کی عزت کرنا تا کہ دنیا میں تیری عمر لمبی ہو۔

(۵) جو اولاد اللہ تجھے دے اسے قتل نہ کر۔

(۶) زنا نہ کر۔

(۷) چوری نہ کر۔

(۸) اپنے ساتھی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دو۔

(۹) اپنے ساتھی کے گھر میں نظر نہ ڈال۔

(۱۰) اپنے ساتھی کی بیوی کی چاہت نہ کر اور نہ ہی اس کے غلام لونڈی، بیل، گدھے اور دیگر کسی ایسی چیز کی جو تیرے ساتھی کی ہے۔ اس سے مقصود حسد سے روکنا ہے۔

بہت سے علمائے تفاسیر نے کہا ہے کہ ان دس باتوں کا مضمون قرآن مجید کی دو آیت میں موجود ہے اور وہ دو آیات درج ذیل ہیں۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ ــــــ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام ۱۵۱ تا ۱۵۳)

کہہ دو کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے بدسلوکی نہ کرنا) بلکہ نیک سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی شریعت جس کا حکم دے) ان باتوں کا تمہیں ارشاد فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو اور خدا کے عہد کو پورا کرو ان باتوں کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) خدا کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیزگار بنو۔

اہل کتاب نے ان مذکورہ دس باتوں کے بعد بہت سی وصیتیں اور بہت سے احکام ذکر کئے ہیں کہ کافی مدت ان پر عمل کیا جاتا رہا پھر لوگوں کی نافرمانی ان پر غالب آ گئی پھر انہوں نے ان کو تبدیل کر دیا اور ان میں تحریف کر دی پھر اللہ

تعالیٰ کی طرف سے کافی عرصہ اس کی شریعت کے بعد وہ منسوخ اور تبدیل کردی گئی پہلے بھی اور بعد میں بھی حکم تو اللہ کا ہے وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے مخلوق اسی کی ہے حکم بھی اسی کا چلتا ہے اللہ رب العالمین برکت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ ــــــ اهْتَدٰى﴾ (طٰہٰ: ۸۰ تا ۸۲)

اے آل یعقوب ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تورات دینے کے لئے تم سے کوہ طور کی داہنی طرف مقرر کی اور تم پر من اور سلویٰ نازل کیا (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس میں حد سے نہ نکلنا ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے رستے پر چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا ہے کہ میں نے ان کو ان کے دشمن سے نجات دی ان کو تنگی سے بچایا اور کوہ طور پر دائیں جانب اپنے نبی کے ساتھ ان سے وعدہ لیا تا کہ دنیا اور آخرت کے فوائد کی خاطر ان پر اپنے عظیم احکام نازل کرے اور ان کی تنگی اور ضرورت کے وقت جبکہ وہ بے آب و گیاہ زمین میں تھے ان پر آسمان سے من نازل کیا جس میں کھیتی اور جانوروں کے دودھ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یہ من صبح صبح ان کے گھروں میں ان کو حاصل ہو جاتا تھا جس سے وہ ضرورت کے مطابق پکڑ لیتے اور کل تک کے لئے بھی ذخیرہ کر لیتے اگر وہ اس سے زیادہ لیتے تو خراب ہو جاتا تھا اور جو تھوڑا لیتا اسے وہی کافی ہو جاتا اگر زیادہ لیتا تو باقی نہ بچتا وہ اسے روٹیوں کی طرح بنا لیتے وہ انتہائی سفید اور میٹھا تھا اور جب دن کا آخری حصہ ہوتا تو سلویٰ پرندے ان کو ڈھانپ لیتے وہ شام کی ضرورت کے مطابق ان کو کسی مشقت کے بغیر شکار کر لیتے اور جب گرمی کا موسم آتا تو اللہ تعالیٰ ان پر بادل سے سایہ کر دیتا جو ان کو سورج کی گرمی اور تیز روشنی سے بچاتا۔

اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ــــــ یَظْلِمُوْنَ﴾ (البقرہ: ۴۹ تا ۵۷)

(اور ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے مخلصی بخشی وہ لوگ تم کو بڑا عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو تم کو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔

اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا اور تم اپنے پر ظلم کر رہے تھے پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے عنایت کئے تا کہ تم ہدایت حاصل کرو اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا بیشک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحب رحم ہے اور جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تا کہ تم احسان مانو اور تم پر بادل کا سایہ کئے رکھا اور تمہارے لئے من و سلویٰ اتارتے

رؤیت باری تعالیٰ کا سوال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ ــــ يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۴۲/۱۴۷)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس (راتیں) اور ملا کر اسے پورا چلہ کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہ طور پر جانے کے بعد) تم میری قوم میں میرے جانشین ہو (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے پر نہ چلنا۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے اے پروردگار مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں پروردگار نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھ کو دیکھ سکو گے جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو تجلی (انوار ربانی) نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان والے ہیں ان میں سب سے اول ہوں۔ (خدا نے) فرمایا موسیٰ میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اس کو پکڑ رکھو اور میرا شکر بجا لاؤ اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔ پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (مندرج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں ان کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا رستہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے رستہ بنا لیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلہ ملے گا۔

چالیس راتیں کس ماہ میں تھیں

حضرت ابن عباسؓ اور مسروق و مجاہد اور دیگر اہل علم رحمہم اللہ نے چالیس راتوں کے متعلق کہا ہے کہ ماہ ذوالقعدہ کی تیس راتیں مکمل اور بعد میں ذوالحجہ کی دس راتوں کے ساتھ چالیس راتیں مکمل ہو گئیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عیدالاضحیٰ کے دن مذکورہ کلام فرمایا اور اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو مکمل کیا اور دنیا والوں کے لئے اپنی دلیل و حجت قائم کر دی۔

مقصد یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ وقت پورا کیا تو آپ روزہ دار تھے اور اس پوری مدت میں آپ نے کھانا بالکل نہ کھایا۔ جب ایک ماہ مکمل ہوا تو انہوں نے درخت کا ایک چھلکا پکڑ کر چبایا تاکہ منہ سے بدبو آئے تو اللہ تعالیٰ نے دس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا تو اس طرح چالیس راتیں مکمل ہو گئیں۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ:

(ان خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک)

روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

کیونکہ جب یہودی نے کہا نہیں اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو انسانوں پر فضیلت دی تو ایک انصاری صحابی نے اس یہودی کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا تو دیکھنے والوں کے ذہنوں میں موسیٰ علیہ السلام کی حقارت کا پہلو آ سکتا تھا لہذا آپ نے ان کی فضیلت و شرف کو بیان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے اپنے پیغام اور ہمکلامی کے لئے چن لیا ہے۔ اس سے مراد ان کا وقت اور زمانہ ہے نہ کہ ان سے پہلا زمانہ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے افضل تھے اور ان کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کے تحت آ چکا ہے اور ان کے بعد والا زمانہ بھی مراد نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ ان دونوں سے افضل ہیں جیسا کہ آپ کا شرف اور مرتبہ اسراء کی رات تمام انبیاء علیہم السلام پر ظاہر ہوا اور جیسا کہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جس کی ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام مخلوق تمنا کرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس وہ چیزیں پکڑ جو میں نے تجھے دی ہیں اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا اور اس سے زائد کا سوال نہ کر۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے اس کے لئے تختیوں میں وعظ و نصیحت کی باتیں اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی یہ تختیاں قیمتی جواہر سے بنائی گئی تھیں اور صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اس میں گناہوں سے بچنے کے لئے وعظ و نصیحت ہے اور اس میں ہر حلال و حرام کی تفصیل موجود ہے۔

فرمایا: پس قوت کے ساتھ پکڑ یعنی پختہ عزم اور سچی اور قوی نیت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ ان اچھے اچھے احکام پر عمل کرے ان کی باتوں کو اچھے معانی اور مفہوم پر محمول کریں۔ میں عنقریب تمہیں فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا۔ یعنی تمہیں عنقریب ان لوگوں کے انجام کا پتہ چل جائے گا جو میری اطاعت سے نکلنے والے میرے حکم کی مخالفت اور میرے رسولوں کو جھٹلانے والے ہیں۔

فرمایا: میں اپنی آیت سے پھیر دوں گا یعنی اپنی آیات کے فہم و تدبر اور اس کے صحیح معانی سمجھنے سے روک دوں گا یعنی وہ ان کا اصل تقاضا اور مدعا نہیں سمجھ سکیں گے۔

فرمایا: جو بغیر حق کے زمین میں تکبر کرتے ہیں اگر وہ ہر نشانی بھی دیکھ لیں تو اس کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے یعنی اگر وہ خرق عادت چیزیں اور معجزات بھی دیکھ لیں تو بھی وہ فرمانبرداری نہیں کریں گے۔

فرمایا: وان یروا سبیل الرشد: اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر گمراہی کا راستہ نظر آ جائے تو اسے اختیار کر لیتے ہیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا یعنی ہم نے حق سے ان کو اس لئے دور کیا کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے غفلت اختیار کی اور ان کی تصدیق اور ان میں غور و فکر سے منہ موڑا اور ان کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا۔

فرمایا: اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ان کو ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کی گاؤ پرستی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی ــــ یَرْهَبُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۴۸ تا ۱۵۴)

اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنا لیا (وہ) ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ تو ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے۔ اس کو انہوں نے (معبود) بنا لیا اور (اپنے حق میں) ظلم کیا اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت ہی بداطواری کی کیا تم نے اپنے پروردگار کا حکم جلد چاہا۔ اور (شدت غضب سے تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے انہوں نے کہا کہ بھائی جان تو لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کیجئے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔ تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (خدا نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا تھا ان پر پروردگار کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے بعد (بخش دے گا وہ) بخشنے والا مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں اٹھا لیں اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ ــــ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ۸۳/۹۸)

اور اے موسیٰ تم نے اپنی قوم سے (آگے چلے آنے میں) کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں اور اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو۔ (اللہ نے) فرمایا کہ ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام غصے اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس واپس آئے (اور) کہنے لگے کہ اے قوم کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا (میری جدائی کی) مدت تمہیں دراز (معلوم) ہوئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو اور (اس لئے) تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا (اس کے) خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلاف نہیں کیا بلکہ ہم لوگوں کے زیوروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے پھر ہم نے اس کو (آگ میں) ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا تو اس نے ان کے لئے ایک بچھڑا بنا دیا (یعنی اس کا) قالب جس کی آواز گائے کی سی تھی تو لوگ کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰ کا بھی معبود ہے مگر وہ بھول گئے ہیں کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان و نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو اس سے تمہاری صرف آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو خدا ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔ وہ

کہنے لگے جب تک موسیٰ واپس ہمارے پاس نہ آئیں ہم تو اسی (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔ (پھر موسیٰ نے ہارون سے) کہا کہ اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا (یعنی) اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف کیوں کیا۔ کہنے لگے کہ بھائی میری ڈاڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیئے۔ میں تو اس بات سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

پھر سامری سے کہنے لگے کہ سامری تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی پھر اس کو (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دیا اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بتایا (موسیٰ نے) کہا جا تجھ کو دنیا کی زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا رہے کہ مجھ کو ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے (یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا اور جس معبود کی (پوجا) پر تو (قائم و) معتکف تھا اس کو دیکھ۔ ہم اسے جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں پھیلا دیں گے۔ تمہارا معبود خدا ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس وعدہ کے مطابق گئے تو بنی اسرائیل کے حالات کیسے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے مناجات کرتے رہے اور اپنے رب کریم سے بہت سے سوالات کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے جوابات دیئے۔

اسی دوران بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی ہارون سامری نامی نے وہ زیورات پکڑ لئے جو انہوں نے فرعونیوں سے عاریۃً لئے تھے اور ان کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنا لیا اور اس میں مٹی کی ایک مٹھی ڈالی جو اس نے جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات سے پکڑی تھی سامری نے جبرائیل علیہ السلام کو اس وقت دیکھا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فرعون کو پانی میں غرق کیا۔ جب اس نے وہ مٹی بچھڑے کے قالب میں ڈالی تو اس سے ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے حقیقی بچھڑے سے آتی ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ وہ گوشت خون اور جان والا بچھڑا بن گیا تھا اور وہ اسی طرح ڈکارتا تھا یہ رائے حضرت قتادہ اور دیگر علماء کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہوا اس کے پچھلے مقام سے داخل ہوتی تھی اور جب وہ منہ کے راستے سے نکلتی تو اس سے حقیقی بچھڑے کی طرح آواز پیدا ہوتی اور وہ لوگ اس کے گرد خوشی سے رقص کرتے اور ناچتے۔ انہوں نے کہا یہ تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰ علیہ السلام کا بھی معبود ہے لیکن وہ بھول گئے ہیں (یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنا معبود (بھول کر) ہمارے پاس رکھ کر وہاں جا کر اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت برتر، بلند و بالا ہے اس کے اسماء و صفات پاک ہیں اور اس کی نعمتیں بہت زیادہ بے حساب و بے شمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس نظریئے کی تردید کی ہے اور اس بچھڑے کے معبود ہونے کی نفی کی ہے کہ وہ تو زیادہ سے زیادہ حیوان ہے یا شیطان مردود ہے کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا وہ ان کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور انہیں راستے کی رہنمائی نہیں کرتا انہوں نے اسے معبود بنا لیا اور وہ (یہ کام کر کے) بے انصافی کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا ان کی بات

کا جواب نہیں دیتا۔ ان کے نقصان اور فائدہ کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور ان کو سیدھے رستے کی رہنمائی نہیں کرتا۔ انہوں نے اسے معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور ان کو علم ہے کہ انہوں نے یہ کام کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے اور جب وہ نادم ہوئے اور ان کو احساس ہوا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمارے گناہ معاف نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور انہوں نے دیکھا کہ قوم گاؤ پرستی میں ملوث ہو چکی ہے تو انہوں نے وہ تختیاں جن میں تورات لکھی ہوئی تھی پھینک دیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ توڑ دیں اہل کتاب کے ہاں بھی یہ بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو دوسری تختیاں دیں لیکن قرآن کے الفاظ اس بات کے انکاری ہیں بلکہ وہ تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے حالات دیکھ کر تختیاں پھینک دیں۔

اور اہل کتاب کے ہاں یہ بھی ہے کہ وہ دو تختیاں تھیں مگر قرآن کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متعدد تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا کہ قوم گاؤ پرستی میں مبتلا ہو چکی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کو اتنا غصہ نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ اور جا کر مشاہدہ کر کے آؤ۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ" صرف خبر اور اطلاع آنکھ سے دیکھ لینے کی طرح نہیں ہوتی۔ تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر متوجہ ہوئے اور ان کو جھڑکا اور ان کے برے کام پر ان کو ڈانٹ پلائی انہوں نے اپنا عذر پیش کیا جو کہ غیر معقول و درست نہ تھا وہ عذر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کے زیوروں کا بوجھ اٹھوائے گئے تھے تو ہم نے ان کو آگ میں پھینکا اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا۔

انہوں نے فرعونیوں کے زیورات کا مالک بن جانے سے حرج اور گناہ خیال کیا جبکہ وہ اہل حرب تھے جن کا مال مسلمانوں کے لئے مباح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کو زیورات پکڑنے کا حکم دیا تھا اور ان کے لئے جائز قرار دیا تھا۔ دوسری طرف انہوں نے اپنی بے علمی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے بچھڑے کی عبادت سے کوئی حرج خیال نہ کیا جس کو انہوں نے ایک اللہ کے برابر کر دیا جبکہ اس کا کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز اور قہار ہے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی پر یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے کہا اے ہارون تجھے کس چیز نے میرے پیچھے آنے سے روکا جب کہ تو نے خود ان کو گمراہ ہوتے دیکھ لیا۔ یعنی میرے پاس آ کر مجھے اس معاملہ کی خبر کیوں نہ دی ہارون علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ آپ کہیں گے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کر دی۔ یعنی تو کہے گا کہ تو ان کو چھوڑ کر میرے پاس آ گیا جب تو نے مجھے ان میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔

اب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی اے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سختی کے ساتھ اس کام سے روکا تھا اور سخت ڈانٹا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ ہارون علیہ السلام نے ان کو اس سے پہلے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم تم اس (بچھڑے) کے ساتھ فتنے میں مبتلا کئے گئے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے کو تمہارے لئے فتنے کا اور امتحان کا سبب بنایا ہے کہ اس سے گائے کی طرح آواز بھی آ رہی ہے اور تمہارا پروردگار رحمن ہے۔ یہ بچھڑا تمہارا رب نہیں ہے لہٰذا میری پیروی

کرو اور میرا حکم مانو۔ انہوں نے ہارون علیہ السلام کو جواب میں کہا کہ ہم اس پر جمے بیٹھے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف واپس آجائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ہارون علیہ السلام کی صفائی دے رہے ہیں اور گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے قوم کو اس برے کام سے روکا اور سخت تنبیہ کی تھی مگر انہوں نے ان کی ایک نہ سنی۔

اور اللہ تعالیٰ کی گواہی سب سے بڑی اور کافی ہے کہ ہارون علیہ السلام نے واقعتاً اپنی قوم کو روکا تھا اور اپنی ذمہ داری پوری کی تھی۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ. پھر موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے سامری تیری کیا حالت ہے یعنی تو نے یہ کام کیوں کیا اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھا جو انہوں نے نہیں دیکھا۔ یعنی میں نے جبرائیل کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو میں اس کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے مٹی کی مٹھی بھری۔

بعض اہل کتاب نے بیان کیا ہے کہ سامری نے جبرائیل کو دیکھا کہ جب اس کا گھوڑا کسی جگہ پر اپنا پاؤں رکھتا تو وہ جگہ سرسبز ہو جاتی اور وہاں گھاس پیدا ہو جاتی۔ تو اس طرح سامری نے اس کے پاؤں کی جگہ سے مٹی اٹھائی اور سونے سے بنے ہوئے بچھڑے کے قالب میں ڈال دی تو اس سے آواز آنے لگی۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں نے اسے (اس بچھڑے میں) ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے سامری جا دنیا کی زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا کہ مجھے چھونا نہیں۔

یہ سامری کے لئے بددعا تھی کہ وہ کبھی کسی کو چھو نہیں سکے گا یہ اس چیز کی سزا تھی کہ اس نے ایسی چیز کو چھوا جس کو چھونا ٹھیک نہیں تھا۔ اس کی دنیاوی سزا کا ذکر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت کی سزا سے ڈرایا ہے" کہ تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔

بعض نے یہاں لَنْ تُخْلَفَهٗ کی جگہ لَنْ تُخْلِفَهٗ معروف پڑھا ہے یعنی تو اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکے گا اور اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو ہمیشہ جھکا رہا ہے ہم اسے جلائیں گے پھر اسے سمندر میں اڑا دیں گے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کا قصد کیا اور اسے آگ میں جلایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے بکری کی کھال میں بند کر کے جلایا۔

حضرت علی حضرت ابن عباسؓ اور دیگر اہل علم رحمہم اللہ نے یہی فرمایا ہے اور اہل کتاب نے بھی اس کی صراحت کی ہے پھر اسے سمندر میں ڈال دیا اور بنی اسرائیل کو اس کا پانی پینے کا حکم دیا جن لوگوں نے اس بچھڑے کی عبادت کی تھی اس کی مٹی ان کے ہونٹوں پر لگ گئی جو ان کی گاؤ پرستی پر دلالت کرتی تھی بعض نے کہا ہے کہ ان کے رنگ زرد ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خبر دے رہے ہیں کہ آپ نے ان کو کہا تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾ بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی ان کو اس دنیا میں ان کے پروردگار کی طرف سے غضب اور ذلت پہنچے گی اور بہتان باندھنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ اور اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے بعض سلف نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے یہ الفاظ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ اور "اسی طرح ہم افتراء پردازوں کو بدلہ دیتے ہیں" قیامت تک ہر بدعتی کے لئے ذلت مقدر ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و بردباری اور اپنی مخلوق پر رحمت کرنے کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ معافی مانگنے والے کو معاف کرتا ہے اور اپنے بندوں پر احسان کرتا اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے فرمایا کہ جنہوں نے برے کام کئے پھر ان کے

بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے تو تیرا رب اس کے بعد معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

بچھڑے کو پوجا کرنے والوں کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قتل کے ساتھ قبول کی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے تئیں ہلاک کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا بیشک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحب رحم ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک دن انہوں نے صبح کی اور بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں نے اپنے ہاتھوں میں تلواریں پکڑی ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک گہری تاریکی ڈال دی۔ جس سے کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار کو نہیں پہچان سکتا تھا اور ان کو قتل کرنا اور کاٹنا شروع کیا۔ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ایک ہی صبح کو ستر ہزار افراد کو قتل کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ـــــ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۵۴ تا ۱۵۷)

اور موسیٰ علیہ السلام نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب ہوئے (کر کے کوہ طور پر حاضر) کئے جب ان کو زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہو چکے (اللہ نے فرمایا) جو میرا عذاب ہے اسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

وہ جو (محمد) رسول (اللہ) کی جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے کون تھے

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت سدیؒ اور دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے یہ بنی اسرائیل کے علماء تھے اور ساتھ ہی یوشع بن نون علیہ السلام ہارون علیہ السلام ناذان اور ابیہو بھی تھے۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گاؤ پرستوں کی طرف سے معذرت کرنے گئے تھے ان کو حکم ہوا تھا کہ خوب پاک صاف ہوں اور غسل کر لیں جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے اور پہاڑ کے قریب ہوئے تو پہاڑ پر بادل چھایا ہوا تھا۔ اور روشنی کا ستون بلند ہوا دکھائی دے رہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ بنی اسرائیل نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اللہ کا

کلام سنتا تھا اور مفسرین کی ایک جماعت نے ان کی موافقت فرمائی ہے خود انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو اسی پر محمول کیا ہے وقد کان فریق منہم اور تحقیق ان میں سے ایک گروہ اللہ کا کلام سنتا تھا پھر اس کو سمجھنے کے بعد تبدیل کر دیتا تھا حالانکہ وہ جانتے تھے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے اللہ کا کلام براہ راست سنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام جیسا جو ان تک پہنچے براہ راست سننا مراد نہیں ہے اسی طرح انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کلام سنا۔ اسی طرح اہل کتاب نے کہا ہے کہ ان ستر آدمیوں نے اللہ کو دیکھا تھا۔ اور یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے کیونکہ جب انہوں نے دیدار الٰہی کا سوال کیا تو وہ زلزلہ کی زد میں آ گئے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ ... تَشْكُرُونَ﴾ (البقرہ: ۵۵/۵۶)

اور جب تم نے (موسیٰ سے) کہا کہ اے موسیٰ ہم جب تک خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں گے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تاکہ احسان مانو۔

اور دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ﴾ (الاعراف: ۱۵۵)

جب زلزلے نے ان کو آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اگر تجھے منظور ہوتا تو تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بہترین ستر آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان کو فرمایا کہ چلو اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور جن لوگوں کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کی دعا کرو۔ روزہ رکھو طہارت اختیار کرو اور کپڑے پاک کرو۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرر کردہ وقت کے مطابق ان کو طور سینا کی طرف لے گئے موسیٰ علیہ السلام وہاں اللہ کے حکم اور اجازت سے ہی آتے تھے ان ستر آدمیوں نے اللہ سے کلام سننے کے مطالبہ کیا انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں ایسے ہی کروں گا۔

اب جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوئے تو اس پر بادل کا ایک ستون آگیا جس نے تمام پہاڑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا موسیٰ علیہ السلام قریب ہوئے اور بادل میں داخل ہو گئے اور قوم کے آدمیوں کو حکم دیا کہ قریب ہو جاؤ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر نور چھا جاتا اور بنی آدم میں کوئی آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا موسیٰ علیہ السلام پر پردہ ڈال دیا گیا تھا قوم قریب ہوئی جب بادل میں داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی اور اس وقت اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرما رہے تھے تو انہوں نے بھی اللہ کا کلام سنا اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے رہے تھے اور کچھ سے روک رہے تھے اور فرما رہے تھے یہ کرو اور یہ مت کرو اور یہ نہ کرو جب اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے چکا اور موسیٰ علیہ السلام سے بادل ہٹ گیا آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم آپ کی تصدیق ہرگز نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہرا دیکھ لیں۔ تو ان کو ایک سخت کڑک نے پکڑ لیا اور ان کی روحوں کو ہلاک کر دیا اور وہ سب فوت ہو گئے اب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے اور واسطے دینے لگے اور اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا فرمائی:

اے میرے رب اگر تو چاہتا تو انہیں اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا تو کیا ہم میں سے ان نادانوں کے کرتوتوں کی

وجہ سے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ یعنی ان بیوقوفوں کے کام کی وجہ سے اور جو اقدامات انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی ہے کیونکہ ہم ان سے بری ہیں۔

زلزلہ ان پر کیوں آیا

حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ، مجاہد، ابن جریج رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ان پر زلزلہ اس وجہ سے آیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو گائے کی پوجا سے منع نہ کیا تھا۔ ان ھی الا فتنتک۔ یہ تو صرف تیری آزمائش ہے پرکھنا اور امتحان لینا ہی ہے۔ ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، ابو العالیہ، ربیع بن انس اور دیگر بہت سے متقدمین و متاخرین علماء کا یہی نظریہ ہے۔ یعنی تو نے ہی اس کا فیصلہ کیا ہے اور ان کا امتحان لینے کے لئے ہی تیری طرف سے بچھڑے کا معاملہ پیش ہوا ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی اس سے پہلے ہی اپنی قوم کو کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم تم اس کے ساتھ صرف امتحان میں ڈالے گئے ہو۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کر دیا کہ تو ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے یعنی امتحان کے ساتھ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت دے دے تیرا ہی فیصلہ اور حکم نافذ ہوتا ہے تیرے فیصلے اور حکم کو کوئی نہیں روک سکتا اور نہ رد کر سکتا ہے تو ہمارا کارساز ہے پس ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم کر تو معاف کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں اچھائی لکھ اور آخرت میں بھی ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔ یعنی ہم تیری طرف توبہ کرتے اور رجوع کرتے ہیں۔

ھُدنا ابن عباسؓ اور حضرت مجاہد، سعید بن جبیرؒ، ابو العالیہ، ابراہیم تیمی، سُدی، ضحاک، قتادہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لغت کے لحاظ سے ھدنا کا یہی معنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب جسے چاہوں گا پہنچاؤں گا اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔ اور اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو پیدا کر کے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے (اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ) میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔

میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ان صفات کے حامل افراد کے لئے میں اسے واجب کر دوں گا۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی۔ وہ لوگ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں۔ ان آیات میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت کی عظمت کا ذکر ہے اور یہ ان باتوں میں شامل ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے مناجات کے وقت کیا اور ان کو اطلاع دی۔ ہم مذکورہ آیت اور اس کے بعد والی آیت کے بارے میں اپنی تفسیر میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں اس کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں وللہ الحمد والمنۃ۔

امت محمدیہ کے فضائل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی

(۱) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار میں ان تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو بہترین امت ہے اور لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ نیکی کا حکم کرتی اور برائی سے روکتی ہے اے میرے رب اس

کو میری امت بنادے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو میرے آخری نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! اے اللہ میں ان تختیوں میں ایسی قوم کا تذکرہ پاتا ہوں جس پر نازل ہونے والی آیات ان کے سینے میں ہوں گی اس سے پہلے لوگ اپنی کتاب کے اوپر دیکھ کر پڑھتے تھے اور جب ان کے سامنے سے کتاب اٹھالی جاتی تو وہ ان کو یاد نہیں رہتی اور نہ وہ اسے پہچان سکتے ہیں اور اس امت کے لوگوں کو اتنا غضب کا حافظہ عطا کیا ہے کہ پہلے کسی امت کو اتنا حافظہ نہیں ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اس امت کو میری امت بنادے۔

اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولا کریم ان تختیوں میں ایسی امت کا ذکر ہے جو پہلی کتب اور بعد والی کتاب پر ایمان لائے گی اور گمراہی کے خلاف جہاد کرے گی حتیٰ کہ کانے دجال کے ساتھ قتال کرے گی سے لڑے گی۔ اے اللہ اسے میری امت بنادے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ جناب احمد ﷺ کی امت ہے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کی یا اللہ میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور ان پر اجر بھی پائیں گے ان سے پہلے لوگوں میں اس طرح نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ لوگ جو صدقہ کرتے اور وہ قبول ہوجاتا تو اس کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ نازل ہوتی تھی اور وہ اس صدقے کو کھا جاتی اور اگر اس صدقہ کو آگ نہ جلاتی تو مطلب یہ ہوتا کہ وہ صدقہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوا اور اس صدقے کو درندے پرندے کھا جاتے اور اس امت کے اغنیاء سے وصول کیا جائے گا اور امت کے فقراء لوگوں تک پہنچایا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اسے میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو امت احمد ﷺ کی امت ہے۔

(۵) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ ان تختیوں میں ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ لوگ اگر نیکی کرنے کا ارادہ کریں گے اور اس کو کر نہ سکیں گے تو ان کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی درج کردی جائے گی اور اگر وہ نیکی کرلیں گے تو ایک کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک لکھ دی جائیں گی یا اللہ ان کو میری امت بنادے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ امت جناب احمد ﷺ امت کی ہے۔

(۶) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ ان میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے کہ یہ لوگ جن کے لئے سفارش کریں گے تو ان کے حق میں ان کی سفارش قبول ہوگی یا اللہ ان کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی جناب احمد ﷺ کی امت ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ذکر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور کہا کہ یا اللہ مجھے اس امت سے کردے۔ مؤرخین و دیگر لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو انہوں نے اپنے اللہ رب العزت سے مناجات کی تھی بہت سی بے بنیاد اور بے سروپا باتیں جن کی کوئی بنیاد اصلی نہیں ہے نقل کی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس بارے میں احادیث و اقوال سلف ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنت والوں میں سب سے کم درجے والا کون ہے فرمایا کہ جو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہے گا کہ میں جنت میں کیسے داخل ہو جاؤں جب کہ لوگوں

نے اپنی اپنی جگہ لے لی ہے اور اپنے عطیات وصول کر لئے ہیں اس سے کہا جائے گا کہ کیا تجھے پسند ہے کہ تجھے دنیا کے بادشاہ جیسی نعمتیں مل جائیں وہ کہے گا کہ ہاں اے اللہ مجھے اور کیا چاہئے اسے کہا جائے گا کہ تیرے لئے یہ ہے اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور ہے وہ کہے گا یا اللہ مجھے اور کیا چاہئے اسے کہا جائے گا کہ تیرے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تیرا جی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھ لذت محسوس کرے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنتیوں میں سب سے اونچے مرتبے والا کون ہے؟ فرمایا میں ان کے متعلق تجھے بیان کرتا ہوں۔ ان کی عزت کا درخت میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور ان پر اسے ختم کر دیا۔ اسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں اس کا خیال نہیں گذرا۔

اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

"وہ آنکھوں کی ٹھنڈک کوئی نہیں جانتا جو ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے" (السجدہ آیت ۱۷)۔

مذکورہ روایت اسی طرح مسلم اور ترمذی میں بھی ہے صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہا سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس سے راضی ہے کہ تیرے لئے دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جیسی بادشاہت ہو وہ کہے گا کہ پروردگار میں راضی ہوں۔ اسے کہا جائے گا کہ تیرے لئے یہ ہے اور اتنا ہی اور اتنا ہی اور اتنا ہی اور اتنا ہی اور اتنا ہی اور پانچویں دفعہ وہ کہے گا کہ رب میں راضی ہو گیا اسے کہا جائے گا تیرے لئے یہ اور دس گنا مزید ہے ساتھ ہی تیرے لئے ہر وہ نعمت ہے جسے تیرا جی چاہے۔ اور آنکھ لذت محسوس کرے۔ وہ کہے گا اے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ جنت میں سب سے اونچے مرتبے والا کون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی عزت و تکریم کا پودا میں نے خود اپنے ہاتھ سے کاشت کیا ہے اور اس پر مہر لگا دی ہے۔ (اس جیسی عزت اور تکریم کسی اور کو نہیں مل سکتی) اسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور کسی کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں گذرا آپ نے فرمایا کہ اس کا مصداق قرآن مجید میں ہے کہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ الآیۃ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کون کون سی چیزیں چھپائی گئی ہیں۔ اور اس کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن صحیح اور بعض نے یہ حدیث حضرت مغیرہ سے بیان کی ہے لیکن مرفوعاً ذکر نہیں کی۔ جبکہ اس کا مرفوع ہونا زیادہ صحیح ہے حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے چھ خوبیوں کے بارے میں سوال کیا جن کے متعلق آپ کا خیال تھا کہ وہ صرف ان کے اندر پائی جاتی ہیں اور ساتویں خوبی کو موسیٰ علیہ السلام پسند نہیں فرماتے تھے۔ عرض کیا اے پروردگار تیرے بندوں میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے۔ فرمایا جو ہر وقت مجھے یاد کرتا رہتا ہے اور بھولتا نہیں پھر سوال کیا۔ یا اللہ تیرے بندوں میں سے سب سے زیادہ ہدایت یافتہ کون ہے فرمایا جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے پھر سوال کیا۔ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے۔ فرمایا وہ جو لوگوں کے لئے وہی فیصلہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

پھر سوال کیا: سب سے زیادہ علم والا کون ہے فرمایا جو علم سے کبھی سیر نہ ہو اور وہ لوگوں سے علم سیکھ کر اپنے علم میں اضافہ کرتا رہے۔

پھر سوال کیا سب سے زیادہ عزت والا کون ہے فرمایا جب اس کو قدرت ہو تو وہ معاف کر دے۔

سے پہلے انبیاء کی سب سے بہترین دعا یہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک ہے بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے آیۃ الکرسی کی تفسیر کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت درج کی ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔ کیا آپ کے رب کو نیند آتی ہے۔ فرمایا اللہ سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ انہوں نے تجھ سے دریافت کیا ہے کیا تیرا رب سوتا ہے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں میں دو شیشے پکڑ کر رات بھر کھڑے رہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی جب رات کا ایک تہائی حصہ گزرا تو ان کو اونگھ آئی اور آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے پھر ہوش میں آنے تو ان کو مضبوطی سے تھام لیا اور جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ کو پھر اونگھ آگئی اور وہ دونوں شیشے گر کر ٹوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں سوتا تو یہ آسمان و زمین گر کر تباہ ہو جائیں جیسے یہ شیشے تیرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر آیت الکرسی نازل فرمائی۔

مفسر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب کہ آپ منبر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان فرما رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں آیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو نیند آتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے آ کر آپ کو تین راتیں جگا کر رکھا اور سونے نہ دیا پھر آپ کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک شیشہ دیا اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کریں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نیند آنے لگی قریب تھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ مل جاتے کہ آپ کو جاگ آگئی تو آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سہارا دے کر روکا پھر نیند کا تخت جھٹکا آیا دونوں ہاتھ آپس میں ٹکرائے اور دونوں شیشے ٹوٹ گئے۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر بات سمجھائی کہ اگر اسے نیند آنے لگی تو آسمان و زمین قائم نہیں رہ سکتے۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا غریب ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقوف ہے اور اسرائیلیات سے لی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ ۔۔۔۔۔۔ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۶۳/۶۴)

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا (اور تم کو حکم دیا) کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ (عذاب سے) محفوظ رہو تو تم اس کے بعد عہد سے پھر گئے اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارے میں پڑ گئے ہوتے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ ۔۔۔۔۔۔ تَتَّقُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۷۱)

اور جب ہم نے ان کے (سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا کہ وہ سائبان تھا اور ان کو خیال ہوا کہ وہ ان پر گرتا ہے تو (ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تم کو دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو تاکہ تم بچ جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے متقدمین علماء نے فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تختیاں تورات کی لائے تو ان کو اسے قبول کرنے اور پختہ عزم وقوت کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ ان تختیوں کو ہمارے سامنے پھیلا دے اگر ان کے احکامات آسان ہوئے تو ہم ان کے قبول کرلیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جو کچھ بھی اس میں ہے اس کو قبول کرو مگر ان لوگوں نے اپنی بات بار بار دہرائی اور ضد کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سروں پر پہاڑ کو کھڑا کردو تو انہوں نے ان کے سروں پر پہاڑ کو بلند کر دیا یہاں تک کہ وہ ان کے سروں پر منڈلانے لگا اور ان کو ایسے معلوم ہونے لگا کہ ابھی ہمارے سروں پر گر جائے گا اور ان کو کہا گیا کہ اگر ان احکام کو قبول کرو گے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو تمہارے سروں پر گرا دیا جائے گا تو ان لوگوں نے ان احکام کو قبول کرلیا ان کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو انہوں نے سجدہ کیا اور آنکھوں کے کونوں سے پہاڑ کو دیکھنے لگے اور آج تک یہودیوں کا یہ طریقہ بن گیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی سجدہ اس سجدے سے زیادہ عظمت وفضیلت والا نہیں ہے جس نے ہم سے عذاب کو دور کیا۔

ابوبکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تورات کھول کر بنی اسرائیل کے لوگوں کو سنائی تو زمین پر کوئی پتھر، پہاڑ اور درخت باقی نہ رہا مگر وہ سب حرکت کرنے لگے تو روئے زمین پر کوئی یہودی چھوٹا یا بڑا نہیں کہ اس پر تورات پڑھی جائے مگر وہ (اس کے رعب سے) حرکت کرنے لگتا ہے اور اپنا سر جھکا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ﴾ اس کے بعد تم نے اعراض کیا یعنی تم نے باوجود ایک عظیم مشاہدے کے اور عظیم وعدے کے اس وعدہ کو توڑ دیا۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی (کہ اس نے تمہارے پاس رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل فرمائیں) تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

بنی اسرائیل کی گائے کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ .... تَعْقِلُونَ﴾ (البقرۃ: ۶۷-۷۳)

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو وہ بولے کہ تم ہمارے ساتھ ہنسی کرتے ہو (موسیٰ علیہ السلام نے کہا) کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں نادان بنوں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو نہ بچھڑی بلکہ ان کے درمیان درمیان (یعنی جوان) ہو سو جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے ویسا کرو انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ہم کو یہ بھی بتا دے کہ وہ رنگ کی کیسی ہو (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ پروردگار فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں کے دل کو خوش کر دیتا ہو انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے پھر (درخواست کیجئے کہ) وہ ہم کو بتا دے کہ وہ کس کس طرح کی ہو کیونکہ بہت سی گائیں ہمیں ایک دوسرے کی مشابہ معلوم ہوتی ہیں۔ پھر خدا نے چاہا تو ہمیں ٹھیک بات معلوم ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ کام کرنے والی زمین میں نہ ہل جوتے والی اور کھیتوں میں پانی چلانے والی نہ ہو وہ تندرست اور بے داغ ہو۔ وہ کہنے لگے اب تم نے سب باتیں درست بتا دیں۔ (اصل سے 235 تعریب نقل کرتا ہے) اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے اس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا تو ہم

نے کہا کہ اس گائے کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبیدہ سلمانی، ابو العالیہ، مجاہد، سدی اور دیگر بہت سے اسلاف رحمہم اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا اور وہ کافی بوڑھا ہو گیا تھا اور اس کی اولاد نہیں تھی البتہ بھتیجے تھے وہ اس کے مرنے کے خواہشمند تھے تاکہ وہ اس کے مال کے وارث بنیں ان میں سے ایک بھتیجے نے اس کو قتل کر کے ایک چوراہے میں پھینک دیا اور بعض نے کہا کہ ان میں سے کسی کے دروازے پر پھینک دیا۔ اب جب صبح ہوئی اور لوگوں میں گفتگو شروع ہوئی تو اس کا وہی بھتیجا مظلوم بن کر چیخ و پکار کرتا ہوا آیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ تم لوگ جھگڑا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تو وہ اس کا بھتیجا یہ معاملہ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو موسیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جس کو یہ علم ہو کہ مقتول کو کس نے قتل کیا ہے وہ ہمیں اس کے بارے میں مطلع کر دے تو کسی کے پاس اس کا علم نہ تھا کہ مقتول کو کس نے قتل کیا ہے۔ اب لوگوں نے آپ سے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں معلوم کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا تو اللہ نے ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک مقتول کے قاتل معلوم کرنے کیلئے گائے کے ذبح کرنے کا کیا تعلق ہے۔ کہاں مقتول کا معاملہ اور کہاں گائے ذبح کرنے کا حکم، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جانے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو میری طرف وحی ہوئی ہے یا اس کا مطلب (مراد یہ ہے) کہ جس بات کی وضاحت مجھ سے آپ لوگ چاہتے ہیں اللہ نے اسی کے بارے میں مجھے یہ جواب دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبیدہ، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی ابو العالیہ رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو ان کا مقصد حاصل ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے تشدد سے کام لیا تو ان پر سختی کی گئی۔ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے لیکن اس کی سند کمزور ہے۔

ان لوگوں نے گائے کی صفت، رنگ، اور عمر کے بارے میں پوچھا تو ان کو ایسی گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو بہت کم پائی جاتی تھی۔ ہم اس کی تفصیل اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھ چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لی جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان کو ایک ایسی گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا جو درمیانی عمر والی ہو۔ نہ بہت بوڑھی نہ چھوٹی عمر والی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد، ابو العالیہ، عکرمہ، حسن، قتادہ رحمہم اللہ دیگر اہل علم حضرات کا یہی کہنا ہے کہ پھر انہوں نے اپنے اوپر سختی کرتے ہوئے اس کے رنگ کے بارے میں پوچھا کہ گہرے زرد رنگ کی ہو یعنی کچھ سرخی مائل ہے اسے دیکھنے والے خوشی محسوس کریں ایسا رنگ بھی عام نہیں ملتا تھا۔ انہوں نے مزید تشدد سے کام لیا اور کہا کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ اس کی ماہیت واضح کرے کیونکہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو رہنمائی پالیں گے۔

ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ اگر بنی اسرائیل انشاء اللہ نہ کہتے تو ان کو مطلوبہ گائے نہ مل سکتی، لیکن اس کی صحت محل نظر ہے (واللہ اعلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ ـــــــ يَفْعَلُوْنَ﴾

"(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے کام میں لگی ہوئی نہ ہو نہ تو زمین میں جوتی گئی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو کہنے لگے اب سب باتیں تم نے درست بتا دیں (غرض بڑی مشکل سے) ان لوگوں نے گائے کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔"

یہ صفت پہلی صفتوں سے بھی زیادہ سخت ہے اب ان کو ایک ایسی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا جو کام میں لگی ہوئی نہ ہو یعنی چلانے اور کھیتی سیراب کرنے کا کام اس سے نہ لیا گیا ہو۔

﴿لَا شِيَةَ فِيْهَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ ہم رنگ ہے مختلف رنگوں کی نہ ہو اس کے جسم پر کوئی داغ نہ ہو عیب سے صحیح سالم ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اس گائے کو خاص صفتوں اور خوبیوں کے ساتھ مشروط کر دیا تو کہنے لگے اب تم نے صحیح صحیح بات بتا دی ہے۔
تو اس کے متعلق بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسی صفتوں والی گائے ایک ایسے شخص کے پاس ملی جو اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والا تھا انہوں نے اس کو گائے فروخت کرنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس کی قیمت کافی بڑھا دی یہاں تک سدی کے قول کے مطابق انہوں نے گائے کے وزن کے برابر سونا دینے کی پیشکش کر دی۔ لیکن پھر بھی اس نے انکار کر دیا آخر کار انہوں نے گائے کے وزن سے دس گنا زیادہ سونا دے کر اس کو خرید لیا۔ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے مطابق اس گائے کو ذبح کیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے ان کو حکم دیا کہ اس مقتول کو گائے کے کسی حصے کے ساتھ لگاؤ۔ اب اس میں مختلف قول ہیں۔

بعض نے کہا کہ ران کو ساتھ لگانے کا حکم ہوا۔ بعض نے کہا کہ نرم ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہڈی کے ساتھ لگانے کا حکم تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان والے گوشت کے ساتھ لگانے کا حکم تھا۔

جب انہوں نے مقتول کو گائے کے کچھ حصے کے ساتھ لگایا تو اللہ نے اس مقتول کو زندہ کر دیا وہ اپنی آنتوں کو کھینچتا ہوا کھڑا ہو گیا موسیٰ علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے کس شخص نے قتل کیا اس نے جواب دیا کہ میرے بھائی کے بیٹے نے مجھے قتل کیا اتنی بات کہنے کے بعد وہ دوبارہ فوت ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھو یعنی جس طرح اس نے تمہیں اس مقتول کو زندہ کر کے دکھا دیا ہے اسی طرح وہ جب چاہے گا ایک ہی وقت میں تمام مردوں کو زندہ کرے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (سورہ لقمان:۲۸)

"تمہیں پیدا کرنا اور تمہیں اٹھانا سب کچھ ایک ہی جان کی طرح ہے۔"

زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں (تاکہ وہ اسے غصب نہ کر سکے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ (وہ بڑا ہو کر بدکردار ہوگا کہیں) ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طینتی میں بہتر اور محبت میں زیادہ قریب ہو اور وہ جو دیوار تھی سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے) اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور پھر اپنا خزانہ نکالیں یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے۔ یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

یہ موسیٰ کون تھے

بعض اہل کتاب نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام کی طرف سفر کرنے والے موسیٰ بن عمران نہیں بلکہ موسیٰ بن منشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہم السلام ہیں۔ اہل کتاب اور ان کی کتابوں سے روایت لینے والوں میں سے کچھ لوگوں نے ان کی موافقت بھی کی ہے۔ ان میں سے نوف بن فضالہ الحمیری الشامی البکالی ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ دمشقی تھے وہ اس کی والدہ کعب الاحبار کی بیوی تھیں۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو قرآن مجید کے سیاق وسباق اور صحیح اور صریح متفق علیہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ موسیٰ بن عمران ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کہتا ہے کہ خضر کے ساتھ چلنے والے موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ نہیں ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ ہمیں ابی بن کعب نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے انہوں نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوئے کہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں لوٹایا (کہ سب سے زیادہ علم والا تو اللہ تعالیٰ ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ دو دریاؤں کے سنگم پر میرا ایک بندہ ہے وہ تجھ سے زیادہ علم والا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا کہ اے پروردگار میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا کہ اپنے ساتھ زنبیل میں ایک مچھلی لے لو جس جگہ وہ مچھلی گم پاؤ تو وہ وہاں ہوگا۔ تو آپ نے مچھلی لے کر اپنی زنبیل میں رکھ لی اور سفر کرنا شروع کیا آپ کے ساتھ آپ کا ساتھی حضرت یوشع بن نون بھی چل پڑا یہاں تک کہ وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے تو اس پر سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی زنبیل میں پھڑپھڑائی وہاں سے نکلی اور سمندر میں کود گئی اس نے اپنا راستہ سرنگ کی صورت میں اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے جاری ہونے کو روک دیا تو وہ ایک طاق کی طرح ہو گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کا ساتھی انہیں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گیا وہ دونوں بقیہ دن اور رات سفر کرتے رہے جب اگلا دن ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر میں تھکاوٹ لاحق ہو گئی ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ کو تھکاوٹ اس وقت محسوس ہوئی جب آپ اس جگہ سے آگے گزر گئے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ آپ کے ہمسفر نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم نے چٹان کے پاس جگہ پکڑی تھی تو میں مچھلی بھول گیا اور (دراصل) شیطان ہی نے مجھے اس کا تذکرہ کرنا بھلا دیا اور اس نے بڑے عجیب طریقے سے اپنا راستہ سمندر میں بنا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ مچھلی کے لئے تو سرنگ بن گئی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے نوجوان کو تعجب ہوا موسیٰ علیہ السلام نے

اپنے ساتھی سے فرمایا کہ ہم اسی کی تلاش میں تو تھے پس وہ اپنے قدموں کے نشانات پر واپس آئے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانات پر چلتے ہوئے واپس چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک آدمی کپڑا اوڑھے ہوئے موجود تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا اس زمین پر سلام کہاں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کون ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل والا موسیٰ؟ فرمایا ہاں۔ پھر فرمایا کہ میں اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو جو ہدایت و راہنمائی سکھائی گئی ہے وہ مجھے بھی سکھائیں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ علم سکھایا ہے جو آپ کو نہیں دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم سکھایا ہے جس کا مجھے علم نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی کسی معاملہ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔

خضر علیہ السلام نے کہا۔۔۔ اگر آپ نے میری پیروی کرنی ہے تو پھر مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود ہی آپ سے اس کا تذکرہ نہ کروں۔

پس وہ دونوں چلے وہ سمندر کے کنارے چلے رہے تھے ان کے پاس ایک کشتی کا گزر ہوا تو انہوں نے کشتی والوں سے سوار ہونے کے متعلق گفتگو کی انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان کو بغیر کسی کرایہ و معاوضہ کے سوار کر لیا۔ جب وہ دونوں کشتی پر سوار ہو گئے تو اچانک خضر نے کشتی کی ایک تختی تیشے سے اکھیڑ دی۔

موسیٰ علیہ السلام بول پڑے اور فرمایا کہ انہوں نے ہمیں بغیر کرایہ کے سوار کیا ہے اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ دیا ہے تاکہ کشتی والوں کو پانی میں ڈبو دیں یقیناً آپ نے یہ برا کام کیا ہے۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ چلتے ہوئے صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بھول کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ کیجئے اور مجھے میرے معاملہ میں تنگی نہ ڈالئے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی دفعہ بھول کر سوال کیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کشتی کے کنارے ایک چڑیا آکر بیٹھی پھر سمندر سے اس نے ایک دفعہ اپنی چونچ پانی میں ماری تو خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا اور تیرا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں صرف ایسے ہے جیسے اس چڑیا نے اس سمندر میں اپنی چونچ کے ساتھ (پانی میں) کمی کی ہے۔

پھر دونوں کشتی سے باہر نکلے اور ساحل سمندر پر چل رہے تھے کہ خضر علیہ السلام نے بچوں کے ساتھ ایک بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو اس کا سر اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نیچے کھینچ دیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر کسی عوض کے ناحق مار ڈالا آپ نے ناپسندیدہ کام کیا ہے خضر علیہ السلام نے فرمایا کیا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ اور وہاں اس گاؤں میں ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی کہ گرا چاہتی تھی۔ خضر علیہ السلام اس کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا۔ اب پھر موسیٰ علیہ السلام بول پڑے اور فرمایا کہ ہم اس قوم کے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا اور مہمان نوازی نہیں کی اگر آپ چاہتے تو ان سے اجرت وصول کر لیتے۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے تیرے اور میرے درمیان جدائی۔ اس سے آگے خضر علیہ السلام نے پچھلے واقعات کی اصل حقیقت سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا جن کا تذکرہ واقعات کے ضمن میں ہو چکا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے متعلق ہمیں مزید باتیں بتاتا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ اس جگہ قرآن مجید کے الفاظ اس طرح پڑھتے تھے۔ یعنی ﴿وَرَاءَهُمْ﴾ کی بجائے ﴿أَمَامَهُمْ﴾ سے اور سفینہ کے ساتھ صالحۃ لفظ زائد اور غلاما کے ساتھ کافرا کا اضافہ کر کے پڑھتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ حدیث ایک اور سند سے بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے نکلے ان کے ساتھ ان کا نوجوان یوشع بن نون تھے اور ان کے ساتھ مچھلی بھی تھی جب وہ چٹان تک پہنچے تو ٹھہر گئے تو موسیٰ علیہ السلام اس پر سر رکھ کر سو گئے۔ اور سفیان کی ایک روایت میں ہے کہ اس چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا اس کو آب حیات کہا جاتا تھا جس چیز پر اس کا پانی پہنچتا وہ سرسبز ہو جاتی وہ زندہ ہو جاتی۔ اس مچھلی کو اس چشمہ آب حیات کا پانی لگ گیا۔ جس سے وہ زندہ ہو کر حرکت کرنے لگی اور زنبیل سے کھسک کر سمندر میں کود گئی جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے نوجوان کو کہا کہ ہمارے پاس ناشتہ لاؤ۔ پھر آگے پوری حدیث بیان کی اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی تو اس نے اپنی چونچ سمندر میں ماری تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں صرف اتنی ہی حیثیت رکھتا ہے جتنا پورے سمندر کے مقابلہ میں وہ پانی ہے جو اس چڑیا نے اپنی چونچ سمندر میں ڈبو کر نکالا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر میں موجود تھے تو کہنے لگے کہ مجھ سے کچھ پوچھو تو میں نے کہا اے ابو العباس اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے کوفہ میں ایک قصہ گو ہے اس کو نوف کہا جاتا ہے اس کا خیال ہے کہ یہ بنی اسرائیل والے موسیٰ نہیں ہیں۔ ابن جریج کی سند کے ایک راوی نے کہا ہے کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے تو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا۔ لیکن یعلیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کی یہاں تک کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں اور دل نرم ہو گئے جب آپ واپس آ رہے تھے تو ایک شخص نے آ کر آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا روئے زمین پر آپ سے بڑا کوئی عالم بھی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی سرزنش فرمائی کہ علم کو اللہ کی طرف کیوں نہیں لوٹایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ ہاں ہے (تم سے زیادہ علم والا موجود ہے) آپ نے عرض کی مولا کہاں ہے ارشاد ہوا وہ دو دریاؤں کے سنگم پر ہے عرض کیا یا اللہ اس پر کوئی نشانی بتا دے جس سے میں پہچان سکوں۔ مجھے عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس جگہ مچھلی آپ سے الگ ہو جائے۔ اور یعلیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک مردہ مچھلی لے لو وہ میرا بندہ اس جگہ ہوگا جہاں اس مچھلی میں روح پھونک دی جائے انہوں نے ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ کر ساتھ لے لی اور اپنے ہمسفر ساتھی سے کہہ کہ تیرا کام صرف یہ ہے کہ جب مچھلی تجھ سے الگ ہو جائے تو تو نے مجھے فوراً بتانا اس نے کہا کہ یہ کوئی زیادہ کام تو نہیں ہے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان کو کہا کہ (اس سے مراد یوشع بن نون ہیں) یہ الفاظ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں ہیں۔

جس میں علمی تحریر ہوں اور مسند بزار میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب میں جس خزانے کا تذکرہ کیا ہے وہ سونے کی ٹھوس تختی تھی۔ اس میں یہ تحریر تھا

(۱) مجھے اس پر تعجب ہے کہ جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر بھی مشقت میں پڑتا ہے۔

(۲) اور مجھے اس پر تعجب ہے کہ جو جہنم کو یاد رکھتا ہے وہ کیسے ہنستا ہے۔

(۳) اور اس شخص پر تعجب ہے کہ جو موت کو یاد رکھتا ہے مگر پھر اس سے غافل ہے۔

(۴) (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حسن بصری، عمر مولیٰ غفرہ اور جعفر صادق رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

فرمان الٰہی ہے ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ ان کا باپ نیک تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ نیک آدمی ساتویں پشت میں تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ دسویں پشت میں تھا۔ بہرصورت اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نیک آدمی کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے۔ (واللہ المستعان)

خضر کون تھے

(۱) اور فرمان الٰہی ﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾ تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خضر نبی تھے اور انہوں نے مذکورہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے بلکہ اپنے اللہ کے حکم سے کئے ہیں تو ان کا نبی ہونا ثابت ہو گیا۔

(۲) بعض کا خیال ہے کہ نیک انسان تھے اور اس سے زیادہ تعجب اس کی بات پر ہے کہ جس نے کہا کہ وہ فرشتے تھے۔

(۳) اور میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ تعجب اس کی بات پر ہے کہ جس نے کہا کہ وہ ابن فرعون تھا بعض نے کہا ہے کہ وہ ضحاک کا بیٹا تھا جس نے ایک ہزار سال دنیا پر حکومت کی تھی۔

(۴) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اکثر اہل کتاب کا خیال ہے کہ وہ آفریدون کے زمانے میں تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ ذوالقرنین کے لشکر کے اگلے حصے کی قیادت کرتے تھے وہ ذوالقرنین وہی ہے جس کو آفریدون کہا جاتا ہے اور اسی کو ذوالقرنین کہتے ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دور میں تھا۔ اہل کتاب نے کہا ہے کہ انہوں نے آب حیات پیا ہوا ہے اس لئے وہ آج تک زندہ ہیں۔

(۵) اور بعض کا خیال ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے بعض کی اولاد ہیں اور انہوں نے آپ کے ساتھ بابل کے علاقے کی طرف ہجرت کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام ملکان تھا بعض نے کہا ہے کہ ارمیا بن حلقیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سب بن بہراسب کے دور کے نبی ہیں۔ لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افریدون اور سباسب کے درمیان طویل زمانہ ہے علم الانساب کے ماہرین میں سے کوئی ان سے ناواقف نہیں ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ افریدون کے زمانے میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے دور تک زندہ رہے اور موسیٰ علیہ السلام کی بعثت "منوشہر" کے زمانے میں تھی جو ایرج بن افریدون کی اولاد میں سے تھا۔ فارس کے حکمرانوں میں سے ایک حاکم تھا اپنے دادا افریدون کے بعد بادشاہت اسے وراثت میں ملی یہ عدل و انصاف کرنے والا تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے جنگوں میں خندقیں کھودنے کا طریقہ جاری کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے ہر بستی میں الگ الگ گورنر مقرر کیے اور اسی

نے تقریباً 150 سال حکومت کی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔

خداتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ ــــــــ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران ۸۱)

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ جو بھی نبی اس کے بعد آئے وہ اس پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ وعدہ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی لیا گیا ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں تو ہر نبی پر جو آپ کو پائے ضروری ہے کہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کرے۔ اب اگر خضر علیہ السلام آپ کے زمانے تک زندہ ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ آپ کی اتباع کرتے آپ کے ساتھ ملاقات کرتے اور آپ سے تعاون کرتے اور جنگ بدر میں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوتے جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے بڑے جلیل القدر فرشتے آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے۔

بہرحال زیادہ سے زیادہ آپ نبی ہوں گے اور یہی بات زیادہ برحق ہے یا رسول ہوں گے جیسا کہ کہا جاتا ہے یا بادشاہ ہوں گے جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے۔ جو کچھ بھی ہو جبرئیل تو فرشتوں کے سردار ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے زیادہ شرافت والے ہیں اگر وہ بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا ان پر ضروری تھا۔ اگر وہ زندہ ہوتے جیسے کہ بہت سے لوگوں کا ماننا ہے تو بھی ضروری تھا کہ وہ آپ کی امت میں شامل ہوتے لیکن کسی حسن بلکہ ضعیف روایت میں بھی نہیں ہے کہ وہ ایک دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور آپ سے ملاقات کی ہو۔ باقی رہی تعزیت والی حدیث جو امام حاکم نے روایت کی ہے اس کی سند کمزور ہے۔ واللہ اعلم۔

ہم خضر علیہ السلام کے حالات الگ مستقل طور پر ذکر کر رہے ہیں (ان شاء اللہ)

حدیث الفتون

جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ امام ابو عبدالرحمن نسائی نے اپنی کتاب سنن کی کتاب التفسیر میں قرآن مجید کی آیت ﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا﴾ کے ذیل میں حدیث فتون ذکر کی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیت ﴿وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا﴾ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ فتنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ابن جبیر اس کے متعلق کل صبح بات کریں گے کیونکہ اس بارے میں بات بہت طویل ہے۔ چنانچہ میں صبح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حسب وعدہ میں ان سے حدیث فتون سن سکوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ایک دفعہ فرعون اور اس کے درباریوں اور ہم مجلسوں نے اس وعدے کا ذکر کیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا کہ تیری اولاد میں انبیاء اور بادشاہ پیدا ہوں گا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ بنی اسرائیل اس کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کے متعلق ان کو کوئی شک نہیں ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے ایسا کوئی وعدہ نہیں تھا۔ فرعون نے کہا اب تمہاری رائے کیا ہے تو باہم مشورہ سے انہوں نے یہ بات متفقہ طور پر طے کر لی کہ کچھ لوگوں کو چھریاں دے کر بھیجو اور وہ بنی اسرائیل کے گھروں میں چکر لگائیں اور جہاں کہیں بھی ان کے ہاں بچہ ہو تو اس کو ذبح کر دیں تو انہوں نے ایک مدت تک ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے بڑے بوڑھے لوگ اپنے اپنے وقت پر فوت ہو رہے ہیں اور ان کے بچے ذبح ہو رہے ہیں۔ تو اب وہ کہنے لگے کہ اس طرح تم بنی اسرائیل کو فتنہ میں مبتلا کر رہے ہو اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو کام ہم اور خدمات بنی اسرائیل سے لیتے ہیں وہ خدمات ہمیں خود کرنا پڑیں گی۔ کیونکہ ان میں کوئی نوجوان تو ہوگا ہی نہیں۔ اب انہوں نے یہ تجویز کیا کہ ایک سال تو ان کے بیٹوں کو قتل کرتے رہو اور ان کی بچیوں کو زندہ چھوڑتے جاؤ۔ اور ایک سال قتل کرنا موقوف کر دو اس طرح بڑے فوت ہونے والے بزرگوں کی جگہ چھوٹے جوان ہوتے جائیں گے اور وہ اتنی کثیر تعداد میں بھی نہیں ہوں گے کہ ہمیں ان کی کثرت سے خطرہ لاحق ہو اور صرف ایک سال کے قتل کرنے سے وہ ختم بھی نہیں ہوں گے اب اس تجویز پر سب نے اتفاق کر لیا۔

اب ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے کہ جس سال قتل موقوف تھا اس طرح اطمینان وسکون سے ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اگلے سال موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ حاملہ ہوئی جس سال کہ فرعونیوں کی تجویز کے مطابق بچے قتل ہونے تھے۔ اب موسیٰ کی والدہ کو غم اور پریشانی لاحق ہوئی۔ وہ اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش تھی ان آزمائشوں میں سے کہ جو موسیٰ علیہ السلام کو اپنی والدہ کے پیٹ میں آتے ہی لاحق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کیا کہ خوف نہ کھا غم نہ کر ہم اسے تیری طرف لوٹائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو حکم دیا کہ ایک تابوت تیار کر دو اور بچہ پیدا ہوتے ہی اس کو تابوت میں بند کر دو۔ اور دریا میں پھینک دینا۔ اب جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اب جب بچہ نظروں سے اوجھل ہوا تو ان کے پاس شیطان نے آ کر وسوسہ ڈالنا شروع کیا تو آپ دل ہی دل میں کہنے لگیں۔ ارے۔ بیٹے میں کیا کر بیٹھی اگر میرے سامنے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے کفن پہنا کر دفن کر دیتی تو یہ بات اس سے بہتر تھی کہ میں نے اسے دریا میں پھینک دیا اور وہ دریائی جانوروں کی خوراک بن جائے گا۔ اب پانی آپ کو بہا کر اس جگہ لے گیا جہاں فرعون کی بیوی کی لونڈیاں پانی بھرتی تھیں تو انہوں نے یہ تابوت دیکھ کر پکڑ لیا اب لونڈیوں نے ارادہ کیا کہ صندوق کھول کر دیکھیں لیکن ان میں سے کچھ نے کہا کہ اگر اس میں مال ودولت ہے اور ہم نے اس کو کھول لیا تو فرعون کی بیوی ہماری تصدیق نہیں کرے گی کہ ہم نے اس میں سے کچھ نہیں چرایا بلکہ یہی کہے گی کہ اس میں تھا لیکن الزام لگ جائے گا یہ سوچ کر وہ اس کو اسی طرح اٹھا کر لے آئیں اور اس کو بند و پیچیدہ ہی حالت میں اس کو فرعون کی بیوی کے سامنے لا کر رکھ دیا اس نے جب صندوق کھولا تو اس میں ایک بچہ نظر آیا اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے دل میں موسیٰ کی ایسی محبت ڈال دی کہ ایسی محبت اس نے کسی کے ساتھ نہ کی تھی۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ''اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بالکل فارغ ہو گیا یعنی اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت رہ گئی اور باقی سب سے فارغ وخالی ہو گیا۔ جب فرعون کے جلادوں کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنی چھریاں لے کر

فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے۔ تاکہ اس کو ذبح کر دیں۔ یہاں پر ابن عباس نے فرمایا کہ اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش میں سے ہے تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے ان سے کہا کہ اس کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو چھوڑ دو اس ایک بچے سے بنی اسرائیل میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ میں فرعون کے پاس جا کر اس بچے کو مانگ لوں گی، اگر اس نے مجھے ہبہ کر دیا تو تمہارا بھی مجھ پر احسان ہو جائے گا کہ تم نے بچا لیا اور اگر اس نے بھی اسے ذبح کرنے کا حکم دے دیا تو میں تمہیں کوئی ملامت نہ کروں گی۔

اب حضرت آسیہ فرعون کے پاس پہنچیں اور کہا کہ یہ تیری اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے فرعون نے جواب دیا کہ تیرے لئے ٹھنڈک ہوگا میرے لئے نہیں ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے اگر فرعون بھی اپنی بیوی کی طرح بچے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا اقرار کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دیتا جیسے اس کی بیوی کو ہدایت دی۔ لیکن اللہ نے اسے ہدایت سے محروم رکھا۔ اب فرعون کی بیوی نے اپنی باندیوں کو بھیجا کہ اس کے لئے کوئی آیا (دودھ پلانے والی) تلاش کر کے لے آؤ۔ لیکن جب بھی کوئی عورت آپ کو دودھ پلانے کے لئے پکڑتی تو آپ اس کی چھاتی کی طرف توجہ ہی نہ کرتے۔ یہاں تک کہ فرعون کی بیوی ڈر گئی کہ اگر اس بچے نے کسی کا دودھ نہ پیا تو اس طرح یہ بچہ مر جائے گا۔ وہ اس بات سے غمگین ہو گئی اس لئے انہیں بازار میں اور تمام لوگوں کے سامنے لے جانے کا حکم دیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بچہ کسی طرح کسی آیا کو دودھ پینے لگ جائے لیکن موسیٰ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہ پیا۔

اور موسیٰ کی ماں پریشان تھی اس نے ان کی بہن کو کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا اور تلاش کرنے کی کوشش کر کہ میرا بیٹا زندہ ہے یا اسے جانوروں نے کھا لیا ہے اور وہ اللہ کے وعدے کو بھول گئی (کہ وہ واپس اس کی طرف آئے گا) اور موسیٰ کی بہن ایک طرف سے دیکھ رہی تھی اور ان کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔

"عن جنب" کا مطلب ہے کہ انسان کی آنکھ دور سے کوئی چیز دیکھے حالانکہ وہ قریب ہو اور آدمی کو اس کا علم نہ ہو۔ اور جب تمام دودھ پلانے والیاں عاجز آ گئیں تو موسیٰ کی بہن نے خوشی کے عالم میں کہا کہ تمہیں ایسے گھرانے کی رہنمائی کرتی ہوں (بتاتی ہوں) جو تمہارے لئے اس کی پرورش بھی کریں گے اور اس بچہ کی خیر خواہی کرنے والے ہوں گے۔

فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو شک ہونے کی بنا پر پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہو گیا ہے کہ وہ اس کی خیر خواہی بھی کریں گے کیا تم ان کو جانتی پہچانتی ہو۔ حتیٰ کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک کیا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اے ابن جبیر یہ بھی ان آزمائشوں میں سے ایک آزمائش ہے۔

فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش

تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جواب دیا کہ وہ چونکہ بادشاہ کے خاندان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور ان سے فائدے کی امید رکھتے ہیں اس لئے بچے کی خیر خواہی کریں گے اور شفقت کریں گے یہ بات سن کر ان کو اطمینان ہوا اور بچے کی بہن کو بھیجا۔ تو وہ اپنی والدہ کے پاس آئی اور اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔ جب آپ کی والدہ صاحبہ آئیں اور اپنے بچے کو اپنی گود میں لیا تو آپ اپنی ماں کی چھاتی کی طرف مائل ہوئے اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں پہلو خوب سیر ہونے کی بنا پر بھر آئے خوشخبری دینے والے نے جا کر فرعون کی گھر والی حضرت آسیہ کو خوشخبری سنائی کہ آپ کے بیٹے کے لئے آیا مل گئی ہے تو اس نے پیغام بھیجا تو دونوں ماں بیٹا اس کے پاس پہنچ گئے۔ جب فرعون کی گھر والی نے دیکھا کہ بچہ اس کے ساتھ

قبطی کا قتل اور مدین کا سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ شہر کے ایک کونے میں پہنچے ہوئے تھے جب کہ شہر والے لوگ سو رہے تھے ابن عباس، سعید بن جبیر اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ یہ دوپہر تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ اچانک دو آدمی سامنے نظر آئے وہ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے ان میں سے ایک فرعونی تو م قبطی سے تعلق رکھتا تھا اور دوسرا اسرائیلی۔ اسرائیلی نے فرعون کے خلاف موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی وہ اس لئے کہ اس کو علم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتنی وجاہت اور مرتبہ ہے کیونکہ آپ نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی اور اس کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اور آپ کی وجہ سے اسرائیلیوں کی عزت و وجاہت بڑھ گئی تھی۔ اور ان کی گردنیں اونچی ہو گئیں اور سر فخر سے بلند ہو گئے تھے اس لئے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلایا ہے اور وہ اس کے رضاعی بھائی ہیں۔ تو اس اسرائیلی کے مدد طلب کرنے پر موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اس کو ایک مکا رسید کیا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مکا مارا۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس لاٹھی سے جو آپ کے پاس تھی۔ تو وہ مر گیا۔ اور اس وقت سوائے اسرائیلی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کام شیطان کے کام میں سے ہے وہ یقیناً کھلا دشمن گمراہ کرنے والا ہے۔

پھر رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے معاف فرمادے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے اور عرض کی کہ اے میرے مولا! تو نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں اس لئے مجرم لوگوں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا ــــــــــــــ الظَّالِمِينَ﴾ (القصص)

الغرض صبح کے وقت ڈرتے ڈرتے شہر میں داخل ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تو صریح گمراہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا آدمی) بول اٹھا کہ جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا تھا (اسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں سے ہو۔ اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ اے موسیٰ علیہ السلام (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں مشورہ کرتے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) اور دعا کرنے لگے اے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے شہر میں ڈرتے ڈرتے صبح کی فرعون اور اس کے درباریوں سے جب اس مقتول کا معاملہ ان کی طرف کیا جائے گا تو جان لیں گے کہ اس کو ایک اسرائیلی کی مدد کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے تو ان کا یہ گمان تقویت پکڑے گا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی اسرائیلی ہے پھر اس بنا پر ایک بڑا واقعہ رونما ہو گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام اگلی صبح گلیوں میں پھر کر حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ آج پھر وہی اسرائیلی ایک اور فرعونی سے لڑ رہا ہے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اسرائیلی نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے مدد

طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کو اس کی فطرت شرارت اور جھگڑنے کی وجہ سے اس کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ تو گمراہ آدمی ہے تب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس قبطی کو پکڑیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی کا دشمن تھا کہ اس کو ہٹائیں اور اس سے دور کریں اور اس کو چھڑائیں اب قبطی پر متوجہ ہوئے۔ تو اس نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا ہے۔

اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ کل کی طرح آج بھی غصے میں ہیں اور غصے کی حالت میں انہوں نے کل فرعونی کو قتل کیا تھا۔ تو اس نے "تو کھلا گمراہ ہے" سے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھے کہنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ یہ بات فرعونی سے کہہ رہے تھے۔ تو اسرائیلی نے خوف کے عالم میں کہہ دیا اے موسیٰ علیہ السلام تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا ہے۔ اسرائیلی نے غلط فہمی سے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں سو ان دونوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ اب معاملہ ظاہر ہو گیا اور وہ فرعونی آل فرعون کی طرف گیا اور ان کو بتایا کہ میں نے اسرائیلی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ اب فرعون نے قتل کرنے والوں کو پیغام بھیجا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دو۔ یہ فرعونی کارندے بڑے پرسکون انداز میں شہر کی ایک بڑی سڑک پر چل رہے تھے اور ان کو یہ وہم تک نہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے شہر کے ایک دور کے کنارے سے موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کا ایک آدمی مختصر راستہ اختیار کر کے دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور آپ کو اصل صورت حال سے خبردار کیا۔ یہاں پہنچ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش میں سے ہے۔

موسیٰ مدین کی طرف نکلے اور آپ کو پہلے کبھی ایسی آزمائش سے واسطہ نہیں پڑا تھا اور راستے کا علم بھی نہ تھا۔ صرف اپنے رب کے بارے میں اپنے دل میں اچھا خیال اور گمان تھا اس لئے ﴿عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرے۔

مدین میں ورود

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ﴾ یہ ایک کنواں تھا جس سے پانی کھینچ کر لوگ پانی پلاتے تھے۔ اور یہ مدین وہی ہے جہاں اصحاب ایکہ ہلاک کئے گئے اور یہ قوم شعیب علیہ السلام تھی اور یہ یونس علیہ السلام کے زمانے سے پہلے ہلاک ہوئے یہ علماء کرام میں سے ایک قول کے مطابق ہے۔ جب مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہی تھی۔ اور ان سے پیچھے دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ الگ کھڑی ہوئی ہیں اور اپنے جانوروں کو دور کر رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ کہ تم لوگوں سے الگ تھلگ کھڑی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں طاقت نہیں ہے کہ ہم پانی کھینچ کر اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ ہم ان کے بچے ہوئے پانی کے انتظار میں کھڑی ہیں آپ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ لوگ جب اس کنویں سے پانی پلا کر فارغ ہوئے تو اس کنویں پر ایک بڑا پتھر رکھ دیتے تھے جس کو دس آدمی اٹھاتے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے چلے جانے کے بعد مطابق فرمان امیر المومنین عمر کے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھایا۔ اور ڈول کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام ان کو پانی پلا کر ایک درخت کے سائے کے نیچے چلے آئے کہا گیا ہے کہ وہ کیکر کا درخت تھا اور سرسبز اور ہرا تھا۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو

نے میری طرف اتاری ہے۔

اب جب وہ دونوں لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر گھر پہنچیں اور ان کے باپ نے کہا آج بکریاں پہلے سے جلدی اور سیر ہو کر آئی ہیں اور ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ تو لڑکیوں سے دریافت کیا اور تعجب سے کہا کہ آج کوئی نئی صورت حال پیش آئی ہے؟ تو ان دونوں لڑکیوں نے اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پورا واقعہ سنایا تو ان کے باپ نے ان میں سے ایک لڑکی کو بھیجا کہ جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ لڑکی نے آکر اپنے باپ کا پیغام سنایا تو موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ چل کر ان کے گھر پہنچے اور ان کے والد سے گفتگو ہوئی تو اس نے فرمایا "لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" "آپ خوف نہ کھائیں آپ ظالم قوم سے نجات پا چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کا ہم پر کوئی تسلط نہیں ہے ہم ان کی حدود مملکت سے باہر ہیں۔ ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ اے ابا جان اس کو اپنے پاس ملازم رکھ لو کیونکہ بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ بیٹی کی بات سن کر باپ کی غیرت جاگ اٹھی اور پوچھا کہ تجھے کیسے علم ہوا کہ وہ طاقت ور اور امانت دار ہے اس نے کہا کہ اس کی طاقت کا اندازہ اس کے ڈول کھینچنے سے ہوا جب اس نے کنویں سے ڈول بھر کر نکالا اور اس کی دیانت کا پتہ یوں چلا کہ جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا اور میں اس کے سامنے آئی اس کو پتہ چلا کہ میں عورت ذات ہوں تو اس نے اپنا سر جھکا لیا اور آپ کا پیغام پہنچانے تک اس نے سر اوپر نہیں کیا پھر اس نے مجھے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ تا کہ اللہ [illegible] کر سکتا ہے بیٹی کا یہ جواب سن کر باپ کو تسلی ہوئی اور اس کی پریشانی دور ہوئی اور آپ کی بات کی تصدیق کی اور بیٹی کی بات کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سے اس نے اپنا حسن ظن قائم کر لیا۔ اب ان بچیوں کے باپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ میں آپ سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ میرے پاس آٹھ سال تک مزدوری کریں اور اگر دس سال مکمل کریں تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا میں آپ پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ بات مان لی اور اس پر تیار ہو گئے۔ آپ پر آٹھ سال ضروری تھے اور دو سال وعدے کے اندر میں تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرصت دی اور آپ نے دس سال مکمل کر دیئے۔

بخاری شریف میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے عیسائیوں کا ایک عالم ملا اور اس نے مجھے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کونسی مدت پوری کی تھی میں نے اس سے کہا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں تھا اور واقعتاً مجھے اس بارے میں کوئی معلوم نہیں تھا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور میں نے ان سے اس عیسائی کی اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ آٹھ سال تو اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام پر واجب اور فرض ہی تھے اور اللہ کا رسول اس سے کم نہیں کر سکتا تھا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے وہ وعدہ پورا کرنے والا تھا جو اس نے کیا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے دس سال مکمل کئے تھے۔ پھر میں اس عیسائی عالم کو ملا اور میں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بتائی تو اس نے کہا کہ آپ نے جس سے سوال کیا ہے اس نے آپ کو جواب دیا وہ آپ سے زیادہ علم والا ہے میں نے کہا کہ وہ بہت بڑا اور علم میں اونچا ہے۔

مدین سے مصر کو روانگی

جب موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر چلے تو اس اثنائے سفر میں آگ اور لاٹھی اور ہاتھ چمکنے کا وہ واقعہ پیش آیا جس کا تفصیلی واقعہ اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ مصر فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے قبل فرعون سے قتل ہونے اور زبان کی گرہ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ سے ہارون علیہ السلام کو نبی بنانے اور ساتھ بھیجنے کی درخواست بھی کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ہارون علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور موسیٰ کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ لاٹھی کا معجزہ لئے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر دونوں بھائی مل کر فرعون کی طرف چلے اور فرعون کے دروازے پر کافی دیر کھڑے رہے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی بہت رکاوٹ کے بعد اجازت ملی فرعون کے پاس پہنچ کر دونوں نے فرعون سے کہا کہ ہم تیرے رب کے پیغمبر ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہارا رب کون ہے انہوں نے جواب دیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے تو فرعون نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اور موسیٰ علیہ السلام کو مقتول کا قصہ یاد دلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے معذرت کی (جو آپ کو معلوم ہے) پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو میرے ساتھ ایمان لے آ اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دے۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ کوئی نشانی لے آ اگر تو سچا ہے۔ پس آپ نے اپنی لاٹھی پھینکی جو کہ واضح اژدھا بن گئی۔ یعنی کہ بڑے سانپ کی شکل اختیار کر گئی۔ اور اس نے منہ کھول کر فرعون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جب فرعون نے اژدھا کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ڈر گیا اور تخت کو چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے دوسری نشانی کے طور پر اپنا ہاتھ گریبان سے نکالا تو وہ چمک رہا تھا اور اس پر کوئی بیماری برص وغیرہ کی نہ تھی۔ پھر آپ نے واپس اپنے گریبان میں ڈالا تو پھر وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اب فرعون نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے اس صورت حال کے متعلق مشورہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ یقیناً یہ جادوگر ہیں۔ وہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہاری بہترین تہذیب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری وجاہت اور عیش و عشرت سب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمام مطالبات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مسترد کر دیئے اور فرعون کو مشورہ دیا کہ اپنے ملک کے تمام جادوگروں کو جمع کرو جو کہ آپ کے ملک میں بہت کثیر تعداد میں ہیں۔ پس اپنے جادو کے ذریعے ان کے جادو پر غالب آ جاؤ۔ فرعون نے اپنے کارندے شہروں میں بھیجے اور حکم دیا کہ سب جادوگروں کو اکٹھا کرو۔ جب وہ فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ جادوگر (دونوں بھائی) کیا کام کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ سانپ بناتے ہیں تو جادوگروں نے کہا کہ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نہیں جو لاٹھیوں اور رسیوں کے ذریعے جادو کرتا ہو جیسا کہ ہم کرتے ہیں۔ اگر ہم جیت گئے اور غالب آ گئے تو ہمارا معاوضہ کیا ہو گا؟ اس نے کہا کہ تم میرے قریبی ساتھی اور خاص آدمی بن جاؤ گے اور میں تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز مہیا کروں گا اس پر معاملہ طے پا گیا۔ جادوگروں سے کہا کہ تمہارے وعدے کا دن عید کا دن ہے اور یہ کہ لوگ چاشت کے وقت اکٹھے کئے جائیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زینت کا دن جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون اور اس کے جادوگروں پر غالب کیا تھا وہ عاشورہ (دس محرم) کا دن تھا جب ایک میدان میں سب جمع ہوئے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ چلو وہاں بھی اس معاملے میں حاضر ہونا چاہئے ہو سکتا ہے اگر وہ جادوگر غالب آ گئے تو ہم ان کی پیروی کریں گے اس جملے کی مراد اس سے بطور مذاق کے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہیں۔ جب سب جادوگر اپنے

ساز وسامان کے ساتھ اکٹھے ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ پہلے آپ پھینکتے ہیں یا ہم پھینکیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے تم پھینکو تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے ہمیں فرعون کی عزت کی قسم ہے ہم ہی غالب رہیں گے۔ تو جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کا جادو دیکھا تو دل ہی دل میں خوف محسوس کیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ اے موسیٰ نہ ڈریں آپ ہی غالب رہیں گے۔ اپنی لاٹھی پھینکو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ ایک بڑا اژدھا بن گئی اور اس نے منہ کھولا ہوا تھا اب یہ لاٹھی والا سانپ ان رسیوں لاٹھیوں کے ساتھ خلط ملط ہونے لگا حتیٰ کہ وہ تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا۔ اب جادوگروں نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے کہ اگر یہ جادو ہوتا اس طرح ہمارے جادو پر غالب نہ آتا یہ تو اللہ کی قدرت کی نشانی ہے اور کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لے آئے اور ہم اس سے پہلے کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ نے اس طرح فرعون اور اس کے حواریوں کو ذلیل ورسوا کیا اور حق کو غالب کیا ان کی سب چیزیں اور سب اعمال بیکار گئے وہ وہاں مغلوب کر دیئے گئے اور ذلیل ورسوا ہو کر واپس پلٹے۔

ادھر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بڑی عاجزی اور انکساری سے فرعون اور اس کے حواریوں پر موسیٰ علیہ السلام کے غالب آنے کی دعا کر رہی تھی۔ فرعونیوں میں سے کوئی اسے دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ فرعون اور اس کے لشکریوں کے حق میں دعا کر رہی ہے حالانکہ اس کو فکر وغم موسیٰ علیہ السلام کیلئے تھا۔ جب فرعون کافی لمبا عرصہ موسیٰ علیہ السلام سے جھوٹے وعدے کرتا رہا اور جب بھی اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوتا تو کہہ دیتا کہ میں تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا اور ایمان لے آؤں گا پھر جب وہ عذاب ٹل جاتا تو اپنے وعدے سے پھر جاتا اور کہتا کہ کیا تیرا رب اس کے سوا بھی کچھ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈکوں اور خون کے عذاب بھیجے یہ اللہ کی طرف سے اس کی قدرت اور موسیٰ علیہ السلام کے سچے ہونے کے لئے کھلی نشانیاں تھیں۔ وہ ہر روز موسیٰ سے اس عذاب کو دور کرنے کا مطالبہ کرتا۔ تاکہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ بھیجنے کا انتظام کر سکے لیکن جب عذاب ٹل جاتا تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتا اور عہد شکنی کرتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ جب صبح فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل تو نکل گئے ہیں تو اس نے شہروں میں لشکر جمع کرنے کا پیغام بھیجا اور بڑے بڑے لشکر لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ جب میرا بندہ موسیٰ علیہ السلام تجھ پر لاٹھی مارے تو ان کو بارہ راستے مہیا کر دینا اور جب موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھی گزر جائیں اور فرعون اور اس کے لشکر داخل ہو جائیں تو مل کر ان کو غرق کر دینا۔

موسیٰ علیہ السلام لاٹھی مارنا بھول گئے جب موسیٰ علیہ السلام سمندر تک پہنچے تو وہ اس خوف سے آوازیں پیدا کر رہا تھا کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام میری غفلت کی حالت میں مجھ پر لاٹھی نہ مار دیں جس سے میں اللہ کا نافرمان قرار پاؤں اور بروقت حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے اور بالکل قریب ہو گئے ﴿قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ موسیٰ علیہ السلام سے ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یقیناً ہم تو پکڑے گئے۔ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کریں کیونکہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ آپ نے جھوٹ بولا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب میں سمندر کے پاس آؤں گا تو میرے لئے بارہ راستے بن جائیں گے اور میں گزر جاؤں گا اس وقت لاٹھی مارنا یاد آیا۔ اور جب فرعون کے لشکر کا اگلا حصہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے پچھلے حصے کے بالکل قریب آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی سمندر پر ماری تو سمندر اللہ کے حکم سے اور

سے مٹی بھری ہے جس نے قوم کو سمندر پار کرایا ہے سامری نے کہا کہ میں اس کو اس شرط پر پھینکوں گا کہ مٹی جس بات سے بھی پھینکوں آپ اللہ سے اس کے لئے دعا کریں گے وہ ویسی ہی ہو جائے اور سامری نے وہ مٹی پھینک دی ہارون علیہ السلام نے دعا کی اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ بچھڑا بن جائے۔ اس گڑھے میں جو کچھ بھی سامان زیور تانبا اور لوہا تھا وہ ایک بچھڑے کی شکل اختیار کر گیا وہ اندر سے خالی تھا اس میں روح نہیں تھی صرف ڈھانچہ تھا لیکن اس سے گائے جیسی آواز پیدا ہوتی تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس سے کوئی آواز پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پچھلی طرف سے ہوا اندر داخل ہوتی تھی اور منہ کے ذریعہ باہر آتی تو اس سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ تو بنی اسرائیل کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے سامری یہ کیا ہے اور تو ہی اسے خوب جانتا ہے۔ تو سامری نے کہا کہ یہ تمہارا رب ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی رب ہے لیکن وہ بھول گئے ہیں۔ دوسرے فرقہ نے کہا کہ اس کو جھوٹا نہ کہو جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف نہیں لے آتے اگر یہی ہمارا رب ہے تو ہم نے اسے ضائع نہیں کیا ہوگا اور اس کی حقیقت واضح ہونے پر اس کی عبادت کریں گے اور اگر ہمارا رب نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لیں گے اور ایک تیسرے گروہ نے کہا کہ یہ شیطانی عمل ہے یہ ہمارا رب نہیں ہو سکتا ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے اور ایک چوتھے گروہ کے دل میں سامری کی بات گھر کر گئی اور انہوں نے سامری کو اچھا سمجھا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم اس کو جھوٹا نہیں کہیں گے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ﴿إِنَّمَا فُتِنتُم بِهِ﴾ اے میری قوم تم اس کے ساتھ فتنے میں مبتلا کئے گئے ہو اور تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے یہ بچھڑا تمہارا معبود نہیں ہے انہوں نے سوال کیا کہ پھر موسیٰ علیہ السلام کا کیا معاملہ ہے انہوں نے ہم سے تیس دن کا وعدہ کیا تھا اس نے وعدے سے خلاف کیا ہے اس کو تو اب چالیس دن گزر گئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ بیوقوف اور بد دماغ لوگ بھی تھے انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے متعلق خطا کھا گئے اور اب وہ اپنے رب کو تلاش کر رہے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی قوم کے حالات سے بھی آگاہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام غصے اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور آپ نے ان سے وہ باتیں کہیں جو قرآن مجید کے حوالے سے سن چکے ہو۔ اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور غصے کی حالت میں تختیاں پھینک دیں پھر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا عذر تسلیم کیا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ اس کے بعد پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا یہ کام تو نے کیوں کیا اس نے جواب میں کہا کہ میں نے رسول (جبرئیل علیہ السلام) کے نشان سے مٹی اٹھالی مجھے اس کی سمجھ آ گئی تم اس کی حقیقت کو نہ پا سکے۔ بس میں نے اس کو پھینکا اور اس طرح میرے نفس نے میرے لئے (اس کو مزین کر کے پیش کیا "فَاذْهَبْ") فرمایا کہ جا تیرے لئے زندگی بھر یہ سزا ہے کہ تو کہتا رہے کہ مجھے مت چھوؤ اور تیرا ایک وعدہ مقرر ہے جس کے خلاف ہرگز نہیں کیا جائے گا اور اب اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مسلسل بیٹھ کر اعتکاف کرتا رہا۔ ہم اسے جلائیں گے پھر اس کو سمندر میں بکھیر دیں گے (اگر یہ معبود ہوتا تو اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جاتا)

بنی اسرائیل کو اپنے فتنے میں مبتلا ہونے کا یقین ہو گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام جیسی رائے رکھنے والے لوگ بہت خوش ہوئے پھر ان لوگوں نے اپنی قوم کی خاطر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے تاکہ ہم توبہ کریں اور اللہ ہماری غلطی کو معاف فرما دے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کام کیلئے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب کئے اور اچھے لوگوں سے انتخاب میں کوئی کمی نہ کی ان منتخب لوگوں نے شرک نہ کیا تھا آپ ان کو لے کر

کو غصہ دلایا اور موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہو گئے اور ان کے خلاف بددعا کی اور ان کو فاسق قرار دیا اور اس سے پہلے انہوں نے ان کے خلاف بددعا نہیں کی تھی۔ صرف اسی دن ان کی بدعملی اور نافرمانی دیکھ کر بددعا کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو فاسق قرار دیا اور فرمایا کہ ان کے لئے ارض مقدس چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی ہے کہ وہ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے۔ ہر روز صبح سے چلنا شروع ہوتے اور ان کو کہیں قرار نہ آتا۔ پھر تیہ کے میدان میں ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ نازل کی۔ ان کے کپڑے ایسے بنا دیئے کہ نہ وہ بوسیدہ ہوتے تھے اور نہ میلے ہوتے تھے ان کو ایک مربع شکل کا پتھر عنایت کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اپنی لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے ہر ایک کونے میں تین چشمے اور ہر قبیلے کے لئے ایک جگہ مقرر کر دی اور وہ جب بھی ایک علاقے سے کوچ کر کے دوسرے علاقے میں جاتے تو وہ پتھر بھی وہاں خود بخود آ موجود ہوتا۔ حضرت ابن عباس نے یہ حدیث جناب نبی کریم ﷺ کے واسطے سے بیان کی ہے میرے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ معاویہ نے ابن عباسؓ پر اس بات کا انکار کیا کہ فرعونی نے موسیٰ علیہ السلام کے ہونے سے مقتول کا راز فاش کیا تھا اور کہا کہ وہ کیسے اس راز کو فاش کر سکتا ہے اسے تو اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ اس کی اطلاع تو صرف اسرائیلی کو تھی جو موقع پر حاضر تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ یہ بات سن کر غصہ میں آ گئے اور معاویہ کا ہاتھ پکڑ کر سعد بن مالک الزہری کے پاس لے گئے اور ان سے کہا کہ اے ابو اسحاق کیا آپ کو یاد ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس مقتول کے بارے میں بیان کیا تھا جس کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا تھا کیا اسرائیلی نے مقتول فرعونی کا راز فاش کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ فرعونی نے صاحب واقعہ اسرائیلی سے سن کر راز فاش کیا تھا۔ امام نسائی نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اپنی تفسیر میں یزید بن ہارون سے یہ حدیث ذکر کی ہے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے کہ صحابیؓ کا قول ہے اور اس کا مرفوع ہونا محل نظر ہے کیونکہ اسکا زیادہ حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور زیادہ غالب امکان یہ ہے کہ یہ کعب الاحبارؒ کے کلام میں سے ہے یہ بات میں نے اپنے شیخ ابو الحجاج المزی سے سنی ہے۔ واللہ اعلم

قبۃ الزمان کی تعمیر کا ذکر

اہل کتاب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک قبہ بنانے کا حکم دیا جو شمشاد لکڑی اور مویشیوں کے چمڑے اور بھیڑ بکریوں کے بالوں سے بنایا گیا ہو اور رنگے ہوئے ریشم اور سونے چاندی سے اس کو مزین کیا گیا ہو۔ اور اس کی تفصیلات اہل کتاب کے ہاں مشہور ہیں۔ اس کے دس خیمے ہوں گے ان میں سے ہر ایک خیمے کی لمبائی اٹھائیس ہاتھ اور چار ہاتھ چوڑائی ہو اس کے چار دروازے ہوں اور اس کی رسیاں حریر اور سفید رنگے ہوئے ریشم کی ہوں ان میں سونے اور چاندی کے کنڈے اور چوڑی چوڑی پلیٹیں لگائی گئی ہوں۔ اور ہر کونے میں دو دروازے ہوں ایک دوسرے سے بڑا ہو۔ ریشمی پردوں سے مزین ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اور ایک تابوت شمشاد لکڑی کا بنایا جائے اس کی لمبائی اڑھائی ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ہوں بلندی ڈیڑھ ہاتھ اس کا اندرونی اور بیرونی خالص سونے کے ساتھ ملمع کیا جائے چمچے بنائے جائیں ان کے پر بھی ہوں اور وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے کئے جائیں جیسا گول نامی شخص کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا کہ شمشاد لکڑی کا دسترخوان بنایا جائے جو دو ہاتھ لمبائی اور اڑھائی ہاتھ چوڑائی والا ہو اس کی رنگائی سونے کی ہو اور سونے کا جڑاؤ ہو۔ سونے کا

تاج ہوا اور اس کے کناروں میں چار کنڈے سونے کے ہوں اور چاروں کو تار کی طرح گول لکڑی میں ڈالا گیا ہو اور وہ لکڑی سونے سے منڈھی ہوئی ہو اور دسترخوان پر پیالیاں اور پیالے اور چمچے ہوں اور ایک شمع دان سونے کا بنایا جائے اس شمع دان کی طرح خالص سونے کی چھ شاخیں ہوں ہر جانب سے تین تین ہوں ہر شاخ پر تین تین چراغ ہوں اور شمع دان کے اندر چار چراغ ہوں یہ سب چیزیں خالص سونے سے بنائی جائیں اس کا بنانے والا بھی بصلیان نامی شخص ہو قربان گاہ بھی اسی نے بنائی تھی۔

یہ قبہ ان کے سال کے پہلے دن نصب کیا گیا تھا اور یہ دمشق کا پہلا دن تھا اور تابوت شہادت رکھا گیا تو وہ بجز تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جانتی ہے مگر اندازہ ہے کہ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

﴿إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (البقرہ ۲۴۸)

اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے تھے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔

اس کی تفصیل اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہے اس میں ان کی شریعت کے احکام اور ان کی قربانی کا بیان ان کے بچھڑے کی عبادت کرنے سے پہلے موجود تھے اور بچھڑے کی عبادت ان کے بیت المقدس تک آنے سے پہلے ہوئی ہے ان کی کتاب میں یوں کہا ہے کہ یہ قبہ ان کے لئے کعبہ کا درجہ رکھتا تھا وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اس کے قریب اچھے اچھے کام کر کے تقرب حاصل کرتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوتے تو وہ لوگ آپ کے پاس آ کر ٹھہر جاتے اس کے دروازے پر بادل کا ستون بن جاتا پھر وہ اللہ کے لئے سجدہ میں گر پڑتے اس بادل کے ستون سے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے وہ ستون نور سے ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتے اور اوامر و نواہی ارشاد فرماتے اس دوران موسیٰ علیہ السلام تابوت کے پاس دو کسوں کے درمیان کھڑے ہوتے جب اللہ تعالیٰ سے کلام مکمل ہو جاتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ان اوامر و نواہی کی اطلاع دیتے جو اللہ نے وحی کئے ہوتے اور جب کسی معاملے میں فیصلہ کروانے کیلئے آپ کے پاس آتے اور اس معاملہ میں آپ کے پاس کوئی ہدایات نہ ہوتیں تو آپ قبہ میں تابوت کے پاس تشریف لے جاتے اور تابوت کے پاس دو کسوں کے درمیان کھڑے ہو جاتے تو اللہ کی طرف سے اس معاملہ کا فیصلہ دیا جاتا۔ ان کی شریعت میں سونا رنگ دار ریشم اور موتیوں کا استعمال عبادت گاہوں اور نماز پڑھنے کی جگہوں پر استعمال جائز و مباح تھا لیکن ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے بلکہ ہمیں تو مسجد کی زینت کرنا اور نقش و نگار کرنے سے روک دیا گیا ہے تاکہ نماز پڑھنے والوں کی توجہ اس کی طرف نہ ہو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع کے موقع پر اس کی تعمیر پر مامور شخص کو ارشاد فرمایا کہ "ایسی عمارت بناؤ جس سے لوگ سردیوں اور گرمیوں سے محفوظ رہیں اس میں سرخ اور زرد رنگ نہ لگانا جس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم (اہل) مساجد کو زیب و زینت سے آراستہ کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے معبد خانوں کو رنگ برنگا بنایا تھا۔ یہ سادگی اس امت کی شرافت و عزت اور پاکیزگی کی ضمانت ہے اس بارے میں پہلی امتوں سے یہ امت مختلف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندروں کو ان کی نمازوں میں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے فتح کر دیا ہے

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون کا قصہ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ قٰرُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى .... لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (القصص: ۸۳/۷۶)

قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اور ان پر زیادتی کرتا تھا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہو جاتیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا کہ اترائیے مت کہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو (مال) تم کو خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں فساد کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے۔ کیا اسکو معلوم نہیں ہے کہ خدا نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت و طاقت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا۔ تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا تو جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں ملتا وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔ اور جو لوگ علم دیئے گئے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس! مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے (جو) ثواب خدا کے ہاں (تیار ہے) وہ کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔ پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو خدا کے سوا کوئی جماعت مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ اور وہ لوگ جو کل اس کے رتبے کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے ہائے شامت خدا ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اگر خدا ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے خرابی کافر نجات نہیں پا سکتے۔ وہ (جو) آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

قارون کون تھا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور ابراہیم نخعی، عبداللہ بن حارث بن نوفل، سماک بن حرب، قتادہ، مالک بن دینار، ابن جریج رحمہم اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ابن جریج نے اس کا نسب بھی بیان کیا ہے قارون بن یصہب بن قاہث جب کہ موسیٰ علیہ السلام عمران بن قاہث کے بیٹے ہیں۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا اور ابن اسحاق کے قول کی تردید کی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کو منور کہتے تھے کیونکہ وہ تورات کو بڑی خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھتا تھا لیکن وہ اللہ کا دشمن اور منافق بن گیا جیسے کہ سامری منافق ہو گیا تھا کثرت مال کی وجہ سے اس کی سرکشی اور بغاوت نے اس کا بیڑا غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کثیر خزانوں کا ذکر کیا ہے حتیٰ کہ صورت حال یہ تھی کہ اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانا طاقتور مردوں کی جماعت پر مشکل اور سخت دشوار ہوتا تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ چمڑے سے بنائی گئی تھیں اور ساٹھ خچروں پر لادی جاتی تھیں (واللہ اعلم)

اس کی قوم میں سے اس کے خیر خواہ اور نصیحت کرنے والوں نے اسے نصیحت کی اور سمجھایا کہ اتراؤ نہیں اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اکڑو نہیں اور دوسروں پر فخر نہ کرو اس میں کوئی شک نہیں۔
اللہ تعالیٰ اکڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا اللہ کے دیئے ہوئے میں سے آخرت بھی حاصل کر لو۔

ان کا مقصد یہ تھا کہ تیری کوششیں اور تیری محنت زیادہ تو آخرت کے لئے ہونی چاہئے کیونکہ وہ ہمیشہ کا گھر ہے اور اس کے ساتھ دنیا کا حصہ نہ بھول کہ حلال اور پاک چیزیں حاصل کرو اور کھاؤ لذت اٹھاؤ۔ اور غریب و مسکین اللہ کی مخلوق پر احسان بھی کرتے رہو جیسے کہ اللہ رب العزت نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور ملک میں فساد نہ کر۔ یعنی لوگوں کے ساتھ برائی اور ان پر ظلم نہ کرو کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے سزا دیں گے اور اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت بھی واپس چھین لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ملک میں فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اس ساری نصیحت اور فہمید کا اس کے پاس جواب صرف یہ تھا کہ اس نے کہہ دیا انما اوتيته على علم عندي کہ مجھے یہ سب کچھ اپنے علم و ہنر کی بدولت ملا ہے آپ کی اس نصیحت و فہمائش پر مجھے کان دھرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے میں اس کا استحقاق رکھتا ہوں۔ اور میں اس کا اہل اور باصلاحیت ہوں اگر میں اللہ کا پسندیدہ اور محبوب نہ ہوتا تو مجھے اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ عطا نہ فرماتے۔

اللہ رب العزت نے اس کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا ہے کہ وہ اس سے طاقت اور افرادی قوت میں کہیں زیادہ تھے اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ اگر اس کی یہ بات صحیح ہوتی تو جو لوگ اس سے پہلے مال و دولت میں زیادہ تھے ان کو ہم ہلاک نہ کرتے اس کو مال کا زیادہ ملنا ہماری محبت اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں ہے جیسے کہ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (سبا:۵٦)

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں جو تمہیں ہمارے قریب اور پیارا نہیں کر سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے"

اور دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (المؤمنون:۵۵-۵٦)

"کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جو ان کو مال اور بیٹے زیادہ دے رہے ہیں تو کیا ہم ان کی بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں۔۔ بلکہ وہ سمجھتے نہیں"۔

یہ تردید ہو رہی ہے اسی نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ انما اوتيته على علم عندي سے مراد اس کا علم اور اس کی صلاحیتیں ہیں جن پر اس نے اعتماد کیا اور اس کا اظہار کیا۔ اسی طرح آج کل کے لوگوں کا جو نظریہ ہے وہ صحیح نہیں ہے کہ اس کے پاس کیمیا کا علم تھا یا اس کو اسم اعظم یاد تھا اس کی وجہ سے اس کے پاس بہت سا مال و دولت اکٹھا ہو گیا۔ کیونکہ علم کیمیا ایک خیالی اور وہمی چیز ہے۔ اس سے چیز اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ ہی اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کے مشابہ ہو سکتی ہے۔ اور اسم اعظم سے صرف مؤمن و مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے کافر کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ قارون اندرونی طور پر کافر اور ظاہری لحاظ سے منافق تھا ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا تو اس صورت میں اس کا جواب صحیح نہیں بنتا۔ دونوں باتوں کے درمیان موافقت اور مناسبت باقی نہیں رہتی۔ اور اس کی مزید وضاحت ہم اپنی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

فخرج على قومه في زينته ۔ اپنی قوم کے سامنے اپنی پوری ٹھاٹھ باٹھ اور زیب و زینت کے ساتھ نکلا بہت سے

مفسرین نے یہ بات ذکر کی ہے کہ وہ مخصوص لباس اور سواریوں اور نوکروں چاکروں کے ہمراہ پیروکاروں کے ساتھ نکلا تو اس کی دنیاوی چمک دمک و اہمیت دیکھنے والوں نے دیکھ کر کہا اور تمنا کی۔ کہ کاش ہم بھی اس جیسے ہو جائیں اور اس کی طرح زینت اور مال و دولت پر آرزو اور رشک کرنے لگے لیکن جب فہم و فراست والے علماء اور دنیا سے بے نیاز عقلمندوں نے ان کی یہ بات سنی تو ان لوگوں کو کہا کہ تم پر افسوس ہے اپنی رشک کرتے ہو جبکہ اللہ کے ہاں جو اجر و ثواب ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے ہے وہ بہت بہتر ہے یعنی آخرت میں اللہ کا دیا ہوا جو اجر ہے وہ بہتر اور دیرپا اور بلند و بالا ہے۔

اس نصیحت کا فائدہ اور ہمت و حوصلہ جو آخرت کے گھر کو حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے وہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی ہو اور اسے ثابت قدم رکھا ہو وہ دنیا کو کوئی حیثیت نہیں دیتا اور اس کی محنت آخرت کے لئے ہوتی ہے۔

بعض علماء متقدمین نے کیا خوب کہا ہے کہ (ان اللہ یحب البصر النافذ عند ورود الشبہات والعقل الکامل عند حلول الشہوات)

"اللہ اس آنکھ کو پسند کرتا ہے کہ جو شبہات آنے پر کھل جاتی ہے اور اس عقل کو جو شہوات کے موقع پر اپنا کمال ظاہر کرتی ہے"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ﴾ (القصص:٨١)

"ہم نے اس کو اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا تو کوئی جماعت اللہ کے سوا اس کی مدد کرنے والی نہ تھی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا"

قارون کے زیب و زینت کے ساتھ نکلنے کو اللہ نے ذکر فرمایا تو ساتھ ہی فرما دیا کہ ہم نے اسے اور اس کے محل کو زمین بوس کر دیا جیسے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی اپنا تہبند لٹکائے ہوئے چل رہا تھا تو اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور قیامت کے دن تک رات دن وہ زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

قارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانا

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت سدیؒ سے ذکر کیا گیا ہے کہ قارون نے ایک بدکار عورت کو کچھ مال اس شرط پر دیا کہ وہ لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کو کہے کہ تو نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے کہا جاتا ہے کہ اس عورت نے یہ بات کہہ دی تو آپ پر ڈر کی وجہ سے کپکپی طاری ہو گئی آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اس عورت سے اس بات پر قسم اٹھوائی اور پوچھا کہ تو نے یہ بات کیوں کی ہے اس عورت نے جواب دیا کہ یہ کام مجھ سے قارون نے کروایا ہے یہ بات سن کر موسیٰ علیہ السلام اللہ کے لئے سجدہ میں گر گئے اور قارون کے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے وہ آپ کا حکم مانے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے محل کو نگل جا تو زمین اسے نگل گئی۔

اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ قارون پوری شان و شوکت اور اپنی زیب و زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے آیا اور اپنے لاؤ لشکر اور خچروں میں گھرا ہوا جن پر خزانے کی چابیاں لدی ہوئی تھیں اور فاخرہ لباس پہن کر موسیٰ علیہ السلام کی مجلس سے گذرا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پچھلی قوموں کے عروج و زوال کے حالات و واقعات سنا کر قوم کو وعظ کر رہے تھے

کر دیا (جو انہوں نے آپ پر لگایا تھا) اور وہ اللہ کے ہاں بڑے مرتبے والے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے باحیاء اور پردہ دار شخص تھے اسی حیاء کی وجہ سے ان کا جسم نہ دیکھا جا سکتا تھا اس لئے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے آپ کو اذیت دی اور کہا کہ یہ جو اتنا ستر پوشی اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے برص ہے یا خصیتین پھولے ہوئے ہیں یا کوئی اور بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرنے کا ارادہ فرمایا۔

تو ایک دفعہ انہوں نے خلوت میں غسل کرنے کی غرض سے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر غسل کیا فارغ ہو کر آپ اپنے کپڑوں کی طرف آئے اتنے میں پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پکڑی اور پتھر کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور فرما رہے تھے کہ اے پتھر میرے کپڑے دیدے حتیٰ کہ وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ کر رک گیا انہوں نے آپ کو ننگا دیکھ لیا آپ بہت خوبصورت ساخت کے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بہتان سے بری کر دیا۔ پتھر کے وہاں رک جانے کی وجہ سے آپ نے کپڑے لے کر پہن لئے اور پتھر کو اپنی لاٹھی سے مارنا شروع کر دیا اللہ کی قسم پتھر پر آپ کی لاٹھی کے تین یا چار یا پانچ نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا فرمان کا یہی مفہوم ہے۔

اے ایمان والو ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بہتان سے بری کر دیا اور وہ اللہ کے ہاں بڑے مرتبہ والے تھے۔

یہ حدیث امام احمد اور امام مسلم نے بھی بیان کی ہے۔

مفسرین میں سے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کی عظمت شان یہ ہے کہ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے سفارش کی کہ ان کو بھی نبی بنا کر میرا معاون بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ فرمائش پوری کی اور ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا۔

حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مال تقسیم کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر اس کا تذکرہ کیا تو آپ غصہ میں آ گئے جو میں نے آپ کے چہرے سے معلوم کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے کوئی آدمی کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ بالکل صاف ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال آیا تو آپ نے اسے تقسیم کر دیا پھر میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ نے اس تقسیم سے اللہ کی ذات اور آخرت کے گھر کا ارادہ نہیں کیا میں نے غور سے ان کی یہ بات سنی پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں فرمایا تھا کہ مجھے کوئی کسی دوسرے کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچایا کرے اور میں فلاں فلاں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے یہ کہا ہے میں نے پوری بات ذکر کی یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور آپ نے یہ بات

ناگوار گذری آپ نے فرمایا مجھے چھوڑو موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تو انہوں نے صبر کیا۔

معراج کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے تو ان کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

اور حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ اسراء کی رات چھٹے آسمان میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے آپ سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں آپ ان سے سلام کیجئے آپ فرماتے ہیں میں نے ان کو سلام کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ صالح نبی اور نیک بھائی کے لئے خوش آمدید۔ جب میں آگے گذرا تو وہ رو پڑے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ یہ لڑکا میرے بعد نبی بنا کر مبعوث کیا گیا لیکن میری امت کی نسبت سے اس امت کے لوگ جنت میں زیادہ داخل ہوں گے۔ اور آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان میں ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہی محفوظ ہے۔

شریک بن ابی نمر حضرت انسؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لیکن بہت سے حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں اور ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان میں ملے اور آپ بیت المعمور کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کی شان یہ ہے کہ روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

معراج کی رات جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں تو تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام پر گذرے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا مطالبہ کریں کیونکہ میں آپ سے پہلے بنی اسرائیل پر تجربہ کر چکا ہوں اور ان کو بہت آزمایا ہے اور آپ کی امت تو کانوں اور آنکھوں اور دلوں سے بہت کمزور ہے تو اس طرح نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے رب کے درمیان بار بار آتے جاتے رہے اور ہر بار تخفیف ہوتی رہی۔

یہاں تک کہ دن رات میں پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ یہ صورۃً تو پانچ نمازیں ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس ہی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جناب نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ پر پہلی امتیں پیش کی گئیں اور میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کے کنارے کو گھیرا ہوا تھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں ہیں۔

حضرت حصین بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے پوچھا کہ گذشتہ رات ٹوٹنے والا ستارہ کس نے دیکھا ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا ہے پھر میں نے کہا کہ نماز کی حالت میں مجھے کسی زہریلے کیڑے نے ڈس لیا حضرت سعید نے پوچھا کہ پھر اس کا کیا کیا میں نے کہا کہ میں نے دم کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ ایسا تم نے کیوں کیا میں نے کہا کہ مجھے بریدہ الاسلمی سے شعبی نے بیان کیا کہ دم صرف نظر لگ جانے یا کسی چیز کے ڈس

لینے کی وجہ سے ہے سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس نے اچھا کیا جو اپنا سنا ہوا مجھ تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ مجھ پر پہلی امتیں پیش کی گئیں میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک گروہ ہے پھر ایک اور نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک بھی ماننے والا نہیں تھا پھر بہت بڑی تعداد کے ساتھ ایک نبی کو دیکھا میں نے سوال کیا کہ کیا یہ میری امت ہے کہا گیا کہ نہیں بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت میں موجود ہیں لیکن آپ افق آسمان کے کناروں کی طرف اپنی نگاہ اٹھائیں دونوں بہت بڑی جماعت تھی۔ پھر کہا گیا کہ اس جانب نظر ڈالیں تو وہاں بھی بہت بڑی جماعت تھی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے آدمی ہیں جو کہ حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ آپ یہ فرما کر اپنے گھر میں تشریف لے گئے تو لوگ اسی بارے میں مشغول ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہونے والے کون لوگ ہیں تو اس بارہ میں بعض لوگ کہنے لگے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ جو اسلامی دور میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک نہیں کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے کچھ اور چیزیں بھی ذکر کیں تو آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور سوال فرمایا کہ تم لوگ کس بات میں مشغول ہو تو ان لوگوں نے اپنی بات بتائی آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ دم کراتے ہیں نہ فال لیتے ہیں اور اپنے رب پر ہی اعتماد کرتے ہیں تو یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول وہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے ہے پھر ایک اور آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس بات میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں اور بخاری مسلم کے علاوہ دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی یہ حدیث موجود ہے ہم نے ان کو جنت کی صفت اور قیامت کے احوال واہوال کے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور آپ کی بہت تعریف فرمائی ہے اور ان کا قصہ بھی اپنی کتاب میں بار بار بیان فرمایا ہے کہیں مفصل اور کہیں مختصر اور بہت سے مقامات پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب تورات اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جیسے کہ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الم ۔ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۔ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۔ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴾ (آل عمران: ۱-۴)

ترجمہ آیت ۱: اور جب بھی ان کے پاس اللہ کا رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔

ترجمہ آیت ۲: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ زندہ اور سب کا نگہبان ہے جس نے حق کے ساتھ آپ پر اس

السلام اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔ اب تمہیں چاہئے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو میری آیات کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بیچا کرو۔ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں (پھر آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اور انجیل والوں کو بھی چاہئے کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم سے فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں اور ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو جو اس سے پہلے کی کتابیں ہیں حاکم بنایا ہے اور یہ ان کی تصدیق کرتا ہے اور جو ان میں تحریف اور تبدیلی آئی ہے ان کی وضاحت کرتا ہے کیونکہ اہل کتاب اپنی کتابوں کی حفاظت کے ذمہ دار بنائے گئے تھے۔ وہ اس کی نگہداشت اور حفاظت نہ کر سکے اور نہ لکھ سکے اس لئے ان میں تغیر و تبدل کا راہ مل گئی اور اس کی وجہ ان کی کم فہمی اور کم علمی کا ہونا ہے خالق و مالک کے لئے ان کی بدنیتی اور خیانت بھی ان کی کتب میں تحریف کا سبب بنی۔

قیامت کے دن تک مسلسل ان پر لعنتیں پڑتی رہیں گی اسی وجہ سے ان کی کتب میں اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بے شمار غلطیاں اور خطائیں پائی جاتی ہیں اور ان جیسی بے شمار غلطیاں شاید ہی کسی اور جگہ پائی جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انبیاء میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۝ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و نصیحت والی کتاب عطا فرمائی وہ لوگ جو اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت سے کانپتے رہتے ہیں اور نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم نے نازل فرمایا ہے پھر بھی تم اس کے منکر ہو۔

اور سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ ـــــــ صَادِقِينَ﴾ (القصص۔ ۴۸_۴۹)

"پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہتے ہیں کہ یہ وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے اچھا تو کیا موسیٰ علیہ السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر نہیں کیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم ان سب کے منکر ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کروں گا"۔

ان مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کی تعریف کی ہے جنوں نے اپنی قوم کو کہا تھا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ۔ یقیناً ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے۔

جب سب سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

"اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھ جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بہت عزت والا ہے"۔

جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔

اور جب رسول اللہ ﷺ نے وحی نازل ہونے کی پوری کیفیت ورقہ بن نوفل کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا تھا کہ یہی وہ ناموس ہے یہی وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ بن عمران پر نازل ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت عظیم شریعت تھی اور آپ کی امت بھی کثیر تعداد والی تھی اس میں بہت سے انبیاء علماء عبادت گذار دنیا سے بے رغبتی کرنے والے (زاہد) اور عقلمند لوگ گذرے ہیں۔ اور ان میں بادشاہ امراء سردار اور بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ وہ دنیا میں آئے اور چلے گئے جیسے ان کی شریعت میں تبدیلیاں آ گئیں ویسے ہی ان میں بھی آ گئیں۔ اور وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیئے گئے پھر ان کی ملت بالکل منسوخ ہو گئی ان پر بڑے بڑے حادثات واقع ہوئے جن کا تذکرہ طویل ہے عنقریب ہم آگے چل کر کچھ ایسی چیزیں بیان کریں گے جو ان کے متعلق باخبر ہونے والوں کے لئے کافی ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حج کا تذکرہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ وادی ازرق سے گذرے تو دریافت فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے کہا کہ یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ گھاٹی سے اتر رہے ہیں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ پکار رہے ہیں حتیٰ کہ آپ ہرشا گھاٹی کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ گویا کہ میں یونس بن متی کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر اون کا جبہ ہے ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ہے اور وہ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سرخ بیل پر سوار ہو کر حج کیا تھا اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت غریب ہے۔

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے دجال کا تذکرہ کیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا کہا لوگ کیا کہتے ہیں کسی نے بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات نہیں سنی۔ البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی شکل وصورت کا تصور کرنا ہو تو اپنے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لو موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے آدمی تھے ان کے بال گھنگریالے تھے سرخ اونٹ پر سوار تھے اونٹ کی نکیل کھجور کے چھال کی بنی ہوئی تھی۔ گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ وادی میں اترتے ہوئے تلبیہ پکار رہے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم کو دیکھا عیسیٰ علیہ السلام تو سرخ رنگ والے گھنگریالے بالوں والے اور کشادہ سینے والے ہیں موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ والے بڑے جسم کے مالک اور سیدھے بالوں والے ہیں ابراہیم علیہ السلام ان کا تصور کرنا ہو تو اپنے ساتھی (اپنی طرف اشارہ کیا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے موسیٰ ابن عمران کو دیکھا کہ وہ لمبے قد کے گھنگریالے بالوں والے ہیں ازد شنوءہ کے آدمی لگ رہے تھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام درمیانے قد والے سرخ وسفید رنگ اور سیدھے بالوں والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج والی رات میری گویا شنوءہ قبیلے کے آدمی ہیں اور

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملا پھر آپ نے ان کی صفت بیان کی کہ وہ درمیانے قد سرخ رنگ والے ہیں گویا ابھی غسل خانے سے نکلے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ میں ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی میں یہ روایات آکر گذر چکی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف موت کا فرشتہ بھیجا گیا جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے تھپڑ رسید کر دیا وہ اللہ کی طرف واپس گیا اور عرض کی کہ یا اللہ آپ نے مجھے ایسے آدمی کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی طرف واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں تو ہر بال کے بدلے تیرے لئے عمر میں ایک سال کا اضافہ ہوگا آپ نے عرض کی یا اللہ پھر کیا ہوگا اللہ نے فرمایا کہ پھر موت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ پھر ابھی آجائے۔

آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے بقدر پتھر پھینکنے کے ارض مقدسہ کے قریب کر دے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں تمہیں ان کی قبر دکھاتا راستے کی ایک جانب سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس موت کے فرشتے کو بھیجا جب موت کا فرشتہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اپنے رب کا فیصلہ تسلیم کرلیں (یعنی موت کا وقت آچکا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی فرشتہ واپس بارگاہ الٰہی میں پہنچا اور جا کر عرض کی کہ آپ نے مجھے ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا اور اس نے تو میری آنکھ پھوڑ دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ ٹھیک کر دی اور حکم دیا کہ میرے بندے کی طرف دوبارہ جاؤ اور اس سے پوچھو کیا زندگی چاہتا ہے اگر تو زندگی چاہتا ہے تو بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھو جتنے بال تیرے ہاتھ کے نیچے آجائیں اتنے سال تو اور زندہ رہے گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر کیا ہوگا فرمایا کہ پھر موت ہوگی آپ نے عرض کی کہ اگر پھر بھی موت ہے تو ابھی ہی آجائے۔

یہ روایت ابن قتادہ کے ساتھ موقوف ہے اور امام احمد اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں اپنی صحیح میں ابن حبان نے یہ روایت ذکر کر کے ایک اشکال کا جواب دیا ہے وہ اشکال یہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو کیوں طمانچہ مارا اور کیوں اس کی آنکھ پھوڑ دی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ انسانی شکل وصورت میں تشریف لائے ہوں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام پہچان نہ سکے ہوں جیسے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی کی شکل وصورت میں آئے اور ابراہیم و لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے نوجوانوں کی صورت میں آئے کہ حضرت ابراہیم و لوط علیہ السلام ابتداء میں ان کو نہ پہچان سکے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی شاید ان کو نہ پہچانا ہوگا اسی لئے اس کو طمانچہ مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی کیونکہ وہ آپ کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوا تھا یہ بات ہماری شریعت سے بھی عین مطابق ہے کہ اگر آپ کے گھر میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی دیکھے تو اس کی آنکھ پھوڑ دینی جائز ہے پھر حضرت ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں روح قبض کرنے آیا اور اسے کہا کہ اپنے رب کی بات تسلیم کرلو موسیٰ علیہ السلام

پھر ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا نوجوان حضرت یوشع علیہ السلام سفر کر رہے تھے کہ اچانک سیاہ آندھی اٹھی یوشع علیہ السلام نے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو قیامت ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چمٹ گئے اور کہا کہ قیامت آئے گی تو میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چمٹا ہوا ہوں گا پس موسیٰ علیہ السلام کو قمیص کے نیچے سے کھینچ لیا اور قمیص یوشع علیہ السلام کے ہاتھ میں رہ گئی جب یوشع علیہ السلام قمیص لے کر اپنی قوم کی طرف آئے تو بنی اسرائیل نے ان کو پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے اللہ کے نبی کو قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے وہ تو مجھ سے چھین لئے گئے انہوں نے اس بات کی تصدیق نہ کی اور یوشع علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تو یوشع علیہ السلام نے کہا کہ مجھے تین دن کی مہلت دو پس یوشع علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کی حفاظت پر مامور تمام لوگوں کو خواب آیا کہ یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ ہم نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے پس انہوں نے یوشع علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔

اور جبار قوم کی بستی میں داخل ہونے سے انکار کرنے والوں سے کوئی بھی باقی نہ بچا بلکہ وہ اسی جگہ مر گئے اور نہ وہ ارض مقدس میں داخل ہوئے اور نہ ان کو فتح و کامرانی دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ اس روایت کے بعض الفاظ منکر اور غریب ہیں۔ واللہ اعلم

اور یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود لوگوں میں سے یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا کے سوا کوئی آدمی بھی میدان تیہ سے نہ نکل سکا۔ یہ کالب وموسیٰ وہارون علیہما السلام کی بہن مریم کے خاوند تھے اور یہی وہ دو شخص ہیں کہ جنہوں نے بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں داخل ہونے کا مشورہ دیا تھا ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کھود رہے تھے آپ نے اس سے زیادہ خوبصورت اور دلکش قبر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آپ نے فرشتوں سے سوال فرمایا کہ اے فرشتو یہ قبر کس کے لئے کھود رہے ہو انہوں نے کہا کہ اللہ کے ایک نیک بندے کے لئے کھود رہے ہیں اگر تم وہی بندہ بننا پسند کرتے ہو تو اس میں داخل ہو جاؤ وہاں لیٹ جاؤ اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کرو آپ نے یہی کیا تو آپ فوت ہو گئے تو فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو دفن کر دیا۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ بوقت وفات آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پچھلے لوگوں میں فرشتہ موت کھلم کھلا آتا تھا اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا تو آپ نے اس کو تھپڑ مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو وہ فرشتہ اپنے رب کے پاس گیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے بندے موسیٰ نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے اگر وہ تیرا اکرم و معزز بندہ نہ ہوتا تو میں اس پر سختی کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے کے پاس دوبارہ جاؤ اور اس کو کہو کہ ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھو تو تیرے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے میں ایک سال عمر زیادہ ہو جائے گی۔

فرشتے نے آکر بات کی تو فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہوگا کہا موت ہی آئے گی تو فرمایا کہ ابھی ہی آجائے۔ فرشتے نے ان کو سونگھا اور ان کی روح قبض کر لی۔ حدیث کے ایک راوی یونس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ ٹھیک کر دی۔ اب وہ لوگوں کے پاس پوشیدہ طور پر آتا ہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام

نسب نامہ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ افتیل یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لئے بغیر ذکر کیا ہے اور پہلے اس کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں ہم ان کا واقعہ ذکر کر چکے ہیں۔

مثلاً یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واذ قال موسیٰ لفتٰہ "جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان کو کہا۔"

فلما جاوزا "جب وہ دونوں آگے گذر گئے تو انہوں (موسیٰ) نے اپنے جوان کو کہا۔"

حضرت ابی بن کعب کے واسطے سے مروی ایک صحیح حدیث میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ یوشع بن نون ہی ہیں اور اہل کتاب کے ہاں ان کے نبی ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

اہل کتاب کے گروہ سامرہ میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کے سوا کسی کی نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ تورات میں ان کی نبوت کی صراحت کی گئی ہے جبکہ وہ باقی سب نبیوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی برحق نبی ہیں اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو کچھ (تورات) موجود ہے وہ ان کی تصدیق کرتا ہے (قیامت کے دن تک سامرہ گروہ پر لعنتیں برستی رہیں)

رہی وہ بات جو ابن جریر اور دیگر مفسرین نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آخری عمر میں ان کی نبوت یوشع بن نون کی طرف منتقل ہو گئی تھی اور موسیٰ علیہ السلام یوشع علیہ السلام سے ملتے تھے اور ان کے متعلق سوال کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں تو آپ سے آپ کی طرف آنے والی وحی کے متعلق سوال نہیں کیا کرتا تھا جبکہ آپ خود ہی بتایا کرتے تھے اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے زندہ رہنا ناپسند کیا اور موت کو پسند کیا یہ روایت محل نظر ہے اور صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آخر وقت تک برابر وحی آتی رہی اور دیگر معاملات کے بارے میں اللہ کی طرف سے ان پر کلام نازل ہوتا رہا اور آپ ہمیشہ اللہ کے نبی اور مکرم و معزز اور صاحب مرتبہ نبی رہے ہیں جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا تھا تو اللہ نے دوبارہ اس فرشتہ کو آپ کی طرف بھیجا اور کہا کہ اگر آپ زندگی کو پسند کرتے ہیں تو اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت کے اوپر رکھو جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں تو ان میں سے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر زیادہ ہو جائے گی اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے اللہ سے دعا فرمائی کہ مجھے پتھر پھینکنے کے بقدر بیت المقدس کے قریب کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ اور یہ جو محمد بن اسحاق نے اہل کتاب کی کتب سے مذکورہ بالا بات بیان کی ہے تو اہل کتاب کی کتاب تورات میں یہ بات بھی موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آخری عمر تک وحی نازل ہوتی رہی ہے جیسا کہ ان کے قصے میں بیان ہو چکا ہے اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

اور سفر تثنیہ میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو ان کے

قبیلوں کے لحاظ سے شمار کرو اور ہر قبیلہ پر ایک امیر اور نگران مقرر کر دیں صرف اس لئے تھا تا کہ وہ میدان تیہ سے نکل کر سرکش وجبار قوم کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہو سکیں اور یہ چالیس سال مکمل ہونے کے بالکل قریب کی بات ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا فرشتہ کی آنکھ پھوڑنے کے متعلق بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ اس لئے پھوڑ دی تھی کہ آپ نے اس حالت میں اس کو پہچانا نہ تھا۔ اور اس لئے بھی کہ آپ ایک معاملہ کے وقوع کی توقع رکھتے تھے جس کے متعلق آپ کو بتا دیا گیا تھا۔ مگر آپ کی زندگی میں اس کا وقوع پذیر ہونا مقدر نہ تھا بلکہ وہ حضرت یوشع بن نون کے زمانہ میں واقع ہونا تھا۔

اور یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے شام میں رومیوں کے ساتھ جہاد و قتال کا ارادہ کیا آپ ۹ ہجری میں تبوک تک جا کر واپس تشریف لے آئے پھر ۱۰ ہجری میں آپ نے حج کیا واپس تشریف لانے کے بعد پھر حضرت اسامہ کی سربراہی میں ایک لشکر تیار کیا اور آپ رومیوں سے جہاد کا پختہ ارادہ رکھتے تھے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (التوبہ:۲۹)

"ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو اللہ و رسول کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں سمجھتے اور جو دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں"۔

اور جب رسول اللہ ﷺ نے لشکر اسامہ تیار کیا تو وہ ابھی جرف کے مقام پر خیمہ لگائے ہوئے تھے کہ آپ اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے تو آپ کے رفیق غار اور آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس کو روانہ کیا جب جزیرۃ العرب کے حالات درست ہو گئے اور اہل عرب کی خرابی اور فتنہ ارتداد دور ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے دائیں بائیں لشکر روانہ کئے کسریٰ ایران کے بادشاہ اور قیصر بادشاہ روم کی طرف افواج بھیج کر ان ممالک کو فتح کیا اللہ تعالیٰ نے اسلامی افواج کو کامیابی عطا فرمائی انہیں ان پر قدرت دی اور ان کو ان کی گردنوں کا مالک بنا دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مختلف لشکروں میں تقسیم کریں اور ان کے سربراہ بنائیں۔

جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (المائدہ:۱۲)

اور یہی بات ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا اور ان کے بارہ سردار بنا دیے اور اللہ نے فرمایا کہ میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو اچھا قرضہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور تمہیں باغات میں داخل کروں گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا تو سیدھے راستے سے ہٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں بنی اسرائیل کو فرما رہے ہیں کہ میرے واجب کردہ کاموں کو سرانجام دو گے اور دشمنوں سے قتال کرنے سے منہ نہیں موڑو گے جیسے تم نے پہلی بار منہ موڑ لیا تھا تو اس کا بدلہ میں تمہیں یہ دوں گا کہ اس کی سزا تم سے دور کر دوں گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ سے پیچھے رہنے والے اعرابیوں سے فرمایا تھا۔

بنی لاوی کے سوا باقی لڑائی کرنے کے قابل کل افراد پانچ لاکھ ایک ہزار چھ سو چھیاسی افراد پر مشتمل تھے۔ لیکن انہوں نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے بیس سال سے لے کر اس سے زائد عمر کے افراد جو ہتھیار اٹھا سکتے تھے ان کی تعداد ۶۰۳۵۵۰ تھی ان میں بنی لاوی شامل نہیں۔ اور یہ بات محل نظر ہے کیونکہ پہلی جو تعداد ان کی کتاب میں ملی ہے وہ اس بعد والی تعداد کے موافق نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبۃ الزمان پر موجود بنی لاوی کے لوگ بنی اسرائیل کے درمیان چلا کرتے تھے جس کو لشکر کا قلب کہتے ہیں اور میمنہ پر روبیل کی اولاد یا سورتی اور میسرہ پر دان کی اولاد اور نفتالی کی اولاد ساقہ یعنی لشکر کے پچھلے حصے میں ہوتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہانت کا کام اللہ کے حکم سے ہارون علیہ السلام کی اولاد کے سپرد کیا تھا۔ ان سے پہلے یہی کام ان کے والد کے سپرد تھا ان میں پہلے ناداب پھر ابیہو پھر الیعازر اور پھر یتمر۔ ان سب سے غرض یہ ہے کہ جبار قوم کے علاقے میں داخل ہونے سے انکار کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا جنہوں نے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾

ثوری قتادہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں۔ سدی نے ابن عباس اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ سے بھی یہ بات نقل کی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابن عباس اور متقدمین و متاخرین علماء نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

مورخ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی بیت المقدس فتح کرنے والے ہیں اور حضرت یوشع لشکر کے اگلے حصے کی سربراہی کر رہے تھے اور اس جگہ اس نے بلعام بن باعور کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بیت المقدس کو جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے ملاقات بھی کی ہے اور یہ بلعام بن باعور وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾

(الاعراف: ۱۷۵ تا ۱۷۷)

"اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے نکل گیا تھا پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ہم (آیات کے ساتھ) اس کو بلند کر دیتے مگر وہ پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر اس پر سختی کرو تو زبان نکالتا ہے اور اگر چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رکھتا ہے مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ تو یہ قصہ بیان کر دو تا کہ یہ لوگ فکر کریں۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی مثال بری ہے اور انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اور اس بلعام بن باعور کا قصہ ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے"۔

ابن اسحاق وغیرہ کے قول کے مطابق یہ شخص اسم اعظم جانتا تھا اور اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے بددعا کرے تو اس نے انکار کر دیا جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ اپنی گدھی پر سوار ہوا اور بنی اسرائیل

المقدس کے قریب ہونے کی دعا کی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منظور فرمائی۔

تو اس طرح میدان تیہ میں ان کو ساتھ لے کر نکلنے والے اور بیت المقدس میں ان کو داخل کرانے کے ارادے سے جانے والے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہی ہیں۔ اہل کتاب اور دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو نہر الاردن کے عبور کرنے کے بعد "اریحا" بستی کی طرف لے گئے جس کی دیوار زیادہ مضبوط ہے اور اس کے محل ومکان بہت بلند ہیں اور وہاں کے رہنے والے کافی تعداد میں موجود ہیں انہوں نے چھ ماہ تک اس کا محاصرہ کئے رکھا پھر ایک دن اس کو گھیرے میں لے لیا اور بگل بجائے اور یک زبان ہو کر یک تخت نعرہ تکبیر بلند کیا تو اس کی دیوار ٹوٹی اور یکدم اچانک زمین بوس ہوگئی پھر آپ اندر داخل ہوئے اور سب مال ودولت کو غنیمت میں اکٹھا کرلیا۔

اور بارہ ہزار مرد وعورتیں قتل کیں اور بہت سے بادشاہوں سے لڑائی کی یہاں تک کہا گیا ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام 31 بادشاہوں پر غالب آئے۔

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ اس کا محاصرہ جمعہ کے دن عصر کے بعد ختم ہوا جب سورج غروب ہوا یا غروب ہونے کے قریب تھا اور ہفتہ کا دن شروع ہونے والا تھا جس کی تعظیم اس دور میں ان کے ہاں شروع تھی تو انہوں نے فرمایا کہ اے سورج تو اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی پابند ہوں اے اللہ اس کو مجھ پر روک دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا یہاں تک کہ شہر فتح ہوگیا اور چاند کو حکم دیا وہ بھی رک گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے ماہ کی چودھویں تھی اور یہ قصہ سورج کا وہ ہے جس کا ذکر حدیث میں موجود ہے اور آگے چل کے ذکر کریں گے اور چاند کا واقعہ اہل کتاب کے ہاں پایا جاتا ہے اور یہ حدیث کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ حدیث سے زائد ہے جس کی نہ تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ اس کو جھٹلایا جاسکتا ہے البتہ یہ محل نظر قابل غور ہے کہ یہ واقعہ اریحا کی فتح کے دوران پیش آیا۔

اور زیادہ مناسب یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے دوران میں پیش آیا تھا اور یہی بڑا مقصد تھا اور اریحا کا فتح ہونا اس کے لئے ایک وسیلہ تھا۔ اصل مقصود نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج صرف یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا تھا جب وہ بیت المقدس کی طرف گئے۔ امام احمد اس کے ساتھ منفرد ہیں اور یہ حدیث بخاری کی شرط پر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے یوشع بن نون علیہ السلام ہیں نہ کہ موسیٰ علیہ السلام اور بیت المقدس کی فتح کے دوران سورج روکا گیا تھا نہ کہ اریحا کے دوران میں۔ اس حدیث سے یوشع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ثابت ہوتی ہے۔

اور اس حدیث سے مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ حدیث ضعیف ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ جناب حضرت علیؓ کے گھٹنے پر رکھ کر سو کر سو گئے تو ان کی عصر کی نماز رہ گئی تھی تو آپ نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یہ سورج واپس آجائے تاکہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو واپس کردیا حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔

اس حدیث کو احمد بن ابی صالح المصری نے صحیح کہا ہے لیکن یہ نہ تو صحیح کے درجے کی احادیث میں مذکور ہے۔ نہ ہی حسن کے تحت ملتی ہے حالانکہ اس کو نقل کرنے کے بہت سے اسباب ووسائل موجود ہیں اور اہل بیت میں سے ایک عورت اسے بیان کرنے کے ساتھ متفرد ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیسی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کیا تو انہوں

﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ (البقرۃ: ۵۸۔۵۹)

"اور جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور کہو کہ ہمارا معاملہ تو "گناہوں کی معافی کا ہے" ہم تمہاری غلطیاں معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ مگر ان ظالموں نے ہماری بات بدل ڈالی جو ان کو کہی گئی تھی پھر ہم نے ظلم کرنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ بے فرمان تھے۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا:

﴿وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾ (الاعراف: ۱۶۱۔۱۶۲)

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ان کو کہا گیا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور حطۃ (ہمیں معاف کر دے) کہو اور دروازے میں فرمانبردار ہو کر داخل ہو جاؤ ہم تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف کر دیں گے عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے پھر ان ظالموں نے وہ بات بدل ڈالی جو ان کو کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر ان کے ظلم کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔

ادْخُلُوا الْبَابَ کا معنی

وادخلوا الباب سجدا کے ترجمہ کے متعلق حاکم ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس کے معنی یوں ہیں چھوٹے دروازے سے جھکتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور یہی معنی ابن ابی حاتم اور حضرت مجاہد سدی اور ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ باب سے مراد بیت المقدس کے شہر ایلیا کا بیت حطۃ (بخشش کا دروازہ) ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم سے بالکل الٹ اپنے سروں کو اوپر اٹھاتے ہوئے داخل ہوئے۔ اور حضرت ابن مسعود کا یہ قول حضرت ابن عباس کے قول کہ "وہ اپنے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ دونوں باتوں کا مطلب یوں ہوگا کہ وہ سروں کو اوپر کئے ہوئے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے وقولوا حطۃ میں واؤ حالیہ ہے عاطفہ نہیں ہے یعنی وہ حطۃ کہنے کی حالت میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔

حضرت ابن عباس عطاء حسن قتادہ ربیع رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان کو حکم ہوا کہ وہ معافی مانگیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہو اور حطۃ کہو تم تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دیں گے وہ اس کے بجائے چوتڑوں پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور انہوں نے کہا دانہ بال میں۔ حنطۃ فی شعرۃ۔

نسائی نے اسے ابن مہدی کے واسطہ سے موقوف بھی بیان کیا ہے اور بخاری و مسلم نے اس حدیث کو عبدالرزاق کی حدیث سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح محمد بن اسحاق نے بھی بنی اسرائیل کے بات بدلنے کے مذکورہ انداز سے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے واسطہ سے ابن مسعودؓ سے اللہ تعالیٰ کے سرخ دانے جن میں سیاہ بال کا سوراخ کیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قول کے بدلنے کی سزا دی کہ ان پر عذاب نازل کیا اور یہ عذاب طاعون کی بیماری تھی جیسے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیماری ایک عذاب ہے کہ تم سے پہلے کچھ قوموں پر نازل کیا گیا ہے۔ اسی طرح نسائی نے اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت اسامہ بن زید اور خزیمہ بن ثابت سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طاعون کے ساتھ تم سے پہلی قوموں کو عذاب دیا گیا۔

"رجز" سے مراد کیا ہے

اس بارے میں حضرت ابن عباس، مجاہد، ابو مالک، سدی، حسن، قتادہ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے اور حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ کا غضب اور ناراضگی ہے اور حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ رجز سے مراد طاعون ہے یا اولے۔ اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طاعون ہے۔

جب بنی اسرائیل بیت المقدس پر قابض ہو گئے اور ان کا قبضہ وہاں مضبوط ہو گیا تو وہ وہاں ہی رہ گئے۔ اور اللہ کے نبی یوشع بن نون علیہ السلام ان میں تورات کے ساتھ فیصلے کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اس دنیائے فانی سے انتقال فرما گئے آپ کی کل عمر ۱۲۷ سال تھی آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ۲۷ سال زندہ رہے۔

﴿تذکرہ حضرت خضر علیہ السلام﴾

اس میں ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم لدنی سیکھنے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر سورۃ الکہف میں فرمایا ہے اور اس کی تفصیل با تشریح ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں اور وہاں ہم نے وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ ہوا ہے اور یہ بھی ہم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سفر کرنے والے حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام تھے جو کہ بنی اسرائیل کے نبی تھے اور جن پر تورات نازل ہوئی۔

حضرت خضر علیہ السلام کے نام، نسب و نبوت اور اب تک زندہ رہنے کے متعلق مفسرین و مؤرخین کے بہت سے اقوال ہیں جن کو ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے اور ان کو مہلت دی گئی یہاں تک کہ وہ مسیح دجال کی تکذیب کریں گے۔ اس وقت تک زندہ رہیں گے۔ مگر یہ روایت منقطع اور غریب ہے اور حضرت ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان السجستانی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے اساتذہ حضرت ابو عبیدہ وغیرہ سے سنا ہے کہ وہ لوگ فرماتے تھے کہ بنی آدم میں سب سے لمبی عمر حضرت خضر علیہ السلام کی ہے اور ان کا نام خضر ون ابن قابیل بن آدم علیہ السلام تھا۔

(۲) محمد اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو طوفان آنے کی پیشگی خبر دی اور وصیت فرمائی کہ میرا جسم اپنے ساتھ کشتی میں اٹھا لینا اور طوفان ختم ہونے پر مجھے فلاں جگہ دفن کر دینا اور اس جگہ کی نشاندہی کر دی جب طوفان آیا تو انہوں نے آپ کے جسم کو اپنے ساتھ لیا جب طوفان ختم ہونے کے بعد زمین پر اترے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ان کے جسم کو لے جا کر ان کی وصیت کے مطابق وہاں خاص جگہ دفن کر دو۔ تو بیٹوں نے جواب دیا کہ زمین میں وحشت و ویرانی ہے اور دوسرا کوئی ہمدرد ساتھی بھی نہیں ہے مگر حضرت نوح علیہ السلام نے ترغیب دے کر ان کو آمادہ کیا اور کہا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے دفن کرنے والے کے لئے لمبی عمر کی دعا فرمائی تھی مگر وہ لوگ وہاں جانے سے ڈر گئے اور حضرت آدم علیہ السلام کا جسم ان کے پاس موجود رہا حتیٰ کہ خضر علیہ السلام نے ان کو دفن کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا وعدہ پورا فرمایا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے حضرت خضر علیہ السلام زندہ رہیں گے۔

(۳) ابن قتیبہ نے وہب بن منبہ سے المعارف میں نقل کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا تھا اور ان کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا۔ بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام (تاریخ الطبری ج ۱ ص ۳۶۵)

(۴) اسماعیل بن ابی اویس فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام و نسب یوں ہے۔ المعمر بن مالک بن عبداللہ بن نصر بن الازد۔

(۵) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا نام و نسب اس طرح ہے خضرون بن عمویل بن الیفز بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہ السلام اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ارمیا بن حلقیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۶) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت مصر کے بادشاہ فرعون کا بیٹا تھا۔ مگر یہ بات بہت زیادہ عجیب

ہے علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ یہ بات محمد بن ایوب نے ابن لہیعہ سے بیان کی ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

(۷) یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مالک کے بیٹے ہیں جو الیاس کے بھائی تھے اور یہ سدی کی رائے ہے

(۸) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ذوالقرنین کے لشکر کے اگلے حصہ میں تھے۔ (مقدمہ الجیش میں)

(۹) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی ان میں سے کسی کے بیٹے ہیں۔

(۱۰) اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ شاسب بن لہراسب کے دور میں نبی تھے۔

(۱) ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ افریدون بن اثفیان کے دور میں تھے حتی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا۔

(۱۲) حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے تھے کہ ان کی ماں رومی اور باپ فارسی النسل تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور فرعون کے زمانے میں تھے۔

(۱۳) ابو زرعہ نے دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ ہم سے صفوان بن صالح الدمشقی ولید اور سعید بن بشیر نے قتادہ سے انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب سے روایت بیان کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جس رات سیر کرائی گئی تو آپ نے ایک مقام پر اچھی سی خوشبو محسوس کی آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کے بارے میں سوال فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ یہ خوشبو ماشطہ اور اس کے خاوند اور اس کے دو بیٹوں کی قبروں سے آرہی ہے۔

ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے بڑے اور بزرگ ترین لوگوں میں سے تھے آپ ایک تارک الدنیا زاہد شخص کے پاس آتے جاتے تھے اس شخص کا آپ پر بڑا اثر ہوا اور اس نے آپ کو اسلام کی تعلیم دی۔ جب حضرت خضر علیہ السلام بالغ ہو گئے تو آپ کے والد صاحب نے آپ کی ایک عورت کے ساتھ شادی کر دی آپ نے اپنی بیوی کو بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ کسی کو اس کے متعلق نہیں بتائے گی۔ آپ عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے پھر آپ نے اسے طلاق دے دی۔ پھر آپ کے والد نے پھر ایک اور عورت سے آپ کی شادی کر دی تو اس کو بھی آپ نے اسلامی تعلیم سے روشناس کیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ کسی کو اس کی خبر نہیں دے گی پھر اسے بھی طلاق دے دی۔

آپ کی پہلی بیوی نے آپ کے متعلق کسی کو خبر نہ دی لیکن دوسری بیوی نے آپ کا راز فاش کر دیا آپ وہاں سے چلے آئے اور سمندروں کے ایک جزیرے میں آگئے پھر وہاں دو آدمی آئے انہوں نے آپ کو دیکھ لیا ایک آدمی نے تو آپ کی خبر چھپائی لیکن دوسرے نے آپ کا حال ظاہر کر دیا اور کہا کہ میں نے خضر کو دیکھا ہے۔

اس سے دریافت کیا گیا کہ دوسرا آپ کے ساتھ کون تھا اس نے کہا کہ فلاں اور اس کا نام بھی بتا دیا جب اس آدمی سے پوچھا گیا تو اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ تو اس وقت کے قانون میں جھوٹ بولنے والے کو قتل کر دیا جاتا تھا تو اس جھوٹ بولنے والے پہلے شخص کو قتل کر دیا گیا اور جس نے خبر چھپائی تھی اس نے آپ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا ہوا تھا۔

خضر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ عورت فرعون کی بیٹی کی کنگھی کر رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس نے کہا کہ فرعون کا ستیاناس ہو۔ بیٹی نے اپنے باپ کو اس بارہ میں اطلاع دی اس عورت کے دو بیٹے اور ایک خاوند تھا

فرعون نے اس کی طرف پیغام بھیجا جب وہ حاضر کئے گئے تو فرعون نے ان کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنا دین چھوڑنے سے انکار کر دیا تو فرعون نے ان کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں قتل کرنے کی صورت میں آپ ہم پر یہ احسان ضرور کریں کہ ہمیں ایک ہی قبر میں دفن کریں۔ پس اس نے ان کو قتل کر کے ایک ہی قبر میں ان کو دفن کر دیا۔ تو جبرئیل نے کہا اس سے اچھی خوشبو میں نے کبھی نہیں پائی حالانکہ میں جنت میں بھی گیا ہوں۔

یہ کنگھی کے واقعہ کا تذکرہ ابی بن کعب کی طرف سے مدرج (اضافہ) ہے یا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کلام میں سے ہے۔ (واللہ اعلم) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی کنیت ابوالعباس ہے زیادہ مناسب یہ بات لگتی ہے کہ نام کنیت پر غالب آگیا ہے۔

نام خضر کیوں ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا نام خضر اس لئے ہے کہ جب آپ فروہ بیضاء یعنی سفید زمین پر بیٹھتے تو نیچے سے سبزہ لہلہانے لگتا۔ بخاری اس روایت کے ساتھ متفرد ہیں۔

اور عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ لفظ فروہ سے مراد سفید زمین یا خشک گھاس کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ابو عمرو بیان کرتے ہیں کہ فروہ سے مراد زمین سفید ہے اور اس پر کوئی سبزہ نہ ہو۔ اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد خشک گھاس ہے اسے فروہ (بالوں سمیت سر کا چمڑا) کے ساتھ تشبیہ دی گئی جس سے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ولقد ترى الحبشي حول بيوتنا　　　جذلا اذا ما نال يوما ماكلا
صعلا أصك كأن فروة رأسه　　　بذرت فانبت جانباها فلفلا

"تو چھوٹے سر والے بڑے دانتوں والے حبشی کو ہمارے گھروں کے اردگرد کھانا کھاتے وقت بہت خوش دیکھے گا۔ اس کی کھوپڑی یوں لگے گی گویا چٹیل زمین میں بیج بو دیا گیا ہو اور اس کے دونوں طرف مرچیں اگ آئی ہوں۔

(۲)　خطابی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خضر کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت خوبصورت اور روشن چہرے والے تھے میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح بخاری کی روایت کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر منافات ہو اور ان دونوں میں سے ایک ہی وجہ اور علت ہو تو صحیح بخاری سے ثابت شدہ علت زیادہ مناسب اور قوی ہے بلکہ دوسری علت قابل التفات ہی نہیں۔

(۳)　حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے کہ خضر کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چٹیل میدان میں نماز پڑھی تو اس میں سبزہ اگ آیا۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے۔ (ابن عساکر)

(۴)　مجاہد نے کہا کہ خضر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب وہ کسی جگہ نماز پڑھتے تو اس کے اردگرد سبزہ اگ آتا اور یہ بات پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام نے خضر کو سمندر کے اندر ایک سبز چٹائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور چادر کا کچھ حصہ پاؤں کے نیچے اور کچھ حصہ سر کے پیچھے رکھا ہوا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کہا تو انہوں نے منہ سے کپڑا اٹھایا اور کہا کہ تیری زمین میں سلام کہاں آپ کون ہیں آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں کہا بنی اسرائیل کا نبی۔ کہا ہاں اس کے بعد وہ حالات پیش آئے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کئے ہیں۔

خضر علیہ السلام کے نبی ہونے پر اس قصے میں کئی باتیں دلالت کرتی ہیں۔

﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (الکہف: ۶۵)

''پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت سے نوازا تھا' اور ہم نے اپنی طرف سے اسے علم سکھایا تھا۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۔ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۔ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۔ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ (الکہف ۶۶-۷۰)

''کیا میں آپ کی پیروی اس شرط پر کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے اس علم سے سکھائیں جو آپ کو ہدایت و رہنمائی سکھائی گئی ہے۔ کہا کہ تو میرے ساتھ رہ کر صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ اور اس پر تو صبر بھی کیسے کر سکتا ہے جس کے متعلق تجھے پوری خبر ہی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا (خضر نے) کہا کہ اگر تو نے میری پیروی کرنی ہے تو مجھ سے کسی چیز سے متعلق سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود تیرے سے اس کا ذکر نہ کر دوں''۔

(۱) استنباط: اگر خضر علیہ السلام نبی کے بجائے ولی ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام مذکورہ انداز سے بات نہ کرتے اور نہ آپ خود اس انداز سے جواب دیتے۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے تو ان سے ساتھ رہنے کی درخواست ہی اس لئے کی تھی کہ بندہ کا دیا ہوا خاص علم ان سے سیکھیں جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں تھا۔

اگر وہ نبی نہیں تھے تو معصوم عن الخطا بھی نہیں تھے تو پھر موسیٰ علیہ السلام جو کہ ایک جلیل القدر عظیم المرتبت نبی تھے اور معصوم عن الخطا تھے ان کو ایک ولی (جو غلطیوں سے پاک نہیں) کی اتباع کرنے اور اس سے علم حاصل کرنے کی رغبت نہ ہوتی اور نہ ہی آپ ان کے پاس جانے اور ان کے حالات معلوم کرنے کا ارادہ کرتے حالانکہ خود انہیں نبی بنے ہوئے ایک عرصہ گذر چکا تھا۔ ایک قول کے مطابق اسی (۸۰) سال گذر چکے تھے۔

(۲) اور یہ بات بھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان سے ملے تھے تو ان کے سامنے عاجزی اور تواضع اور انکسار اختیار کیا ان کی عزت و تکریم کی اور طالب علم کی حیثیت سے ان کی اتباع کی یہ سب باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ بھی آپ جیسے نبی تھے ان کی طرف بھی آپ کی طرح وحی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی اور اسرار نبوت سے خصوصی طور پر نوازا ہوا تھا جن پر موسیٰ علیہ السلام آگاہ نہیں تھے۔ حالانکہ آپ بنی اسرائیل کے برگزیدہ رسول تھے۔

الرمانی نے بھی اسی طریق پر اس انداز سے خضر علیہ السلام کے نبی ہونے پر استدلال کیا ہے۔

(۳) خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کیا تھا تو وہ بھی اللہ علام العلام کی طرف سے وحی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے اور یہ ان کے نبی ہونے کی ایک مستقل اور زبردست دلیل ہے اور ان کے معصوم عن الخطا ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ ولی اپنی من مانی سے کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ مگر ولی کا کشف یا الہام غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا۔ بالاتفاق اس سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ اگر یہ بڑا ہوا تو کفر کرے گا اور اپنے والدین کو کفر پر

مجبور کرے گا اور وہ اس کی شدید محبت کی وجہ سے آپ کی بات مان لیں گے اور یہ عظیم مصلحت صرف حضرت خضر علیہ السلام کو ہی معلوم ہوئی کہ بڑے ہو کر زندہ رہنے کے معاملہ میں لڑکے کو قتل کر کے اس نے والدین کو کفر سے بچایا اور کفر کی سزا سے محفوظ رکھا ہی بہتر ہے تو یہ بھی ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے اور اللہ کی طرف سے ان کے معصوم ہونے کی تائید ہے۔

علامہ جوزی نے بھی اسی طریقہ سے ان کے نبی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور انہوں نے رمانی کے طرز استدلال کو بھی ذکر کیا ہے۔

(۴) جب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے خضر علیہ السلام نے اپنے افعال کی حقیقت واضح کی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے اور میں نے اپنی مرضی سے یہ کام نہیں کئے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ کام اللہ کی طرف سے وحی اور اس کے حکم کے مطابق کئے ہیں۔

یہ ساری وجوہات حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور نبوت و رسالت حصول ولایت کے منافی نہیں جیسے کہ بعض لوگوں کی رائے ہے۔ اور خضر علیہ السلام کے فرشتہ ہونے کے متعلق کی رائے تو بہت ہی تعجب خیز ہے اور جس طرح ہم نے واضح کیا ہے ان کا نبی ہونا ثابت کیا ہے تو ان لوگوں کی کوئی دلیل وجہ باقی نہیں رہ جاتی جو کہتے ہیں کہ وہ ولی تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ولی بعض اوقات کچھ معاملات و اشیاء کی حقیقت پالیتا ہے جس تک ظاہر والوں کی رسائی نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

باقی رہا ان کے آج تک زندہ ہونے کا تو جمہور علماء ان کے آج تک زندہ ہونے کے قائل ہیں کیونکہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو طوفان کے بعد دفن کیا تھا اور آدم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ مجھے دفن کرنے والے کی عمر دراز ہو گی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے عین الحیاۃ کے چشمے سے پانی پیا تھا تو وہ آج تک زندہ ہیں اور ان کے متعلق لوگوں نے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں ان شاء اللہ عنقریب وہ واقعات اور دیگر باتیں بھی بیان کریں گے۔

اور جب خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے الگ ہونے لگے تو انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی کا وقت ہے اور میں تم کو ان باتوں کی حقیقت بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے اس بارے میں بہت سے منقطع آثار مروی ہیں۔

(۱) ابو عبداللہ الملطی فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدا ہونے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ مجھے وصیت کیجئے۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ نفع دینے والے بنو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو خوش خوش رہا کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تعجب کے سوا کسی چیز سے مت ہنسو۔

(۲) وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ دنیا میں اتنا ہی عذاب دیئے جاتے ہیں جتنی دنیا میں رغبت کرتے ہیں۔

(۳) بشر بن الحارث الحافی فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت و فرمانبرداری آپ پر آسان کرے۔

(۴) ابن عساکر نے زکریا بن یحییٰ الوقاد کے واسطے سے ایک مرفوع روایت بیان کی ہے (اور یہ روایت بہت جھوٹوں میں

سے ہے) اور دوسری روایت یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار اور بعد میں اپنا مقصد بیان کیا۔ اس دوران حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے۔ اور وہ نوجوان خوبصورت اچھی خوشبو والے اور سفید کپڑے سے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اور آ کر کہا کہ تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ تو خود سلام ہے اسی کی طرف سے سلامتی ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جس کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں میں شمار نہیں کر سکتا اور اس کی مدد اور توفیق کے بغیر میں ان کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کے بعد مجھے نفع دیں۔

تو خضر علیہ السلام نے فرمایا اے علم کے طالب بات کرنے والا سننے والے کی نسبت کم اکتاہٹ میں مبتلا ہوتا ہے لہذا جب اپنے ہم مجلس والوں سے بات کرو تو ان کو اکتاہٹ میں نہ ڈالو اور خوب اچھی طرح جان لو کہ تمہارا دل ایک برتن ہے۔ لہذا اچھی طرح سے غور کر لو کہ اپنے برتن کو کس چیز کے ساتھ بھر رہے ہو دنیا سے کنارہ کشی کرو اور اس کو پشت کے پیچھے ڈال دو یہ نہ تو آپ کا گھر ہے اور نہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے یہ تو بندوں کی گذر بسر کے لئے اور آخرت کے دن کی تیاری کے لئے ہے اپنے کو صبر کی تلقین کیجئے اس طرح آپ گناہوں سے بچ جائیں گے۔

اے موسیٰ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لو کیونکہ علم صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے لئے فارغ اور وقف ہو جائے اور بہت بولنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ علم والوں کو عیب دار کر دیتی ہے اور بے عقلی ظاہر کر دیتی ہے۔ میانہ روی اختیار کرو یہ توفیق الٰہی اور درستی کی علامت ہے۔

جاہلوں اور باطل مشغول کرنے والوں سے اعراض کریں۔ اور بے وقوفوں سے درگذر کریں یہ دانا لوگوں کا عمل ہے اور علماء کی شان ہے اگر جاہل آپ کو گالی دے تو بردباری سے خاموشی اختیار کریں اور محتاط ہو کر اس سے کنارہ کشی کریں کیونکہ اس کی باقی ماندہ جہالت اور گالی گلوچ بہت زیادہ ہے۔ اے عمران کے بیٹے اپنے آپ کو کم علم خیال کرتے رہا کرو کیونکہ خود سری اور بے راہ روی اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے اے عمران کے بیٹے وہ دروازہ نہ کھول جس کے بند کرنے کا تجھے علم نہیں اور وہ دروازہ بند کر جسے تو کھولنا نہیں جانتے۔

اے عمران کے بیٹے! جس کی دنیاوی ضرورتیں پوری نہ ہوں اور دنیا سے اس کی رغبت و چاہت ختم نہ ہو اور وہ اپنی حاجت کو حقیر خیال کرے اور اللہ کی قضاء پر راضی نہ ہو بلکہ شکوہ کرے تو ایسا شخص زاہد اور تارک دنیا کیسے ہو سکتا ہے اور وہ اپنی شہوات سے کیسے رک سکتا ہے جس پر خواہشات کا غلبہ ہو۔

جس کی جہالت نے اسے گھیرے میں لیا ہوا ہے علم کی تلاش کیسے فائدہ دے سکتی ہے کیونکہ وہ آخرت کی طرف جا رہا ہے لیکن یہ دنیا کی طرف متوجہ ہے۔

اے موسیٰ عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرو نہ کہ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے کیونکہ وہ اس صورت میں تیرے لئے تباہی اور دوسروں کے لئے روشنی کا سبب ہوگا۔

اے موسیٰ! زہد و تقویٰ کو اپنا لو یہی علم اور ذکر الٰہی کے ساتھ کلام کرو اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کماؤ کیونکہ برائیاں تو ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے دل کو خوف الٰہی کے ساتھ پسپائے رہو اس سے تیرا رب راضی ہوگا اچھے کام کرو کیونکہ برے کام تو آدمی سے ہو ہی جاتے ہیں۔

کر آزاد کر دیا تھا تو وہ اس شہر کے مضافات میں رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئی ایک دن اس کے پاس سے ایک آدمی گزرا اس نے اس آدمی کو بسم اللہ کہتے ہوئے سنا تو پوچھا یہ نام تجھے کس سے معلوم ہوا اس نے کہا کہ میں خضر کے ساتھیوں میں سے ہوں اس عورت نے اس آدمی سے شادی کر لی وہاں اس کے بچے بھی پیدا ہوئے۔

پھر اتفاق سے وہ عورت ماشطہ بنت فرعون کی خادمہ بن گئی ایک دن وہ اس کی کنگھی کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس نے کنگھی اٹھاتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ فرعون کی بیٹی نے کہا کیا میرے والد؟ اس نے کہا کہ میرا تیرا اور تیرے والد کا رب اللہ تعالیٰ ہے فرعون کی بیٹی نے اس بات کی اطلاع اپنے والد کو دی تو اس نے تانبے کو آگ میں پگھلانے کا حکم دیا جب اسے اچھی طرح گرم کر لیا گیا تو فرعون نے اس عورت کو اس میں ڈال دینے کا حکم دیا عورت اسے دیکھ کر لرزی کپکپائی اور پیچھے کو ہٹی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا وہ بچہ بول پڑا اور اماں سے کہنے لگا اے اماں صبر کر تو حق پر ہے یہ سن کر اس نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا اور فوت ہو گئی۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

علامہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ یوں دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ مجھے اس چیز پر مدد اور توفیق دے۔

جو مجھے اس چیز سے بچالے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے (یعنی عذاب سے) اور مجھے نیک لوگوں کا وہ شوق نصیب فرما جو تو نے ان کو عنایت کیا ہے تو خضر علیہ السلام نے حضرت انس بن مالک کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا اور سلام و جواب کے بعد خضر علیہ السلام کا پیغام دیا کہ آپ کو دیگر انبیاء پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ماہ رمضان کو دیگر مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اور تیری امت کو دیگر امتوں پر اس طرح فضیلت دی گئی ہے جیسے جمعہ کے دن کو باقی دنوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

مذکورہ روایت کی ایک سند میں ابو داؤد والدمی کذاب اور مضاع راوی ہے اور دوسری روایت میں کثیر بن عبداللہ وضاع ہے ویسے بھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے سامنے نہ آئیں حالانکہ پہلے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کہتے اور علم حاصل کرنے کے لئے بھی آتے اس لئے مذکورہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے قابل اعتماد نہیں۔

کچھ لوگ اپنے مشائخ اور بزرگوں سے نقل کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام ان کے پاس آئے اور سلام کہتے ہیں اور ان کے نام گھر اور محلے پہچانتے ہیں۔ اب ایک طرف یہ باتیں ہیں اور دوسری طرف حدیث میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے موسیٰ بن عمران کو نہیں پہچانا جو اللہ سے ہمکلام ہوئے اور اللہ نے ان کو اس دور کے لوگوں سے اعلیٰ و افضل بنایا تھا۔ حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خود ان سے تعارف کرایا کہ وہ بنی اسرائیل والے موسیٰ ہیں۔

حافظ ابوالحسن بن المنادی نے حضرت انس کی مذکورہ بالا حدیث نقل کر کے بیان فرماتے ہیں۔

کہ محدثین اس حدیث کے منکر الاسناد اور متن کے لحاظ سے ضعیف ہونے پر متفق ہیں اس کا من گھڑت ہونا واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔

حضرت امام بیہقی نے حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور صحابہ کرامؓ آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو کر رونے لگے اسی دوران میں ایک شخص داخل ہوا اس کی داڑھی کے بال کچھ سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ موٹے جسم اور خوبصورت چہرے والا تھا اور وہ گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھا اور رونے لگ گیا پھر اس نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ہر مصیبت میں اللہ کے لئے صبر کرنا چاہئے اس کے ہاں ہر جانے والی نعمت کا عوض ہے اور ہر فوت ہونے والے کا

ایک ذہب ہے پس اللہ کی طرف نظر کرو اور اس کی طرف رغبت کرو اس نے مصیبت میں تمہاری طرف دیکھ لیا ہے پس تم اس کی طرف ہی دیکھو مصیبت زدہ حقیقت میں وہ ہوتا ہے جس کا نقصان پورا نہ ہو۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ بعد میں لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں یہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت ابوبکر بن ابی الدنیا نے بھی مذکورہ بالا روایت بیان کی ہے۔ لیکن وہ کلبی والی حدیث کے الفاظ سے کچھ مختلف ہے۔ اور امام بیہقی نے حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی عباد بن عبدالصمد ضعیف اور انتہائی منکر ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ عباد سے مراد ابن معمر بصری ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک کتاب روایت کی ہے۔ اور حضرت ابن حبان اور عقیلی کے قول کے مطابق اس کا اکثر حصہ موضوع ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اسے منکر الاحادیث اور ابوحاتم نے سخت ضعیف اور منکر قرار دیا ہے۔ اور ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس نے حضرت علیؓ کے بارے میں فضائل کی حدیث بیان کی ہیں اور یہ غالی شیعہ اور ضعیف ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن الحسین سے بیان کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو تعزیت کرنے والوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے ہر مصیبت سے صبر کرنے والا ہے اور ہر فوت ہونے والے کا نائب ہے اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا بدل ہے پس اللہ پر اعتماد کرو اسی سے امید وابستہ کرو۔ دراصل مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔

حضرت علی بن الحسین نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون ہے یہ خضر علیہ السلام ہیں۔

اس روایت میں امام شافعیؒ کے استاد القاسم العمری متروک ہیں اس کے متعلق امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا تھا اور حضرت امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ حدیثیں خود بنا تا تھا۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ روایت مرسل ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت علیؓ سے بھی ضعیف سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی جاتی ہے مگر یہ صحت تک نہیں پہنچتی ہے۔

اور ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ جنازہ پڑھ رہے تھے کہ ایک آواز دینے والے کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے ہمیں تو لینے دے آپ نے انتظار کیا حتیٰ کہ ایک شخص صف میں شامل ہو گیا اس نے میت کے لئے دعا کی کہ اگر تو اسے عذاب دے گا تو اس نے تیری نافرمانی تو بہت کی ہے اور اگر معاف کرے گا تو وہ تیری رحمت کا محتاج ہی ہے جب میت کو دفن کر دیا گیا تو اس نے کہا کہ اے قبر والے تیرے لئے خوشخبری ہے اگر تو نگہبان خزانچی وصول کرنے والا، خازن، منشی یا کوتوال نہ تھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ کہ اس کی نماز اور تعلیمات بھری گفتگو کس سے حاصل کی گئی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے نشان ایک ہاتھ کے برابر تھے جناب عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ خضر علیہ السلام تھے جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا۔ لیکن یہ اثر منقطع ہے اور صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن عساکرؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کے وقت کعبہ کا طواف کرنے

"ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کعبہ کے غلاف کو پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا: اے وہ ذات کہ جس کے لئے ایک آواز دوسری آواز کی سماعت کے لئے رکاوٹ نہیں ہے اے وہ ذات جس سے مسائل پوچھنے میں غلطی نہیں ہوتی جس کو آہ و زاری کرنے والوں کی آہ و زاری زچ نہیں کرتی مجھے اپنی معافی کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی مٹھاس نصیب فرما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اپنے یہ کلمات دوبارہ دہرائیں۔ اس نے کہا کہ کیا تو نے یہ الفاظ سن لئے ہیں میں نے کہا ہاں سن لئے ہیں اس نے کہا کہ اس کی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے کوئی شخص بھی اپنی فرض نماز کے بعد یہ الفاظ کہے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر درختوں کے پتوں اور ستاروں کی تعداد کے برابر بھی گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن محرر متروک الحدیث ہے اور یزید بن الاصم نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا تو اس طرح یہ روایت منقطع بھی ہے ایسی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

ابو اسماعیل ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک آدمی بیت اللہ کا غلاف پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اے وہ ذات جس کو ایک آواز دوسری آواز سے روک نہیں سکتی جس کو سوال کرنے والے مغالطے میں نہیں ڈالتے لوگوں کا الحاح و اصرار اسے زچ نہیں کرتا مجھے اپنی معافی کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی مٹھاس عنایت فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب علیؓ نے اسے کہا کہ اے اللہ کے بندے اپنی دعا کے الفاظ میرے لئے دہرا دیجئے اس نے کہا کہ کیا تو نے دعا سن لی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں سن لی ہے پھر کہا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کر اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے اگر تمہارے گناہ آسمان کے ستاروں اس کی بارش کے قطروں زمین کی کنکریوں اور مٹی کے ذرات کے برابر ہوں تو آنکھ جھپکنے سے پہلے وہ معاف کر دے گا یہ روایت بھی منقطع ہے اور اس میں غیر معروف راوی بھی ہیں۔

اور علامہ ابن الجوزی نے بھی ایک اور سند سے بھی مذکورہ روایت بیان کی ہے مگر اس کی سند بھی مجہول اور منقطع ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں جو دلالت کرتی ہو کہ وہ آدمی خضر علیہ السلام ہی تھے۔

حافظ ابن عساکر نے عطاء رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام موسم حج میں ہر سال ملتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہوئے یہ کلمات کہتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ إِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ إِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

"اللہ کے نام کے ساتھ ماشاء اللہ صرف اللہ ہی بھلائی مہیا کرتا ہے ماشاء اللہ شر سے صرف اللہ ہی بچاتا ہے۔ ماشاء اللہ نعمتیں تمام صرف اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ ماشاء اللہ نیکی کی طاقت اور برائی سے بچنے کی ہمت و قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو تین تین بار کہے گا اسے اللہ پانی میں ڈوبنے آگ میں جلنے اور چوری سے محفوظ رکھے گا (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان کا بادشاہ سانپ بچھو کے شر سے بھی محفوظ رکھے گا۔

یہ مذکورہ حدیث تمام طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

ایک روایت حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہر عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، خضر علیہم السلام اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ حدیث کافی لمبی اور موضوع ہے ہم اسے قصداً چھوڑ رہے ہیں۔

ابن عساکر نے ابن ابی رواد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام بیت المقدس میں رمضان شریف میں روزے رکھتے تھے اور حج کرتے تھے اور زمزم کا پانی پیتے تھے کہ وہ آئندہ سال تک کافی ہوجاتا تھا۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ جامع مسجد دمشق کے بانی ولید بن عبدالملک بن مروان نے مسجد میں رات کو عبادت کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس رات مسجد خالی کرنے کا حکم دیا جب وہ رات کو مسجد کے باب الساعات سے داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک آدمی باب الخضراء کے درمیان کھڑا نماز پڑھ رہا ہے تو اس نے متولیان مسجد سے کہا میں نے تم کو مسجد خالی کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ خضر علیہ السلام ہیں جو ہر رات یہاں نماز پڑھنے آتے ہیں۔

رباح بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ساتھ چلتے دیکھا جو ان کے ہاتھوں کا سہارا لئے ہوئے تھا فرمانے لگے کہ اے رباح کیا تو نے اسے دیکھا ہے میں نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تو نیک آدمی ہے یہ میرے بھائی خضر تھے انہوں نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ میں عنقریب حکمران بنوں گا اور عدل و انصاف کروں گا۔

شیخ ابوالفرج ابن الجوزی نے فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی "الرملی" علماء کے نزدیک مجروح ہے۔ امام سخاوی نے ضمرہ رملی اور رباح پر تنقید کی ہے پھر انہوں نے کئی طرق سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے پھر ان سب سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عساکر نے ابراہیم تیمی، سفیان بن عیینہ اور ایک جماعت کے ساتھ خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے مذکورہ روایات اور دیگر حکایات کی وجہ سے کچھ لوگ حضرت خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کے قائل ہیں ان کے متعلق مرفوع روایات بہت ضعیف ہیں ان کی حوالے سے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ان کے بارے میں مروی حکایات کا اکثر حصہ سنداً بھی کمزور ہے صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ان کی سندیں ایسے لوگوں کے نزدیک صحیح ہوں گی جو خود بھی غلطی سے مبرا نہیں بلکہ ان سے غلطی کا امکان موجود ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں دجال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ دجال آئے گا اور اس پر مدینے کی حدود میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ سب سے بہترین لوگوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائے گا اور کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تو ہی وہ دجال ہے جس کے متعلق ہمیں اللہ کے رسول نے بیان کیا ہے۔ دجال اپنے کارندوں سے کہے گا کہ اگر میں اس شخص کو مار کر دوبارہ زندہ کر دوں تو کیا تم شک کرو گے وہ کہیں گے نہیں تو دجال اس آدمی کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کرے گا وہ آدمی زندہ ہو کر کہے گا بخدا یقین مجھے اب ہوا ہے پہلے اتنا نہیں تھا اب تو مجھے مار کر دکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ دجال اس کو دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر اب اس کو قدرت حاصل نہ ہوگی۔

معمر کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس کے گلے میں پیتل کی ایک تختی لگا دی جائے گی اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہی ہوں گے کہ جن کو دجال قتل کرنے کے بعد زندہ کرے گا۔

یہ حدیث بخاری، مسلم میں زہری کے واسطہ سے مروی ہے۔

حضرت امام مسلم سے روایت کرنے والے ابو اسحاق محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ کہ یہ بات کہی ہے کہ یہ آدمی خضر علیہ السلام ہی ہوں گے البتہ معمر وغیرہ کا سلسلہ سند کہنا حجت نہیں ہے یعنی مجھے خبر پہنچی ہے کہ جو معمر نے جو الفاظ بیان کئے ہیں۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں ہاں بعض احادیث میں جو آیا ہے۔

کہ وہ ایک بھری ہوئی جوانی والے نوجوان کو قتل کرے گا۔ اور اس کا کہنا کہ میں رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ان سے آپ کی براہ راست ملاقات ہوئی ہے بلکہ تواتر کے ساتھ ان تک آپ کی خبریں پہنچنا مذکورہ انداز سے بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے عجالۃ المنتظر فی شرح حالۃ الخضر میں ان کے متعلق مرفوع احادیث جمع کی ہیں پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سب کی سب موضوع ہیں کہ حضرت خانہ ساز ہیں۔ اور آثار صحابہ وتابعین میں سے بھی نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ ان میں بھی مجہول رجال ہیں۔ اور ان پر اچھی طرح جرح کی ہے۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کا نظریہ بھی بہت سے اہل علم کا ہے ان میں سے چند حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔ امام بخاری ابراہیم حربی ابوالحسن ابن المناوی اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور اس بات کی تائید میں علامہ ابن الجوزی نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اور اس بارے میں ایک مستقل کتاب عجالۃ المنتظر فی شرح حال الخضر لکھی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کے دلائل

ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا۔ لہٰذا اگر خضر علیہ السلام بشر ہیں تو لازمی طور پر اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہیں اور دلیل کے بغیر ان کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔ جب تک ثبوت نہ ہو اس وقت تک تو اصل نہ ہونا ہی ہے اور نبی کریم و معصوم ﷺ سے کوئی دلیل تخصیص کی یقینی طور پر مروی نہیں ہے جس کا قبول کرنا ضروری ہے۔

دوسری دلیل وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ (آل عمران:۸۱)

اور جب خدا نے پیغمبروں سے وعدہ لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ (اور عہد لانے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ نافرمان ہوں گے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے وعدہ لیا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ آ گئے تو ان پر ایمان لائے گا اور ان کی مدد کرے گا اور اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہر نبی اپنی اپنی امت سے بھی یہ وعدہ لیں۔ امام بخاریؒ نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کی ہے۔ کہ اگر خضر علیہ السلام نبی یا ولی جو بھی ہیں تو وہ بھی اس وعدے میں شامل ہیں اگر وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے زمانے تک زندہ ہوتے تو ان کے لئے یہ بہت بڑا شرف تھا کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں

آتے اور آپ پر ایمان لاتے اور دشمنوں سے حفاظت کے لئے آپ کی مدد کرتے کیونکہ اگر وہ ولی تھے تو صدیق ان سے افضل ہیں اور اگر نبی تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے افضل ہیں۔ (حضرت ابوبکر صدیق اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے آپ کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں تو خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر کیوں نہیں ہوئے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

۳۔ یہ حدیث مذکورہ مقصد کے لئے بہت بڑی قوی دلیل ہے اور اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور یہ آیت کریمہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے اگر فرض کر لیا جائے کہ انبیاء سب کے سب زندہ ہیں تو وہ تمام کے تمام آپ کے تابع ہوتے اور آپ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرتے اور آپ کی شریعت مطہرہ کی پیروی کرتے۔

۴۔ معراج والا واقعہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسراء کی رات آپ کو تمام انبیاء سے اوپر اٹھایا گیا۔ اور وہ جب آپ کے ساتھ بیت المقدس میں آئے اور نماز کا وقت ہو گیا تو جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو انبیاء کی امامت کرانے کا حکم دیا تو آپ نے ان کی امامت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ امام اعظم خاتم النبیین رسول مکرم اور سب پر مقدم ہیں۔ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین) اور جب یہ معلوم ہو گیا اور یہ بات ہر مومن کو معلوم ہے تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ آپ کی امت میں شامل ہوتے اور آپ کی شریعت پر چلتے اس کے سوا ان کو کوئی چارہ نہ تھا۔

۵۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھئے کہ وہ جب قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس دنیا میں آئیں گے تو وہ اسی شریعت مطہرہ محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اور اس شریعت سے ہٹ کر کوئی فیصلہ اور کام نہیں کریں گے۔ حالانکہ وہ پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک ہیں اور بنی اسرائیل کے نبیوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔

۶۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق کوئی واضح حدیث حسن یا صحیح کہ جس پر انحصار کیا جا سکے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں ہے کہ وہ کبھی آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہوں خواہ ایک ہی دن ہو اور نہ یہ کوئی روایت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کسی جہاد وغیرہ میں شریک ہوئے ہوں اور اسی سلسلے میں یہ بھی غور کریں کہ غزوہ بدر کے دن جس میں نبی صادق ومصدوق کافروں پر اپنے رب سے نصرت ومدد مانگ رہے تھے۔ اور آپ اللہ کے آگے عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار اور فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل امین بھی شامل تھے جیسے کہ حضرت حسان بن ثابت نے اپنے ایک قصیدے میں کہا ہے اور یہ شعر بہت مقبول ہے

ویبئر بدر اذیردوجوھہم جبریل تحت لوائنا ومحمد

اور جب بدر کے کنویں پر ہمارے جھنڈے کے نیچے جبرائیل اور محمد ﷺ ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کا آپ کے جھنڈے تلے قتال کرنا ان کے لئے باعث شرف وعظمت ہوتا۔

۷۔ قاضی ابوالفضل محمد بن الحسین بن الفراء الحنبلی کہتے ہیں ہمارے کسی ساتھی سے خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں! اس نے کہا ابوطاہر العبادی کی بھی یہی رائے ہے اور وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے علامہ ابن الجوزی نے اس بات کو اپنی

کتاب الجلالہ میں نقل کیا ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان اہم مقامات پر حاضر تو تھے لیکن کسی نے آپ کو دیکھا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح ان کا حاضر ہونا بہت دور کا احتمال ہے جس کی وجہ سے صرف وہم کی بناء پر عموم کی تخصیص لازم آتی ہے اس طرح درست نہیں یہ قاعدہ کے خلاف ہے لہٰذا ایسا احتمال اور وہم تسلیم نہیں کیا جا سکتا پھر ہماری طرف سے یہ سوال بھی ہے کہ وہ ان مقامات پر حاضر ہو کر پوشیدہ کیوں رہے جب کہ ایسے مقامات پر حاضری زیادہ اجر و ثواب کا ذریعہ اور بلندی درجات کا سبب اور ان کے معجزات کو زیادہ مشہور کرنے کا سبب ہے۔ اگر وہ آپ ﷺ کے بعد زندہ ہوتے تو وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی تبلیغ کرتے جھوٹی حدیثوں اور منقلب روایات اور بدعات و اہواء و ہوس پرستی نظریات کی تردید کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ غزوات میں شامل ہوتے ان کے اجتماعی پروگراموں میں شامل ہوتے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے اور ان سے نقصان کو دور کرتے علماء اور حکام کو درست کرتے۔ شرعی دلائل اور احکام کو واضح کرتے یہ کام شہروں میں چھپے اور جنگلوں اور اطراف عالم میں گھومنے پھرنے سے زیادہ اچھے تھے۔

نیز حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ بات بھی مشہور کی ہوئی ہے کہ وہ لوگوں سے ملتے ملاقات کرتے ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہوتا اور خضر علیہ السلام خود ان کے حالات بیان کرنے والا اور نگہبان ہیں اگر یہ بات حقیقت میں ایسی ہی ہے تو ان بے مقصد کاموں کی بجائے وہ با مقصد اور تعمیری کاموں میں مصروف کیوں ہوتے ہماری مذکورہ بالا باتوں کو غور سے پڑھنے اور فکر کرنے والا ان سے انکار نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔

۸۔ خضر علیہ السلام کے فوت ہونے کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے جو بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن عشاء کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ تمہاری اس رات سے سو سال تک روئے زمین پر آج موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کوئی آنکھ جھپکنے والی باقی نہ رہے گی۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس بات سے لوگوں نے مغالطہ لگ گیا (کہ قیامت قائم ہو جائے گی) لیکن اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے اس دور کے لوگ سب فوت ہو جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر فرمایا تمہارا اس رات کے متعلق کیا خیال ہے اور فرمایا کہ تم میں سے جتنے لوگ آج زمین پر باقی ہیں ان میں سے ایک بھی سو سال بعد زندہ نہیں رہے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے یا ایک ماہ پہلے (راوی کو شک ہے) فرمایا کہ کوئی سانس لینے والی جان ایسی نہیں ہو فرمایا کہ تم میں سے کوئی سانس لینے والی جان نہیں جس پر سو سال گذر جائیں اور وہ زندہ رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے فرمایا کہ لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اور اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اللہ کی قسم آج کوئی سانس لینے والی جان زمین پر موجود نہیں کہ اس پر سو سال پورے ہو سکیں۔

اسی طرح روایت کی ہے مسلم نے ابی نضرہ اور ابو الزبیر کے واسطے سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ احادیث حضرت خضر علیہ السلام کے نظریہ حیات کی جڑ کاٹ دیتی ہیں۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر خضر علیہ السلام حضور ﷺ کی آمد سے پہلے فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ غالب گمان ہے بلکہ قریب قریب یقینی اور قطعی ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اگر وہ آپ کے دور تک زندہ تھے تو پھر مذکورہ حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے اور اب وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں کیونکہ وہ حدیث کے عموم میں داخل ہیں اور اس کی تخصیص کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

حافظ ابو القاسم سہیلی نے اپنی کتاب "التعریف والاعلام" میں امام بخاری اور ان کے شیخ ابوبکر بن العربی سے نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام حضور ﷺ کی زندگی میں موجود اور زندہ تھے لیکن مذکورہ حدیث کی بناء پر وہ آپ کے بعد فوت ہو گئے۔

باقی رہا امام بخاری کا نظریہ کہ خضر علیہ السلام حضور ﷺ کے زمانہ تک زندہ تھے وہ صحیح نہیں بلکہ محل نظر ہے سہیلی نے آپ ﷺ کے دور تک خضر علیہ السلام کے باقی اور زندہ رہنے کو ترجیح دی ہے اور پھر یہ نظریہ بہت سے علماء سے نقل کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی ہے اور آپ کے اہل بیت سے تعزیت بھی کی ہے مگر انہوں نے ان ضعیف روایات بغیر اسناد کے ذکر کی ہیں جن کو ہم ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ واللہ اعلم

❁❁❁

تذکرہ حضرت الیاس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے سورہ صافات میں حضرت موسیٰ وہارون علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ .... الْمُؤْمِنِينَ﴾ (صافات ۱۲۳-۱۳۲)

اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔ کیا تم بعل کو پکارتے (اور پوجتے) ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو (یعنی) خدا کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ (دوزخ) میں حاضر کئے جائیں گے ہاں خدا کے بندگان خاص (مبتلائے عذاب) نہیں ہوں گے اور ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ کہ ال یاسین پر سلام ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے نیک بندوں میں سے تھے۔

نام ونسب

ماہرین انساب نے کہا ہے کہ یہ الیاس النشبی ہیں ان کا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ الیاس بن یاسین بن فنحاص بن العیزار بن ھارون۔ بعض نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے الیاس بن العازر بن العیزار بن ھارون بن عمران۔

علمائے تاریخ وتفسیر نے کہا ہے کہ ان کو اہل بعلبک کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا یہ دمشق کے مغرب کی طرف ایک شہر کا نام ہے الیاس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کو کہا کہ اپنے بت بعل کی عبادت چھوڑ دو کہا گیا ہے کہ یہ ایک عورت تھی جس کا نام بعل تھا۔ لیکن پہلی رائے زیادہ صحیح ہے اسی لئے الیاس علیہ السلام نے ان کو کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے اللہ کو چھوڑتے ہو وہ تمہارا رب ہے تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

بہرحال ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا آپ کی مخالفت کی اور آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا کہا جاتا ہے کہ پھر وہ ان سے الگ ہو گئے اور ان سے چھپ گئے تھے۔ ابو یعقوب الاذرعی نے حضرت کعب الاحبار سے بیان کیا ہے کہ الیاس علیہ السلام اپنی قوم کے بادشاہ سے دس سال تک ایک غار میں جو "الدم" کے نیچے تھے چھپے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو ہلاک کر دیا۔ اور کسی اور کو اس کی جگہ بادشاہ بنادیا حضرت الیاس علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے صرف دس ہزار افراد مسلمان نہ ہوئے تو اس نے ان تمام افراد کو قتل کر دیا۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے سعید بن عبدالعزیز اور انہوں نے بعض شیوخ سے بیان کیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم سے بھاگ کر پہاڑ کی غار میں بیس یا چالیس راتیں چھپے رہے۔ معجزانہ طور پر کوے ان کے پاس ان کا کھانا لاتے تھے۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی نے اپنی سند سے محمد بن السائب الکلبی سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے نبی ادریس علیہ السلام تھے پھر نوح پھر ابراہیم پھر اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب پھر یوسف پھر لوط پھر ہود پھر صالح پھر شعیب پھر عمران کے دونوں بیٹے موسیٰ اور ہارون پھر الیاس النشبی بن العازر بن ہارون بن عمران بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام اس نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ ترتیب محل نظر ہے حضرت مکحول نے حضرت کعب سے بیان کیا ہے کہ چار نبی زندہ ہیں ان میں سے دو زمین میں ہیں الیاس اور خضر علیہما السلام اور دو آسمان میں ادریس اور عیسیٰ علیہما السلام۔ ہم یہ پہلے بیان

کر چکے ہیں کہ جس روایت میں ہے کہ حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام ہر سال رمضان المبارک میں بیت المقدس میں اکٹھے ہوتے ہیں اور دونوں ہر سال حج کرتے ہیں اور آئندہ سال تک کے لئے کافی ہونے والا آب زمزم پی لیتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ان دونوں کے میدان عرفات میں ہر سال اکٹھے ہونے کا تذکرہ موجود ہے ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان باتوں میں سے کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی البتہ اس بات کے دلائل موجود ہیں کہ خضر اور الیاس علیہما السلام انتقال فرما چکے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ وغیرہ سے مروی ہے کہ جب الیاس علیہ السلام کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اور اذیت دی تو آپ نے اپنے اللہ سے روح قبض کرنے کی دعا کی اس کے نتیجے میں آپ کے پاس ایک جانور آیا اس کا رنگ آگ جیسا تھا آپ اس پر سوار ہوئے اللہ نے آپ کو پردے میں کر لیا اور نورانی لباس پہنا دیا اور ان سے کھانے اور پینے کی لذت و اشتہا کو ختم کر دیا اس طرح آپ ملکی بھی ہیں و بشری بھی آسمانی بھی ہیں اور زمینی بھی اور آپ نے الیسع بن اخطوب کو اپنے بعد تبلیغ کی ذمہ داری سنبھالنے کی وصیت کر دی۔

یہ روایت بھی محل نظر ہے در حقیقت یہ اسرائیلیات میں سے ہے جن کو نہ سچا مانا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے بلکہ یہ واقعہ عقل و نقل کے لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے دوران سفر ہم ایک جگہ ٹھہرے ہم نے سنا کہ ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت مرحومہ مغفورہ میں سے کر دے۔ میں نے وادی میں دیکھا کہ وہ آدمی تین سو ہاتھ سے زیادہ لمبے قد کا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں انس بن مالک ہوں رسول اللہ ﷺ کا ایک خادم ہوں اس نے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں میں نے کہا کہ یہاں قریب ہی ہیں اور آپ کی کلام سن رہے ہیں اس نے کہا تم ان کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کو سلام عرض کرو اور کہنا کہ تمہارا بھائی الیاس تمہیں سلام کہتا ہے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور ان سے بغل گیر ہوئے اور سلام کیا اور دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت الیاس نے آپ کو بتایا کہ میں سال میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتا ہوں اور وہ دن آج ہی ہے آؤ دونوں کھانا کھاتے ہیں پھر آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اس میں روٹی مچھلی اور اجوائن تھی پس ان دونوں نے کھانا کھایا اور مجھے بھی کھلایا پھر ہم نے عصر کی نماز ادا کی پھر وہ ہم سے رخصت ہو گئے میں نے ان کو دیکھا کہ وہ بادلوں سے گزر کر آسمان کی طرف جا رہے ہیں۔

اس روایت کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے اور تعجب اس بات پر ہے کہ امام حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں اس کو درج کیا ہے اور یہ ضروری بات ہے کہ اس قسم کی چیزوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ مستدرک پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اولاً تو یہ حدیث موضوع ہے اور کئی لحاظ سے یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور متن کے لحاظ سے بھی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور بخاری و مسلم کے اندر سے یہ حدیث پہلے ہی بیان ہو چکی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جب پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا پھر اس کے بعد اب تک مخلوق کا قد کم ہو رہا ہے اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس خود نہیں گئے بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود ہی ان کے پاس تشریف لے گئے اور یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بات ان کے لئے باعث شرف و عظمت

تھی کہ وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور دوسری بات اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ سال میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے وہب بن منبہ کے واسطے سے یہ بھی پہلے کہا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کھانے پینے کی مدت ختم کر دی تھی اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ وہ سال میں ایک دفعہ زمزم کا پانی پیتے تھے جو اگلے سال تک کے لئے ان کو کافی ہوتا تھا۔

یہ سب باتیں نصوص شرعیہ سے متصادم و متعارض اور سب کی سب باطل ہیں ان میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ایک اور سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے اور ساتھ ہی اس کے ضعیف ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔

اور ان کی جانب سے یہ بات بھی قابل تعجب ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر کیسے کلام کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس روایت کو حسین بن عرفة عن هانی بن الحسن عن بقیة عن الاوزاعی عن مکحول عن واثلة بن الاسقع کے طریق سے ذکر کیا ہے وہ اس میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا اور آپ نے ان کی طرف انس بن مالک اور حذیفہ بن الیمان کو بھیجا۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ وہ ہم سے دو یا تین ہاتھ اونچے تھے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے آپ کی طرف آنے سے معذرت کی اس لئے کہ کہیں اونٹ بھاگ نہ جائیں۔ اس میں مزید یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی اور ان دونوں نے جنت کا کھانا کھایا اور انہوں نے کہا کہ مجھے چالیس دن میں ایک لقمہ کافی ہوتا ہے اور دستر خوان پر روٹیاں انار انگور کیلا تر کھجوریں تھیں لیکن ان میں گندنا نہیں تھا۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے خضر علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو حضرت الیاس نے بتایا کہ ان سے ایک سال پہلے میری ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ آپ مجھ سے پہلے ان سے ملاقات کریں گے لہٰذا میری طرف سے ان کو سلام عرض کرنا۔

یہ حدیث اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خضر اور الیاس علیہم السلام اس وقت زندہ تھے اور چونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہیں کی اور یہ بات شرعی لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث بھی موضوع ہے۔

حافظ ابن عساکر نے کئی سندوں سے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جن کی حضرت الیاس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے لیکن یہ سب روایات راویوں کے ضعف اور جہالت کی وجہ سے کمزور اور ضعیف ہیں ان روایات میں سب سے بہتر وہ روایت ہے جو ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے حضرت ثابتؒ سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مصعب بن زبیر کے ساتھ کوفہ کے قریب ایک جگہ میں تھے میں وہاں ایک باغ میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے لئے داخل ہوا میں نے سورۃ المؤمن شروع کی اچانک میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار ایک آدمی آیا اس پر یمنی لباس تھا اس نے مجھے کہا کہ جب تو غافر الذنب کہے تو ساتھ ہی کہہ لے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما۔ اور جب شدید العقاب کہے تو ساتھ ہی یہ کہہ اے سخت سزا دینے والے مجھے سخت سزا نہ دینا اور جب تو ذی الطول کہے تو ساتھ ہی کہنا اے کرم کرنے والے مجھ پر اپنی رحمت کے ساتھ کرم فرما۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا تو میں باہر نکلا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ ابھی ابھی تمہارے پاس سے سفید خچر پر سوار یمنی لباس پہنے ہوئے کوئی آدمی گذرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سے کوئی آدمی نہیں گذرا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام ہی تھے۔ درست یہ ہے کہ وہ ولی اور نبی تھے۔ واللہ اعلم

قرآن مجید میں ہے۔ "پس انہوں نے اس کو جھٹلایا تو وہ حاضر کئے جائیں گے"

یعنی وہ دنیا اور آخرت میں عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے یا پھر آخرت میں حاضر کئے جائیں گے مفسرین اور مؤرخین کی رائے کے مطابق پہلا معنی زیادہ واضح ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے" یعنی اس کی قوم سے ایمان لانے والے (وہ عذاب میں حاضر نہ ہوں گے) اور ہم نے بعد والوں میں اس کا ذکر خیر چھوڑا یعنی جہان والوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا یعنی اس کا تذکرہ بھلائی اور اچھائی کے ساتھ ہی ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "الیاس پر سلامتی ہو" الیاسین میں "ین" اس لئے آیا ہے کہ عرب لوگ بہت سے ناموں کے آخر میں "ین" کا اضافہ کر دیتے ہیں اور دیگر حروف سے بدل کر بھی لے آتے ہیں۔ جیسے اسماعیل کو اسماعین اسرائیل کو اسرائین اور الیاس کو الیاسین قرآن کریم کی ایک قرأت آل یاسین بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ محمد ﷺ کی آل پر سلامتی ہو کیونکہ یاسین آپ کے اسمائے مبارک میں سے ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ نے سلام علی ادراسین بھی پڑھا ہے۔ حضرت نے ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا الیاس سے مراد حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں ضحاک بن مزاحم اسی کے قائل ہیں حضرت قتادہ اور ابن اسحاق نے بھی یہ بات نقل کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ الیاس اور ادریس علیہما السلام دو الگ الگ شخصیتوں کے نام ہیں۔ واللہ اعلم

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دیگر انبیائے بنی اسرائیل کا تذکرہ﴾

ابن جریرؒ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ گذشتہ قوموں کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے مسلم ہوں یا غیر مسلم سب اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یوشع بن نون علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے معاملات کی نگرانی کرنے والے کالب بن یوقنا ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نیک ساتھیوں میں سے ہیں اور آپ کی ہمشیرہ محترمہ مریم کے شوہر گرامی ہیں اللہ سے ڈرنے والوں میں دو آدمی میں سے ایک یہی ہیں اور وہ دونوں یوشع اور کالب ہیں اور جب بنی اسرائیل نے جہاد سے راہ فرار اختیار کی تھی تو ان دونوں نے ہی اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ان پر دروازے میں سے داخل ہو جاؤ۔ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اور اللہ پر اعتماد و توکل کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ پھر ابن جریر کہتے ہیں کہ کالب بن یوقنا کے بعد بنی اسرائیل کے امور کی نگرانی کرنے والے حزقیل بن بوذی ہیں یہ وہی ہیں جن کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل پڑے تھے اور اللہ کے حکم سے مر گئے تھے۔

﴿ تذکرہ حضرت حزقیل علیہ السلام ﴾

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ○

کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا مر جاؤ پھر اس نے ان کو زندہ کر دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل کرنے والے ہیں لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

حضرت وہب بن منبہ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب کالب بن یوقنا کو یوشع علیہ السلام کے بعد فوت کر دیا تو بنی اسرائیل میں حزقیل بن بوزی کو ان کا جانشین بنا دیا گیا یہ ایک بوڑھی عورت کے بیٹے تھے۔ آپ ہی نے اس قوم کے لئے دعا کی تھی جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ۔

”کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل پڑے تھے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ ایک وباء کے ڈر سے گھروں سے نکل بھاگے اور ایک جگہ میدان میں ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ وہیں مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو درندوں سے محفوظ رکھا کئی زمانے بیت گئے پھر وہاں سے حضرت حزقیل علیہ السلام کا گذر ہوا تو ان کو بہت حیرانی ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھوں کے سامنے ان کو زندہ کر دے آپ نے فرمایا ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان ہڈیوں کو ملا کر کہو کہ گوشت پوش لیں اور پٹھے ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں جب حزقیل علیہ السلام نے ان کو اس طرح بلایا تو تمام لوگ یک زبان اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اسباط نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے واسط کی جانب داوردان نامی ایک بستی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق طاعون پھیل گیا وہاں رہنے والے لوگوں میں سے اکثر لوگ بھاگ گئے اور ایک الگ جگہ رہائش پذیر ہو گئے۔

اور اس بستی کے باقی ماندہ لوگ طاعون کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بھاگنے والے موت سے محفوظ رہے جب طاعون کی وباء ختم ہوئی تو بھاگنے والے لوگ واپس اپنے گھروں میں آ گئے اور بستی والوں میں کچھ لوگ جو بچ گئے تھے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہم سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار ثابت ہوئے اگر ہم بھی ان کی طرح یہ علاقہ چھوڑ دیتے تو ہمارے عزیز و اقارب محفوظ رہتے۔ پھر کہنے لگے کہ اگر طاعون کی وباء دوبارہ پھیلی تو ہم بھی ان کے ساتھ نکل جائیں گے قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ آئندہ سال طاعون کی وباء پھر پھیل گئی تو تیس ہزار سے زائد لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑے اور ایک کھلی وادی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ پھر ایک فرشتے نے وادی کے نچلے حصے سے اور دوسرے فرشتے نے وادی کے اوپر کے حصے سے آواز دی کہ مر جاؤ تو وہ سب کے سب مر گئے اور بے روح جسم میدان میں پڑے رہ گئے۔

اسی دوران میں اللہ کے نبی جناب حزقیل علیہ السلام ان کے پاس سے گذرے آپ نے جب ان کے بے جان

لائے دیکھے تو وہ منہ میں انگلیاں دبائے حیرت زدہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو مردے زندہ کر کے دکھا دوں آپ نے عرض کیا ہاں وہ اللہ کی قدرت پر متعجب ہوئے تھے اللہ نے ان کو حکم دیا کہ ان کو آواز دیں انہوں نے آواز دی اے ہڈیو اللہ تعالیٰ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے ہڈیاں اڑ اڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہونے اور ملنے لگیں حتی کہ وہ ہڈیاں ڈھانچے بن گئے پھر اللہ نے حکم دیا کہ ان کو کہو اے ہڈیو گوشت کا لباس پہن لو اور ہڈیوں پر گوشت آ گیا ان میں خون چلنے لگا اور مرتے وقت کے کپڑے بھی ان کے جسم پر واپس آ گئے پھر اللہ نے حکم دیا کہ آواز دو اے جسمو تمہیں اللہ تعالیٰ کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے تو وہ سب کے سب کھڑے ہو گئے۔

اسباط نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ کہ جب ان کو زندہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ پھر وہ زندہ ہو کر اپنی قوم کی طرف گئے۔ وہ ان کو پہچان رہے تھے کہ وہ مردہ ہیں موت کے آثار ان کے چہروں پر تھے جب وہ کوئی کپڑے پہنتے تو نشان زدہ ہو جاتا حتی کہ وہ اپنے مقررہ وقت پر فوت ہو گئے۔

ان لوگوں کی تعداد کتنی تھی

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار اور ان سے چالیس ہزار بھی منقول ہے۔

یہ یہاں کے رہنے والے لوگ تھے

حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ وہ اذرعات کے رہنے والے تھے۔

ابن جریجؒ نے عطاء سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے یعنی اس سے یہ نکلتا ہے کہ حزم و احتیاط اللہ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتی لیکن اس بارے میں جمہور علماء کا قول زیادہ قوی ہے کہ یہ تمثیل نہیں بلکہ ایک واقعہ پیش آیا ہے۔

طاعون اور حضرت عمرؓ کا طرز عمل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ملک شام کے لئے روانہ ہوئے تو جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کا استقبال لشکروں کے امراء حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں نے کیا۔ اور انہوں نے بتایا کہ شام میں طاعون کی وباء پھیلی ہوئی ہے آپ نے حضرات صحابہ مہاجرین و انصار کو جمع کر کے مشاورت کی تو آپس میں اختلاف ہو گیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو کہیں کام گئے ہوئے تھے اسی دوران میں وہ بھی تشریف لے آئے حضرت امیر المومنینؓ نے ان سے اس بارے میں معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ فرماتے تھے جب تمہاری موجودگی میں وباء پھیل جائے تو وہاں سے بھاگو مت اور جب کسی علاقہ میں اس کے پھیلنے کی تمہیں اطلاع ملے تو وہاں مت جاؤ یہ حدیث سن کر حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس روانہ ہو گئے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے شام میں حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کو اطلاع دی تھی کہ یہ طاعون وہ بیماری ہے کہ جس کے ساتھ پہلی قوموں کو عذاب دیا گیا تھا اس لئے جب تم کو کسی علاقہ کے متعلق طاعون کی وباء پھیلنے کی خبر ملے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی علاقے میں تم موجود ہو اور یہ وباء پھیل جائے تو پھر تم وہاں سے نہ بھاگو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین یہ سن کر شام کے ملک سے واپس ہو گئے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بنی اسرائیل میں حزقیل علیہ السلام کے قیام کی مدت کا علم نہیں ہو سکا بہرحال جب آپ فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے وعدے کو بھول گئے اور ان میں نئی نئی چیزیں پیدا ہو گئیں اور حتیٰ کہ انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی ان بتوں میں سے ایک کا نام بعل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران کو نبی بنا کر بھیجا۔

صاحب تصنیف کی غرض

میں (حافظ ابن کثیر) کہتا ہوں کہ حضرت حزقیل کا واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ عام طور پر ان دونوں کا اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ سورۃ صافات میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے بعد ان کا ذکر آیا ہے تو ہم نے بھی تاریخی ترتیب سے موسیٰ علیہ السلام کے حالات کے ساتھ پہلے ہی ذکر کر دیا ہے۔

وہب بن منبہ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت الیاس کے بعد ان کے وصی الیسع بن اخطوب بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔

﴿تذکرہ حضرت الیسع علیہ السلام﴾

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ۔ (الانعام:۸۶)

اور ہم نے اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام) کو ہدایت دی اور ان کو ہم نے جہانوں سب پر فضیلت دی۔

اور سورۃ ص میں وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ۔ (ص ۴۸)

اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔ محمد بن اسحاق نے الحسن سے نقل کیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام بنی اسرائیل میں نبی مبعوث ہوئے تھے اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی شریعت کو تھامے ہوئے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کر دیا ان کے بعد پھر کئے بعد دیگرے خلیفے آتے رہے اور ان میں بدعتیں بھی عام ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی زیادہ ہو گئی جبر و ظلم کا بازار گرم کرنے والے بادشاہ بھی آئے۔ اور انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور ان میں ایک انتہائی جابر اور سرکش بادشاہ بھی آیا۔ کہتے ہیں کہ یہ وہی ہے کہ جس کے بارے میں حضرت ذوالکفل نے ذمہ داری اٹھائی تھی کہ اگر وہ توبہ کرلے اور اللہ کی نافرمانی سے باز آجائے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ اور اسی مناسبت سے ان کو ذوالکفل کہا گیا۔ اور حضرت محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ذوالکفل نامی شخص اصل میں الیسع بن اخطوب ہے۔

اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حرف الیاء کے تحت ذکر کیا ہے کہ یہ الیسع بن اسباط بن عدی بن شوتلم بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم الخلیل علیہم السلام ہیں کہا گیا ہے کہ وہ الیاس علیہ السلام کے چچازاد تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بعلبک کے بادشاہ سے ڈر کر قاسیون میں الیاس علیہ السلام کے ساتھ ہی چھپے تھے پھر ان کے ساتھ ہی ان کی طرف واپس آئے پھر جب حضرت الیاس کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو الیسع علیہ السلام کے نائب بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو الیاس علیہ السلام کے بعد ان کو نبی بنا دیا اور یہ بات وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بانیاس کے علاقے میں تھے۔

حافظ ابن عساکر نے الیسع کو پڑھنے کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں تشدید اَلَّیْسَعَ تخفیف الْیَسَعَ یہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ میں (حافظ ابن کثیر) کہتا ہوں کہ قصہ ایوب کے بعد ذوالکفل علیہ السلام کا واقعہ بیان کرچکے ہیں۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ واللہ اعلم

فصل

ابن جریر اور دیگر مؤرخین نے کہا ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا معاملہ بگڑ گیا تھا اور ان میں نافرمانی پھر عام ہو گئی اور انہوں نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی جگہ جابر و ظالم بادشاہوں کو ان پر مسلط کیا وہ ان پر ظلم کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے۔ اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا جب وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے تو ان کے ساتھ تابوت میثاق ہوتا تھا جس کا تذکرہ قصہ الزمان کے تحت ہو چکا ہے اس کی

برکت سے ان کی مدد کی جاتی تھی کیونکہ اس میں ان کے لئے سکینت و اطمینان بھی تھا اور آل موسیٰ و آل ہارون کی باقی ماندہ چیزیں بھی تھیں۔

جب اہل غزہ اور اہل عسقلان کے مد مقابل ہوئے تو انہوں میں بنی اسرائیل مغلوب ہوئے تو تابوت ان کے ہاتھوں سے چھین لیا گیا تھا جب بنی اسرائیل کے بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اس کی گردن جھک گئی اور اسی غم میں اس کی موت واقع ہوگئی۔

اب بنی اسرائیل کا شیرازہ اس طرح بکھر گیا کہ جیسے چرواہے کے بغیر بکریوں کے ریوڑ کا ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ نے ان میں ایک نبی بھیجا جس کا نام شمویل تھا۔ بنی اسرائیل نے ان سے ایک بادشاہ بنانے کا مطالبہ کیا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے لڑائی کر سکیں اور ان سے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا بدلہ لے سکیں اس کے نتیجے میں وہ حالات پیش آئے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یوشع بن نون کی وفات سے شمویل بن بالی علیہ السلام کے مبعوث ہونے تک کا درمیانی فاصلہ 460 سال کا ہے پھر انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی ہے اور ایک ایک بادشاہ کا نام ذکر کیا ہے لیکن ہم اس تفصیل کو قصداً چھوڑ رہے ہیں۔

رب کی طرف سے سکینت ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے فرشتے اسے اٹھا کر لاتے ہیں گے یقیناً یہ تو تمہارے لئے کھلی دلیل ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر نکلے تو کہا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو ایک نہر سے آزمانے والا ہے جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں ہے اور جو اسے نہ چکھے وہ میرا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو پانی بھر لے لیکن سوائے چند کے باقی سب نے پانی پی لیا۔ جب طالوت مومنین سمیت نہر سے گزر گئے تو وہ کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین رکھنے والوں نے کہا کہ اکثر ایسا بھی ہوا کہ تھوڑی اور چھوٹی جماعتیں بہت بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پھر جب ان کا جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی اے پروردگار ہمیں صبر و ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں کی قوم پر ہماری مدد فرما۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دی اور حضرت داؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اس کو ملک و حکمت اور علم بھی جتنا چاہا دیا اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔

اس جنگ میں بنی اسرائیل کے نبی کون تھے

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس قصہ میں مذکورہ قوم بنی اسرائیل کے نبی شموئیل تھے۔ بعض نے شمعون بیان کئے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی نبی کے ہیں اور بعض نے کہا کہ یوشع ہیں۔ لیکن یہ آخری قول بعید ہے کیونکہ امام ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ یوشع علیہ السلام کی وفات اور شموئیل علیہ السلام کے نبی بننے کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ ہے۔ (واللہ اعلم)

الغرض جب اس قوم کو لڑائیوں نے کمزور و ضعیف کر دیا اور ان کے دشمن ان پر غالب آ گئے تو انہوں نے اپنے دور کے اللہ تعالیٰ کے نبی سے ایک بادشاہ بنانے کا مطالبہ کیا تاکہ ہم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اس کے جھنڈے تلے دشمنوں سے لڑیں ان کے نبی نے ان سے کہا کہ ممکن ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کر دیا جائے اور تم جہاد نہ کرو انہوں نے کہا کہ بھلا ہم لوگ جہاد کیوں نہ کریں گے بھلا ہمیں کونسی چیز روک سکتی ہے حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور بیٹوں سے جدا کر دیا گیا ہے۔ یعنی ہمیں لڑائی نے تباہ حال کر دیا ہے لہذا ہمیں اپنے کمزور اور قیدی بیٹوں کی خاطر لڑائی کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان پر لڑائی فرض کر دی گئی تو چند کے سوا سب لوگ پھر گئے جیسے قصہ کے آخر میں بیان ہوا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ نہر پار کرنے والے بہت کم لوگ تھے اور باقی واپس ہو گئے اور منہ موڑ گئے تھے۔

ان کے نبی نے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر بادشاہ بنا دیا ہے۔

حضرت طالوت علیہ السلام

نسب نامہ طالوت

ثعلبی کے مطابق ان کا نسب نامہ یوں ہے۔

طالوت بن قیش بن افیل بن صارو بن تحورت بن افیح بن انیس بنیامین بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام۔

عکرمہ اور اسدی نے کہا ہے کہ سقہ یعنی پانی پلانے والے تھے وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ وہ دباغت یعنی کھالوں کے رنگنے والے تھے۔اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی ہیں۔

اسی لئے انھوں نے کہا کہ اس کے لئے ہم پر حکومت کا حق کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ہم بادشاہت کے اس سے زیادہ حقدار ہیں۔ اسے مال کی فراخی نہیں دی گئی اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ نبوت لاوی کے خاندان میں تھی اور حکومت یہودا کے قبیلے میں تھی اور یہ طالوت بنیامین کی اولاد میں سے تھے تو انہوں نے ان کے بادشاہ بننے پر اعتراض کیا اور خود کو زیادہ حقدار قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ تو فقیر ہے اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے اور ایسا شخص بادشاہی کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ کے نبی نے ان سے فرمایا کہ اللہ نے اس کو تمہارے اوپر پسند کیا ہے اور جسمانی کشادگی میں زیادہ کیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل میں سے جس کا قد اس کی لاٹھی کی لمبائی کے برابر ہو اور جب وہ آپ کے پاس آئے گا تو سینگ جوش مارنے لگ جائے گا جس میں القدس کا تیل ہے تو وہ ان کا بادشاہ ہوگا۔ لوگ آ کر اس لاٹھی کے ساتھ اپنا قد ناپنے لگے تو طالوت کے سوا اس کے برابر قد والا کوئی نہیں تھا جب وہ شمویل کے پاس حاضر ہوا تو وہ سینگ جوش مارنے لگا شمویل علیہ السلام نے اس سینگ سے اس کو تیل لگایا اور بادشاہت کے لئے اس کو نامزد کر دیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ یقیناً اللہ نے اس کو تم پر پسند کیا ہے اور اس کو علم بھی زیادہ دیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کو جنگوں اور لڑائیوں کا تجربہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عمومی طور پر اس کے پاس علم زیادہ تھا اور جسمانی تو مند صحت مند قد کاٹھ والا خوبصورت جوان تھا۔ قرآن پاک کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ کے نبی کے سوا یہ سب سے زیادہ علم والا تھا۔

اللہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت دے دیتا ہے کیونکہ حکم بھی اسی کا اور مخلوق بھی اسی کی اور اللہ علم والا کشادگی والا ہے۔

اور ان کو ان کے نبی نے کہا کہ اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے تمہارے پاس صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکینت ہوگی۔ اور آل موسیٰ و آل ہارون علیہ السلام کا باقی ماندہ ترکہ ہوگا اور اس صندوق کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے اس میں تمہارے لئے یقینی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

یہ درحقیقت اس نیک آدمی کی حکومت کی برکت تھی کہ اللہ نے ان کی طرف وہ صندوق لوٹا دیا جو ان سے چھین لیا گیا تھا اور دشمن ان سے یہ صندوق چھین لینے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اسی صندوق کی برکت سے دشمنوں پر ان کی مدد کی جاتی تھی اس میں ان کے رب کی طرف سے سکینت تھی۔

اس صندوق میں کیا تھا

کہتے ہیں کہ اس میں سونے کا ایک تھال تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے سینوں کو دھویا جاتا رہا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں ایک خاص قسم کی تیز ہوا تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں بلی جیسا ایک جانور تھا جب وہ لڑائی کے دوران چیختا تو بنی اسرائیل والوں کو یقین ہو جاتا کہ اب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد نازل ہوگی۔

اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقی ماندہ چیزوں سے مراد تختیوں کے ٹکڑے تھے اور کچھ "من" تھا جو ان پر تیہ کے میدان میں اترتا رہا تھا۔ تمہاری نظروں کے سامنے فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے۔ تاکہ یہ اللہ کی نشانی ثابت ہو اور میری کہی ہوئی بات پر کھلی دلیل ہو اور نیک آدمی کے تم پر بادشاہ بننے کی علامت ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب عمالقہ قوم نے اس صندوق پر قبضہ کیا (اس میں سکینہ اور برکت والی چیزیں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں تورات بھی تھی) تو انہوں نے اپنے علاقے کے ایک بت کے نیچے اس صندوق کو رکھ دیا جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ صندوق اس بت کے اوپر پڑا ہوا تھا انہوں نے اٹھا کر پھر اس کو بت کے نیچے رکھ دیا دوسرے دن صبح پھر بت کے اوپر تھا تو ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ معاملہ اللہ کی طرف سے ہے پھر انہوں نے اسے اپنے شہر سے نکال کر کسی اور بستی میں رکھ دیا۔ پھر ان کی گردنوں میں ایک بیماری پھیلنا شروع ہو گئی جب اس کا سلسلہ لمبا ہوا تو انہوں نے اسے ایک بیل گاڑی میں رکھا اور دو بیلوں کو آگے باندھ کر اس کو ہانک دیا کہتے ہیں کہ فرشتوں نے ان کو چلایا اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس لے آئے جب وہ اسے دیکھ رہے تھے جیسے ان کو ان کے نبی نے خبر دی تھی اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ فرشتے اس کو کیسے لائے ظاہر تو یہی ہے کہ فرشتے اس کو خود اٹھا کر لائے تھے اگرچہ پہلی بات بہت سے مفسرین نے کی ہے۔

جب طالوت اپنے لشکر والوں کو لے کر الگ ہوئے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ساتھ آزمائے گا جس نے اس سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں ہے اور جس نے نہ پیا وہ میرا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی ایک چلو پانی کر بھر لے۔

حضرت ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس نہر سے مراد دریائے اردن ہے اور اس کا نام شریعت تھا طالوت کا اپنے لشکروں کو اس دریا سے پانی نہ پینے کا حکم اللہ کے نبی کے حکم سے تھا اور نبی کا حکم اللہ کے حکم سے ہوتا ہے گویا ان کو اللہ نے آزمایا تھا طالوت نے کہا کہ جو اس نہر سے پانی پئے گا وہ میرے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوگا۔

اس سے پانی نہ پینے والا ہی میرے ساتھ آئے ہاں ہاتھ کے ساتھ چلو لے لینا اور بات ہے یعنی اس میں کوئی حرج ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے اس سے پانی پی لیا۔

اس لشکر کی تعداد کیا تھی؟

سدی فرماتے ہیں کہ لشکر کی کل تعداد اسی ہزار تھی۔ ۷۶ ہزار نے پانی پی لیا صرف چار ہزار کا لشکر باقی رہ گیا۔

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب محمد ﷺ بیان کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی جو اس کے ساتھ نہر پار کر گئے تھے اور یہ نہر عبور کرنے والے تین سو دس سے کچھ زیادہ تھے اس لحاظ سے سدی کا قول محل نظر ہے کیونکہ بیت المقدس کی سرزمین میں لڑنے والے لشکر کا اسی ہزار کی تعداد میں جمع ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے نہر عبور کر لی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اندر جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ان کی قوت و شوکت اور کثرت تعداد کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور اور تعداد میں کم پایا لیکن اللہ سے ملاقات کا یقین رکھنے والوں نے کہا کہ بارہا چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی شاہسواروں نے ان کو ثابت قدمی کی تلقین کی اور وہ شاہسوار بھی ایمان و یقین والے جنگ و جدال اور تلوار زنی پر صبر کرنے والے تھے جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر ڈال دے ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔ یعنی انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ صبر کے ساتھ ہمیں ڈھانپ لے تاکہ ہمارے دل مضبوط ہو جائیں اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور میدان جنگ میں ہمارے قدم مضبوطی سے جمادے اور دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی عزت و چاہت پوری کر دی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پس انہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دی۔ یعنی اللہ کی قوت اور نصرت سے ان کو شکست دی۔ نہ کہ اپنی قوت و تعداد اور سامان حرب سے کیونکہ دشمن کو کثرت تعداد اور لڑائی کے سامان اور اسلحہ کے لحاظ سے ان پر برتری حاصل تھی۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کی مدد کرنے کے متعلق فرمایا۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (آل عمران ۱۲۳)

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہت اور حکمت و دانائی سے نوازا اور جو چاہا اس کو سکھایا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے داؤد علیہ السلام کی شجاعت و بہادری ثابت ہوتی ہے کہ اس جیسا بہادر شخص قتل کر دیا جس سے پورا لشکر ذلیل و رسوا ہوا۔ اس سے بڑھ کر کوئی غزوہ عظیم نہیں ہو سکتا کہ اس میں دشمن کا بادشاہ کام آیا۔ جس کی وجہ سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور بہت سے بہادر اور جری لوگ قید ہو گئے۔

اور دین کا کلمہ ایمان (توحید) غالب آیا۔ اور اللہ کے دوستوں نے دشمن کے سامنے برتری پائی اور دین حق باطل پر غالب آ گیا۔

سدی سے روایت بیان کی ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے تیرہ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اسماعیل داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بادشاہ کو سنا کہ وہ جالوت اور اس کے لشکر کو قتل کرنے پر ابھار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ جس نے جالوت کو قتل کیا میں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دوں گا اور اپنی بادشاہت میں شریک کر لوں گا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنی غلیل کے ساتھ زبردست انداز سے پتھر پھینکتے تھے ایک دفعہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک پتھر نے آپ کو آواز دی کہ مجھے پکڑ لو میرے ساتھ تم جالوت کو قتل کرو گے آپ نے اسے پکڑ لیا پھر دوسرے اور پھر تیسرے پتھر نے آواز دی آپ نے تینوں پکڑ کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے آگے بڑھ کر اپنا مد مقابل طلب کیا تو داؤد علیہ السلام آگے بڑھے تو جالوت نے کہا کہ تم واپس لوٹ جاؤ کیونکہ میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو تجھے قتل کرنا پسند

کرتا ہوں پھر انہوں نے وہ تینوں پتھر اپنی تھیلی میں رکھے اور ان کو گھمایا وہ تینوں پتھر خدا کی قدرت سے ایک ہو گئے پھر انہوں نے وہ پتھر جالوت کو مارا تو اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور اپنی حکومت میں ان کا حکم نافذ کر دیا۔

بنی اسرائیل کے ہاں داؤد علیہ السلام کی عظمت واضح ہوگئی اور وہ طالوت سے بھی زیادہ ان سے محبت کرنے لگے اور ان کے سب سے زیادہ گرویدہ ہو گئے۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ طالوت نے ان پر حسد کیا اور ان کے قتل کرنے کی چال چلی لیکن وہ اپنی چال میں کامیاب نہ ہو سکا علماء نے طالوت کو داؤد کے قتل سے روکنا شروع کیا تو اس نے ان پر سختی کی اور ان کو قتل کرنے لگا حتیٰ کہ بہت کم علماء باقی رہ گئے پھر اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی وہ نادم و پشیمان ہوا اور بہت زیادہ رونا شروع کر دیا۔ اور قبرستان کی طرف چلا جاتا اور وہاں اتنا روتا کہ اس کے آنسوؤں سے مٹی گیلی ہو جاتی۔

ایک دن اسے قبرستان سے آواز سنائی دی اے طالوت تو نے ہمیں قتل کر دیا حالانکہ ہم زندہ تھے تو نے ہمیں اذیت دی حالانکہ ہم مردے تھے اس آواز کی وجہ سے اس کا خوف و ہراس اور رونا زیادہ ہو گیا پھر اس نے ایسے عالم کے متعلق پوچھا جس سے وہ اپنے متعلق فتویٰ پوچھ سکے کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے اس کو کہا گیا کہ کیا تو نے کوئی عالم باقی چھوڑا ہے۔ حتیٰ کہ اسے ایک عابدہ زاہدہ عورت کے متعلق بتایا گیا تو وہ عورت اسے حضرت یوشع علیہ السلام کی قبر پر لے گئی اور اس عورت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو یوشع علیہ السلام اپنی قبر سے اٹھے اور پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟

عورت نے کہا کہ نہیں البتہ یہ طالوت آپ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں توبہ اس طرح قبول ہوگی کہ وہ بادشاہت سے دستبردار ہو جائے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یہ بات کہہ کر یوشع علیہ السلام پھر فوت ہو گئے۔

اس کے بعد طالوت نے بادشاہی داؤد کے لئے چھوڑ دی اور اپنے تیرہ لڑکوں کو ساتھ لے کر چلے گئے ان سب نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

اور اللہ تعالیٰ نے اسے۔ بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جتنا چاہا اس کو علم عطا کیا۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں سدی کے طریق سے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اس کا کچھ حصہ محل نظر اور منکر ہے محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ نبی الیسع بن اخطوب تھے جن کو قبر سے اٹھایا گیا تھا اور انہوں نے توبہ کے قبول ہونے کی اطلاع دی تھی اور ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ وہ عورت اس کو شمویل کی قبر کے پاس لائی تھی اور شمویل نے اسے سرزنش کی تھی کہ ان کے بعد اس نے ایسے ایسے کام کیوں کئے یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے شاید اسے خواب میں دیکھا ہوگا نہ کہ وہ قبر سے زندہ ہو کر کھڑے ہوئے تھے کیونکہ یہ نبی کا معجزہ ہو سکتا ہے اور وہ عورت تو نبی نہ تھی۔

ابن جریر نے کہا ہے کہ اہل تورات کہتے ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کی مدت اس کی اولاد سمیت قتل ہونے تک چالیس برس ہے۔ واللہ اعلم

حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات

نام نسب

داؤد علیہ السلام کا نام و نسب یہ ہے داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عویناذب بن ارم بن حصرون بن فارض بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام۔ وہ ابراہیم خلیل اللہ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی اور بیت المقدس میں اللہ کے نائب تھے۔

حلیہ

محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے نیلی آنکھوں والے تھوڑے بالوں والے اور پاک و صاف دل والے تھے۔

اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کیا تھا ابن عساکر کے بیان کے مطابق یہ قتل ام حکیم کے محل کے پاس مرج الصفر کے قریب ہوا تھا اس کے بعد بنی اسرائیل آپ سے محبت کرنے لگ گئے ان پر فریفتہ ہو گئے اور اپنے اوپر ان کی بادشاہت چاہنے لگے اور طالوت کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس کے بعد بادشاہت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ آئی اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت اور نبوت عطا کر کے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازا ان سے پہلے بادشاہت ایک خاندان میں ہوتی تھی اور نبوت دوسرے خاندان میں جب کہ داؤد علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نعمتیں جمع کر دی تھیں۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ ... ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ: اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اسے بادشاہت اور حکمت و دانائی سے نوازا اور جتنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اسے علم بھی سکھا دیا اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ساتھ دفع نہ کرتا تو زمین فساد والی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر فضل کرنے والا ہے۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ بادشاہوں کو لوگوں کا حاکم نہ بناتا تو طاقت ور کمزور کو کھا جاتے اسی لئے بعض آثار میں آیا ہے کہ بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ اتنا فساد نہیں روکتا جتنا کہ سلطان کے ذریعے سے روکتا ہے ابن جریر فرماتے ہیں کہ جالوت نے طالوت کو دعوت دی اور کہا کہ میری طرف نکل میں تیری طرف آؤں تو طالوت نے لوگوں کو اس کام کے لئے بلایا داؤد علیہ السلام نے اس کی دعوت پر لبیک کہا اور جالوت کو قتل کر دیا۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ لوگوں کا رجحان داؤد علیہ السلام کی طرف اتنا ہو گیا تھا کہ طالوت کا ذکر کرنا لوگ بھول گئے انہوں نے طالوت کی بادشاہت ختم کر کے داؤد علیہ السلام کو لوگوں کا سربراہ بنا دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی حکومت شمویل علیہ السلام کے حکم سے جاری ہوئی تھی۔ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ شمویل نے داؤد علیہ السلام کو لڑائی سے پہلے ہی بادشاہ بنا دیا تھا۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ داؤد علیہ السلام کو جالوت کے قتل کرنے کے بعد بادشاہ بنایا گیا۔ ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز سے بیان کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے جالوت کو ام حکیم کے محل کے پاس قتل کیا تھا اور وہاں کی نہر وہی ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ .... بَصِيرٌ)(سبا:۱۰،۱۱)

اور داؤد علیہ السلام پر ہم نے فضل کیا اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو (بھی یہی حکم ہے) اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں بنا کر جوڑوں میں اندازہ رکھو۔ تم سب نیک کام کیا کرو (اس یقین کے ساتھ) کہ میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ .... شَاكِرُونَ)(الانبیاء:۷۹،۸۰)

اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی، اور ہم ہی کرنے والے تھے اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تا کہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو کیا تم شکر گزار رہو گے؟

اللہ تعالیٰ نے لوہے کی زرہیں بنانے میں داؤد علیہ السلام کی مدد کی تا کہ دشمنوں سے حفاظت ہو سکے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زرہیں بنانے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا "قَدِّرْ فِي السَّرْدِ" یعنی کیل نہ اتنا باریک کرو کہ اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکے اور نہ اتنا موٹا کرو کہ توڑ دے یہ مطلب مجاہد، قتادہ الحکیم اور عکرمہ رحمہم اللہ اجمعین نے بیان کیا ہے۔

حسن بصری قتادہ اور اعمش رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا حتی کہ وہ اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ موڑ اور بٹ لیتے تھے ان کو اسے گرم کرنے اور ہتھوڑے کی استعمال کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ کڑیوں والی زرہ سب سے پہلے داؤد علیہ السلام نے ہی بنائی اس سے پہلے لوہے کی چادر کی زرہیں بنائی جاتی تھیں۔ ابن شوذب نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام روزانہ ایک زرہ بنا لیتے تھے جس کو وہ چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کا سب سے پاکیزہ کھانا اس کے ہاتھ کا کمایا ہوا ہے اور داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کے ساتھ محنت کر کے کھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ .... فَصْلَ الْخِطَابِ)(صٓ:۱۷،۲۰)

اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کو یاد کریں جو طاقتور تھا بیشک وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو لگا دیا وہ شام اور صبح اس کے ساتھ تسبیح کہتے ہیں اور پرندے اکٹھے کئے گئے ہر ایک اس کے لئے فرمانبردار ہے اور ہم نے اس کی بادشاہت مضبوط کی اور ہم نے اسے حکمت عطا کی اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ دیا۔

ذاالاید کی تفسیر

حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ذاالاید سے مراد اطاعت کی قوت ہے یعنی وہ عبادت کرنے والے اور نیک

اعمال سر انجام دیتے تھے اور بے حد قوت رکھتے تھے۔

قتادہ نے کہا کہ ان کو عبادت کی قوت اور اسلام کی سمجھ دی گئی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ وہ رات کو قیام کرتے اور نصف زمانے کے روزے رکھتے تھے۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں وہ نصف رات آرام کرتے پھر ایک تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوتی تھی تو میدان جہاد سے بھاگتے نہیں تھے۔

فرمان الٰہی: ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا وہ شام اور صبح تسبیح پڑھتے ہیں ایک دوسری جگہ ارشاد باری ہے اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح پڑھو اور پرندوں کو (بھی یہی حکم دیا تھا) یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں ان کے ساتھ تسبیح کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا اتنی خوبصورت آواز کسی کو نہیں دی گئی تھی۔ حتیٰ کہ جب آپ ترنم کے ساتھ اللہ کی کتاب پڑھتے تو پرندے ہوا میں ان کے ساتھ ٹھہر جاتے اور آپ کے ساتھ گنگناتے اور آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے اسی طرح پہاڑ بھی آپ کو جواب دیتے اور آپ کے ساتھ صبح وشام تسبیح کہنے میں شامل ہو جاتے۔

امام اوزاعی نے عبداللہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کو اتنی خوبصورت آواز دی گئی کہ اس طرح کی بہترین آواز اور کسی کو نہیں دی گئی یہاں تک کہ آپ کی آواز سن کر پرندے اور جنگلی جانور آپ کے گرد ٹھہر جاتے اور بھوک پیاس کی وجہ سے مر جاتے نہریں آپ کی آواز سن کر ٹھہر جاتی تھیں۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آواز جو بھی سنتا اس پر رقص کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ زبور کی تلاوت ایسے پرسوز انداز میں فرماتے کہ کانوں نے اس جیسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی کہ جن وانس اور پرندے آپ کی آواز سن کر رک جاتے بلکہ زیادہ دیر ٹھہر جانے کی وجہ سے بھوک اور پیاس سے مر جاتے۔

جناب ابو عوانہ اسفرائنی نے اپنی سند سے امام مالک سے بیان کیا ہے کہ جب داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت فرماتے تو کنواری نوجوان لڑکی پردے سے باہر آجاتی۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔

عبدالرزاق نے ابن جریج سے بیان کیا ہے کہ میں نے عطا سے گانے کے انداز میں تلاوت کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ ان کے پاس آلہ موسیقی تھا وہ اسے بجاتے اور اس کی آواز پر تلاوت کرتے اس سے سریلی آواز برآمد ہوتی اس سے ان کا مقصود تھا کہ خود بھی روئیں اور دوسروں کو بھی رلائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کو تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اسے حضرت داؤد کی بانسری دی گئی ہے۔ یہ روایت صحیحین کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے روایت نہیں کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو موسیٰ کو آل داؤد کی بانسری جیسی خوبصورت آواز دی گئی ہے۔ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے بربط (باجہ) بانسری کی آواز سنی ہے لیکن ابو موسیٰ کی آواز سے زیادہ خوبصورت آواز نہیں سنی۔ داؤد علیہ السلام خوبصورت آواز کے ساتھ ساتھ تیز قاری بھی تھے آپ زبور پڑھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا داؤد پر قرآت آسان کردی گئی تھی۔ وہ اپنے جانور پر زین رکھنے کا حکم دیتے تو زین کے جانے سے پہلے کتاب کی قرآت مکمل کر لیتے اور وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اور یہ روایت حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں داؤد علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں مسند بیان کی ہے روایت مذکورہ میں قرآن سے مراد قرات وتلاوت ہے (اور ترجمہ بھی یہی کیا گیا ہے) ایک مکمل روایت میں ہے کہ آپ بادشاہ تھے لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے اور حکم بجا لاتے تھے۔ آپ جانوروں پر زین کے جانے تک تھوڑے وقت میں زبور کی تلاوت مکمل کر لیتے حالانکہ آپ غور وخوض بھی کرتے اور ترنم سے پڑھنے سے خوش الحانی کے ساتھ ساتھ خشوع وخضوع اور عاجزی اور سوز بھی محسوس ہوتا۔

زبور ایک مشہور کتاب ہے جو تفسیر میں مسند احمد کی روایت میں ذکر کر چکے ہیں کہ زبور ماہ رمضان میں نازل ہوئی اس میں وعظ ونصیحت اور حکمت ودانائی کی باتیں ہیں جو اس کو پڑھنے والوں کے ہاں معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کی بادشاہت مضبوط کی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ عطا فرمایا یعنی ہم نے اسے عظیم بادشاہت اور نافذ ہونے والا حکم دیا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی ایک گائے کے متعلق داؤد علیہ السلام سے فیصلہ کرانے آئے ان میں سے ایک کا دعویٰ تھا کہ گائے میری ہے دوسرے نے مجھ سے چھین لی ہے مدعی علیہ نے اس بات کا انکار کیا۔ تو داؤد علیہ السلام نے رات تک ان کا فیصلہ مؤخر کر دیا جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ مدعی کو قتل کر دو۔ جب صبح ہوئی تو داؤد علیہ السلام نے مدعی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں تو اب میں نے لازماً ہر حال میں تجھے قتل کرنا ہے اب تو اپنے دعویٰ کے متعلق اصل صورت حال سے آگاہ کر اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی اللہ کی قسم میں اپنے دعوے میں سچا ہوں لیکن میں اس سے پہلے اس شخص کے باپ کو قتل کر چکا ہوں اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے کہنے پر اس کو قتل کر دیا گیا اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عظمت بنی اسرائیل کے دلوں میں بہت زیادہ ہو گئی اور وہ آپ سے نہایت فرمانبرداری عاجزی وانکساری کا معاملہ کرنے لگے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی بادشاہی کو مضبوط کیا۔ کا یہی مطلب ہے۔

آیت میں حکمت سے مراد نبوت ہے۔

فصل الخطاب سے مراد کیا ہے

حضرت شریح شعبی قتادہ وعبدالرحمن سلمی رحمہم اللہ تابعین کے نزدیک اس سے مراد گواہ اور قسمیں ہیں اور اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم انکار کرنے والے پر ہوگی۔

مجاہد اور سدی رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد درست رائے اور فہم وفراست ہے ابن جریر نے بھی یہی مطلب لیا ہے یہ بات حضرت ابوموسیٰ سے منقول مفہوم کے مخالف نہیں ہے کہ اس سے مراد "اما بعد" کہنا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں برائیاں اور جھوٹی قسمیں عام ہو گئیں تو داؤد علیہ السلام کو فیصلہ کرنے کے لئے ایک زنجیر سونے کی دی گئی جو آسمان سے بیت المقدس کی چٹان تک لمبی کی گئی تھی جب دو آدمی کسی

معاملہ میں جھگڑا کرتے تو جو سچا ہوتا وہ اس زنجیر کو پکڑ لیتا اور جو آدمی جھوٹا ہوتا وہ اس کو نہ پکڑ سکتا۔ ان کا معاملہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کے پاس ایک قیمتی موتی امانت رکھا تو اس نے اس کے مطالبہ کے وقت اس سے انکار کردیا اور موتی ایک لکڑی کے اندر کسی طرح چھپا دیا پھر جب وہ دونوں زنجیر کو پکڑنے کے لئے زنجیر کے پاس آئے تو مدعی نے زنجیر کو پکڑ لیا۔ دوسرے کو کہا گیا کہ تم بھی پکڑو۔ تو اس نے موتی والی لکڑی مدعی کو پکڑا دی اور کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے موتی اس کے سپرد کردیا ہے پھر اس نے وہ زنجیر پکڑی تو وہ اس کے ہاتھ آ گئی اس سے بنی اسرائیل کا معاملہ بہت پیچیدہ ہوگیا پھر جلد ہی وہ زنجیر اٹھالی گئی اور کئی مفسرین نے اس مفہوم کی روایت ذکر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

(وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ ......مآب) (ص ۲۱ تا ۲۵)

اور کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی خبر بھی آئی ہے جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے جس وقت وہ داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کردیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے (کیفیت یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے ہاں ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کردے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔ اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں ہاں جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد علیہ السلام نے خیال کیا کہ (اس واقعے میں) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی اور جھک کر گر پڑے اور (خدا کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ اس مقام پر بہت سے متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بہت سے واقعات اور قصے بیان کئے ہیں وہ اکثر اسرائیلیات سے ہیں اور ان میں سے کچھ تو یقینی طور پر جھوٹے ہیں اور ہم ان کو جان بوجھ کر ترک کر رہے ہیں اور اپنی کتاب میں اس کو بیان نہیں کیا اور قرآن مجید کے بیان پر اکتفا کیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

سورۃ صٓ کے سجدے میں اختلاف ہے

کیا یہ چودہ سجدوں میں سے ہے یا یہ کہ یہ سجدہ شکر۔ ہے اس بارے میں دو قول ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے سورۃ ص کے سجدے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ نہیں پڑھتے اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے داؤد اور سلیمان علیہما السلام ہیں اور اس سے کچھ آگے چل کر ارشاد باری ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ ان کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں داؤد علیہ السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کی اقتداء کا حکم اللہ نے تمہارے نبی کو دیا ہے داؤد علیہ السلام نے اس مقام پر سجدہ کیا ہے اور آپ کے نبی ﷺ نے بھی سجدہ کیا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورۃ ص کا سجدہ لازمی سجدوں میں سے نہیں ہے جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورت میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث امام بخاری نے اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ایوب سے بیان کی ہے ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس سورۃ میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لئے سجدہ کیا ہے۔ اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورۃ ص پڑھی جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر ایک دن آپ نے یہ سورت پڑھی جب آپ سجدہ والی آیت تک پہنچے تو سب لوگ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ سجدہ تو نبی داؤد علیہ السلام کی توبہ ہے لیکن تم سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ پھر آپ ﷺ نیچے اترے اور سجدہ کیا۔ یہ روایت صحیح کی شرط پر ہے اور امام ابوداؤد اس حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ سورۃ ص لکھ رہے ہیں جب وہ سجدہ کی آیت کی جگہ پر پہنچے تو دوات قلم اور پاس موجود ہر چیز نے سجدہ کیا میں نے یہ خواب نبی کریم ﷺ سے بیان کیا تو اس کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ سجدہ کرتے رہے۔ حضرت امام احمدؒ اس حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں جب میں نے سجدہ والی سورت پڑھی تو میرے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے درخت کو سجدہ میں کہتے ہوئے یہ الفاظ سنے۔ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَاقْبَلْهَا مِنِّي كَمَا قَبِلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ اے اللہ اس سجدے کے بدلے میں مجھے اجر و ثواب دے اور اسے اپنے پاس ذخیرہ بنا اور اس کے ساتھ مجھ سے بوجھ اتار دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا آپ کھڑے ہوئے اور سجدہ والا حصہ تلاوت کیا پھر آپ نے سجدہ کیا پھر آپ سجدے میں اسی طرح پڑھ رہے تھے جیسے اس آدمی نے اس درخت کے متعلق بیان کیا تھا پھر امام ترمذی فرماتے ہیں یہ روایت غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند کے ساتھ جانتے ہیں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن سجدہ میں گرے رہے اور یہ مجاہد حسن اور دیگر اہل علم کی رائے ہے اس کے متعلق ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے لیکن وہ یزید الرقاشی کے واسطے سے ہے اور یہ راوی ضعیف اور متروک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی تقصیر کو معاف کر دیا اور یقیناً اس کا ہمارے پاس قرب اور اچھا انجام ہے۔ زلفی سے مراد قرب اور مرتبہ ہے جس کے ساتھ اللہ اپنے بندے کو اپنے قریب کرتا اور حظیرۃ القدس میں حضوری کا مقام عطا کرتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا انصاف کرنے والے روز قیامت نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ جو اپنے اہل خانہ کے فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں اور جس کے وہ نگران ہیں اس میں انصاف کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور مجلس کے لحاظ سے ان میں سے سب سے زیادہ قریب عدل کرنے والا امام و بادشاہ ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سب سے زیادہ مہلت دینے والا اور سخت ترین عذاب کا مستحق ظلم کرنے والا بادشاہ ہے اس طرح یہ روایت امام ترمذی نے فضیل بن مرزوق الاغر کے واسطہ سے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت مرفوعاً صرف اسی سند سے منقول ہے۔

حضرت مالک بن دینار اللہ تعالیٰ کے فرمان وان له عندنا لزلفى وحسن مآب کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام سے فرمائیں گے آج بھی خوبصورت اور سریلی آواز کے ساتھ میری بزرگی بیان کر جس طرح تو دنیا میں میری بزرگی بیان کیا کرتا تھا۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ تو نے وہ آواز مجھ سے چھین لی ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تجھے واپس دیتا ہوں پس داؤد علیہ السلام اسی آواز سے اللہ کی حمد بیان کریں گے تو اہل جنت کی نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۔

اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرو یہ تجھے اللہ کے راستے سے بہکا دے گی اللہ کے راستے سے بھٹکنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ یہ خطاب داؤد علیہ السلام سے فرما رہے ہیں اور اس سے مقصود حاکم اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں جنہوں نے ان کو عدل و انصاف کرنے اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ حق کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ لوگوں کے نظریات اور خواہشات کی پیروی کرنے کا۔ اور اس شخص کو ڈرایا ہے جو اس کے سوا اور راستہ اپنائے اور باطل اور ظلم کے ساتھ فیصلہ کرے۔ داؤد علیہ السلام یقیناً اس زمانے میں عدل و انصاف کرنے اور کثرت عبادات اور اللہ کے قریب کرنے والے کاموں کی انجام دہی میں لوگوں کے امام و مقتدیٰ تھے۔ حتیٰ کہ دن اور رات کے تمام اوقات میں آپ کے گھر والے عبادت میں مصروف رہتے تھے کوئی بھی وقت نہ گزرتا تھا کہ آپ کے گھر کا کوئی فرد عبادت نہ کر رہا ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آل داؤد شکر کے طور پر کام کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی سند سے ابو الجلد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے داؤد علیہ السلام کی دعا میں پڑھا کہ تم آپ نے فرمایا اے پروردگار میں آپ کا شکر کیسے بجا لا سکتا ہوں جب کہ تیرے شکر کی ادائیگی بھی تیری نعمت اور احسان کے ساتھ ہی ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے داؤد کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے پاس موجود جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب میری ہی طرف سے ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی ہاں اے میرے پروردگار اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے اس کے ساتھ ہی راضی ہوں۔

ابن شہابؒ نے فرمایا کہ

داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جیسے کہ اس کے کریم چہرے اور اس کے جلال کی عظمت کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ تو نے (ثواب لکھنے والے) فرشتوں کو تھکا دیا ابوبکر ابن ابی الدنیا نے بھی یہ بات علی بن جعد اور سفیان ثوری سے بھی نقل کی ہے

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ وہب بن منبہ نے فرمایا کہ عقلمند آدمی پر حق ہے کہ وہ ان چار ساعتوں

سے غافل نہ ہو۔

(۱) اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے

(۲) اپنا محاسبہ کرنے کے لئے

(۳) اور اس گھڑی میں جب اس کے دوست احباب اس کے عیوب بیان کر رہے ہوں اور اس کی ذات سے متعلق بھی باتیں بیان کر رہے ہوں۔

(۴) حلال اور اچھی چیزوں کے ساتھ اپنے آپ کو لذت اٹھانے کا موقع دے کیونکہ یہ آخری وقت پہلے اوقات کے لئے مددگار اور تسکین دینے والا ہے۔

عقلمند آدمی پر حق بنتا ہے کہ وہ تین مقاصد کے سوا کسی کام کے لئے سفر نہ کرے

(۱) آخرت کی تیاری کے لئے

(۲) ذریعہ معاش کی فراہمی کے لئے

(۳) حلال چیز کے ساتھ فائدہ اٹھانے کے لئے۔

مذکورہ روایت عبدالرزاق نے بھی بیان کی ہے اور ابو بکر ابن ابی الدنیا نے بھی اور ان کی روایت میں ابوالادریس کی وضاحت بھی ہوگئی ہے جس کا تذکرہ حضرت ابن عباس کی روایت میں مبہم تھا۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات زندگی میں بہت عمدہ باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ یتیم سے مشفق باپ کی طرح بن جاؤ اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ جو بیج کاشت کرو گے فصل وہی کاٹو گے۔

ایک اور غریب اور مرفوع روایت مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ بے وقوف خطیب قوم کی مجلس میں ایسے ہی ہے جیسے کوئی گانا گانے والا میت کے پاس گانا گا رہا ہو۔

اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مالداری کے بعد فقیر ہو جانا بہت برا ہے اور ہدایت کے بعد گمراہ ہو جانا اس سے کہیں زیادہ برا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے متعلق جس چیز کا تذکرہ مجلس میں برا سمجھتے ہو اس سے خلوت میں بھی بچو اور وعدہ کسی سے نہ کرو جو پورا نہ کر سکو اس سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت محمد بن سعد نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زیادہ شادیاں رکھنے پر یہودیوں نے کہا کہ اس شخص کی طرف دیکھو جو کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے علاوہ اس کو کوئی کام ہی نہیں ہے۔ انہوں نے آپ کی زیادہ بیویوں پر حسد کیا اور آپ پر عیب لگایا اور کہنے لگے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو اسے عورتوں کے بارے میں رغبت نہ ہوتی۔

اور اس معاملہ میں پیش پیش حی بن اخطب یہودی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور بتادیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر فضل و احسان ہے فرمایا: أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔

کیا یہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں حسد کرتے ہیں جو ان پر خدا کا فضل ہے۔

اور فرمایا: (فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا)

ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ان کو ملک عظیم عطا کیا۔ یعنی: اللہ نے سلیمان بن داؤد کو ایک ہزار عورتیں دیں ان میں سے سات سو مہر والی تھیں اور تین سو کنیزیں تھیں۔ اور داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں ان میں سے عزہ بیوی ہے اور تمیں لونڈیاں تھیں اور ان میں سے ایک اور یا نامی عورت تھی جس سے آزمائش کے بعد داؤد علیہ السلام نے شادی کی اور اس سے سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو حضرت سلیمان اور داؤد علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہی تعداد کلبی نے بھی ذکر کی ہے اور حافظ ابن عساکرؒ نے صدقۃ الدمشقی کے حالات کے تحت لکھا ہے جس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے روزوں کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے کہ میں تمہیں وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے پاس محفوظ پڑی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کے بارے میں بتاتا ہوں وہ بہت روزے رکھنے والے بہت زیادہ قیام کرنے والے اور بہت بہادر تھے دشمن سے ٹکراؤ کے وقت میدان سے بھاگتے نہیں تھے وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں آپ مترنم لہجے میں زبور پڑھتے تھے آپ رات کو نماز پڑھتے تو خود روتے اور ان کا رونا سن کر ہر کوئی روتا ان کی آواز سن کر پریشان و غمگین آدمی لوٹ آتا اور ان کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اور اگر تو چاہے تو میں ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے روزوں کے بارے میں تجھے بتاتا ہوں۔ وہ ہر ماہ کے شروع میں تین روزے رکھتے اسی طرح درمیان اور آخر میں تین تین روزے رکھتے وہ گویا ہر مہینے کا آغاز روزوں سے کرتے درمیان میں بھی روزے دار ہوتے اور اختتام بھی روزے سے کرتے۔

اور اگر تو چاہے تو میں کنواری اور پاکدامن بی بی کے بیٹے حضرت عیسیٰ بن مریم کے روزوں کے متعلق آگاہ کرتا ہوں آپ ہمیشہ روزے رکھا کرتے جو کھاتے (خالی جانوروں کے) بالوں کا لباس پہنتے جو ملتا کھا لیتے جو نہ ملتا اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے۔ ان کا کوئی بچہ نہ تھا کہ اس کے مرنے سے غمگین ہوں ان کا کوئی گھر نہ تھا کہ اس کے ویران ہونے کا اندیشہ ہو رات جس جگہ بھی آئی اپنا مصلیٰ بچھا لیتے اور صبح تک قیام اور نماز میں مصروف رہتے۔ زبردست تیر انداز تھا ان کا کوئی شکار بھاگ نہ سکتا تھا لوگوں کی مجلسوں کے پاس سے گذرتے تو ان کی ضرورت پوری کرتے۔

اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے مریم بنت عمران کے روزوں کے بارے میں بتاتا ہوں وہ ایک دن روزہ رکھتیں اور ایک دن چھوڑ دیتیں۔

اور اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں عربی نبی ﷺ کے روزوں کے بارے میں بتاتا ہوں وہ ہر ماہ سے تین دن روزہ رکھتے اور فرماتے یہ پورے زمانے کے روزوں کی طرح ہے۔

حضرت امام احمدؒ نے بھی صدقہ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر اور وفات کی کیفیت کا تذکرہ

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی مروی احادیث کے ضمن میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تو انہوں نے انبیاء علیہم السلام دیکھے اور ان میں ایک خوبصورت آدمی دیکھے۔ اللہ

تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ یا اللہ یہ کون ہے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد ہے پھر دریافت فرمایا کہ یا اللہ اس کی عمر کتنی ہے اللہ نے فرمایا کہ ساٹھ سال۔ عرض کی یا اللہ اس کی عمر میں اضافہ فرمادے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا ہاں اگر تم اپنی عمر کا کچھ حصہ اس کو دے دو تو میں اس کی عمر میں اضافہ کر دیتا ہوں تو آپ نے اپنی عمر سے چالیس سال حضرت داؤد کو ہبہ کر دیئے جب آدم علیہ السلام کی عمر مکمل ہوئی تو موت کا فرشتہ آدم علیہ السلام کے پاس ان کی روح قبض کرنے آیا آپ نے فرمایا کہ ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں داؤد علیہ السلام کو ہبہ کی ہوئی عمر حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی عمر ہزار مکمل کر دی اور داؤد علیہ السلام کی عمر سو سال کر دی۔

امام احمد نے یہ روایت ابن عباسؓ سے اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ابن حبان اور ابن خزیمہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے اس حدیث کی اسناد اور الفاظ پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کا خیال ہے کہ داؤد علیہ السلام کی عمر ستر سال تھی لیکن یہ غلط ہے وہ ان پر رد کر دیا گیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی تو یہ بات قبول کی جا سکتی ہے کیونکہ ہمارے پاس اس کے مخالف یا موافق میں کوئی منقول چیز نہیں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات

آپ کی وفات کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام بہت زیادہ غیرت مند تھے جب آپ علیہ السلام باہر جاتے تو تمام دروازے بند کر کے جاتے ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ آپ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور گھر کا دروازہ بند کر دیا گیا تو آپ کی بیوی دروازے سے جھانکنے لگی کیا دیکھتی ہے کہ ایک آدمی گھر کے درمیان میں کھڑا ہے اس نے گھر کے دیگر افراد سے پوچھا کہ یہ آدمی کہاں سے گھر میں آیا ہے جبکہ دروازہ تو بند تھا۔ اللہ کی قسم داؤد علیہ السلام ہمیں ذلیل و رسوا کریں گے پھر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لے آئے تو وہ آدمی اسی طرح گھر کے درمیان کھڑا تھا داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ مجھے بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور پردے میرا راستہ نہیں روک سکتے۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر ایسا ہے تو پھر تم ملک الموت ہو میں اللہ کے حکم (موت) کو خوش آمدید کہتا ہوں آپ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر آپ کی روح قبض کر لی گئی جب آپ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنا دیا گیا اور معاملات سے فارغ ہوئے تو سورج طلوع ہو سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سایہ کریں پرندوں نے آپ پر سایہ کیا حتیٰ کہ زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ پھر آپ نے پرندوں کو حکم دیا کہ اپنے پروں کو سمیٹ لو۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے ہمیں دکھا رہے تھے کہ پرندوں نے کیسے سایہ کیا۔ اور آپ نے اپنا ہاتھ سکیڑ لیا۔ اور اس دن مضرحیہ پرندے آپ پر غالب رہے۔ اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد منفرد ہیں اور اس کی سند جید اور قوی ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ مضرحیہ سے مراد لمبے پروں والے پرندے باز ہیں۔ اس کا واحد مضرحی ہے علامہ جوہری جوہری سے بھی یہی منقول ہے۔

آپ کی وفات کا دن کونسا تھا

سدی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام اچانک ہفتہ کے دن فوت ہوئے جب کہ پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔

اسحاق بن بشر نے حسن سے بیان کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام سو سال کی عمر میں اور بدھ کے دن فوت ہوئے۔ ابو السکن الہجری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اور داؤد علیہما السلام اور سلیمان علیہ السلام اچانک فوت ہوئے تھے۔ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے۔ تو آپ اپنے محراب کی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دیں میں نیچے اتر جاؤں یا اوپر چڑھ جاؤں تو فرشتے نے کہا کہ سال مہینے آثار اور رزق سب مکمل ہو چکے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی پر سجدے میں گر گئے اور سجدہ کی حالت میں ہی فرشتے نے آپ کی روح قبض کر لی۔

اور ایک روایت اسحاق بن بشر نے وہب بن منبہ سے بیان کی ہے کہ لوگ داؤد علیہ السلام کے جنازے میں شامل ہوئے اور گرمی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھے رہے آپ کے جنازے میں 40 ہزار راہبوں نے شرکت کی ان کے سروں پر ٹوپیاں تھیں عوام الناس کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔

بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد کوئی ایسا شخص فوت نہیں ہوا جس پر داؤد علیہ السلام سے زیادہ بنی اسرائیل نے غم اور پریشانی کا اظہار کیا ہو۔ گرمی کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوئی تو انہوں نے سلیمان علیہ السلام سے درخواست کی کہ گرمی سے بچاؤ کا ان کے لئے انتظام کریں۔ سلیمان علیہ السلام نے باہر نکل کر پرندوں کو آواز دی اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں پر سایہ کریں۔ تو پرندے ہر جانب سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے حتیٰ کہ ہوا رک گئی قریب تھا کہ لوگ گھٹن سے مر جائیں۔ تو پھر لوگوں نے سلیمان علیہ السلام سے اپنے غم اور پریشانی کا اظہار کیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو فرمایا کہ سورج کی جانب سے لوگوں پر سایہ کرو اور دوسری جانب سے الگ ہو جاؤ۔ پرندوں نے فوری تعمیل کی اب لوگ سائے میں تھے اور ہوا بھی چل رہی تھی۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا پہلا منظر تھا جو لوگوں نے دیکھا۔

حضرت ابو درداء بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی روح لوگوں کے درمیان قبض کی وہ نہ فتنے میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کوئی تبدیلی کی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری دو سو سال تک ان کے طریقے پر کاربند رہے۔

یہ روایت غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا محل نظر ہے اور اس کی سند میں وضین بن عطاء اس حدیث کا راوی ضعیف ہے۔

تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام

نام ونسب

حافظ ابن عساکر نے آپ کا نام ونسب اس طرح بیان کیا ہے۔

سلیمان بن داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا داب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ ابوالربیع آپ کی کنیت ہے آپ خود بھی نبی اور نبی کے بیٹے ہیں۔

بعض عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دمشق میں داخل ہوئے تھے ابن ماکولا نے کہا ہے کہ آپ کے نسب میں فارص کے صاد کے ساتھ لکھا پڑھا جاتا ہے غلط نہیں اور انہوں نے بھی ابن عساکر کے قریب قریب آپ کا نسب نامہ بیان کیا ہے۔

وراثت سے مراد کیا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام داؤد کے وارث ہوئے اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں (ضرورت کی) ہر چیز دی گئی ہے اور یقیناً یہ واضح فضل ہے۔

یعنی نبوت اور بادشاہت کے وارث ہوئے مالی وراثت اس جگہ ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ ان کے اور بیٹے بھی تھے ان کے موجود آپ کو مال نہیں دیا جا سکتا۔ اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کتب صحاح میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لانورث ما ترکنا صدقۃ ہم وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ ہم انبیاء کی جماعت وارث نہیں بنائی جاتی۔

اس حدیث میں صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا جب کہ عام لوگوں کے اموال ان کے وارثوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا مال ان کی وفات کے بعد فقراء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ان کے اقرباء خصوصی طور پر وارث نہیں ہوتے کیونکہ دنیا ان کے نزدیک بہت زیادہ حقیر وذلیل ہوتی ہے جیسے اس ذات کے ہاں اس کو کوئی قدر وقیمت نہیں ہوئی جس نے ان کو رسول بنایا ان کو اپنے پیغامات سے پہنچائے اور ان کو منتخب کیا اور اپنی مخلوق پر ان کو فضیلت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات نقل فرمائی ہے کہ:

اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور (ضرورت کی) ہر چیز ہمیں دی گئی ہے یعنی سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جانتے تھے اور پرندوں کے مقاصد اور ارادوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے۔

حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک نر چڑیا کے پاس سے گذرے جو ایک مادہ چڑیا کے گرد گھوم رہا تھا آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا کہتا ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ ...

نبی وہ کیا کہتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ چڑا اسے اپنے ساتھ شادی کرنے کی دعوت دے رہا ہے اور اسے کہہ رہا ہے کہ تو میرے ساتھ شادی کرلے تو دمشق کے جس بالاخانے میں چاہے گی میں تجھے رہائش دلا دوں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ مصر کے مکانات پتھر سے بنے ہوئے ہیں اور وہاں کوئی آباد نہیں ہو سکتا تھا لیکن دعوت نکاح دینے والا کوئی بھی ہو وہ جھوٹا ہوتا ہے۔

حافظ ابن عساکر نے بھی بیہقی سے مذکورہ بات نقل کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے علاوہ باقی جانداروں اور باقی مخلوقات کی بھی بولیاں جانتے تھے۔

اس کی دلیل اس آیت کے بعد والے الفاظ ہیں کہ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور مجھے ہر چیز دی گئی ہے یعنی ہر وہ چیز جس کی بادشاہ کو ضرورت ہوتی ہے آلات حرب، جن و انس کے لشکر اور جماعتیں، پرندوں کے جھنڈ در جھنڈوں کی ٹولیاں، شیاطین، علوم و فنون اور ناطق و صامت مخلوقات کے دلی الضمیر کو بیان کرنا۔ مخلوق کے پیدا کرنے اور زمین و آسمان کو بنانے والے کی طرف سے یقیناً یہ واضح فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ.............الصّٰلِحِیْنَ (النمل: ۱۹تا۱۶)

اور سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور وہ قسم وار کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ تو وہ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے اے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر ادا کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول اور اپنے بندے اور اپنے نبی کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ کہ وہ ایک دن جن و انس اور پرندوں کے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور جن و انس آپ کے ساتھ چل رہے تھے اور پرندے اپنے پروں کے ساتھ آپ پر سایہ کئے ہوئے اڑ رہے تھے اور گرمی سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے تینوں قسم کے لشکر بڑے منظم طریقے سے گوسفر تھے اور ان پر نگران تھے کوئی ان میں سے اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تھا یہاں تک کہ وہ چیونٹیوں کی وادی کے پاس پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو اپنی اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ سلیمان اور اس کے لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ دیں اس چیونٹی نے ان کو حکم دیا اور ڈرایا اور سلیمان اور اس کے لشکریوں کے متعلق معذرت بھی کی کہ وہ کہیں بے علمی میں تمہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔

حضرت وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھے گو سفر تھے کہ طائف کی ایک وادی کے پاس سے گزرے اور اس چیونٹی کا نام جرسا تھا اور بنو الشیصبان قبیلہ کے ساتھ تعلق تھا، پاؤں سے لنگڑی تھی اور بھیڑیئے کے بقدر اس کی جسامت تھی۔

یہ پوری روایت محل نظر ہے بلکہ سیاق کلام دلالت کرتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار لشکروں میں سفر کر رہے تھے نہ کہ اڑنے والے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اگر آپ تخت پر بیٹھے سفر کر رہے ہوتے تو چیونٹیوں کے کچلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا کیونکہ تخت پر لشکر گھوڑے اونٹ خورد و نوش کا سامان خیمے اور ہر قسم کی ضرورت کا سامان ہوتا تھا اور پرندے ان سب

کے اوپر ہوتے تھے۔ اور اس بات کی وضاحت آئندہ مناسب مقام پر کریں گے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ
کلام سمجھ گئے جو چیونٹی نے اپنے ہم جنسوں سے کیا وہ بات ایک پسندیدہ اور اچھی بات تھی اس لئے آپ خوشی سے مسکرائے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو چیونٹی کی بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی جب کہ باقی لوگ جس کی بات سمجھنے سے محروم تھے اور بعض جاہل
لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی جانور انسانوں سے بولتے اور باتیں کرتے تھے اور سلیمان علیہ السلام
نے ان سے وعدہ لیا اور ان کو بالکل خاموش کرا دیا اور اس کے بعد انہوں نے انسانوں سے کلام نہیں کیا یہ بالکل غلو اور غلط بات
ہے کیونکہ اگر ایسے ہی ہوتا تو سلیمان علیہ السلام سے جانوروں کے کلام کرنے میں کیا خوبی اور خصوصیت رہ جاتی ہے۔ اور یہ بات بھی
مشہور نہیں کی جا سکتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جانوروں سے وعدہ لیا کہ وہ میرے سوا کسی سے کلام نہیں کریں گے اور صرف
آپ ہی ان کی بات سمجھ سکتے تھے کیونکہ یہ بھی ایک بے فائدہ بات ہے پس تبھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض
کی کہ اے میرے رب! مجھے توفیق دے (میری رہنمائی فرما اور مجھے الہام کر) کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر
کی ہیں اور میرے والدین پر اور یہ کہ تیرے پسندیدہ نیک عمل کروں اور مجھے اپنے نیک بندوں میں اپنی رحمت کے ساتھ شامل
فرما لے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی۔

والدین سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہیں وہ ایک نیک اور عبادت خاتون گذار تھیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی والدہ
نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو زیادہ سونا بندے کو قیامت کے دن فقیر کر کے رکھ دے گا

ایک چیونٹی کا اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنا

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بارش کی دعا
کرنے کے لئے نکلے تو آپ نے راستے میں دیکھا کہ ایک چیونٹی نے اپنی ایک ٹانگ اوپر اٹھائی ہوئی تھی اور بارش کی دعا
کر رہی تھی آپ نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ واپس چلو تم پر بارش برسا دی گئی یہ چیونٹی بارش طلب کر رہی ہے اور اس
کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

ابن عساکر فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے البتہ اس میں سلیمان علیہ السلام کا نام نہیں ہے پھر انہوں
نے سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی
لوگوں کو لے کر بارش طلب کرنے کے لئے باہر نکلے۔ دیکھا کہ انہوں نے راستے میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنی ٹانگ آسمان کی
طرف اٹھائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ واپس چلو چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔

حضرت سدی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو آپ نے لوگوں
کو باہر نکلنے کا حکم دیا لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنی ٹانگوں پر کھڑی اور اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے کہہ رہی تھی اے
اللہ! ہم بھی تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں ہمیں تیرے فضل سے بے پرواہی نہیں ہم تیرے فضل کی محتاج ہیں تو اللہ نے ان
پر بارش برسائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ـــــــ صٰغِرُوْنَ (النمل ۔ ۲۰ تا ۳۷)

اور جب انہوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کیا سبب ہے ہد ہد مجھے نظر نہیں آرہا کہاں غائب ہو گیا ہے۔ میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری) کی صحیح دلیل پیش کرے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہد ہد آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی جس کی آپ کو خبر نہیں ہے اور میں آپ کے پاس (شہر) سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اور اس کی قوم خدا کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے انہیں ان کے اعمال آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو سیدھے راستے سے روک رکھا ہے تو ہی وہ راستے پر نہیں آتے (اور نہیں سمجھتے) کہ خدا کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی (چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے) اور تمہارے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کو جانتا ہے کیوں سجدہ نہ کریں خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرش عظیم کا مالک ہے (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ (اچھا) ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے کہ تو جھوٹا ہے یہ میرا خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ملکہ نے کہا کہ دربار والو میری طرف ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے وہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (بعد اس کے یہ) کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ (خط سنا کر) کہنے لگی کہ اے اہل دربار میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو جب تک تم حاضر نہ ہو (اور صلاح نہ دو) میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں۔ وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں اور حکم آپ کے اختیار میں ہے تو جو حکم دیجئے گا (اس کے مآل پر) نظر کر لیجئے گا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کریں گے اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں جب قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو تو جو کچھ مجھے خدا نے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو گے۔ ان کے پاس واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے جس کے مقابلے کی ان کو طاقت نہ ہوگی اور ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام اور ہد ہد کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ دراصل مختلف قسم کے پرندے باری باری آپ کے پیش کئے جاتے تھے اور آپ کے حکم پر وہ ہر ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ جیسے کہ بادشاہوں کے پاس مختلف کاموں کی سرانجام دہی کے لئے لشکروں کے حاضر ہونے کا طریق کار ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے قول کے مطابق ہد ہد کی ذمہ داری یہ تھی کہ جب سفر کے دوران صحرا میں پانی نہ ہوتا تو وہ زمین کے نیچے دور سے پانی کو دیکھتا تو آپ کی رہنمائی کے مطابق لوگ زمین کھود کر پانی نکال لیتے۔ ایک دن جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنی ڈیوٹی کی جگہ پر نہ پایا تو فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا (واقعی یہاں موجود نہیں ہے یا وہ مجھے نظر نہیں آرہا) میں اسے سخت عذاب دوں گا۔ حضرات مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کس قسم کے عذاب دینے کی دھمکی دی تھی بہرحال اسے سزا دینا مقصود تھا۔ یا میں اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے پاس واضح دلیل لائے جس سے وہ اس عذاب اور پریشانی سے بچ جائے۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ہدہد نے آکر سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ مجھے ایسی چیز کا علم ہوا ہے جس کی خبر آپ کو نہیں ہے اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں اس نے یمن کے علاقوں کے ایک علاقہ سبا کے بادشاہوں کا ذکر کر کے کہا کہ اب وہاں کی حکومت ایک عورت کے پاس ہے کیونکہ پہلے بادشاہ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ تو لوگوں نے اس کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔

ثعلبی نے وغیرہ بیان کیا ہے کہ سبا کے بادشاہ کے بعد ایک مرد کو تاج شاہی پہنا دیا گیا جس سے علاقے میں فساد عام ہوگیا۔ بادشاہ کی بیٹی نے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو اس آدمی نے اس سے شادی کر لی۔ جب وہ اس کے پاس آگیا تو اس نے شراب پلا کے نشے کی حالت میں اس کا سر کاٹ کر اپنے دروازے پر لٹکا دیا۔ لوگ اس کے پاس آئے اور اس کو اپنی ملکہ بنالیا۔ اس عورت کا نام بلقیس السیرح تھا اور آدمی کا نام ہدہاد تھا۔ بعض نے اس کا نام ونسب یوں بیان کیا ہے شراحیل بن ذی جدن بن السیرح بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

اس عورت کا باپ بڑے بادشاہوں سے ایک بادشاہ تھا۔ اس نے اہل یمن کی کسی عورت سے نکاح کرنے سے انکار کیا تھا کہا جاتا ہے کہ اس نے جنوں کی ایک عورت سے شادی کی تھی۔ اس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا اس سے ایک بچی پیدا ہوئی اس کا نام تلقمہ تھا اور اسے بلقیس بھی کہا جاتا ہے۔

ثعلبی نے بسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلقیس کے والدین میں سے ایک جنوں کی نسل سے تھا لیکن یہ حدیث غریب اور اس کی سند ضعیف ہے۔ ثعلبی نے سند ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بلقیس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات عورت کے سپرد کر دیے۔ اس روایت کی سند میں اسماعیل بن مسلم کی راوی ضعیف ہے۔

صحیح بخاری میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے عورت کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث مذکور ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو بادشاہ کو دی جاتی ہے اسے حاصل ہے اور اس کا عرش عظمت والا ہے اس کا تخت ہیرے جواہرات سونے اور ہر قسم کے زیورات سے مزین ومرصع تھا۔

پھر ہدہد نے بتایا کہ وہ کافر ہیں اللہ کے سوا سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ شیطان نے ان لوگوں کو گمراہ کر کے اللہ کی عبادت سے روک رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو خوب جانتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ عظمت والے عرش کا مالک ہے یعنی اس کا عرش بہت عظمت والا ہے کسی مخلوق کے تخت کی اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی یہ باتیں سن کر اس کے ذریعہ ہی سے ان کی طرف ایک خط بھیجا جس میں انہوں نے اللہ کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف دعوت دی ان کو یہ پیغام بھی دیا کہ تم میرے حکموں کو بجالانے میں تکبر نہ کرو۔ اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آجاؤ۔ یعنی بے چوں وچرا سمع واطاعت بجالاتے ہوئے میرے سامنے پیش ہو جاؤ۔ ہدہد کے ذریعے سے آپ کا خط بلقیس کے پاس پہنچ گیا۔ اسی وقت سے لوگوں نے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا ہے لیکن زمین کی

گیلی مٹی (ثریٰ) کو آسمان کے ستاروں (ثریا) کے ساتھ کیا نسبت ہے کہاں سلیمان کا پرندہ کے ذریعے سے خط بھیجنے کی شان اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ظاہر کرتا ہے اور کہاں عام آدمی کا خط۔

سلیمان علیہ السلام نے ہدہد ایک پرندے کے ذریعے سے ارسال کیا جو حتمی سمجھنے کی صلاحیت اور فرمانبرداری کرنے والا تھا۔ چنانچہ بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے۔ ہدہد نے خط لیا اور بلقیس کے تخت کے پاس آیا وہ اکیلی تھی کہ پرندے نے خط اس کی طرف ڈال دیا۔ اور خود ذرا الگ ہو گیا اب وہ خط کے جواب کا انتظار کر رہا تھا بلقیس نے اپنے امراء وزراء اور حکومت کے بڑے بڑے لوگ مشورے کے لئے بلائے اور کہا کہ اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط بھیجا گیا ہے پھر اس نے خط کا عنوان پڑھا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے پھر خط پڑھا کہ اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔ مجھ پر سرکشی نہ کرو اور میرے فرمانبردار بن کر آجاؤ۔ پھر ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور ادب و سلیقے سے ان کو مخاطب کیا کہا اے سردارو! مجھے میرے معاملے میں مشورہ دو۔ میں تمہاری حاضری کے بغیر کسی امر میں قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ یعنی میں کوئی فیصلہ تمہاری موجودگی ہی میں کروں گی انہوں نے کہا کہ ہم طاقتور اور سخت جنگجو ہیں یعنی لڑائی اور مقابلہ کرنے میں ہم قوت و طاقت والے اور ماہر ہیں۔ اگر ہمیں لڑائی اور جنگ کرنے کا حکم ملے گا تو ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں اس پوزیشن کے باوجود معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا آپ اس بارے میں بہتر فیصلہ فرمادیں تو بلقیس کی رائے ان سے درست اور اچھی تھی اور وہ سمجھ گئی تھی کہ اس خط کے لکھنے والا مغلوب نہیں ہو سکتا اس کی مخالفت کرنا اور اس کو دھوکہ دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں۔ ویران کر دیتے ہیں۔ اور اس کے عزت دار باسیوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایسے ہی کریں گے۔ اس نے درست رائے پیش کی کہ یہ بادشاہ اگر اس مملکت پر غالب آگئے تو معاملہ یہ ہے تم تک پہنچے گا اور تمام تر سختی اور عذاب مجھے پیش آئے گا لہٰذا میں ان کی طرف ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کس بات کے ساتھ واپس آتے ہیں بلقیس نے اپنی اور حکومت کے کارندوں کی طرف سے سلیمان علیہ السلام کی طرف تحفے تحائف بھیج کر خود کو اور حکومت کو بچانا چاہا لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ ایسی حالت میں سلیمان علیہ السلام کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہیں کریں گے کیونکہ بلقیس اور اس کی حکومت کے لوگ کافر تھے۔ اور سلیمان علیہ السلام اور آپ کے لشکروں کو ان پر قدرت حاصل تھی تو جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرنا چاہتے ہو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے زیادہ بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم اپنے ہدیہ کے ساتھ خود ہی خوش رہو حالانکہ وہ تحفے بڑی بڑی چیزوں پر مشتمل تھے۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے قاصد لوگوں کی موجودگی میں فرمایا کہ ان کی طرف لوٹ جاؤ ہم ان کے پاس ایسے لشکر لائیں گے جن کا وہ سامنا نہیں کر سکیں گے۔ اور ہم ان کو ذلیل و رسوا کر کے وہاں سے نکال دیں گے۔ یعنی یہ تحفے ان کے بھیجنے والوں کی طرف واپس لے جاؤ جس مال کی وجہ سے تم فخر کرتے ہو اور خوش ہو رہے ہو اس سے کئی گنا مال اور دولت اور افرادی قوت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے۔ ہم تمہارے شہر ملک حکومت اور اقتدار سے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیں گے۔ تم پر جاہلی ذلت و رسوائی مسلط ہو جائیگی۔ جب ان کو اللہ کے نبی کی طرف سے یہ دھمکی پہنچی تو ان کو جھکنے اور ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا وہ فوراً ان کے لئے اور حکومت کے تمام ذمہ داران فرمانبردار تابع اور مطیع ہو گئے اور جب سلیمان علیہ السلام نے ان کے آنے کی خبر سنی تو اپنے پاس موجود قوت والوں کو کہا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے۔

جھپکنے سے پہلے، تھوڑے سے وقت میں سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت یمن سے آیا ہوا بیت المقدس میں موجود پایا۔ تو فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے۔ تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ جو شکر کرتا ہے وہ اس کے اپنے لئے ہے یعنی اسی کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو ناشکری کرے گا تو وہ جان لے کہ یقیناً میرا رب بے پرواہ عزت والا ہے۔ یعنی اسے شکر گزار کے شکر کی کوئی پرواہ نہیں اور ناشکری کرنے والے اس کو کوئی نقصان نہیں کر سکتے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کے زیورات اور شکل کو تبدیل کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کی فہم و فراست اور عقل کو پرکھا جا سکے اس نے فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ راہ راست پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے۔ جب بلقیس حاضر خدمت ہوئی تو کہا گیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا گویا کہ وہی ہے۔ یہ جواب اس کی ذہانت و فطانت و عقلمندی کی دلیل ہے کہ نہ صاف انکار کیا نہ اقرار کیا اس نے بعید سمجھا کہ یہ اس کا تخت ہو کیونکہ وہ اس کو یمن کے علاقے میں چھوڑ کر آئی تھی۔ اور اسے یہ بھی علم نہ تھا کہ کوئی ایسے عجیب و غریب کام پر قدرت رکھتا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس عورت کے آنے کے متعلق) اس سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔ اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت نے اس کو روکے رکھا یقیناً وہ کافر قوم سے تھی۔ یعنی وہ اپنے آباء و اجداد کے دین کی پیروی کرتے ہوئے سورج کی عبادت کرتے رہے۔ غیر اللہ کی پوجا وہ کسی دلیل کی بناء پر نہیں کرتے تھے اور نہ کسی نے ان کو اس پر مجبور کیا تھا بلکہ محض مقلدانہ ذہنیت کی بناء پر ایسا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل تیار کرنے کا حکم دیا اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا اس پر شیشے کی چھت بنائی اور اس پانی میں مچھلیاں اور دیگر آبی جانور چھوڑ دیئے۔ پھر اس بلقیس کو محل میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا سلیمان علیہ السلام بھی اس محل میں اپنے تخت پر جلوہ افروز تھے۔ جب اس نے اسے دیکھا تو اسے گہرا آب سمجھا اور کپڑا اٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو شیشے کا بنا ہوا ایک محل ہے۔ بلقیس نے کہا کہ اے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین کے لئے فرمانبردار ہوتی ہوں۔ کہا گیا ہے کہ یہ محل بنانے والے جنوں کی خواہش تھی کہ یہ عورت (بلقیس) کو سلیمان علیہ السلام کے ہاں بری حالت میں پیش کریں تاکہ آپ کو اس عورت سے نفرت ہو جائے جنوں کو ڈر تھا کہ اگر سلیمان علیہ السلام اس عورت کے ساتھ شادی کر لیں گے اور اس عورت کی ماں جنات کی نسل سے تھی اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ساتھ یہ عورت بھی ان پر مسلط ہو جائے گی۔ اور بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس عورت کے پاؤں جانوروں (گھوڑے وغیرہ) کی شکل کے پاؤں تھے لیکن یہ بات نہایت ضعیف ہے اور پہلی بات پر غور و فکر بھی محل نظر ہے۔ یوں بھی کہا گیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اس عورت سے شادی کا پروگرام بنایا تو اس کے پاؤں کے بال صاف کرنے کے لئے انسانوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے استرا استعمال کرنے کا بتایا۔ لیکن بلقیس نے اس سے انکار کر دیا پھر انہوں نے جنوں سے پوچھا تو انہوں نے آپ کو چونا استعمال کرنے کا مشورہ دیا (جو آج تک بالوں کی صفائی کیلئے استعمال ہوتا ہے) پھر آپ نے حمام تیار کیا اور وہی سب سے پہلے اس حمام میں داخل ہوئی۔ جب اس نے اس سے گرمی اور تکلیف محسوس کی تو اس کے منہ سے ہائے نکل گئی پس یہ تو عذاب ہے بڑے عذاب دینے سے پہلے ہائے کہہ دیا۔

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کی تو اس کو اس کے ملک یمن پر بطور فرمانروا قائم رکھا۔ اور اسے وہاں واپس بھیج دیا۔ آپ ہر ماہ اس سے ملنے کے لئے جاتے اور وہاں تین دن قیام کرتے۔

کو تخت پر بیٹھ کر وہیں آ جاتے۔ دو آپ نے جنوں کو حکم دیا کہ یمن میں بھی محل تیار کریں جنات نے وہاں تین محل تیار کر دیئے جن کے نام یہ تھے غمدان، صالحین، بیتون، واللہ اعلم

ابن اسحٰق نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی نہیں کی تھی۔ بلکہ ہمدان کے بادشاہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ اور حکومت یمن پر اسے قائم رکھا اور ملک یمن کے زوبعہ (جن یا کوئی بڑا شخص) کو اس کے تابع فرمان کر دیا۔ اس نے بلقیس کے لئے تین محل تعمیر کر دیئے (جن محلات کا تذکرہ ابھی ابھی گذرا ہے۔ لیکن پہلی بات زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ .... مَآب" (ص۔۳۰ تا ۴۰)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کئے بہت خوب بندے تھے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے جب ان کے سامنے خاصے گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا (بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لاؤ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا۔ (اور) دعا کی کہ اے پروردگار میری مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ پھر ہم نے ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی اور دیوؤں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔ اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ہم نے کہا کہ یہ ہماری بخشش ہے (چاہو تو) احسان کرو (یا چاہو تو) رکھ چھوڑو (تم سے) کچھ حساب نہیں ہے۔ اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو سلیمان بیٹا عطا کیا۔ پھر اس کی تعریف فرمائی کہ وہ اچھے بندے تھے اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑوں کے واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اور یہ تعلیم شدہ تیز رفتار گھوڑے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کے ذکر سے غافل ہو کر مال (گھوڑوں) سے محبت کی یہاں تک کہ سورج پردوں میں چھپ گیا۔ بعض نے کہا گھوڑے چھپ گئے۔ ان دو اقوال کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

ان کو مجھ پر دوبارہ لوٹاؤ پھر پنڈلیوں اور گردنوں کو چھونا شروع کیا۔ اور بعض نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ تلوار سے گردنوں اور ایڑیوں کو اوپر سے پٹھوں کو کاٹنا شروع کیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی دوڑ اور مقابلے کے بعد ان کا پسینہ صاف کرنا شروع کیا۔ اکثر متقدمین پہلے قول کے قائل ہیں جس میں سورج کا چھپنا مراد ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ آپ گھوڑوں کے ساتھ مشغول ہونے یہاں تک کہ عصر کا وقت گذر گیا اور سورج غروب ہو گیا۔ یہ بات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات سے منقول ہے یہ بات تو قطعی اور یقینی ہے کہ آپ نے قصداً عذر کے بغیر نماز نہیں چھوڑی ہاں یہ ممکن ہے کہ گھوڑوں کی پیشی اور جہاد کی تیاری کی وجہ سے ان سے نماز فوت ہو گئی ہو اور ان کی شریعت میں شاید جائز ہو۔

علماء کے ایک گروہ نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق میں عصر کی نماز لیٹ کی تھی اور اس وقت آپ کی

شریعت میں یہ جائز تھا پھر صلوۃ الخوف کے احکام نازل ہوئے تو نماز لیٹ کرنا منسوخ کر دیا گیا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اسی بات کے قائل ہیں۔ مکحول اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ سخت لڑائی کی وجہ سے آج بھی نماز لیٹ کرنا جائز ہے جیسے کہ ہم نے سورۃ النساء میں صلوۃ الخوف والی آیت کی تفسیر کے تحت میں اس کی وضاحت کی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آپ سے بھول کی وجہ سے نماز عصر لیٹ ہوگئی تھی اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا عمل بھی نسیان پر محمول کیا جائے گا۔

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کی ضمیر کا مرجع:

ایک رائے کے مطابق گھوڑے ہیں اور ان کو مجھ پر واپس کرو۔ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کے پٹھوں کو چھونا شروع کیا علامہ ابن جریر نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔ اور والبی نے حضرت ابن عباس سے پونچھ صاف کرنے کا قول نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے پنڈلیاں کاٹنے کی توجیہ بیان کی ہے کہ آپ کی محبوب اور نماز کے مخل کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے ان کے دین میں یہ جائز ہو۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جب شکست کے بعد ان گھوڑوں کو لڑائی کے میدان میں چھوڑ دیا جائے تو ان کو ہلاک اور ذبح کرنا جائز ہے تاکہ دشمن ان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف قوت حاصل نہ کریں۔ اسی مناسبت سے اس کی مثال بھی فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وجہ سے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کافی تعداد میں گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دی گئی تھیں بعض نے ان کی تعداد دس ہزار اور بعض نے بیس ہزار بتائی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں بیس گھوڑے پروں والے تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تو میرے گھر میں الماری پر پردہ پڑا ہوا تھا ہوا چلی تو پردہ ایک طرف ہٹ گیا وہاں میری چھوٹی چھوٹی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں جن سے میں کھیلا کرتی تھی آپ نے فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہ میری گڑیاں ہیں تو آپ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز نظر آرہی ہے میں نے عرض کیا کہ یہ گھوڑا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کے اوپر یہ کیا ہے عرض کی یا رسول اللہ یہ گھوڑے کے دو پر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر نہیں تھے؟ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔

اس سلسلے میں بعض علماء نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے چھوڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر چیز عطا فرمادی اور وہ ہوا تھی جو صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت طے کرتی اور شام کو بھی ایک ماہ کی اور ان کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

حضرت ابو قتادہ اور ابو الدہماء بیت اللہ کی طرف کثرت سے سفر کرتے تھے فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ ایک دیہاتی آدمی کے پاس گئے تو اس نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے علم سکھانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈر کر کوئی چیز چھوڑو گے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز عنایت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ۔ ”اور تحقیق ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اس نے ہماری طرف رجوع کیا“۔

ابن جریر ابن ابی حاتم اور دیگر مفسرین نے اس آیت کے متعلق سلف کی ایک جماعت سے بہت سے آثار نقل کئے ہیں۔ جو کہ زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں ان میں سے بہت سے آثار اور روایات شدید منکر ہیں۔ پس تفسیر ابن کثیر میں ہم نے انکا تذکرہ کیا ہے اس جگہ ہم ایک روایت کا ذکر کرنا کافی سمجھتے ہیں جن کا ذکر کردہ مضمون یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت سے چالیس دن غائب رہے پھر واپس آ گئے تو آپ نے بیت المقدس بنانے کا حکم دیا۔ اور اس کی عمارت مضبوط کرنے جانی کہ ہم اس ضمن میں یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر نو کی تھی اس کے بانی سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور یہ بات حضرت ابو ذر کی حدیث سے ہم بیان کر چکے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی آپ نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نے عرض کی اس کے بعد کون سی مسجد آپ نے فرمایا کہ مسجد بیت المقدس میں نے عرض کی کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال۔

اور یہ بات واضح اور معلوم ہے کہ مسجد حرام کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال سے بھی زیادہ وقفہ ہے اور سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تکمیل کے بعد دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو کسی اور کے لائق نہ ہو۔

امام احمد نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تکمیل کی تو آپ نے اپنے اللہ رب العزت سے تین چیزوں کا سوال کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو دو چیزیں دے دیں اور تیسری کے بارے میں ہم امید ہے کہ وہ ہمارے لئے ہوگی۔ (۱) سلیمان علیہ السلام نے سوال کیا کہ میرا فیصلہ اللہ کے فیصلے کے مطابق ہو اللہ نے انہیں عنایت کر دیا۔ (۲) دوسرا سوال یہ کیا کہ یا اللہ مجھے ایسی بادشاہی اور سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمالی۔ (۳) تیسرا سوال آپ نے اب سے یہ کیا کہ کوئی شخص اپنے گھر سے صرف اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نکلے تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک صاف ہو جائے جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنم دیا تو ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ہمیں عطا فرمائی ہے۔

آپ کے وہ فیصلے جو اللہ کے فیصلے کے مطابق تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور آپ کے والد محترم جناب داؤد علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے۔

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ ــــــــــــــــ عِلْمًا (الانبیاء ۷۸ تا ۷۹)

اور داؤد اور سلیمان علیہ السلام (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند گئیں) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا تھا۔ اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت و نبوت) اور علم بخشا تھا۔ اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے لئے مسخر کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (مسخر کر دیا تھا) اور ہم ہی ایسا کرنے والے تھے اور ہم نے تمہارے لئے

ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تو تاکہ تم کو (لڑائی کے ضرر سے) بچائے تو تم کو شکر گزار ہونا چاہیے۔

قاضی شریح اور دیگر محققین نے ذکر کیا ہے کہ ایک قوم کی بکریاں دوسری قوم کی انگوروں کی بیلوں کو کھا گئیں، وہ حضرت داؤد علیہ السلام سے فیصلہ کرانے آئے۔ تو آپ نے فیصلہ کیا کہ انگوروں کی بیلوں کے مالک کو ان کی قیمت ادا کی جائے جب وہ وہاں سے نکل کر سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ کے نبی نے کیا فیصلہ کیا ہے تو ان لوگوں نے بتایا کہ یوں فیصلہ کیا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر فیصلہ کیا ہے تو ان لوگوں نے بتایا کہ یوں فیصلہ کیا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر فیصلہ میرے پاس آتا تو میں یوں فیصلہ کرتا کہ بکریوں کے مالک ان بیلوں کی اصلاح کریں اور وہ پہلی حالت تک تیار کر کے ان کے مالکوں کے سپرد کر دیں پھر اپنی بکریاں واپس لے لیں۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنا فیصلہ ختم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو باقی رکھا۔

اس حدیث کے قریب قریب وہ روایت ہے جو صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں کہیں جا رہی تھیں اور ہر دونوں کے ساتھ اپنا اپنا ایک بیٹا بھی تھا۔ اچانک بھیڑیے نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک کا بچہ چھین کر لے گیا وہ دونوں دوسرے بیٹے کے متعلق جھگڑنے لگیں بڑی نے کہا کہ میرا بیٹا چھین کر لے گیا ہے اور چھوٹی نے کہا کہ نہیں تیرا بیٹا لے کر گیا ہے پھر وہ اپنا فیصلہ کرانے داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں تو آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزریں اور اپنی بات بتائی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس چھری لاؤ میں اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دیتا ہوں چھوٹی نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے یہ اس دوسری کا بیٹا ہے یہ بات سن کر انہوں نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

ہو سکتا ہے کہ دونوں فیصلے ان کی شریعت میں درست ہوں لیکن سلیمان علیہ السلام کی بات زیادہ راجح تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بارے میں الہام کیا لیکن اس کے بعد ان کے والد صاحب کی بھی تعریف فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر کر دئے وہ ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے اور پرندے بھی (مسخر کئے) اور ہم ہی کرنے والے ہیں اور ہم نے اسے لباس (زرہیں) بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے بچاؤ ہو سکے کیا تم شکر گزار ہو گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے تند و تیز ہوا مسخر کر دی جو ان کے فرمان کے مطابق ایسی زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے باخبر ہیں۔ اسی طرح اور ہم نے شیاطین میں سے کچھ ان کے تابع کر دیئے جو ان کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے سوا بہت سے اور کام بھی کرتے تھے اور ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔

اور سورہ ص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ [illegible] (ص ۳۶-۳۹)

"پھر ہم نے ہوا کو اس کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی اور دیووں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے (ہم نے

کہا) یہ ہماری بخشش ہے (چاہو تو احسان کرو) (یا چاہو تو) رکھ چھوڑو تم سے کچھ حساب نہیں۔ اور بیشک انکے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے جب انہوں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ان کو وہ عطا کی جو چلنے میں تیز اور بڑی طاقتور تھی۔ اور اس میں کوئی مشقت نہیں تھی۔ وہ آپ کے حکم سے جہاں چاہتے چلی جاتی آپ کے تخت اگرچہ لکڑی کا بنا ہوا تھا لیکن ضرورت ہر چیز اس میں آجاتی تھی مثلاً تعمیر شدہ عمارتیں محلات خیمے ساز و سامان اونٹ گھوڑے ساز و سامان انسان، جن، چرند، پرند وغیرہ سب۔ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے یا سیر و تفریح کا یا کسی بادشاہ سے جنگ کا پروگرام ہوتا یا کسی بھی علاقے میں دشمنوں سے نبرد آزما ہونا ہوتا تو مذکورہ ضرورت کی تمام اشیا تخت پر رکھ لیتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ نرمی سے تخت کو آہستہ آہستہ چلاتی۔ اور اگر تیز رفتاری سے چلنا ہوتا تو تیز ہوا کو حکم دیتے تو وہ اس کو تیز رفتاری سے لے جاتی۔ اور آپ جس جگہ چاہتے اتر پڑتے آپ دن کے آغاز میں بیت المقدس سے روانہ ہوتے تو ہوا آپ کو ایک ماہ کی مسافت پر واقع شہر اصطخر میں پہنچا دیتی۔ آپ وہاں دن کے آخری حصہ تک ٹھہرے رہتے پھر ہوا آپ کو بیت المقدس لے آتی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ .... الشَّكُورُ (سبا ۱۲-۱۳)

"اور ہوا کو ہم نے سلیمان کے تابع کر رکھا تھا اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی ایک ماہ کی راہ ہوتی اور ان کے لئے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔ اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اسکو ہم جہنم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے اور وہ جو چاہتے یہ ان کے لئے بناتے یعنی قلعے اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن جیسے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں۔

اے آل داؤد شکر کے طور پر کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آپ صبح کو دمشق سے چلتے اور اصطخر مقام پر ٹھہر کر ناشتہ کرتے وہاں سے شام کو چلتے اور کابل میں رات گزارتے دمشق اصطخر اور اصطخر سے کابل کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔

ماہرین عمرانیات نے کہا ہے کہ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اصطخر کا طاق جنوں نے سلیمان علیہ السلام کے لئے بنایا تھا اور یہ پرانی مملکت ترک کا ٹھکانہ تھا اسی طرح دوسرے شہر بھی تھے مثلاً تدمر بیت المقدس باب جیرون اور باب البرید جو دونوں دمشق میں ہیں اور دیگر کئی علاقے جنوں نے بنائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد، قتادہ، عکرمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل علم کی رائے ہے کہ قطر سے مراد تانبا ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ملک یمن میں تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اس کو جاری کیا تھا۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تین دن جاری کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیراتی ضروریات کے لئے اس کو جمع کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کہ جنوں میں سے کچھ اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے کام کرنے والے جن تابع کر دیئے تھے وہ تھکتے نہیں تھے اور اطاعت سے منہ موڑتے نہیں تھے اور جو ان کے حکم سے انحراف کرتا اسی سزا دیتے وہ آپ کے لئے خوبصورت عمارتیں اور صدر مقام بناتے اور

دیواروں میں صورتیں کریدتے تھے ان کی شریعت میں تصویریں بنانا جائز ہوگا (لیکن ہماری شریعت میں تصویر بنانا جائز نہیں)

وجفان کالجواب کا معنی حضرت ابن عباسؓ نے تالاب کی طرح نب کیا ہے اور ان سے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حوض کی طرح ہوتے تھے۔ مجاہد حسن، قتادہ، اور ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا ہے اس لحاظ سے الجواب جابیہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ حوض ہے جس میں پانی جمع کیا جاتا ہے۔ الاعشی شاعر نے کہا ہے کہ

تروح علی آل المحلق جفنۃ ○ کجابیۃ الشیخ العراقی تفہق

آل محلق پر بڑا پیالہ آتا ہے جیسے عراقی شیخ کا حوض پانی سے لبالب بھرجاتا ہے۔

قدور الراسیات:۔ سے مراد بڑی بڑی دیگیں ہیں۔ جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ حضرت عکرمہ، مجاہد اور دیگر اہل علم رحمہم اللہ نے یہی معنی کیا ہے۔ یہ سارا اہتمام چونکہ کھانا کھلانے اور انسانوں اور جانداروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لئے تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آل داؤد شکر کے طور پر کام کرو۔ اور میرے بندوں میں سے تھوڑے ہی شکر گزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اور شیاطین ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ خور کو تابع کر دیا تھا اور کچھ اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ جنات کو تو تعمیرات کے کام کرنے کے لئے ان کو مسخر کر دیا اور کچھ سمندروں میں غوطہ لگانے کے لئے تابع کیا تاکہ وہاں سے ہیرے اور موتی نکالیں جو صرف وہاں سمندر سے ہی مل سکتے تھے۔ اور جو جن آپ کی نافرمانی کرتے آپ ان کو دو دو کر کے بیڑیوں میں جمع کر دیتے یہ تمام چیزیں اللہ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے تابع اور مسخر کر دیں حقیقت میں یہ اسی بادشاہت کا حصہ ہے جو آپ کے بعد کسی کے لائق نہ تھی اور آپ سے پہلے ایسی حکومت کسی کو نہ ملی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے سامنے آیا۔ تاکہ وہ میری نماز خراب کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا تاکہ تم صبح کو سب اسے دیکھ لیتے۔ پھر میں نے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد کی کہ اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہت عنایت کر جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ پھر میں نے اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔ اس روایت کو امام مسلم نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو ہم نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں اللہ کے ساتھ تجھ سے پناہ میں آتا ہوں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں اور یہ الفاظ آپ نے تین بار فرمائے۔ اور اپنا ہاتھ پھیلایا۔ گویا کہ آپ کوئی چیز پکڑ رہے ہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے آپ کو آج کچھ پڑھتے ہوئے سنا ہے جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں پڑھا اور ہم نے آپ کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لے کر آیا تاکہ وہ میرے پر مارے تو میں نے تین بار تعوذ پڑھا۔ پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں۔ وہ تین دفعہ کہنے پر بھی پیچھے نہ ہٹا تو میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کر لیا اللہ کی قسم اگر میرے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو صبح تک وہ بندھا ہوا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔ اسی طرح امام نسائی نے بھی محمد بن سلمہ سے یہ روایت کی ہے۔

امام احمد ابوسعید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے عطا بن یزید اللیثی کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو میں اس کے آگے سے گزرنے لگا اس نے مجھے روکا اور مجھ سے بیان کیا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مجھے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر صبح کی نماز پڑھانے لگے میں نے آپ کے پیچھے تھا کہ آپ کو قرأت میں شبہ پڑا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کاش تم مجھے اور ابلیس کو دیکھتے کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ پکڑا اور اس کی گردن کو مسل دیا تا کہ یہاں تک کہ میں نے اپنی دو انگلیوں انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی کے درمیان میں اس کے لعاب کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا صبح کرتا اور مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے تم میں جو شخص طاقت رکھتا ہو کہ اس کے اور قبلے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو تو وہ ایسا کرے۔ ابوداؤد نے فصل استفاع سے آخر تک یہ حدیث احمد بن سریج سے بیان کی ہے اور احمد بن سریج نے احمد اذہری سے بیان کی ہے۔ سلف میں سے بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار بیویاں تھیں ان میں سے سات سو مہر والی اور تین سو لونڈیاں تھیں اور بعض نے اس کے برعکس کہا ہے کہ تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ آپ عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی زبردست قوت رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں آج رات اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر عورت ایک شاہسوار جنم دے گی اور وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے آپ سے ایک شخص نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ دیجئے لیکن آپ انشاء اللہ کا لفظ نہ کہہ سکے۔ پس ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس نے بھی ایک ناقص الخلقت بچہ جنم دیا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو سب کے سب اولاد ہوتی اور وہ سب کے سب اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ حضرت شعیب اور ابو الزناد نے نوے بیویوں کا تذکرہ کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

امام بخاری اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں منفرد ہیں۔

حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج رات سو عورتوں کے پاس جاؤں گا اور ہر عورت ایک بچہ جنم دے گی جو اللہ کے رستے میں تلوار چلائے گا اور آپ نے انشاء اللہ نہ کہا۔ آپ اس رات سو عورتوں کے پاس گئے لیکن ان میں سے صرف ایک عورت نے آدھا بچہ جنم دیا۔ پھر جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ہر عورت ایسا بچہ جنم دیتی جو اللہ کے راستے میں تلوار چلاتا۔ شیخین نے بھی عبدالرزاق کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا کہ میں آج رات سو عورتوں کے پاس جاؤں گا ان میں سے ہر ایک لڑکا جنم دے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا اور انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا پس ان میں سے صرف ایک عورت آدھا بچہ جنم دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے وہ انشاء اللہ نہ کہا پس ان میں سے صرف ایک عورت آدھا بچہ جنم دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ان کے سو بیٹے پیدا ہوتے اور وہ سب کے سب اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ میں اس رات سو عورتوں کے پاس جاؤں گا ہر عورت اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والا ایک بچہ جنم دے گی لیکن آپ انشاء اللہ کہنا بھول گیا۔ آپ اپنی عورتوں کے پاس گئے لیکن ان میں سے صرف ایک عورت نے ناقص الخلقت بچہ جنم دیا۔ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی قسم بھی نہ ٹوٹتی اور اپنی مراد بھی پا لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی چار سو بیویاں تھیں اور چھ سو لونڈیاں تھیں آپ نے ایک دن فرمایا کہ میں آج رات ایک ہزار عورت کے پاس جاؤں گا ان میں ہر عورت ایک شاہسوار کے ساتھ حاملہ ہوگی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا پھر آپ اپنی عورتوں سے مباشرت کی تو صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس نے ایک ناقص الخلقت بچہ جنم دیا تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کے کہنے کے مطابق شاہسوار پیدا ہوتے اور وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

اس کی سند میں اسحاق بن بشر کی وجہ سے ضعف ہے اور یہ منکر الحدیث ہے اور صحیح روایات کی مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مختلف قسم کے بہت سے لشکر عطا فرمائے تھے آپ کی سلطنت کا سلسلہ بڑا وسیع وعریض تھا آپ سے پہلے اور آپ کے بعد میں کسی کو بھی ایسی سلطنت نہیں ملی جیسے کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے ضرورت کی ہر چیز دی گئی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ اے پروردگار مجھے معاف فرمادے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرمادے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ بیشک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ اور بمطابق فرمان صادق ومصدوق ﷺ کے آپ کو ایسی حکومت عطا کردی گئی۔
اللہ تعالیٰ نے ان کو مال اور عظیم نعمتیں دینے کا تذکرہ فرما کر فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے پس احسان کریا روک لے کوئی حساب نہیں۔ یعنی آپ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں کوئی حساب نہیں لیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جائز قرار دیدیا کہ آپ اللہ کے مال میں سے مرضی کے مطابق جیسے چاہیں خرچ کریں۔ اس کے متعلق آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔
یہ شان ایک بادشاہ نبی کی ہے اس کے مقابلے میں اللہ کے بندے اور رسول کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی مال میں تصرف کرتا ہے۔
ہمارے نبی حضرت محمد رسول ﷺ کو ان دو مقامات کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے بندہ اور رسول ہونے کو اختیار فرمایا۔ اور بعض روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ فرمایا تو آپ نے تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو آپ نے عبد اور رسول ہونا پسند فرمایا۔
(آپ پر اللہ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو) اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد آپ کی امت میں خلافت وبادشاہت عطا کردی۔ اور یہ تاقیام قیامت جاری رہے گی آپ کی امت کا ایک گروہ غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ)
اور جب سلیمان علیہ السلام کو دنیاوی نعمتیں دینے کا ذکر فرمایا تو اس کے ساتھ ہی ثواب عظیم، جزجزیل اور نور عظیم کا بھی ذکر فرمایا جو اللہ نے ان کے لئے آخرت میں تیار کیا ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں مرتبہ قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر اور مدت حکومت اور انتقال فرمانے کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴾ (سبا ۱۴)

"اور جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا تو ان جنوں کو ان کی موت کی رہنمائی نہ کی مگر زمین کے کیڑے نے جو ان کی لاٹھی کو کھا رہا جب آپ زمین پر گرے تو جنوں کے لئے واضح ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم جانتے ہوتے تو وہ رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے"۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور دیگر اہل علم حضرات رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کبھی نماز پڑھتے تو اپنے سامنے درخت اگا ہوا دیکھتے تو آپ اس سے اس کا نام پوچھتے تو وہ اپنا نام بتا دیتا۔ پھر آپ پوچھتے کہ تو کس کام اور مقصد کے لئے ہے۔ اگر وہ پودا لگانے کے لئے ہوتا تو اس کا پودا لگا دیا جاتا اور اگر وہ کسی بیماری کے لئے مفید ہوتا تو اس کو لکھ لیا جاتا۔ اسی طرح آپ ایک دن نماز پڑھنے لگے تو آپ نے اپنے سامنے ایک پودا دیکھا کہ تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ "خروب" آپ نے پوچھا تو کس لئے پیدا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس گھر کو برباد کرنے کے لئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ میری موت کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تاکہ انسانوں کو پتہ چل جائے کہ جنات غیب نہیں جانتے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس درخت کی لکڑی توڑ کر چھیلا اور اس کی لاٹھی بنائی اور اس پر ایک سال تک ٹیک لگائے کھڑے رہے اور جنات اپنا کام کرتے رہے۔ پس دیمک نے لاٹھی کو کھانا شروع کیا اور آپ زمین پر گر پڑے تو انسانوں کو پتہ چل گیا کہ اگر جنات غیب جانتے ہوتے تو وہ ذلیل کرنے والے عذاب میں اتنی مدت گرفتار نہ رہتے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کو تلاوت فرماتے تو اس کے ساتھ یہ بھی پڑھتے "فَشَكَرَتِ الْجِنُّ" پس جنوں نے دیمک کا شکر ادا کیا اب وہ جہاں بھی ہو اس کو پانی لا کر دیتے ہیں۔ یہ ابن جریر کے الفاظ ہیں اور حدیث میں ایک راوی عطاء الخراسانی کی وجہ سے نکارت ہے۔ اور حافظ ابن عساکر نے اس روایت کو ابن عباسؓ سے موقوف بیان کیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس میں سال دو سال، ایک، دو دو ماہ یا کم و بیش تنہائی میں وقت گزارتے تھے اور اپنے کھانے پینے کی اشیاء ساتھ لے لیتے تھے۔ جس مرتبہ آپ نے وفات پائی تو اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب بھی آپ صبح کرتے تو بیت المقدس میں کوئی نہ کوئی پودا لگا ہوتا آپ اس سے پوچھتے تمہارا نام کیا ہے وہ فوراً اپنا نام بتاتا اگر وہ لگانے کے قابل ہوتا تو اسے لگا لیتے اور اگر وہ درخت کسی بیماری کے لئے مفید ہوتا تو وہ کہتا کہ میں اس بیماری کے لئے پیدا کیا گیا ہوں تو اس کو آپ اس بیماری کے لئے استعمال کروا لیتے حتیٰ کہ ایک درخت نکلا جسے خروبہ کہا جاتا تھا۔ آپ نے پوچھا تو کس کے لئے پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ میں اس مسجد کے خراب و ویران کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں آپ نے فرمایا کہ میری زندگی میں تو اسے

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ" "ان کی موت پر ان کی رہنمائی صرف زمین کے کیڑے نے کی وہ ان کی لاٹھی کو کھاتا رہا جب آپ گر پڑے تو جنوں کے لئے واضح ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم جانتے ہوتے تو وہ اس ذلیل کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

اصبغ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ دیمک ایک سال تک آپ کی لاٹھی کو کھاتی رہی یہاں تک کہ آپ گر پڑے اسی طرح سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

اسحاق بن بشیر نے زہری رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باون سال تک زندہ رہے اور آپ نے چالیس سال حکومت کی۔ اور حضرت اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ کی مدت حکومت بیس سال تھی۔ اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ آپ کی عمر باون سال سے کچھ سال اوپر تھی بادشاہت کے چوتھے سال بیت المقدس کی تعمیر شروع ہوئی۔

ابن جریر کے قول کے مطابق آپ کے بعد آپ کا بیٹا ابعام سترہ سال تخت حکومت پر قابض رہا اس کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت پارہ پارہ ہوگئی۔

ان کے علاوہ دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے متعلق ان کے زمانے کی تعیین کی خبر تو نہیں ہے لیکن اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ انبیاء حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے بعد اور حضرت زکریا و عیسیٰ علیہما السلام سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک شعیا بن امصیا علیہ السلام ہیں۔

حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام کا تذکرہ

ان کے متعلق محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا زمانہ حضرت زکریا اور عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے اور یہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور تشریف آوری کی خبر دی تھی ان کے دور میں سرزمین بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے بادشاہ حزقیا تھے۔ اور حضرت شعیا علیہ السلام ان کو جو بھی حکم فرماتے، کسی چیز سے منع کرتے تو وہ ہر صورت میں فرمانبرداری کرتے۔ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے حادثات رونما ہونے جس کی وجہ سے بادشاہ بیمار ہو گیا اور اس کی ٹانگ پر ایک پھوڑا نکل آیا۔ اسی دوران بابل کے بادشاہ سنحاریب نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ وہ چھ لاکھ جھنڈوں سمیت آیا اور لوگ بہت زیادہ وحشت زدہ ہو گئے تو بادشاہ نے حضرت شعیا نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سنحاریب اور اس کے لشکر کے متعلق کیا وحی فرمائی ہے؟ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ ابھی تک تو اس کے متعلق میری طرف کوئی وحی نازل نہیں ہوئی پھر وحی نازل ہوئی کہ حزقیا بادشاہ کو حکم کرو کہ وہ وصیت کرے اور جس کو چاہے بادشاہ بنا دے کیونکہ اس کی موت قریب ہے۔ جب انہوں نے بادشاہ کو یہ خبر سنائی تو بادشاہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوا اور نماز پڑھی اور اللہ کی تسبیح بیان کی اور دعا کی اور خوب رو رو کر عجز و انکساری کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور توکل کے ساتھ کہا "اے بادشاہوں کے بادشاہ اور معبودوں کے معبود اے رحمٰن رحیم اے وہ ذات جس کو اونگھ نہیں آتی اور نہ ہی نیند، میرے عمل اور بنی اسرائیل کے ساتھ میرے اچھے فیصلے کی وجہ سے مجھے یاد رکھ اور یہ سب کچھ تیری توفیق کی وجہ سے ہوا تو مجھ سے میری ذات سے زیادہ جانتا ہے میرا ظاہر اور باطن تیرے سامنے ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور اس پر رحم کیا اور حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے خوشخبری دو کہ اللہ نے تیرے رونے کی وجہ سے تجھ پر رحم کیا اور تیری زندگی میں پندرہ سال کا اضافہ فرما دیا ہے اور موت کو مؤخر کر دیا ہے اور مجھے تیرے دشمن سنحاریب سے نجات دے دی ہے جب حضرت شعیا علیہ السلام نے یہ خبر بادشاہ کو سنائی تو اس کی پریشانی دور ہو گئی اور وہ اللہ کے لئے سجدے میں گر گیا اور اس نے اپنے سجدے میں کہا کہ "اے اللہ تو جس کو چاہتا ہے بادشاہت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل و رسوا کرتا ہے تو غائب اور حاضر کو جانتا ہے تو ہی اول و آخر ہے تو رحم کرتا ہے اور مجبور لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ جب اس نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس کو حکم دیں کہ وہ انجیر کا پانی لے کر اپنے پھوڑے پر ڈالے تو وہ تندرست اور شفایاب ہو جائے گا۔ بادشاہ نے یہی کیا اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

دوسری طرف اللہ نے سنحاریب کے لشکر والوں پر موت بھیج دی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے ان میں سے صرف بادشاہ سنحاریب اور اس کے پانچ ساتھی بچ گئے ان میں سے ایک بخت نصر بھی تھا۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ نے آدمی بھیجے اور ان کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس حاضر کیا اس نے ان کو ستر دن تک بیڑیاں پہنا دیں اور ان کو رسوا کرنے کے لئے ستر دن تک شہروں میں چکر لگواتا رہا ان میں سے ہر ایک کو روزانہ جو کی دو روٹیاں کھانے کو دیتا رہا پھر ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی شعیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ بادشاہ کو کہو کہ وہ ان لوگوں کو ان کے ملک واپس بھیج دے

حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام کا ذکر

آپ علیہ السلام کا تعلق لاوی بن یعقوب کے خاندان سے ہے بعض نے کہا ہے کہ یہی خضر علیہ السلام تھا۔ یہ بات ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے لیکن یہ روایت غریب ہے صحیح نہیں ہے علامہ ابن عساکر نے کہا ہے کہ بعض آثار میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا دمشق میں خون بہتا دیکھا تو آپ نے کہا اے خون تو نے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دیا ہے اب پرسکون ہو جا تو وہ پرسکون ہو گیا اور رک گیا یہاں تک کہ وہ بالکل غائب ہو گیا۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے ذکر کیا ہے کہ ارمیا نے کہا کہ اے اللہ تیرے بندوں میں سے تجھے کون زیادہ محبوب ہے اللہ نے فرمایا کہ مجھے وہ زیادہ محبوب ہے جو مجھے زیادہ یاد کرتا ہے جو میری یاد میں رہ کر مخلوق سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ جن کو فنا کے وسوسے پریشان نہیں کرتے اور نہ باقی رہنے کی زیادہ تمنا اور خواہش کرتے ہیں جب ان کے سامنے دنیا کی عیش و عشرت پیش کی جاتی ہے تو وہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اور جب معاش میں تنگی کی جاتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں ان کو اپنی محبت کا عطیہ دوں گا اور ان کی خواہشات سے بڑھ کر ان کو دوں گا۔

بیت المقدس کی ویرانی کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ——— حَصِيرًا (الاسراء ۲ تا ۸)

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے رہنما مقرر کر دیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا بیشک نوح (ہمارے) شکر گزار بندے تھے۔ اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب ان میں سے پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیئے اور وہ شہروں میں پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو جماعت کثیر بنا دیا۔ اگر تم نیکوکاری کرو گے تو اپنی جانوں کے لئے کرو گے۔ اور اگر اعمال بد کرو گے تو ان کا وبال بھی تمہاری جانوں پر ہوگا۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو پھر ہم نے اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (پہلا سلوک) کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔"

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی جسے "ارمیا" کہا جاتا تھا اور بنی اسرائیل میں جب نافرمانیاں عام ہو چکی تھیں کہ اپنی قوم میں کھڑے ہو کر ان کو خبردار کرو کہ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں میں نے ان کے آباؤ اجداد کی درست حالت کو دیکھا تو میری توجہ ان کے بیٹوں کی طرف ہو گئی مجھے ان کے بیٹوں پر رحم آنے لگا ان سے پوچھو کہ انہوں نے میری اطاعت کا نتیجہ کیسے پایا کیا میری نافرمانی کرنے والا بھی سعادت مند ہو سکتا ہے؟ کیا میرا اطاعت گزار میری اطاعت کرنے سے بدبخت ہوا؟ جانور بھی اپنے وطن کو یاد کر کے اس کی طرف شوق کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے وہ چیزیں چھوڑ دی ہیں جن کی وجہ سے میں نے ان کے آباؤ اجداد کو عزت سے نوازا تھا

باقی رہے ان کے علماء، عابد و زاہد قسم کے لوگ تو وہ میری نعمت سے اترا گئے ہیں اور میرے عذاب سے اور میری پکڑ سے بے خوف ہو گئے ہیں دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے میری کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور میرے وعدے کو جھلا دیا۔ وہ میری کتاب کو تبدیل کرتے ہیں۔ میرے رسولوں کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں اور میرے اوپر وہ بڑی جسارت کر رہے ہیں اور میرے متعلق دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میری جلالت اور علو مرتبت اور میری عظمت شان ہر عیب و نقص سے پاک ہے کیا کسی کے لائق ہے کہ وہ میری بادشاہت میں میرا شریک بنے کسی بشر کے لائق ہے کہ میری نافرمانی کر کے اس کی اطاعت کی جائے۔ کیا میرے لائق ہے کہ میں ایسے بندے پیدا کروں جن کو میں اپنے سوا رب بنا دوں یا کسی کو اجازت دوں کہ کسی کی ایسی اطاعت کریں کہ جو صرف میرے لائق ہو۔

باقی ان کے قراء اور فقہاء تو وہ اپنی پسند کے مطابق ہی پڑھتے ہیں اور بادشاہوں کے تابع ہو جاتے ہیں میرے دین میں نئی نئی ایجاد کی ہوئی بدعات پر ان کی پیروی کرتے ہیں میری نافرمانی کر کے ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے وہ وعدے ان سے پورے کرتے ہیں جو میرے عہد و پیمان کے خلاف ہیں۔ وہ اپنے اعمال سے جاہل اور بے خبر ہیں اور میری کتاب سے حاصل کئے ہوئے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد بھی مجبور و مقہور اور فتنے میں مبتلا ہو گئی ہے وہ بے مقصد کاموں میں عام لوگوں کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ تمنا لگائے بیٹھے ہیں کہ میں ان کی مدد اور عزت ایسے کروں گا جیسے میں نے ان کے باپ دادا کی مدد اور عزت کی۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی بھی اس کا زیادہ حقدار نہیں ہے حالانکہ نہ ان میں سچائی ہے اور نہ غور و فکر کی صلاحیت۔ ان کو یاد ہی نہیں کہ ان کے باپ دادا کیسے صبر کے پہاڑ ثابت ہوئے اور انہوں نے میرے دین کے لئے کیسی کیسی محنت اور جدوجہد کی جب دھوکا کھانے والے دھوکا کھا گئے انہوں نے خود کو پیش کر کے اور جان کا نذرانہ دے کر کس طرح صبر اور سچائی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ میرا حکم اور دین غالب آیا میں نے ان لوگوں کو مہلت دی تاکہ وہ مجھ سے حیا کریں اور اپنے غلط طرز عمل سے باز آ جائیں۔ میں نے ان کو ڈھیل دی اور بہت درگزر کیا ان کی عمر لمبی کر دی اور ان کا عذر قبول کیا ان سب چیزوں کے باوجود میں نے ان پر بارشیں برسائیں اور زمین میں ہر چیز ان کے لئے اگائی اور ان کو عافیت و تندرستی سے نوازا اور ان کے دشمن پر ان کو غالب کیا مگر وہ سرکشی میں بڑھتے گئے اور مجھ سے دور ہوتے گئے ان کی یہ ناپسندیدہ روش کب تک جاری رہے گی؟ کیا وہ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میں ان پر ایسا فتنہ مسلط کروں گا جس میں عقلمند بھی حیران ہو جائیں گے اور اہل رائے کی سمجھ اور بردبار کی دانائی بھی جواب دے جائے گی۔

پھر میں ان پر جابر و ظالم اور سخت دل حاکم مسلط کروں گا میں اسے رعب و ہیبت کا لباس پہنا دوں گا اس کے دل میں نرمی اور رحم دلی چھین لوں گا میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو ایسا لشکر دوں گا جو کثرت تعداد کی وجہ سے اندھیری رات اور بادلوں کی طرح ہوگا ان کی سواریاں آندھی بگولے کی طرح تیز ہوں گی ان کے جھنڈے یا گدھ پھڑ پھڑاہٹ گدھوں کے اڑنے کی طرح ہوگی ان کے شہسوار عقابوں کی طرح حملہ کریں گے وہ آبادی کو برباد اور بستیوں کو وحشت میں تبدیل کر دیں گے زمین میں فساد عام کر دیں گے جس پر غالب آئیں گے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے ان کے دل سخت ہوں گے وہ کسی کی پرواہ نہیں کریں گے وہ نہ کسی کو مہلت دیں گے اور نہ کسی پر رحم کھائیں گے اور نہ وہ پیچھے دیکھیں گے اور نہ ٹھہریں گے شیروں کے دھاڑنے کی طرح بازاروں میں آوازیں بلند کر رہے ہوں گے ان کی ہیبت سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے ان کی ہولناک آوازوں سے

پھر فرمایا کہ اے پروردگار تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں تو برکت والا اور بلند ہے اے اللہ کیا تو اس بستی اور اس کے آس پاس کے علاقے کو تباہ کر دے گا حالانکہ تیرے برگزیدہ بندے انبیاء علیہم السلام اس جگہ بار بار تیرے حکم سے اس جگہ نازل ہوتی رہی اے پروردگار تو پاک ہے ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں تو برکت والا ہے تیری شان اس سے بلند ہے کہ تو اس مسجد اور اس کے ارد گرد کی مساجد کو تباہ و برباد کر دے ان مساجد میں تیرا ذکر بلند ہوتا ہے۔ اے پروردگار تو پاک ہے ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں تو اس سے بہت بلند ہے کہ تو اس امت کو ہلاک کر دے اور ان کو عذاب دے حالانکہ یہ تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں موسیٰ علیہ السلام کی امت سے ہیں جس سے تو نے سرگوشیاں کیں اور وہ تیرے پسندیدہ تھے۔ داؤد علیہ السلام کی قوم سے ہیں اے اللہ اس کے بعد کوئی بستی تیرے عذاب سے بے خوف ہوگی اور کون سے تیرے بندے تیرے جلال سے اور سطوت سے بے خوف ہو سکتے ہیں اگر یہ محفوظ نہ رہے۔ ان پر آتش کے پجاریوں کو مسلط نہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ارمیاء جو میری نافرمانی کرتا ہے۔ وہ میری سزا کو اجنبی خیال نہ کرے وہ اس کا حقدار ہے میں نے اپنی اطاعت کی وجہ سے اس قوم کو عزت دی تھی۔ اگر وہ نافرمانی کریں گے تو میں ان کو نافرمانوں کے گھر جہنم میں جگہ دوں گا ہاں یہ الگ بات ہے کہ میں ان پر اپنی رحمت کر دوں اور وہ بچ جائیں۔

حضرت ارمیاء علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور ان کی برکت سے تو نے ہماری حفاظت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو نے سرگوشیوں کے لئے قریب کیا ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں تو ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنی رحمت سے دور نہ کر اور ہم پر ہمارا دشمن مسلط نہ کر۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے ارمیاء میں نے تجھے تیری ماں کے پیٹ ہی میں مقدس کر دیا تھا اور آج کے دن تک کے لئے مہلت دی اگر تیری قوم یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور مسافروں کی حفاظت کرے گی تو میں ان کو سہارا دوں گا ان کی مدد کروں گا اور وہ میرے پاس ایسی جنت میں ہوں گے کہ جس کے درخت نرم و تازہ اور اس کا پانی پاک ہے اس کا پانی کبھی گدلا نہیں ہوگا اس کے پھل کبھی خراب نہیں ہوں گے نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ کبھی روکے جائیں گے۔

لیکن اے ارمیاء! میں تیرے سامنے بنی اسرائیل کا شکوہ کرتا ہوں میں تو ان کے لئے مہربان چرواہے کی طرح ہوں ان سے ہر قحط سالی اور تنگی دور کرتا رہا ہوں۔ تر و تازگی مہیا کرتا رہا حتیٰ کہ مینڈھوں کی طرح طاقتور ہو گئے اور ایک دوسرے کو سینگوں سے مارنے لگے ان پر افسوس بہت افسوس ہے میں صرف اس کو عزت و تکریم دوں گا جو میری عزت کرے گا اور میں اس کو ذلیل کروں گا جس کے ہاں میرے حکم کی اہمیت نہ ہوگی۔ ان سے پہلے کی جو قومیں گذری ہیں کہ وہ میری نافرمانی پوشیدہ طور پر کرتی تھیں اور یہ قوم میری نافرمانی کھلے طور پر کرتی ہے ان کی نافرمانی مساجد اور بازاروں میں ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور درختوں کے سائے تلے ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ آسمان و زمین اور پہاڑ ان کی نافرمانیوں سے چلا اٹھے ہیں زمین کے دور اور قریب کے جنگلی جانور ان سے نفرت کرنے لگے ہیں وہ کسی جگہ نافرمانیوں سے باز نہیں آتے اور کتاب کے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

جب حضرت ارمیاء علیہ السلام نے ان کو خدا کا پیغام سنایا اور ان کو اللہ کی وعید اور عذاب سے ڈرایا تو ان لوگوں نے آپ کی نافرمانی کی اور آپ کو جھٹلایا اور آپ کو متہم قرار دیا اور کہنے لگے تم نے جھوٹ بولا ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا بہتان لگایا ہے کیا تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین اور مساجد کو اپنی کتاب اور وحدانیت سے خالی کر دے گا۔ جب زمین میں اللہ کا کوئی عبادت گذار کوئی مسجد اور کتاب نہیں رہے گی تو اس کی عبادت کون کرے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ تو نے

آپ کا خیر خواہ ہوں گا اور اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو آپ کے علاقے میں چھوڑ دیتا ہوں اور آپ کو امن و امان دیتا ہوں۔ ارمیاہ علیہ السلام نے بخت نصر کو جواب میں فرمایا کہ اس وقت سے اللہ کی پناہ میں ہوں جب سے کہ میں خدا کی فرمانبرداری سے نہیں نکلا اور بنی اسرائیل بھی اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہ نکلتے تو وہ بھی تجھ سے نہ ڈرتے اور نہ کسی اور سے ڈرتے اور نہ کوئی ان پر غلبہ حاصل کر سکتا۔

جب بخت نصر نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی گفتگو سنی تو انہیں چھوڑ دیا تو حضرت ارمیا علیہ السلام اپنی جگہ ایلیا ہی میں ٹھہرے رہے اس روایت کے الفاظ غریب ہیں لیکن اس میں بہت سی حکمت و دانائی والی نصیحت اور عمدہ قسم کی باتیں ہیں۔ غریب کے لفظ سے بھی غرابت ہے۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے کہا ہے کہ بخت نصر بادشاہ فارس کی طرف سے اہواز اور روم کے درمیانی علاقے کا بادشاہ تھا اور ایران کا بادشاہ لہراسب تھا اس نے بلخ شہر آباد کیا تھا جس کو خنساء کہا جاتا ہے۔ اس نے ترکوں سے لڑائی کی اور ان کو تنگ جگہوں پر دھکیل دیا۔ اور اسی نے بخت نصر کو بھی بنی اسرائیل سے لڑائی کرنے کے لئے روانہ کیا جب وہ شام پہنچا تو دمشق والوں نے اس سے صلح کر لی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بخت نصر کو بھیجنے والا فارس کا بادشاہ بہمن ہے جس کا زمانہ بشتاسب بن لہراسب کے بعد کا ہے کہ بخت نصر کو بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل نے ان کے قاصدوں پر بہت ظلم کیا تھا۔

ابن جریر نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں بیان کیا ہے کہ بخت نصر جب دمشق میں آیا تو اس نے دیکھا کہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر خون جوش مار رہا ہے تو اس نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے سے ہم یہ خون دیکھ رہے ہیں جب کوڑے کرکٹ کی تہہ اس پر آتی ہے تو یہ خون اس کے اوپر آ جاتا ہے۔ بخت نصر نے اس جگہ مسلم اور غیر مسلم ستر ہزار قتل کئے پھر یہ خون کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اس کی سند حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے اور حافظ ابن عساکر کا کلام اس سے پہلے گذر چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خون حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون تھا لیکن یہ بات درست نہیں ہو سکتی کیونکہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا زمانہ بخت نصر سے بہت بعد کا ہے۔ ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے یہ کسی پہلے نبی کا خون تھا یا کسی نیک بزرگ کا خون تھا۔

ہشام بن الکلبی کہتے ہیں کہ بخت نصر جب بیت المقدس میں آیا تو اس کے بادشاہ نے اس سے صلح کر لی اس کا تعلق آل داؤد علیہ السلام سے تھا اس نے بنی اسرائیل کے متعلق اس سے سازباز کر لی بخت نصر نے کچھ آدمی اس سے گروی لئے اور واپس آ گیا۔ جب وہ طبریہ کے علاقے میں پہنچا تو اس کو اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل نے اس سے بغاوت کر کے اس بادشاہ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ اس نے بخت نصر سے صلح کر لی تھی اس نے گروی تمام آدمیوں کی گردنیں اڑا دیں اور واپس آیا اور شہر پر زبردستی قبضہ کر لیا اور لڑائی کے قابل افراد کو قتل کر دیا اور بچوں کو قیدی بنا دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ اس نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو قید سے نکالا تو حضرت ارمیاء نے بخت نصر کو بتایا کہ میں نے ان کو ان حالات سے پہلے خبردار کر دیا تھا اور ڈرایا تھا لیکن انہوں نے میری بات پر کان نہ دھرا اور مجھے جھٹلایا اور مجھے قید خانے میں ڈال دیا۔

بخت نصر نے کہا کہ وہ بری قوم ہے جس نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی پھر اس نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور ان سے اچھا سلوک کیا۔ ظلم میں بچے ہوئے بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ یقیناً ہم نے برا کیا اور اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا اب ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں آپ ہمارے لئے اپنے رب

سے دعا کریں کہ ہماری توبہ قبول فرمائے تو حضرت ارمیا علیہ السلام نے اپنے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ میں ایسا نہیں کروں گا اگر وہ توبہ کرنے میں سچے ہیں تو وہ تیرے ساتھ اسی شہر میں مقیم ہو جائیں۔

حضرت ارمیا علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگے کہ ہم اس شہر میں کیسے آباد ہو سکتے ہیں یہ تو تباہ و برباد ہو چکا ہے اور اللہ اس شہر کے رہنے والوں پر ناراض ہوا پس انہوں نے وہاں ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔

ابن کلبی نے کہا ہے کہ اس دور سے بنی اسرائیل مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے کچھ حجاز میں کچھ یثرب میں اور کچھ وادی القریٰ میں آباد ہو گئے اور کچھ لوگ مصر کی طرف چلے آئے بخت نصر نے اس کے بادشاہ کی طرف لکھا کہ ان لوگوں کو ہماری طرف واپس کر دو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا تو بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور ان سے لڑائی کی اور فتح یاب ہوا اور ان کے بچوں کو قیدی بنا لیا پھر مغربی علاقوں کی طرف آگے بڑھا اور آخری کونے تک پہنچا وہ سرزمین مصر بیت المقدس فلسطین اور اردن سے بہت سے قیدی ساتھ لے کر واپس ہوا ان قیدیوں میں دانیال بھی تھے۔ (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ چھوٹے دانیال بن حزقیل علیہ السلام تھے بڑے دانیال مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

مختصر تذکرہ حضرت دانیال علیہ السلام

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن الہذیل سے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے دو شیر پالے ہوئے تھے اور ان کو ایک کنویں میں رکھا ہوا تھا پھر وہ دانیال علیہ السلام کو قید کر کے لایا اور ان کو کنویں میں شیروں کے آگے ڈال دیا لیکن شیروں نے آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔ دانیال علیہ السلام وہاں جتنا عرصہ اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے پھر دانیال علیہ السلام کو عام لوگوں کی طرح کھانے اور پینے کی حاجت وضرورت ہوئی اللہ تعالیٰ نے شام کے علاقے میں حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ دانیال علیہ السلام کے لئے کھانے اور پینے کا انتظام کریں انہوں نے عرض کی یا اللہ میں ارض مقدس بیت المقدس میں ہوں اور دانیال عراق کے شہر بابل میں ان کے کھانے پینے کا انتظام کیسے ہوگا؟

پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میرے حکم کے مطابق آپ کھانے کی تیاری کریں وہاں تک تجھے اور تیری تیار شدہ چیزیں پہنچانا ہمارا کام ہے۔

انہوں نے کھانا تیار کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیجا جس نے انہیں اور ان کی تیار کردہ چیزوں کو وہاں بابل میں کنویں کے پاس پہنچادیا۔ جب وہ اندر گئے تو حضرت دانیال نے کہا کہ تم کون ہو۔

آپ نے کہا ارمیا ہوں۔

پھر انہوں نے پوچھا کہ کیسے آئے ہو۔

آپ نے فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے

انہوں نے کہا کہ کیا میرے رب نے مجھے یاد کیا ہے۔

آپ نے فرمایا ہاں

حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنے یاد کرنے والوں کو بھولتا نہیں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہر اس شخص کو جواب دیتا ہے جو اس سے امید وابستہ کرتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اسے کسی کے سپرد نہیں کرتا جو اس پر اعتماد کرے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دیتا ہے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہماری پریشانی کے بعد ہماری تکلیف کو دور کرتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہماری اس وقت بھی حفاظت کرتا ہے جب کہ ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے اس سے گمان برا ہوجاتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس پر ہم اس وقت بھی امید قائم رکھتے ہیں جب اسباب وذرائع ہم سے منقطع ہوجاتے ہیں۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے شہر تستر فتح کیا تو ہم نے ہرمزان کے بیت المال کے قریب دیکھا کہ ایک چارپائی رکھی ہوئی ہے اس پر ایک میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سرہانے کے پاس ایک مصحف رکھا ہوا تھا ہم نے وہ مصحف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا آپ نے اس کے لئے کعب کو بلایا تو انہوں نے اسے عربی میں منتقل کیا اہل عرب میں سے میں نے سب سے پہلے اسے پڑھا۔ میں نے اس کو قرآن کی طرح پڑھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس میں کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس میں تمہارے معاملات، حالات تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ پیش آنے والے تمام حالات اور واقعات ہیں۔ میں نے کہا کہ تم نے اس آدمی کے ساتھ کیا کیا انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کے وقت تیرہ

(۱۳) قبریں الگ الگ کھودیں اور جب رات ہوئی تو ہم نے اسے دفن کر دیا اور ان قبروں کو برابر کر دیا تاکہ ہم اس کی قبر پوشیدہ رکھ سکیں اور لوگ قبر کھود نے کی کوشش نہ کریں۔ میں نے پوچھا وہ ان سے کیا امید رکھتے تھے انہوں نے کہا آسمان ان سے بارش روک لیتا تو وہ اس کی چارپائی سامنے لاتے تو ان پر بارش برسا دی جاتی۔ میں نے کہا کہ تمہارا اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ ان کو دانیال کہا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کب کے فوت ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ تین سو سال پہلے میں نے کہا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ تبدیل ہوا تو انہوں نے کہا کہ گدی پر کچھ بال تبدیل ہو گئے تھے کیونکہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک کو نہیں کھاتی اور ان کے جسموں کو کوئی درندہ نقصان نہیں دیتا۔ اور درندے بھی ان کو نہیں کھاتے۔

حضرت ابوالعالیہ تک اس روایت کی سند صحیح ہے لیکن اگر ان کی تاریخ الوفات محفوظ اور تین سو سال پہلے کی ہے تو وہ نبی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایک نیک آدمی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں آیا۔ صحیح بخاری میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟

آپ ﷺ کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ۴۰۰ سال کا وقفہ ہے اور بعض نے کہا کہ چھ سو ۶۰۰ سال کا وقفہ اور بعض نے ۶۲۰ سال بیان کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات آٹھ ۸۰۰ سو سال پہلے کی ہو اگر وہ حقیقت میں دانیال علیہ السلام ہی ہیں اور یہ عرصہ مناسب لگتا ہے اور زیادہ قرین قیاس یہی ہے کیونکہ فارس کے بادشاہ نے انہیں پکڑ کر قید میں ڈال دیا تھا جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ دانیال علیہ السلام کی ناک ایک بالشت لمبی تھی اسی طرح حضرت انس بن مالک سے صحیح سند سے مروی ہے کہ ان کی ناک ایک ہاتھ لمبی تھی اس لحاظ سے احتمال ہے کہ دانیال علیہ السلام اس زمانے سے بھی پہلے کسی دور کے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی ہیں۔ (واللہ اعلم)

ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب الاحکام فی القبور میں ابوالاشعث الاحمری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے اللہ رب العزت سے دعا کی تھی کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت دفن کرے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شہر تستر فتح کیا تو انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو ایک تابوت میں پایا ان کی رگیں بالکل صحیح سالم تھیں ان میں خون جاری تھا اور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہوا تھا کہ جو شخص حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر بتائے گا اس کو جنت کی خوشخبری دو۔

اور ان کی قبر کے بارے میں اطلاع دینے والے کو حرقوص کہا جاتا تھا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر دانیال علیہ السلام کے متعلق اطلاع دی تھی تو جناب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی جواب تحریر فرمایا کہ دانیال علیہ السلام کو دفن کر دیں اور خبر دینے والے کو میری طرف روانہ کر دیں نبی پاک ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ یہ روایت اس سند سے مرسل ہے اور اس کا محفوظ ہونا محل نظر ہے (واللہ اعلم)

پھر ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دانیال علیہ السلام کے ساتھ ایک مصحف اور ایک مٹکا بھی پایا جس میں چربی اور دراہم (چاندی کے سکے) اور ایک انگوٹھی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق بھی تفصیل لکھی۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جواب تحریر فرمایا

کہ مصحف اور کچھ چربی ہماری طرف بھیج دو اور اپنے علاقے کے لوگوں کو حکم دو۔ وہ اس چربی کے ساتھ صحت یابی طلب کریں اور باقی لوگوں میں تقسیم کر دو اور انگوٹھی ہم نے آپ کو نفل کے طور پر دی ہے وہ اپنے پاس رکھ لو۔

ابن ابی الدنیا نے ایک اور سند سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں پایا اور لوگوں نے آپ کو آگاہ کیا کہ یہ دانیال علیہ السلام ہیں تو آپ ان کے ساتھ بغلگیر ہو گئے اور ان کو بوسہ دیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر صورت حال سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ ان کے قریب سے دس ہزار درہم بھی ملے ہیں جو لوگ وہاں سے قرض کے طور پر لے جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ آدمی قرض واپس کرے تو ٹھیک ورنہ وہ بیمار ہو جاتا ہے اور ان کے پاس ایک صندوق رکھا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ ان کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دیا جائے اور کفن پہنا کر ان کو دفن کر دیا جائے اور ان کی قبر پوشیدہ رکھی جائے کسی کو اس کا پتہ نہ چلے اور مال کے متعلق فرمایا اس کو بیت المال میں جمع کرا دیا جائے اور صندوق میرے پاس روانہ کر دیں اور انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے چار قیدیوں کو حکم دیا کہ ایک نہر کھودیں انہوں نے ایک نہر کھودی پھر اس کے درمیان قبر کھودی پھر چاروں قیدیوں کی گردنیں اڑا دیں اس طرح حضرت ابوموسیٰ کے سوا حضرت دانیال کی قبر سے کوئی واقف نہ رہا۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ ابو الزناد سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی دیکھی جس کے نگینے پر دو شیروں کی تصویر تھی اور ان دونوں کے درمیان ایک شخص ہے وہ دونوں شیر اس شخص کے پاؤں چاٹ رہے ہیں۔ ابو بردہ نے کہا کہ یہ اس فوت شدہ شخص کی انگوٹھی ہے جس کے متعلق اس علاقے کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دانیال علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں دفن کرتے وقت یہ انگوٹھی ان کے قریب سے حاصل کی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس علاقے کے علماء سے اس انگوٹھی کے نقش کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دانیال علیہ السلام جس ملک میں پیدا ہوئے وہاں کے بادشاہ کے پاس نجومی آئے اور کہا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم اس رات جو بھی بچہ پیدا ہوگا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو لوگوں نے ان کو پکڑ کر شیر کی کچھار میں پھینک دیا شیرنی اور شیر رات بھر ان سے پیار کرتے رہے اور انہیں چاٹتے رہے اور ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا ان کی والدہ محترمہ تشریف لائیں تو دیکھا کہ شیر اور شیرنی ان کو چاٹ رہے ہیں اس طرح اللہ نے دانیال کو محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ آپ اس مقام و مرتبہ پر پہنچ گئے جو ان کے لئے اللہ نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پر اپنا اور ان دو شیروں کا نقش بنایا تو جس بات پر تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی نعمت کو بھول نہ جائیں جو اللہ نے ان پر کی۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

بنی اسرائیل کا دوبارہ جمع ہونا اور بیت المقدس کی تعمیر نو

اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں ارشاد فرمایا [illegible] کے حالات میں سب سے بڑھ کر ہے

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ ———— البقرہ (۲۵۹)

علاقے میں رہائش پذیر ہو گیا اور بخت نصر کی صحبت میں رہا اسی دوران میں اس نے بخت نصر کو مجوسیت کی تلقین کی جو اس نے خود ہی ایجاد کی تھی۔ بخت نصر اس سے متاثر ہوا اور زبردستی لوگوں کو اس مذہب پر لایا اور اس سے انکار کرنے والے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بخت نصر کے بعد اسکا بیٹا اسود مملکت کا حکمران بنا یہ فارس کے مشہور بادشاہوں اور بڑے بہادروں میں سے تھا بخت نصر نے ان تینوں کی نجات کی اور طویل عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرے۔

الغرض یہ کہ ابن جریر کے بقول اس بستی سے گذرنے والے حضرت ارمیاہ علیہ السلام تھے اور وہب بن منبہ عبد اللہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور پہلے کلام کی رو سے یہی بات قوی معلوم ہوتی ہے۔

لیکن حضرت علی، عبد اللہ بن سلام، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت حسن، قتادہ، سدی، سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ اس بستی سے گذرنے والے حضرت عزیر علیہ السلام تھے متقدمین اور متاخرین میں بہت سے علماء کے ہاں یہی بات زیادہ مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

سو سال تک ٹھہرے ہیں آپ اپنے کھانے پینے کے سامان کی طرف دیکھیں یعنی وہ خشک روٹی اور پیالے میں جو دودھ چھوڑا تھا وہ دونوں اسی حالت میں ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اسی طرح انجیر اور انگور بھی اسی حالت میں موجود ہیں۔ یہ بات سن کر آپ نے گویا اپنے دل میں اپنی موت کا انکار کیا تو فرشتے نے کہا کہ آپ گدھے کو دیکھیں تو آپ نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں فرشتے نے گدھے کی ہڈیوں کو بلایا تو وہ ہر طرف سے آ کر اکٹھی ہونے لگیں پھر ہڈیوں پر گوشت پر گوشت اور چمڑے کا لباس پہنا دیا گیا پھر چمڑے پر بال اُگ پڑے پھر فرشتے نے اس میں پھونک ماری تو گدھا اپنے کانوں اور سر کو جھکا دیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور آواز نکالنے لگا اس نے سمجھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

”اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں اور ہڈیوں کی طرف ان کو ہم کیسے اٹھاتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ یعنی گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم ان کو کیسے جوڑوں کے ساتھ ملاتے ہیں دیکھا کر وہ کیسے گوشت کے بغیر گدھے کی شکل اختیار کرتی ہیں پھر دیکھنا ہم ان پر کیسے گوشت چڑھاتے ہیں جب حقیقت ان کے لئے واضح ہو گئی تو فرمانے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

یعنی وہ مردے بھی زندہ کرتا ہے اور ہر چیز اس کی قدرت میں ہے پھر آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے محلے میں آئے تو لوگوں نے آپ کو نہ پہچانا اور آپ بھی لوگوں کو نہ پہچان سکے اور اپنے گھر کو بھی نہ پہچانا آپ اپنے خیال اور اندازے کے مطابق اپنے گھر آئے تو وہاں انتہائی ضعیف عورت بیٹھی ہوئی تھی جو آنکھوں سے اندھی تھی اس کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی یہ ان لوگوں کی لونڈی تھی۔ جب عزیر علیہ السلام اس گھر سے نکلے تو اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی وہ بڑھیا عزیر علیہ السلام کو اچھی طرح پہچانتی تھی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے اس کی قوتیں جواب دے چکی تھیں آپ نے اس سے کہا کہ یہ عزیر علیہ السلام کا گھر نہیں ہے تو اس بڑھیا نے جواب میں کہا کہ ہاں یہ عزیر علیہ السلام کا گھر ہے پھر وہ رو پڑی اور کہا کہ میں نے اتنے اتنے سالوں سے کسی کو اس کا تذکرہ کرتے نہیں سنا لوگ اسے بھول چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے سو سال فوت کئے رکھا پھر دوبارہ زندہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ سبحان اللہ عزیر تو گم ہوئے سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے ہم نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں سنا پھر آپ نے فرمایا کہ میں ہی عزیر علیہ السلام ہوں۔ اس نے کہا کہ عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات آدمی تھے وہ جس مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ مصیبت زدہ کے لئے دعا کرتے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی لہذا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری نظر ٹھیک کر دیں اگر تو عزیر ہے تو میں تجھے پہچان لوں گی حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے دعا کی اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا تو اس کی آنکھیں اللہ کے فضل سے درست ہو گئیں۔ پھر آپ نے اس کو کہا چلو کہا اللہ کے حکم سے اٹھو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگیں کھول دیں تو وہ صحیح ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ گویا کہ کسی رسی سے آزاد ہوئی ہو۔ پھر اس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں آپ عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔

پھر وہ بڑھیا بنی اسرائیل کے محلے میں گئی وہ لوگ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں موجود تھے حضرت عزیر علیہ السلام کا بیٹا ایک سو اٹھارہ سال کی عمر کا ہو چکا تھا اور اپنی عمر کی ۱۱۸ بہاریں دیکھ چکا تھا وہ بھی موجود تھا اور آپ کے پوتے بھی بوڑھے ہو چکے تھے اس نے لوگوں کو پکار کر کہا کہ یہ عزیر تمہارے پاس آئے ہیں انہوں نے اس عورت کو جھوٹا کہا اس نے کہا کہ میں تمہاری آزاد کردہ لونڈی

ہوں انہوں نے میرے لئے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں ٹھیک کر دی ہیں اور میری ٹانگیں چلنے کے قابل ہو گئی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو سو سال فوت کئے رکھا اور پھر دوبارہ زندہ کر دیا تو وہ لوگ یہ سن کر ان کی طرف اٹھ کر آئے آپ کے بیٹے نے کہا کہ میرے باپ کے کندھوں کے درمیان ایک تل تھا تو آپ نے اپنے کندھوں سے کپڑا ہٹا کر کندھے کھول دیئے۔ تو وہ تل کی نشانی دیکھ کر ان کو یقین آ گیا کہ یہ عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔

بنی اسرائیل نے کہا کہ ہمارے اندر عزیر علیہ السلام کے سوا کوئی تورات کے حفظ کرنے والا نہ تھا بخت نصر نے تورات جلا دی ہے اب ہمارے پاس تورات کا صرف وہی حصہ ہے جو لوگوں کو زبانی یاد ہے تم ہمارے لئے تورات کا ایک نسخہ لکھ دو آپ کے باپ سروخ نے بخت نصر کے دور میں تورات کا نسخہ ایک جگہ دفن کر دیا تھا جس کو عزیر علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا عزیر علیہ السلام لوگوں کو لے کر وہاں تشریف لے گئے اور وہ جگہ کھود کر وہاں سے تورات کا نسخہ نکالا اس کے اوراق بوسیدہ ہو چکے تھے اور تحریر مٹ چکی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کی موجودگی میں ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ کر تورات کو دوبارہ لکھا اور آسمان سے دو شہاب ثاقب نیچے اترے اور آپ کے پیٹ میں داخل ہو گئے آپ کو تورات خوب یاد ہو گئی اور آپ نے نئے سرے سے ان کے لئے تورات کا نسخہ لکھا اسی وجہ سے یہودیوں نے کہہ دیا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں یعنی اس وجہ سے اللہ کا بیٹا کہا کہ شہاب ثاقب کا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے ان کو تورات نئے سرے سے لکھ کر دی اور بنی اسرائیل کے معاملات کی نگرانی کی اور آپ نے حزقیل نبی کی عبادت گاہ میں ارض سواد میں تورات لکھنے کا کام کیا آپ جس بستی میں فوت ہوئے اسے سیر اباد کہا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ" "کہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں۔" کے مطابق آپ بنی اسرائیل کے لئے نشانی ثابت ہوئے کیونکہ آپ جب اپنے بیٹوں کے ساتھ بیٹھتے آپ نوجوان نظر آتے جب کہ وہ بوڑھے تھے آپ چالیس برس کی عمر میں فوت ہوئے تھے تو جب دوبارہ اٹھے تو بھی جوان ہی تھے جیسے فوت ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو بخت نصر کے بعد مبعوث کیا گیا حضرت حسن بصری بھی یہی فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم ابو ہاشم جرجانی نے اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے۔

واسود رأس شاب من قبل ابنه
ومن قبله ابن ابنه فهو اكبر
يرى ابنه شيخا يدب على العصا
ولحيته سوداء والرأس اشقر
وما لابنه حيل ولا فضل قوة
يقوم كما يمشي الصبي فيعثر
يعد ابنه في الناس تسعين حجة
وعشرين لا يجري ولا يتعثر

قول کا مفہوم ایک شاعر نے ادا کیا ہے۔

قد یصبر الحر علی السیف

ویأنف الصبر علی الحیف

ویؤثر الموت علی حالة

یعجز فیها عن قری الضیف

آزاد اور شریف آدمی بعض دفعہ تلوار پر صبر کر لیتا ہے لیکن ظلم و ستم پر صبر کرنے کو عار خیال کرتا ہے وہ ایسی حالت میں موت کو ترجیح دیتا ہے جب وہ مہمان نوازی سے عاجز ہوتا ہے۔

ابن عساکر وغیرہ نے نوف بکالی اور سفیان ثوری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ عزیر علیہ السلام نے تقدیر کے متعلق سوال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انبیاء علیہم السلام سے خارج کر دیا۔ لیکن یہ بات منکر ہے اور ان کا صحیح ہونا محل نظر ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔

عبدالرزاق اور قتیبہ بن سعید نے نوف بکالی سے نقل کیا ہے کہ عزیر علیہ السلام نے اپنی مناجات میں اپنے رب سے سوال کیا کہ۔

اے پروردگار آپ خود ہی مخلوق پیدا کرتے ہیں اور پھر جس کو چاہتے ہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ہدایت دے دیتے ہیں یہ کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سوال رہنے دو۔ انہوں نے پھر یہی سوال کیا تو پھر آپ کو کہا گیا کہ اس سوال سے اعراض کرو۔ ورنہ تمہارا نام انبیاء علیہم السلام کی صف سے خارج کر دوں گا میں جو کچھ کرتا ہوں اس کے متعلق مجھ سے کوئی نہیں پوچھ سکتا جب کہ لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی تھی اگر وہ دوبارہ سوال کرتے تو ان کا نام انبیاء علیہم السلام کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک نبی ایک درخت کے نیچے اترا تو ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا تو اس نے چیونٹی کا گھر تلاش کرنے کا حکم دیا تو درخت کے نیچے سے نکال کر اس کا گھر تلاش کر لیا گیا پھر اس کے حکم سے ان سب کو آگ سے جلا دیا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ تو نے صرف ایک چیونٹی کو کیوں نہ مارا۔ اسحاق بن بشر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ نبی عزیر علیہ السلام تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری سے بھی یہی منقول ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی تھے۔

تذکرہ حضرت زکریا ویحییٰ علیہما السلام

اپنی کتاب عزیز میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كٓهيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ——— .... حَيًّا (مریم ۱ تا ۱۵)

یہ تیرے پروردگار کی مہربانی کا ذکر (ہے جو اس نے) اپنے بندے زکریا پر (کی تھی) جب انہوں نے اپنے رب کو دبی آواز میں پکارا (اور) کہا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں اور (سر ہے کہ) بڑھاپے کی وجہ سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور اے میرے پروردگار اس کو خوش اطوار بنائیو۔ اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا جس حال میں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں کہا اسی طرح ہوگا تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی پیدا کر چکا ہوں اور تم پہلے کچھ نہ تھے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردے۔ فرمایا کہ نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کرسکو گے پھر وہ عبادت کے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح وشام خدا کو یاد کرتے رہو۔ اے یحییٰ (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی دی تھی اور وہ پرہیزگار تھے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔ اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا ——— وَالْإِبْكَارِ (آل عمران ۳۷ تا ۴۱)

"اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر) ایک دن مریم سے پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے وہ بولیں کہ خدا کے ہاں سے (آتا ہے) بے شک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔"

اسی وقت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور کہا کہ اے پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما۔ بیشک تو دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے ہوں گے اور خدا کے پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔ زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا کہ میں تو بڈھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریا نے کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ خدا نے فرمایا کہ نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کرسکو گے تو ان دنوں میں اپنے پروردگار کی تسبیح صبح وشام کرنا۔

اور سورۂ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ ——————— خَاشِعِينَ (الانبیاء ۸۹ تا ۹۰)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ (الانعام۔۸۵)

"اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو ہم نے ہدایت دی اور وہ سب نیکوں میں سے تھے۔"

نام ونسب:

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی مشہور و معروف اور ضخیم کتاب میں حضرت زکریا علیہ السلام کا نام ونسب کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے۔ زکریا بن برخیا۔ بعض نے زکریا بن دان اور بعض نے زکریا بن لدن بیان کیا ہے۔

زکریا بن برخیا بن مسلم بن صدوق بن حشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیق بن برخیا بن بلعطہ بن ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے اور آپ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے۔

آپ دمشق کے مضافات البثنیہ بستی میں اپنے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کو تلاش کرنے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب آپ کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا تو آپ دمشق میں موجود تھے۔ آپ کے نسب کے متعلق دیگر اقوال بھی ہیں۔ اور زکریا کے لفظ کو الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور زکری بھی پڑھا جاتا ہے۔

اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کریں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑھاپے کی عمر میں یحییٰ عطا فرمایا جب کہ آپ کی بیوی جوانی کی عمر میں بھی بانجھ تھی اور اب تو بہت عمر رسیدہ ہو چکی تھی۔

اور اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی اللہ کی رحمت اور فضل سے مایوس اور نا امید نہ ہو۔ یہ تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا۔

حضرت قتادہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ دل کو جانتا اور پوشیدہ آواز کو سنتا ہے۔ بعض متقدمین سے مذکور ہے کہ وہ رات کو اٹھے اور پوشیدہ طور پر اپنے رب کو پکارا اور اس وقت کے موجود لوگوں سے اپنی آواز چھپائی اور عرض کیا اے میرے رب۔ اے میرے رب۔ اے میرے مالک اے میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں حاضر ہوں حاضر ہوں۔ عرض کیا کہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر نے بڑھاپے سے جوش مارا ہے یہ استعارہ ہے کہتے ہیں کہ آگ نے لکڑیوں میں جوش مارا۔ یعنی سر کے بالوں کی سیاہی پر سفیدی نے غلبہ پا لیا ہے اور بڑھاپا ظاہر ہو چکا ہے۔ جیسے کہ ابن درید نے اپنے مقصورہ قصیدہ میں کہا ہے:

إما ترى رأسي حاكى لونه

طرة صبح تحت أذيال الدجى

واشتعل المبيض في مسوده

مثل اشتعال النار فی جمر الغضا

وآض عود اللهو یبساً ذاویا

من بعد ما قد کان مجاج الثری

"کیا تو میرا سر نہیں دیکھ رہا جس کا رنگ اس صبح کے پہلو کی حکایت کررہا ہے جو تاریکی کے دامن سے ظاہر ہوئی ہے اور اس اندھیرے سے روشنی اس طرح ظاہر ہوئی جس طرح جھاؤ کے ڈھیر میں بھڑک اٹھی ہو بڑھاپے کی لکڑی خشک ہوگئی ہے حالانکہ پہلے وہ تر مٹی کی ٹہنی (کی طرح) تر و تازہ تھی۔"

الغرض یہ کہ بڑھاپا ظاہری اور باطنی لحاظ سے اس پر چھا گیا ہے اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی "میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر نے بڑھاپے سے جوش مارا ہے"

اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ میں تجھ سے مانگ کر کبھی بدبخت نہیں ہوا۔ یعنی میں اس چیز کا عادی ہوں کہ جب بھی میں نے تجھ سے مانگا تو تو نے اسے قبولیت سے مشرف فرمایا۔ اس دعا کا سبب اور محرک یہ تھا کہ آپ جب حضرت مریم بنت عمران کے نگران بنے تو آپ جب بھی ان کے کمرے میں جاتے تو وہاں بغیر موسم کے میوے اور پھل موجود پاتے اور یہ اولیاء کی کرامات میں سے ہے آپ کو اس واقعہ سے احساس ہوا کہ جو ذات موسم کے بغیر پھل دے سکتی ہے وہ بے موسم اولاد دینے پر بھی قادر ہے اگرچہ ہم میاں بیوی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اسی لئے اسی جگہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ اولاد کی دعا کی۔ اور عرض کی کہ میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ موالی سے عصبہ مراد ہیں گویا آپ کا خطرہ لاحق ہوا کہ ان کے بعد بنی اسرائیل شریعت اور اللہ کی اطاعت کے خلاف کام کریں گے اس لئے اللہ سے اپنی حقیقی اولاد کا سوال کیا جو نیکو کار پرہیزگار اللہ کی پسندیدہ ہو۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ پس مجھے اپنی طرف سے کچھ عطا کر۔ یعنی اپنی قدرت اور طاقت کے ساتھ مجھے بچہ دے جو میرا وارث بن سکے جو نبوت اور بنی اسرائیل میں اللہ کے احکام نافذ کرنے میں میرا جانشین بنے اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا وارث بنے۔ یعنی جیسے میرے آباء و اجداد یعقوب علیہ السلام کی نسل سے نبی ہوئے ہیں تو اس کو بھی ان کی طرح نبوت اور وحی کا عز و شرف عطا فرما۔ اس جگہ مال کی وراثت مراد نہیں ہے جیسے کہ بعض شیعہ کی رائے ہے اور ابن جریر نے ان کی موافقت کی ہے اور ابوصالح سے بھی یہی رائے منقول ہے۔

اور مال کی وراثت مراد نہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں مراد نبوت اور حکمت ہے اور اس کی تائید میں ایک حدیث بھی بیان کر آئے ہیں جو کہ کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت سی کتب حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں ہم اس کے وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کے متعلق نص ہے کہ اللہ کے رسول کی وراثت جاری نہیں ہوئی اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ مال آپ کے کسی وارث کو نہیں دیا جو آپ کو زندگی میں آپ کے لئے خاص تھا۔ اگر یہ نص نہ ہوتی تو وہ مال یقیناً آپ کے وارثوں میں تقسیم کردیا جاتا آپ کے ورثاء میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی نو ازواج مطہرات اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کو وراثت نہ دینے کا استدلال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی مذکورہ حدیث سے کیا۔ اور یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر درج ذیل صحابہ کرام حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی

بن ابی طالب، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے

(۲)۔امام ترمذی نے تمام انبیاء کے بارے میں اسی مضمون کی حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) انبیاء علیہم السلام کے ہاں دنیا اس سے کہیں زیادہ حقیر ہے کہ وہ اس کو جمع کریں اور اس کی طرف توجہ کریں یا اس کا معاملہ ان کے ہاں اتنی زیادہ اہمیت والا ہو کہ وہ ڈر سے اولاد اس لئے مانگیں کہ وہ ان کی مالی وراثت کو سمیٹ سکیں۔ زہد وتقویٰ میں انبیاء علیہم السلام سے کم درجے کے لوگ دنیا کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دیتے کہ وہ مالی وراثت کا حقدار بننے کے لئے اولاد کا سوال کریں۔

(۴)۔حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ کام کرتے اور تھوڑی کمائی کھاتے اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے تو انبیاء علیہم السلام سے یہ بات بعید ہے کہ وہ مشقت اٹھا کر مال جمع کریں جو ان کے بعد ان کے ورثاء کے حصے میں آئے۔ یہ بات غور وفکر کرنے اور فہم وتدبر کرنے والے کے لئے بالکل واضح ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ اسی طرح مسلم اور ابن ماجہ نے کئی سندوں سے مذکورہ روایت بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے زکریا ہم تجھے ایسے بچے کی خوشخبری دیتے ہیں کہ جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا ہمنام نہیں بنایا۔ مذکورہ آیت کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران نمبر ۳۹)

پس فرشتوں نے اسے آواز دی جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمے کی تصدیق کرنے والا۔ سردار، (عورتوں سے) بچنے والا نبی نیکوں میں سے ہوگا۔ جب آپ کو خوشخبری دی گئی اور خوشخبری یقینی طور پر متحقق ہوگئی تو تعجب سے بچہ پیدا ہونے کے متعلق پوچھنے لگ گئے۔

عرض کی کہ اے پروردگار میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ میری عورت بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی حد تک پہنچ گیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ بوڑھے آدمی کے ہاں بچہ کیسے ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ستر برس تھی لیکن زیادہ امکان یہ ہے کہ آپ کی عمر اس سے کہیں زیادہ تھی (واللہ اعلم)

میری بیوی بانجھ ہے۔ یعنی میری بیوی جوانی کی عمر ہی سے بانجھ ہے بچہ جننے کے قابل نہ تھی۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کیا تم مجھے اس وقت خوشخبری دیتے ہو کہ جب کہ مجھے بڑھاپے نے گھیرا ہے پس تم کیسی خوشخبری دیتے ہو؟

اور آپ کی بیوی سارہ نے فرمایا ہائے افسوس کیا میں بوڑھی ہو کر (بچہ جنم دوں گی اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے بیشک یہ بڑی تعجب والی چیز ہے انہوں نے کہا کیا آپ اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہیں اے نبی کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکت ہو بیشک اللہ تعریف والا بزرگی والا ہے۔

اللہ کی طرف سے وحی لانے والے فرشتے نے بھی اس طرح زکریا علیہ السلام کو جواب دیا۔ کہا کہ اس طرح تیرے رب نے کہہ دیا وہ مجھ پر آسان ہے حالانکہ میں اس سے پہلے تجھے پیدا کر چکا ہوں اور تو کچھ بھی نہ تھا یعنی جب تو بالکل کچھ نہ تھا تو میں نے تجھے پیدا کیا تو کیا اب تجھ سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اگرچہ تو بوڑھا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے اس کے لئے اس کی بیوی درست کر دی۔ بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے لئے عاجزی کرنے والے تھے۔ بیوی درست کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اسے حیض نہیں آتا تھا تو اس کو حیض آنے لگ گیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی زبان میں تیزی تھی کوئی کمی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے درست کر دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی بنا دے۔ یعنی میرے لئے اس وقت کے لئے کوئی علامت بنا دے جب میری بیوی اس بچے کے ساتھ حاملہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تو صحیح وسالم ہونے کی حالت میں کسی سے تین راتیں کلام نہیں کر سکے گا مگر صرف اشارے سے کلام کرے گا حالانکہ تو بالکل صحیح وتندرست اور صحیح مزاج والا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ آپ کو دل کی حاضری کے ساتھ اللہ کو یاد کرنے اور تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر جب آپ کو خوشخبری دی گئی تو آپ بڑی خوشی سے اپنے حجرے سے اپنی قوم کی طرف نکلے تو ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔

مذکورہ آیت میں "اوحی" سے مراد مخفی طریقہ سے بات کرنا ہے یا تو وہ لکھ کر کہا تھا جیسے مجاہد اور سدی نے کہا ہے یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کر کے کہا تھا یہ رائے حضرت مجاہدؒ کی بھی ہے اور وہب اور قتادہ نے بھی یہی کہا ہے۔ حضرت مجاہد، عکرمہ، وہب، سدی اور قتادہ رضی اللہ نے کہا ہے کہ کسی بیماری کے بغیر ان کی زبان بند کر دی گئی تھی۔ ابن زیدؒ نے فرمایا ہے کہ وہ پڑھتے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے لیکن ان میں کسی سے کلام کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے یحییٰ قوت کے ساتھ کتاب پکڑو۔ اور ہم نے اسے بچپن میں ہی حکمت ودانائی سے نوازا۔ اس میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ میں نے زکریا علیہ السلام کو اس طرح کا بچہ عطا کیا جس کی اس کو خوشخبری دی گئی تھی کہ ان کو بچپن میں ہی کتاب اور حکمت ودانائی سے نواز دیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بیان کیا ہے کہ معمر نے کہا ہے کہ بچوں نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے ساتھ کھیل کے لئے چلو تو انہوں نے فرمایا کہ ہم کھیل کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے فرمان "وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا" کا یہی مطلب ہے

اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "وحنانا" میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا مفہوم ہے۔ بواسطہ مجاہد عکرمہ قتادہ اور ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے رحمت کی سے مراد یہ ہے کہ ہم نے زکریا علیہ السلام پر رحمت کی اور اسے یہ بچہ عطا کیا اور حضرت عکرمہ نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم محبت کرنا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ صفت ہے جس کے ذریعہ یحییٰ علیہ السلام لوگوں پر مہربانی کرتے اور خصوصی طور پر والدین سے محبت وشفقت سے پیش آتے اور ان کے ساتھ نیکی کرتے تھے۔

اور آیت مذکورہ "زَكَاةً" سے مراد اخلاق وکردار کی پاکیزگی اور عیوب ونقائص سے سلامتی تقویٰ سے مراد اللہ کے اوامر کی پیروی اور معصیت سے اجتناب کر کے اطاعت وفرمانبرداری کا ثبوت دینا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے والا اور قول و عمل کے ساتھ ان کی نافرمانی چھوڑنے والا ہے پھر فرمایا۔ اور اس پر سلامتی ہے جس دن پیدا ہوا اور جس دن وہ وفات ہوگا اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

انسان پر یہی تین اوقات زیادہ مشکل اور کٹھن ہوتے ہیں کیونکہ ان اوقات میں آدمی ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوتا ہے انسان ایک جہان سے مانوس اور متعارف ہو کر دوسرے جہان میں جاتا ہے اور اس کو خبر نہیں ہوتی کہ آگے اس کے لئے کیا ہے۔

جب وہ اپنی ماں کے پیٹ کی نرم و نازک جگہ (رحم مادر) سے باہر نکلتا ہے تو چیختا چلاتا ہے کیونکہ اس دنیا میں اس کے غموم و ہموم سہنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اس دنیا کو چھوڑ کر عالم برزخ کی طرف جاتا ہے جو قیامت اور دنیا کے درمیان میں ہے وہ دنیا کے محلات اور وسیع و عریض گھر چھوڑ کر تنگ و تاریک قبر میں چلا جاتا ہے۔ وہاں قیامت کے دن اکٹھے ہونے کے لئے صور پھونکے جانے کا انتظار کرتا ہے پھر اپنے اعمال کی وجہ سے حق کا سامنا کرتا ہے ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

ولـــدتك امك بـــــاكيـــا
والنـــاس يـضـحـكـون حـولك سـرورا
فـاعـمل لـنـفـسك ان تـكون اذا بـكوا
فـي يـوم مـوتك ضـاحـكـا مـسرورا

"تیری ماں نے تجھے جنم دیا تو تو رو رہا اور چلا رہا تھا اور لوگ تیرے آس پاس خوش ہو رہے اور ہنس رہے تھے۔ پس اب اپنے لئے ایسے کام پسند کر کہ تیری موت کے وقت وہ رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔"

جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر یہ تین وقت مشکل اور سخت ترین ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان تینوں اوقات میں پریشانی سے سلامتی عطا کی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے لئے اللہ سے بخشش طلب کرو آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کیجئے آپ مجھ سے اچھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ آپ مجھ سے اچھے ہیں کیونکہ میں نے خود اپنی سلامتی کے لئے دعا کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر خود سلامتی بھیجی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ سردار، روکنے والے اور نبی نیکوں میں سے ہوں گے۔

حَصُوراً: سے مراد عورتوں سے رکنے والے کے ہیں اور اس کے مفہوم کے بارے میں اور بھی کئی اقوال ہیں مگر یہ معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ زکریا علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا کر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے ہر بیٹے نے غلطی کی یا غلطی کا ارادہ کیا مگر یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور کسی کے لائق نہیں ہے کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

اس روایت کے راوی علی بن جدعان ہیں اور ان پر بہت ائمہ فن کی طرف سے کلام کیا گیا ہے: منکر الحدیث ہے۔ ابن خزیمہ اور دارقطنی نے علی بن زید بن جدعان کے واسطے سے طویل حدیث روایت کی ہے پھر ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ ہماری شرط پر نہیں۔ حضرت ابن وہب نے حضرت ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس آئے اور وہ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک نے کہا موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور دوسرے نے کہا کہ عیسیٰ روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہے ایک نے کہا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شہید ابن شہید کہاں ہیں (ان کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے) وہ بالوں کا لباس بنا ہوا پہنتے اور درختوں کے پتے کھاتے کیونکہ ان کو گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ ابن وہب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اس سے مراد یحییٰ بن زکریا علیہما السلام تھے۔

محمد بن اسحاق جو مدلس ہیں انہی نے اپنی سند سے حضرت ابن العاص سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد قیامت کے دن آئے گی اور ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا مگر یحییٰ بن زکریا علیہ السلام۔

یہ روایت محمد بن اسحاق سے مروی ہے جو مدلس ہے اور یہاں عن کے ساتھ بیان کرتا ہے اور مدلس کی ایسی روایت قابل حجت نہیں ہے علامہ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ جو بھی اللہ سے ملاقات کرے گا اس کے ذمہ کوئی نہ کوئی گناہ ضرور ہوگا مگر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام۔

(یہ گناہ کے بغیر اللہ سے ملاقات کریں گے) پھر انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔

وَسَيِّدًا وَحَصُورًا: "وہ سردار اور رکنے والے تھے۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ ان کے ساتھ آلہ تناسل اتنا ہی تھا پھر وہ کاٹ دیا گیا

یہ روایت اس سند سے موقوف ہے اور مرفوع کی بجائے اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے۔ (صحابی کے قول و فعل کو موقوف کہتے ہیں) حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ حسن و حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہوں گے سوائے خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے۔

ابو نعیم اصبہانی نے اپنی سند سے ابو سلیمان سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اکٹھے چل رہے تھے کہ یحییٰ علیہ السلام ایک عورت سے ٹکرا گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہ اے خالہ زاد بھائی آپ سے وہ غلطی ہوئی ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ کبھی معاف نہیں ہوگی یحییٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے خالہ زاد بھائی وہ کیا غلطی ہے؟ فرمایا کہ آپ ایک عورت سے ٹکرا گئے ہیں یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے اس کا کوئی احساس نہیں ہوا فرمایا کہ سبحان اللہ آپ کا جسم تو میرے ساتھ ہے اور آپ کی روح کہاں ہے آپ نے جواب دیا کہ عرش کے ساتھ لگی ہوئی ہے پھر فرمایا کہ اگر میرا دل جبرئیل کی طرف لگ جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اللہ کی معرفت آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی حاصل نہیں کی۔

اس روایت میں غرابت (اجنبیت) ہے اور یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔

حضرت خیثمہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے عیسیٰ علیہ السلام اون کا لباس پہنتے اور یحییٰ علیہ السلام اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا لباس زیب تن فرماتے ان میں سے کسی کے پاس درہم و دینار اور غلام اور لونڈی نہ تھے اور نہ ہی کسی کے پاس رہنے کے لئے گھر تھا جس جگہ رات ہو جاتی وہاں ٹھہر کر آرام کر لیتے جب دونوں

ایک دوسرے سے الگ ہونے لگے تو یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے وصیت کریں فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو کہا کہ میں غصے سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر فرمایا کہ مال جمع نہ کرنا۔ فرمایا ہاں میں اس کی طاقت رکھتا ہوں یہ کام ہو سکتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا انتقال فرمانا:

اس بارے میں حضرت وہب بن منبہ سے روایات مختلف ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی وفات طبعی ہوئی یا کہ شہید کر دیئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی قوم سے بھاگے اور ایک درخت کے اندر چھپ گئے اور لوگ ان کے پیچھے بھاگے اور انہوں نے آکر آرے کے ساتھ درختوں کو چیرنا شروع کر دیا جب آرا پسلیوں تک پہنچا تو آپ نے زور سے چلانا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اگر تیری چیخ و پکار بند نہ ہوئی تو میں زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب کو الٹ دوں گا یہاں تک کہ آپ کی چیخ و پکار رک گئی اور آپ کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

لیکن اس کے مقابل میں اسحاق بن بشر نے وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیا علیہ السلام کے لئے درخت پھٹا تھا اور زکریا علیہ السلام طبعی موت سے فوت ہوئے تھے۔ حارث اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل تک پہنچانے کا ان کو حکم ہوا قریب تھا کہ وہ سستی کرتے تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ آپ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کرنے کا حکم دینے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ یہ تو ان باتوں کو ان تک پہنچائیں یا مجھے حکم دیں میں ان کو یہ باتیں بتاتا ہوں فرمایا کہ اے بھائی اگر تو مجھ سے پہل کرے گا تو مجھے خطرہ ہے کہ مجھے عذاب دیا جائے گا یا میں زمین میں دھنسا دیا جاؤں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا یہاں تک کہ مسجد بھر گئی پھر آپ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور یہ بھی مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں بھی ان پر عمل کرنے کا کہوں۔

(۱) یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اللہ کے ساتھ شریک بنانے کی مثال تو ایسے ہے کہ کسی نے اپنے ذاتی مال سونے یا چاندی سے غلام خریدا اب یہ غلام محنت مزدوری کر کے اپنی کمائی مالک کے علاوہ کسی دوسرے کو دیتا ہے تم میں سے کون ہے جو اپنے غلام کی یہ حرکت پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تم کو رزق دیتا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہوں بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا رخ اس بندے کی طرف متعین کر لیتا ہے جب تک وہ کسی اور طرف دھیان نہیں دیتا۔ لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر نہ دیکھو۔

(۳)۔ تیسری بات یہ ہے کہ میں تم کو روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ روزے دار کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی آدمی کے پاس کستوری کی تھیلی ہے اور وہ ایک جماعت میں موجود ہے اور سب لوگ اس کی خوشبو محسوس کر رہے ہیں۔ اور اس سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ اور روزے دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔

(۴)۔ چوتھی بات یہ ہے کہ میں تم کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کا ہاتھ گردن سے باندھ دیا ہو اور اس کی گردن اڑانے کے لئے آگے ہوا وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنا فدیہ دیتا ہوں پھر

اس نے تھوڑا بہت سب مال دے کر اپنے آپ کو دشمن سے آزاد کرا لیا۔ (ایسے ہی صدقہ دینے والا اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کر لیتا ہے)۔

(۵)۔ پانچویں بات یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیتا ہوں اور اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی کا دشمن اس کے پیچھے لگا ہے اور وہ جلدی سے اس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک قلعہ میں داخل ہو کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ شیطان سے آدمی اس وقت سب سے زیادہ محفوظ ہوتا ہے جب وہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے (۱) جماعت (۲۔۳) سمع و طاعت (۴) ہجرت (۵) اور جہاد فی سبیل اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو آدمی جماعت سے ایک بالشت کے بقدر الگ ہوا تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار پھینکی مگر یہ کہ واپس آ جائے (تو بچ جائے گا) اور جس نے جاہلیت کا پکار پکاری تو وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگرچہ وہ شخص خواہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اگرچہ وہ روزہ رکھتا ہو نماز پڑھتا ہو اور سمجھے کہ وہ مسلمان ہے، مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کا نام مسلمین اور مومنین اور عباد اللہ (اللہ کے بندے) رکھا ہے۔

اسی طرح ابو یعلیٰ، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور طبرانی نے مختلف اسناد کے ساتھ مذکورہ روایت کو بیان کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے الربیع بن انس کی روایت سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یوں کہا گیا ہے کہ انہوں نے جو باتیں بنی اسرائیل کے علماء سے سنی ہے ان میں سے یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزیں دیں پھر پچھلی روایت کی طرح بیان کی ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ یحییٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے اور وہ جنگلوں سے مانوس تھے اور درختوں کے پتے کھاتے اور نہروں سے پانی پیتے اور بعض اوقات ٹڈی کی غذا حاصل کرتے اور اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہتے اے یحییٰ تم سے زیادہ انعام یافتہ کون ہے؟۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ان کے والدین ان کی تلاش میں نکلے تو جھیل اردن کے پاس ان کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہوئی تو وہ بہت زیادہ روئے اور اپنے والدین کو بھی رلایا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ وہ زیادہ عبادت گزار اور اللہ سے بہت ڈرتا ہے۔

ابن وہب نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ آپ کی خوراک گھاس تھی اور خشیت کے ڈر سے اتنا زیادہ روتے کہ اگر ان کی آنکھوں پر تارکول رکھ دی جائے تو آپ کے آنسو اس کو بھی بہا دیں۔

حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میں حضرت ادریس الخولانی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ وعظ و نصیحت کر رہے تھے اسی اثنا میں وہ فرمانے لگے کیا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا کس کا تھا پھر جب آپ نے محسوس فرمایا کہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں تو فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا کھاتے تھے وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ چرا کرتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں لوگوں کی معاش میں وہ ان کے ساتھ مل نہ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن المبارک وھب بن ورد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کو تین دن گم پایا پھر وہ ان کی تلاش میں جنگل کی طرف نکلے۔ تو اچانک دیکھا کہ وہ قبر کھود کر اس میں کھڑے رو رہے ہیں حضرت

وہ اس سے پہلے بیاہ نہیں کیا کرتا تھی بادشاہ نے خوش ہو کر کہا کہ مجھ سے مانگ لے تو جس چیز کا سوال کرے گی میں دوں گا۔ اس نے کہا کہ یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کا خون چاہیے بادشاہ نے کہا کہ کچھ اور مانگ لے اس کے سوا۔ اس نے کہا میں یہی چاہتی۔ بادشاہ نے اس کی بات مان لی اور اپنے کارندے بھیجے حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے یہ اس کی ایک جانب نماز میں مصروف تھا انہوں نے یحییٰ (علیہ السلام) کو ایک تھال میں ذبح کیا اور اس کا خون اور سر لے جا کر عورت کے سامنے پیش کر دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ان کا سر ملکہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اسی روز بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اس کے گھر والوں اور نوکروں چاکروں کو زمین میں دھنسا دیا۔ جب صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے کہا کہ زکریا کا رب زکریا کی وجہ سے ہم پر ناراض ہو گیا ہے۔ لہٰذا بنی اسرائیل نے کہا کہ آؤ ہم اپنے بادشاہ کی وجہ سے ناراض ہوتے اور زکریا علیہ السلام کو قتل کرتے ہیں۔ میرے پاس ایک آدمی اس صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے آیا تو میں وہاں سے بھاگا ابلیس ان کے آگے آگے میرے بارے میں ان کو بتا رہا تھا جب مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ میں ان سے بھاگ نہیں سکتا۔ تو میرے سامنے ایک درخت آیا اس نے مجھے پکارا اور کہا کہ میری طرف آ جاؤ وہ درخت میرے لئے پھٹ گیا میں اس میں داخل ہو گیا فرمایا کہ ابلیس نے میری چادر کا ایک پلو پکڑ لیا تو درخت کے دونوں حصے مل گئے اور میری چادر کا وہ پلو درخت سے باہر رہ گیا بنی اسرائیل آئے تو ابلیس نے کہا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ اپنے جادو کے ذریعے اس درخت میں داخل ہو گیا ہے اور اس کی چادر کا ایک پلو باہر ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس درخت کو جلا دیتے ہیں ابلیس نے کہا کہ نہیں بلکہ اسکو آرے کے ساتھ چیر دو۔ تو میرے سمیت ان لوگوں نے درخت کو چیر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے سوال کیا کہ کیا آپ کو کوئی تکلیف یا درد محسوس ہوا فرمایا کہ نہیں البتہ اس درخت کی تکلیف کا احساس ہوا جس میں میری روح ڈال دی گئی تھی۔ یہ واقعہ بہت زیادہ عجیب و غریب ہے آپ کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے اس میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ وہ کسی صورت میں بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔ معراج شریف کی جتنی احادیث ہیں ان میں کسی میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر نہیں ملتا۔ صرف اسی ایک روایت میں ان کا ذکر ہے البتہ احادیث اسراء میں یہ الفاظ محفوظ ملتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پاس سے گذرا۔ وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔

جمہور علماء کی رائے ظاہر حدیث کے مطابق ہے کیونکہ ام یحییٰ اشیاع عمران تھیں جو مریم بنت عمران کی بہنیں ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام مریم کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ اور یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا قتل مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا یا کہیں اور جگہ؟

شملہ بن عطیہ نے بیان کیا ہے کہ بیت المقدس کی ایک چٹان پر ستر انبیاء علیہم السلام قتل کئے گئے ان میں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے اپنی سند سے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب بخت نصر دمشق میں آیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون ابل رہا ہے تو اس نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے اس کو آگاہ کیا تو اس نے آپ کے خون پر ستر ہزار آدمی قتل کئے تو وہ پرسکون ہو گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بخت نصر کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیش آیا۔ جیسا کہ اسی طرح حضرت عطاءؒ اور حسن بصریؒ نے فرمایا ہے۔

حافظ ابن عساکرؒ نے زید بن واقد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر دیکھا ہے جب لوگوں نے دمشق کی مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو آپ کا سر مبارک حجرے کے ستون والے قبلے کی جانب ستونوں میں سے ایک مشرقی ستون کے نیچے سے نکالا گیا اور آپ علیہ السلام کا چہرہ اور بال اسی حالت میں تھے ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اور

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا کہ ابھی ابھی قتل کئے گئے ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب "المستقصی فی فضائل الاقصی" میں قاسم مولیٰ معاویہ سے ذکر کیا ہے کہ دمشق کا بادشاہ ہداد بن ہدار تھا اس نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بھتیجی اریل سے کر دی جو صیدا کی ملکہ تھی اس کی ملکیت میں دمشق کا مشہور بادشاہوں والا بازار بھی تھا۔ جس میں سونے کا کاروبار ہوتا تھا ایک مرتبہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دینے کی قسم اٹھائی۔ پھر اس نے رجوع کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں فتویٰ پوچھنے کے لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے فرمایا کہ وہ تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے۔ اس وقت سے ملکہ کے دل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق کینہ پیدا ہو گیا اور اس نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا اور یہ اس نے اپنی ماں کے اشارے پر کہا تھا۔ بادشاہ نے انکار کیا مگر بعد میں اس پر رضامند ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کی طرف ایک آدمی بھیجا جو تھال میں ان کا سر رکھ کر پیش کرے۔ تو اس وقت جبرون کی مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

جب وہ آدمی سر لایا تو اس سے آواز آرہی تھی کہ وہ اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔ عورت نے سر پکڑا اور سر پر اٹھا کر ماں کے پاس لائی۔ اور اس سے ابھی تک وہی آواز آرہی تھی جب وہ اپنی ماں کے سامنے کھڑی ہوئی تو زمین میں دھنسنا شروع ہو گئی پہلے پاؤں تک پھر سرین تک دھنس گئی اس کی ماں چیخ و پکار کرنے لگ گئی۔ اور خادماؤں نے بھی واویلا کرنا شروع کر دیا اور اپنے چہرے پر تھپڑ مارنے لگیں پھر وہ عورت کندھوں تک زمین میں دھنس گئی اس کی ماں نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ لے تا کہ اس کے سر کے ساتھ تسلی حاصل کرے۔ جب جلاد نے سر کاٹ کر جدا کر لیا تو زمین نے اس کا پورا جسم نگل لیا اور وہ لوگ ذلت و رسوائی میں غرق ہو گئے۔ اور یحییٰ علیہ السلام کا خون جوش مارتا رہا۔ یہاں تک کہ بخت نصر آیا اور اس نے وہاں پچھتر ہزار آدمی قتل کئے۔

حضرت سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ یہ ہر نبی کا خون تھا۔ اور وہ ہمیشہ جوش مارتا رہا یہاں تک کہ اللہ کے نبی ارمیا علیہ السلام آکر اس پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے خون تو نے بنی اسرائیل کو فنا کر دیا ہے اب تو اللہ کے حکم سے پرسکون ہو جا۔ پس وہ خون اٹھنا بند ہو گیا اور تلوار اٹھا لی گئی اور دمشق سے بھاگنے والے بیت المقدس کی طرف بھاگ گئے۔ مگر بادشاہ نے ان کا پیچھا کیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا اور بہت کو قید کر لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے تو وہ شیطان کے چھونے سے چیختا ہے سوائے مریم اور ان کے بیٹے کے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہتے ہو تو قرآن سے اس کی تصدیق پڑھو "اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں"۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہر ایک کو شیطان اپنی انگلی سے چھوتا ہے مگر مریم بنت عمران اور ان کا بیٹا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کو جب کہ اس کی ماں اس کو جنم دیتی ہے تو شیطان اسکے پہلو میں کچوکے مارتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان کے اس کے پہلو میں کچوکا لگانے سے ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر بچے کو (پیدا ہونے کے بعد) شیطان ایک یا دو بار چھوتا ہے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اور حضرت مریم کے۔ پھر آپ نے تلاوت فرمائی "وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" "اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اسی طرح روایت کی ہے محمد بن اسحاق نے یزید بن قسیط کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک کو شیطان اس کے پہلو میں کچوکا مارتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے مگر عیسیٰ بن مریم کو کچوکا مارنا چاہا تو پردے پر مار دیا۔ (عیسیٰ بن مریم کو اللہ نے محفوظ رکھا)

یہ حدیث صحیحین کی شرط پر ہے لیکن اس سند کے ساتھ انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ الآیۃ

"پس اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول کیا اور اس کی اچھی پرورش کی اور اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری زکریا (علیہ السلام) کو دے دی"۔

بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان کی ماں نے ان کو جنم دیا تھا تو ان کو کپڑوں میں لپیٹ کر مسجد میں لے گئی اور انہیں مسجد کے خدام کے سپرد کر دیا جو وہاں قیام پذیر تھے۔ یہ ان کے امام کی بیٹی تھی تو ان کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اس نے دودھ پلانے کی مدت ختم ہونے کے بعد مریم کو ان کے سپرد کیا ہوگا۔ جب حضرت مریم علیہا السلام کی ماں نے ان کے سپرد کیا تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا کہ کون اس کی کفالت و نگرانی کریگا۔ اس زمانے میں زکریا علیہ السلام ان کے نبی تھے ان کا خیال تھا کہ میں ہی اس کی کفالت کروں کیونکہ آپ کی بیوی مریم کی بہن یا خالہ تھی (یہ دونوں قول پہلے گزر چکے ہیں) بیت المقدس کے خدام سب اس کی نگرانی کرنے کے خواہشمند تھے۔ انہوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی۔ تقدیر نے زکریا علیہ السلام کی مدد کی اور قرعہ ان کے نام نکلا (اللہ کی طرف سے یہ بہتر تھا) کیونکہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو اس کا نگران بنا دیا۔ یعنی قرعہ ان کے نام نکل آیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

پر منتخب کرتا ہے جیسے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تجھے لوگوں پر چن لیا ہے اور بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو جہانوں پر پسند کیا ہے لیکن جب یہ بات تو واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور یہ امت محمدیہ تمام پہلی امتوں سے افضل ہے اور بنی اسرائیل سے تعداد میں زیادہ علم میں اعلیٰ اور عمل میں زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہے اس لئے مذکورہ تمام مقامات میں العلمین سے اپنے اپنے وقت کے لوگ مراد ہوں گے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ آیت "اور ہم نے تجھے جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا" میں عمومی مفہوم ہو اور حضرت مریم اپنے سے پہلے اور بعد کی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہوں کیونکہ اگر وہ نبی ہیں جیسے کہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مریم اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی نبوت کے قائل ہیں اور وہ اس سے دلیل لیتے ہیں کہ ان سے فرشتوں نے کلام کیا اور ام موسیٰ کی طرف وحی ہوئی تو حضرت مریم ام موسیٰ اور حضرت سارہ سے افضل ہوں گی کیونکہ جہانوں کی عورتوں پر منتخب کرنے کا لفظ عام ہے اور اس کے خلاف سے متعارض کوئی دلیل نہیں ہے۔

البتہ علماء جمہور کی رائے کے مطابق نبوت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں میں سے کوئی عورت نبوت کے مقام پر فائز نہیں ہوئی۔ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ابوالحسن الاشعری نے نقل کیا ہے اس لحاظ سے حضرت مریم مقام نبوت کے علاوہ باقی تمام مراتب میں اعلیٰ وارفع مرتبے پر فائز ہوں گی۔

جیسے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ (المائدہ آیت نمبر ۷۵)

"مسیح ابن مریم دوسرے (رسولوں کی طرح) رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ ہے۔"

اس لحاظ سے یہ بات کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت مریم پہلے اور بعد کی تمام صدیقہ عورتوں سے افضل ہوں۔ احادیث میں حضرت مریم کا تذکرہ حضرت آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمۃ الزہرا کے ساتھ اکٹھا ہوا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران اور عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جہاں کی عورتوں سے تجھے چار کافی ہیں۔ مریم بنت عمران فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اور اس روایت کو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جہاں کی عورتوں میں سب سے بہتر چار عورتیں ہیں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی، خدیجہ بنت اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ)۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچے سے بچپن میں بہت شفقت اور محبت سے پیش آتی ہیں اور خاوند کے مال کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں۔ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مریم اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔ یہ روایت کئی طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں پھر آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے کہا کہ اللہ اور اس

کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والی عورتیں مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد، اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے عورتوں میں سے چار عورتیں کافی ہیں۔ جو جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں پھر مذکورہ چار عورتوں کا ذکر فرمایا (ابن عساکر)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ مجھے اس کی حقیقت بیان کرو جب تم رسول اللہ ﷺ پر جھکیں اور رو پڑیں پھر آپ مسکرائیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے آپ نے خبر دی کہ میں اپنی اسی بیماری میں فوت ہو جاؤں گا تو میں رو پڑی پھر میں آپ پر جھکی تو آپ نے فرمایا کہ تم آپ کے اہل خانہ سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ آملوں گی یعنی فوت ہوں گی۔ اور میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی سوائے مریم بنت عمران کے تو میں مسکرا دی۔ یہ روایت مسلم کی شرط پر ہے۔ (ابو القاسم بغوی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذکورہ چار عورتوں میں سے حضرت فاطمۃ الزہرا اور مریم بنت عمران افضل ہیں۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے

حضرت علی بن ابی طالب سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اس سب سے مقصود و مطلوب یہ ہے کہ مذکورہ چار عورتوں میں مریم بنت عمران اور فاطمہ بنت محمد ﷺ سب سے افضل ہیں۔ اور فضیلت میں دونوں کا برابر ہونا بھی ناممکن ہے۔

ایک اور روایت مروی ہے اگر وہ صحیح ہو تو پہلے احتمال کو متعین کر دیتی ہے اور وہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں پھر فاطمہ میری بیٹی، پھر خدیجہ پھر آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی۔ (حافظ ابو القاسم ابن عساکر)۔

اس حدیث میں لفظ ثُمَّ "پھر" جو ترتیب کا تقاضا کرتا ہے محفوظ اور صحیح ثابت ہو تو یہ مذکورہ دو احتمال میں سے پہلے کی تائید کرتا ہے۔ جبکہ پہلی احادیث میں "واؤ" کا لفظ آیا ہے جو ترتیب کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی نفی کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

ابو حاتم رازی (اپنی سند کے ساتھ) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کیا ہے اس میں واؤ عطف کا ذکر ہے ترتیب والے "ثُمَّ" کا ذکر نہیں ہے گویا یہ روایت سند اور متن دونوں کے لحاظ سے ابن عساکر کی روایت کے خلاف ہے۔

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں سے بہت سے کامل ہو گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف تین کامل ہوئی ہیں۔ مریم بنت عمران فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد، اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ اسی طرح وہ روایت جو ابو داؤد کے علاوہ ایک جماعت نے متعدد طرق سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے کہ جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت ہے۔

ایک جماعت سے مروی ہے مذکورہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم اس حدیث کو بیان کرنے میں متفق ہیں۔ اس

حدیث کا مقتضاء یہ ہے کہ عورتوں میں کمال صرف مریم اور آسیہ میں پایا گیا ہے شاید اس سے ان کے زمانے کی عورتوں پر کمال وفضیلت مراد ہو کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک نبی کی صغر سنی میں پرورش کی ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی کفالت کی ہے اور حضرت مریم نے اپنے بیٹے اور اللہ کے رسول اور اس کے بندے حضرت عیسیٰ کی پرورش کی ہے۔ اس مذکورہ حدیث سے ہماری امت میں کسی اور عورت مثلاً حضرت فاطمہ اور خدیجہ بنت خویلدؓ سے کمال کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے پہلے پندرہ سال اور نبوت کے بعد دس سال سے زائد مدت کی ہے اور اپنی جان و مال کے ساتھ آپ کی بہترین معاون ثابت ہوئیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ زہراؓ کو اپنی بہنوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ آپ کی باقی بہنیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی تھیں جب کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات کا صدمہ جناب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برداشت کرنا پڑا باقی رہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معاملہ تو وہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں اور آپ نے ان کے سوا کسی اور کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ اس امت کی بلکہ اس امت کے علاوہ باقی امتوں کی عورتوں میں سے بھی کوئی عورت ایسی نہیں تھی جو آپ سے علم و فضل میں اور فہم و فراست میں زیادہ ہو۔ اور جب جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر باتیں بنانے والوں نے باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ کو ان پر غیرت آئی اور اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ان کی براءت و پاکدامنی کے متعلق آیات نازل فرمائیں حضور کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ پچاس برس زندہ رہیں آپ قرآن و سنت کو پھیلا کر مسلمانوں کو فتوے دیتی اور اصلاح کا کام کرتی رہیں۔ علماء سلف و خلف میں سے ایک گروہ کی رائے ہے کہ آپ امہات المومنین میں سب سے افضل ہیں حتیٰ کہ نبی ﷺ کی ازواج میں حضرت خدیجہ بنت خویلد سے بھی۔ دیسے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ ان دونوں کی افضلیت کے متعلق توقف کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔ اس حدیث میں احتمال ہے کہ تمام عورتوں پر فضیلت مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ عورتوں کے سوا باقی عورتوں پر فضیلت مقصود ہو۔

اس جگہ اصل مقصود تو مریم بنت عمران کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے مریم کو پاک کیا اور ان کے زمانے کی عورتوں پر چن لیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو مطلقاً تمام عورتوں پر فضیلت دی ہو جیسا کہ ان کی تفصیل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں نبی کی بیویوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم بھی ہوں گی اور ہم نے اپنی تفسیر میں بعض سلف سے یہ بات نقل کی ہے۔ ان کا استدلال قرآن مجید کے ان الفاظ سے بھی ہے "ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا" شادی شدہ بیویوں میں سے حضرت آسیہ اور کنواری عورتوں میں سے حضرت مریم علیہا السلام ہیں اور اس کو اپنی تفسیر میں سورۃ التحریم کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح حضرت آسیہ فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ حضرت مریم سے کر دیا ہے۔ ابو القاسم العقیلی نے بھی یہ روایت بیان کی اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مبارک ہو یہ روایت نقل کرنے کے بعد عقیلی فرماتے ہیں کہ یہ محفوظ نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ کا ذکر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ .... عَظِيمٍ (۱۶ تا ۳۷ مریم)

"اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی مذکور کرو، جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔ مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں (فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اسے اسی طریق پر پیدا کروں گا) تاکہ اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت (ومہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے تو وہ اس بچے کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں۔ پھر درد زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ پھر وہ اس (بچے) کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تو نے برا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بد اطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ تو مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیونکر بات کریں۔ بچے نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور میں جہاں ہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام و رحمت ہے۔ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ خدا کو سزاوار نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور بے شک خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔ پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کو بڑے دن (یعنی قیامت کے روز) حاضر ہونے سے خرابی ہے"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کے بعد بیان فرمایا ہے کیونکہ زکریا علیہ السلام کا قصہ اس واقعہ کے لئے تمہید ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں بھی ان دونوں انبیاء علیہم السلام کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وزکریا اذ نادی ربہ ــــــــــــ للعلمین

"اور زکریا کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو یحییٰ علیہ السلام بخشے اور ان کی بیوی کو ان کے (حسن معاشرت کے) قابل بنا دیا۔ یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے اور ان مریم کو بھی یاد کرو جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کو اور ان کے بیٹے کو اہل عالم کے لئے نشانی بنا دیا۔

اور یہ بات ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ حضرت مریم کو اس کی ماں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے نذر کر دیا تھا اور اس دور کے نبی زکریا علیہ السلام جو ان کی بہن یا خالہ کے خاوند تھے ان کے نگران بنے تھے اور انہوں نے مریم علیہا السلام کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا تھا وہاں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا جب وہ بالغ ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بہت زیادہ محنت سے کرتیں۔ یہاں تک کہ اس زمانے میں اللہ کی عبادت کرنے میں ان کے برابر کوئی نہ تھا۔ نیکی اور تقویٰ سے ان کے ایسے ایسے حالات ظاہر ہوئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی ان پر رشک کیا اور فرشتوں نے ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا ہے اور اسے پاکیزہ بیٹا عطا کرے گا جو کہ باعزت اور مقدس نبی ہوگا معجزات کے ساتھ اس کی تائید کی جائے گی۔

حضرت مریم علیہا السلام نے بن باپ کے لڑکے کی پیدائش سے تعجب کیا کیونکہ ان کا خاوند نہیں تھا اور نہ وہ شادی کرنا چاہتی تھیں۔ تو فرشتوں نے انہیں آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جب کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پس انہوں نے اس کے لئے سر جھکا دیا اللہ کی طرف توجہ کی اور اس کے فیصلے کو تسلیم کیا اور وہ سمجھ گئیں کہ اس میں بڑی آزمائش ہے کہ لوگ بچے کی وجہ سے ان کے بارے میں باتیں کریں گے۔ کیونکہ صحیح اور حقیقی صورت حال کا ان کو علم نہیں ہوگا وہ غور و فکر اور عقل و دانش کے بغیر صرف ظاہری حالات کو دیکھیں گے۔

وہ حیض کے دنوں میں مسجد سے الگ ہوتی تھیں یا پانی پینے یا قضائے حاجت کرنے جیسے ضروری کام کے لئے ہی مسجد سے باہر نکلتی تھیں ایک دن وہ اپنے کسی کام کے لئے نکلیں اور مسجد اقصیٰ کی شرقی جانب آ گئیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبرئیل امین کو بھیجا وہ صاف انسان کی شکل میں ان کے سامنے آئے جب حضرت مریم نے انہیں دیکھا تو کہا کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے۔

حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ انہیں معلوم تھا کہ پرہیزگار عقل مند ہوتا ہے اس سے اس آدمی کے خیال کی تردید ہوتی ہے جس نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تقی نامی فاسق و فاجر شخص معروف و مشہور تھا اس بات کی کوئی دلیل نہیں اور یہ کمزور ترین رائے ہے۔ فرشتے نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تو تیرے رب کا قاصد ہوں تاکہ تجھے پاکیزہ لڑکا عطا کروں یعنی میں بشر نہیں ہوں بلکہ فرشتہ ہوں مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے حضرت مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے نہ تو میرا خاوند ہے اور نہ میں بدکار ہوں فرشتے نے بچے کی ولادت سے ان کا تعجب دیکھ کر جواب دیا کہ تیرے رب نے ایسے ہی کہا ہے یعنی تیری اس حالت میں اللہ تعالیٰ تجھ سے بچہ پیدا کرے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے یعنی اللہ کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنائیں یعنی ہم بن باپ کے اسے پیدا کر کے اس چیز کی دلیل بنائیں کہ ہم ہر چیز پر قدرت کاملہ کے مالک ہیں اس نے آدم کو مرد و عورت کے بغیر پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کیا اور عیسیٰ کو مرد کے بغیر صرف عورت سے پیدا کیا۔

اور ہماری طرف سے رحمت ہے۔ یعنی ہم اس کے ساتھ اپنے بندوں پر رحمت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے بچپن اور بڑھاپے اور ادھیڑ عمر میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور ان کو حکم دیں گے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کو بیوی اولاد اور شریک سے اور احتیاج اور انداد سے پاک سمجھیں۔

اور معاملے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ ممکن ہے کہ یہ حضرت مریم کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہو۔ یعنی اس بات کا فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حتمی شکل دے دی ہے اور اس کی مقدار مقرر کر دی ہے۔

محمد بن اسحاق کے کلام کا یہی مفہوم ہے اور ابن جریر نے بھی یہی پسند فرمایا ہے اور انہوں نے صرف یہی رائے نقل کی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے جبرائیل علیہ السلام کا ان میں پھونک مارنا مراد ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور مریم بنت عمران جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

بہت سے سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری تو وہ خود بخود ان کے شرمگاہ تک پہنچ گئی اور وہ فوراً حاملہ ہو گئیں جیسے خاوند کے جماع سے عورت حاملہ ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے منہ میں پھونک ماری تھی یا وہی روح مریم علیہا السلام سے مخاطب تھی جو ان کے منہ میں داخل ہوئی لیکن یہ بات قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ قرآن مجید کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ مریم علیہا السلام کی طرف فرشتوں میں سے صرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اور انہی جبرئیل نے پھونکا تھا اور شرمگاہ کے سامنے ہو کر نہیں پھونکا تھا بلکہ ان کے گریبان میں پھونکا تھا اور پھونک خود بخود ان کی شرمگاہ میں حلول کر گئی تھی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھونک ان کی شرمگاہ میں داخل ہوئی نہ کہ منہ میں. جیسے کہ سدی نے اپنی سند کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ اس کے ساتھ حاملہ ہو گئی اور وہ اس کو لے کر ان سے دور ہو گئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ جب وہ بچے کے ساتھ حاملہ ہو گئی تو انہوں نے دلی تنگی محسوس کی اور ان کو علم تھا کہ لوگ ان کے متعلق باتیں کریں گے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سلف نے کہا ہے کہ جب ان پر حمل کے آثار نمایاں ہوئے تو سب سے پہلے بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے عبادت گذار یوسف بن یعقوب النجار نامی شخص تھے کو اس کا علم ہوا اور وہ حضرت مریم علیہا والسلام کا خالہ زاد بھائی تھا اس نے بہت زیادہ تعجب کیا کیونکہ اسے حضرت مریم کی دینداری عبادت گذاری اور پاکدامنی اچھی طرح معلوم تھی تو وہ اس کے باوجود بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئیں اس نے ایک دن اشارے کے ساتھ کلام کی کہ کیا بیج کے بغیر کھیتی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے پہلی کھیتی کو کس نے پیدا کیا ہے پھر اس نے کہا مرد کے بغیر بچہ؟ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس نے پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنی اصلی صورت حال مجھے بتاؤ۔ حضرت مریم نے جواب میں فرمایا کہ اللہ نے مجھے خوشخبری دی ہے اپنی طرف سے کلمے کی اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا وہ دنیا اور آخرت میں عزت والا اور مقربین میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں سے گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں کلام کریگا اور نیکوں میں سے ہوگا اور اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق بھی مروی ہے کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے اسی طرح کا سوال کیا اور آپ نے اسی طرح جواب دیا۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت مریم اپنی ہمشیرہ کے پاس

تمہیں تو ان کی بہن نے کہا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں حاملہ ہوں تو حضرت بی بی مریم علیہا السلام نے بھی اپنی بہن سے کہا کہ کیا تجھے بھی معلوم ہے کہ میں بھی حاملہ ہوں پس ان سے بغلگیر ہو گئیں اور ام یحییٰ نے انہیں کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جو میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے پیٹ والے کو سجدہ کر رہا ہے۔ اور یہی مطلب ہے اللہ کے قول کا وہ اللہ کے حکم کی تصدیق کرنے والا ہے۔ یہ سجدہ سے اس جگہ مراد عجز و انکساری اور تعظیم کا بجا لانا ہے جیسے سلام کے لئے سامنے آنے کے موقع پر سجدہ کرنا ہے وہ پہلی شریعتوں میں تھا اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور ان کی مائیں اکٹھی ہی ان سے امید سے ہوئی تھیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ام یحییٰ نے مریم علیہا السلام سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اپنے پیٹ والے کو تیرے پیٹ والے کے لئے سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کے لئے دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا کئے تھے کہ وہ زندہ کرتے اور مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھی کو تندرست اور درست کر دیتے تھے۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ جب میں خلوت میں ہوتی ہوں تو میرے ساتھ کلام کرتا ہے اور جب لوگوں میں ہوتی ہوں تو وہ میرے پیٹ میں سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ حضرت بی بی مریم نو ماہ حاملہ رہیں اور عام عورتوں کی طرح نو ماہ بعد بچہ کو جنم دیا۔ اگر اس کے خلاف ہوتا تو بیان کیا جاتا۔

حضرت ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ نو ماہ حاملہ رہیں اور حاملہ ہونے کے فوراً بعد انہوں نے بچہ کو جنم دیا۔

بعض نے کہا کہ وہ صرف نو گھنٹے حاملہ رہیں۔ ان لوگوں نے اس کی دلیل قرآن مجید سے لی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "پس وہ اس کے ساتھ حاملہ ہوئی پس وہ اسے دور کی جگہ لے گئی پس انکو درد زہ کھجور کے تنے کی طرف لے آیا"

صحیح بات یہ ہے کہ تعقیب (بعد میں آنا) ہر چیز کے ساتھ اس کے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے کہ "پس زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے" آسمان سے پانی نازل ہونے کے فوراً بعد تو ایسا نہیں ہو جاتا بلکہ اس پر کچھ وقت لگتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

"پھر ہم نے بنے ہوئے نطفے کو جما ہوا خون بنایا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا پھر اس کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے نئی پیدائش دی۔ پس بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین پیدا کرنے والا ہے"۔ اس کے متعلق متفق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو حالتوں کے درمیان چالیس دن ہوتے ہیں۔

محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے درمیان یہ بات عام ہو گئی تھی کہ مریم امید سے ہے تو لوگوں کا زکریا علیہ السلام کے گھر آنا جانا بہت زیادہ ہو گیا اتنا آنا جانا کسی اور گھروں میں نہ تھا۔ بعض بے دین قسم کے لوگوں نے مریم علیہا السلام کو ابن یوسف کے ساتھ متہم کر دیا جو مسجد میں آپ کے ساتھ رہ کر عبادت کیا کرتے تھا۔ مریم علیہا السلام لوگوں سے الگ تھلگ

اور دور کی ایک جگہ میں ٹھہر گئیں پس دردِ زہ آپ کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ مطلب یہ ہے کہ دردِ زہ سے مجبور ہو کر اور مضطر ہو کر کھجور کے تنے کے پاس آ گئیں۔

نسائی میں انس اور بیہقی میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ مریم علیہا السلام بیت اللحم میں آ گئیں تھیں اس جگہ روم کے بعض بادشاہوں نے ایک عظیم الشان یادگار تعمیر کی ہے۔ نسائی کی روایت قابل حجت ہے اور امام بیہقی نے بھی اپنی روایت کو صحیح کہا ہے۔

(حضرت مریم نے) کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھلا دی جاتی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فتنوں کے موقع پر موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ مریم علیہا السلام جان چکی تھیں کہ لوگ ان پر بہتان لگائیں گے ان کی تصدیق نہیں کریں گے اور بچہ کو دیکھ کر اسے جھوٹا ہی کہیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے ہاں اس حیثیت سے مشہور و معروف تھیں کہ وہ عابدہ زاہدہ مسجد میں اعتکاف کرنے والی اور اللہ کی طرف جھکنے والی تھیں۔ نبیوں اور دیانت دار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔

اس پریشانی کی وجہ سے انہوں نے تمنا کی کہ کاش اس واقعہ سے پہلے وفات ہو چکی ہوتیں۔ بھلا دی گئی ہوتیں یعنی پیدا ہی نہ کی جاتیں۔

پس اس نے اسے اس کے نیچے سے پکارا "من تحتہا" کو میم اور دوسری تا کی زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے پکارنے والے کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے حضرت جبرئیل امین مراد ہیں۔ حضرت عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے صرف قوم کے سامنے ہی بات کی تھی۔

سعید بن جبیر، عمرو بن میمون، ضحاک، سدی، قتادہ رضی اللہ اسی کے قائل ہیں اور حضرت مجاہد، حسن اور ابن زید اور سعید بن جبیر نے بھی ایک روایت کے مطابق یہ کہا ہے کہ اس کے بیٹے عیسیٰ نے پکارا تھا ابن جریر نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "لا تحزنی" غم نہ کر تحقیق تیرے لئے تیرے رب نے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا ہے جمہور کی رائے کے مطابق اس سے مراد چشمہ ہے اور اس بارے میں طبرانی میں بھی ایک روایت مروی ہے لیکن وہ ضعیف ہے ابن جریر نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ البتہ حسن، ربیع بن انس اور ابن اسلم وغیرہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان کا بیٹا ہی ہے لیکن پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اپنی طرف کھجور کے تنے کو حرکت دے وہ تجھ پر تازہ کھجوریں گرائے گا" پہلے کھانے کا ذکر تھا پھر پینے کا ذکر کیا۔ پس بعد میں فرمایا کہ کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر اگر اس سے پہلے پانی یا چشمے کا ذکر نہ ہوتا تو بعد میں پانی پینے کی بات مناسب معلوم نہ ہوتی۔

پھر کہا گیا ہے کہ کھجور کا تنا خشک تھا اور بعض نے کہا ہے کہ پھل دار تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کھجور کا درخت ہو اور پھل کا موسم نہ ہو کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سردی کے موسم میں پیدا ہوئے اور سردی کے موسم میں کھجور کی پیداوار نہیں ہوتی بلکہ گرمی کے موسم میں ہوتی ہے۔ اور یہ بات اللہ کے فرمان سے بھی سمجھ میں آتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ درخت تر و تازہ کھجوریں گرائے گا۔

عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ زچہ عورت کے لئے خشک اور تر کھجوروں سے زیادہ کوئی چیز مفید اور بہتر نہیں ہے اور انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کے درخت کی زیادہ عزت کیا کرو یہ اس مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام تمہارے باپ

دانا بنایا ہے اور سرکش وبدبخت نہیں بنایا۔ اور جس دن پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے۔ یہ سب سے پہلا کلام تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوا اور انہوں نے سب سے پہلے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ آپ نے اپنے رب کی عبودیت کا اعتراف کیا اور اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ظالموں کے اس قول سے پاک ومنزہ ہے کہ وہ اللہ کا بیٹا ہے بلکہ وہ تو اللہ کا بندہ اور اسی کا رسول ہے اور اس کی بندی کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ان کے الزام وبہتان سے اپنی ماں کی پاکدامنی بیان فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے یعنی اگر وہ ولد الزنا ہوتے (نعوذ باللہ من ذالک) تو اللہ تعالیٰ ان کو نبوت کی عزت وعظمت سے سرفراز نہ فرماتا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﷺ

"وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ" یہ ان کے کفر اور مریم علیہا السلام پر بڑے بہتان کی وجہ سے (یعنی اللہ تعالیٰ پر ناراض ہوا اور ان پر لعنت فرمائی) اللہ تعالیٰ نے یہاں سے فرمایا ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے اس زمانے میں کہا تھا کہ مریم علیہا السلام نے حیض کے دنوں میں زنا کیا جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہوئی تھیں اللہ نے ان کو اس سے بری فرمایا اور خبر دی کہ ان کی ماں صدیقہ ہے اور اللہ نے ان کے بیٹے کو نبی اور رسول بنایا ہے وہ پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے تھے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں گا باعث برکت ہوں گا۔ کیونکہ آپ ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت پیش کریں گے اللہ تعالیٰ کی ذات کو نقائص وعیوب سے پاک بتائیں گے۔ اولاد اور بیوی سے اس کو منزہ اور مقدس قرار دیں گے فرمایا اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔

یہ اللہ کے بندوں کا وظیفہ ہے کہ وہ اللہ عزّ وجل کے لئے نماز اور عبادت بجا لائیں اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں۔ نماز کے ذریعہ سے وہ اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں گے اور جب کہ محتاجوں کی مختلف اقسام کو صدقات دینے اور مہمانوں پر مال خرچ کرنے اور اپنے گھر والوں، غلاموں قریبی رشتہ داروں اور بھلائی کے دوسرے کاموں میں مال خرچ کرنے سے اللہ کا دیا ہوا مال ودولت پاک ہو جائے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوں اور اس نے مجھے سخت مزاج اور بدبخت نہیں بنایا۔ آپ کے والد تو تھے نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ والدہ کا حق واضح کیا تاکہ اس کی پوری خدمت کی جائے وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کو پیدا کر کے ہر حق دار کو اس کا حق دیا۔ اور ہر شخص کو اس کی راہنمائی کی۔ لہٰذا فرمایا کہ میں سخت خو اور سخت گو نہیں ہوں اور مجھ سے کوئی قول وفعل ایسا سرزد نہیں ہوگا جو اللہ کے حکم اور اس کی اطاعت کے منافی ہو۔ اور فرمایا کہ میرے پیدا ہونے کے دن اور مرنے کے دن اور جس دن میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلامتی ہے۔

ان تینوں مواقع کے متعلق گفتگو یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں ذکر ہو چکی ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ واضح طور پر اور روشن انداز سے بیان فرما دیا تو فرمایا۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ .... فَيَكُونُ (مریم ۳۴، ۳۵)

یہ ہے واقعہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا یہی ہے وہ حق بات جس میں یہ لوگ شک وشبہ میں پڑے ہیں۔ اللہ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں۔ وہ ذات تو اس سے بالکل پاک ہے وہ جس کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

اور سورہ آل عمران میں ان کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ ــــــــــــ بِالْمُفْسِدِيْنَ (آل عمران ۵۸/۶۳)

اے محمد یہ ہم تم کو (خدا کی آیتیں) اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں (حضرت) عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم علیہ السلام جیسا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گیا۔ (یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا والتجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں یہ تمام بیانات صحیح ہیں اور خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک خدا تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے پس اگر یہ لوگ پھر جائیں تو خدا مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

اسی وجہ سے جب نجران کا وفد آیا تو وہ وفد ساٹھ افراد پر مشتمل تھا ان کا معاملہ چودہ آدمیوں کی طرف لوٹتا تھا اور ان میں سے بھی تین بڑے ذمہ دار اور سردار تھے جن کے نام یہ ہیں العاقب، السید، ابو حارثہ بن علقمہ، تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث مناظرہ کرنے لگ گئے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کا ابتدائی حصہ نازل فرمایا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے اور اپنے رسول کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اگر وہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے اور آپ کی فرمانبرداری اختیار نہیں کرتے تو آپ ان سے مباہلہ کریں۔ جب انہوں نے آپ کے افراد کی آنکھیں اور کان دیکھے تو وہ آپ کے سامنے نہ آسکے اور صلح وصفائی کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے ایک ساتھی العاقب عبدالمسیح نے کہا کہ اے عیسائیوں کی جماعت تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں۔ اس نے تمہارے نبی کے متعلق واضح اور مکمل کر باتیں کی ہیں۔ اور تمہیں خوب معلوم ہے کہ اگر کوئی قوم نبی سے مباہلہ کرتی ہے تو اس کے بڑے چھوٹے سب افراد تباہ ہو جاتے ہیں تم نے اگر کوئی ایسا کام کیا تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو اس آدمی سے صلح وصفائی کر کے اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ۔ پھر انہوں نے آپ سے صلح کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہم پر جزیہ لاگو کر دیں اور ہمارے ساتھ ایک امانت دار آدمی روانہ کریں آپ نے ان کے ساتھ صلح فرمائی اور ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو روانہ فرمایا۔ ہم اس کی وضاحت اپنی تفسیر سورۃ آل عمران کے تحت کر چکے ہیں۔ اور السیرۃ لابن اسحاق میں بھی یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کر کے اپنے رسولوں سے فرمایا۔ یہ ہیں "عیسیٰ بن مریم"۔

"قول الحق الذی فیه یمترون" یہ برحق بات ہے جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔

یعنی یہ بات صحیح اور سچی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں اور اللہ نے انہیں صرف ایک عورت سے پیدا کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے لائق نہیں کہ وہ اولاد بنائے وہ اس سے پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اسکو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور نہ اسکا ارادہ ٹل سکتی ہے وہ کامل قدرت والا ہے اور جو چاہے کر گذرنے والا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کا معاملہ تو صرف یہ ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ کلام ختم ہو رہا ہے جو انہوں نے بچپن میں کیا تھا انہوں نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے وہی تمہارا اور میرا معبود ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس ان کے بعد گروہوں نے اختلاف کیا پس کافروں کے لئے ہلاکت ہے اس دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے۔ یعنی اس زمانے کے اور بعد کے لوگوں نے اختلاف کیا۔

بعض یہودیوں نے کہا کہ وہ ولد الزنا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اور وہ اپنے قول پر اڑے رہے اور بعض نے کہا کہ وہی اللہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ کا بیٹا ہے۔ اور ایمان والوں نے کہا کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اور وہ اس بندی مریم کا بیٹا ہے اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ اور اس کی طرف سے روح ہے یہی نجات اور ثواب کے مستحق ہیں اور انہیں کی مدد اور تائید کی گئی ہے۔

اور وہ لوگ جو مذکورہ باتوں کو نہیں مانتے وہ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ کافر، گمراہ اور جاہل ہیں اللہ نے جو بلندی والا اور صاحب عظمت و حکمت والا ہے ان کو ان الفاظ سے ڈرایا ہے کہ کافروں کے لئے اس عظیم دن کی حاضری سے ہلاکت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور جنت و جہنم برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے بھی ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے وہ چاہے گا داخل کرے گا امام مسلم نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے

اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم کے آخر میں فرمایا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا .... اِدًّا (مریم ۸۸،۸۹)

"اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی ہے یقیناً تم بڑی بات لائے ہو" (یعنی تم نے جھوٹی اور بری بات کی ہے) پھر آگے چل کر ارشاد فرمایا

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ .... فَرْدًا (مریم ۹۰ تا ۹۵)

"قریب ہے کہ اس بہتان سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا۔ اور خدا کو شایاں نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا کے سامنے بندے ہو کر آئیں گے اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا ہے اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اولاد اس کے شایان شان نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہر چیز کا خالق و مالک ہے ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہ اس کے آگے عاجز و ذلیل ہے۔ آسمان

و زمین کے تمام رہنے والے اس کے غلام ہیں وہ ان کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور پروردگار نہیں ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ ــــــــــــــ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ۱۰۰ تا ۱۰۳)

”اور ان لوگوں نے جنات کو خدا کا شریک ٹھہرایا ہے حالانکہ ان (جنوں) کو اسی نے پیدا کیا ہے اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور (اس کی شان) ان سے بلند ہے (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے وہی (اوصاف رکھنے والا) خدا تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگران ہے (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے اولاد ان دو چیزوں کی ہو سکتی ہے جن کی آپس میں مناسبت ہو اور اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر و مثل نہیں ہے۔ اس کا کوئی مساوی و اس جیسا نہیں اور اس کی بیوی نہیں تو پھر کیسے اس کی اولاد ہو سکتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ــــــــــــــ اَحَدٌ (اخلاص ۱ تا ۴)

”(آپ فرما دیں) کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ جنا گیا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر و ثانی ہے۔“

اس میں اللہ تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں کہ وہ یکتا ہے اس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں وہ الصمد ہے یعنی وہ اپنے علم و حکمت میں کامل و مکمل سردار ہے۔ اور وہ تمام کامل صفات کے ساتھ متصف ہے اس کی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ خود کسی اپنے سے پہلے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر و شریک و مساوی نہیں ہے۔ اسی سے اللہ کے لئے اولاد کی نفی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ولادت کا رشتہ صرف ان دو کے درمیان ہو سکتا ہے۔ جو ایک جیسے ہوں یا ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ ــــــــــــــ نَصِيرًا (النساء ۱۷۱ تا ۱۷۳)

”اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں سوائے حق کے کچھ نہ کہو مسیح مریم کے بیٹے (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے) خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (نہ) کہو کہ خدا تین ہیں اس اعتقاد سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں) اور جو شخص خدا کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو خدا سب کو اپنے پاس جمع کرے گا تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے وہ ان کو پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی عنایت کرے گا اور جنہوں نے (بندہ

ہوتے سے) انکار کیا اور تکبر کیا ان کو وہ تکلیف دینے والا عذاب دے گا اور یہ لوگ خدا کے سوا کوئی اپنا حامی اور مددگار نہیں پائیں گے"۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور ان جیسے لوگوں کو دین میں مبالغہ اور حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے عیسائیوں پر اللہ لعنت کرے انہوں نے زیادتی کی اور مسیح علیہ السلام کی حد سے زیادہ تعریف کی ان پر صرف یہ ضروری تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی بندی (مریم علیہا السلام) کے بیٹے ہیں جو کنواری تھیں اور انہوں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے اللہ کے حکم سے ان میں پھونک ماری جس سے وہ اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ امید سے ہو گئیں۔ فرشتے کے ذریعہ ان میں روح ڈالی گئی اس روح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تشریف و تکریم کے لئے ہے اور وہ ہے اللہ کی مخلوق ہی جیسے کہ بیت اللہ۔ اللہ کا گھر۔ ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ اور عبد اللہ اللہ کا بندہ کہا جاتا ہے اسی طرح شرف و اعزاز کے لئے کہا جاتا ہے روح اللہ اللہ کی روح۔ اور حضرت عیسیٰ کو روح اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ عام طریقہ اور عادت سے ہٹ کر بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا کیونکہ آپ کو کلمہ کن سے پیدا کیا گیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (آل عمران ۵۹)

"بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہر بھی آدم کی سی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے بنایا پھر اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ــــــــ فَيَكُونُ (البقرہ ۱۱۶ تا ۱۱۷)

"اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے اولاد بنائی ہے وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب اس کے لئے فرمانبردار ہیں وہ آسمانوں اور زمینوں کو نئے طریقے سے پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کو صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (التوبہ ۳۰)

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی ان کی ریس کرنے لگے ہیں خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں بتا رہے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں (اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر لعنتیں فرمائے) میں سے ہر گروہ نے اللہ پر بہتان لگایا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے اللہ تعالیٰ ان کی ان باتوں سے بہت بلند ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان کے دعوی کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

ان کا دعوی پہلے کفار کی پیروی اور ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ فلاسفہ (ان پر اللہ کی لعنت ہو) کا خیال ہے کہ عقل اول واجب الوجود سے نکلی جس کو وہ علۃ العلل اور مبدء اول کہتے ہیں اور اس کے بعد عقل ثانی نکلی پھر اسی سے نفس اور آسمان پیدا ہوئے۔ پھر اس دوسری عقل سے

تیسری عقل کل۔ پھر چوتھی کا صدور ہوا۔ یہاں تک کہ عقول عشرہ (دس عقلیں) اس سے نکلیں تو نفوس اور نو آسمان وجود میں آئے۔ یہ ان کے فاسد اعتبارات اور کمزور خیالات ہیں ان کی جہالت کا پردہ چاک کرنے اور ان کی قلت عقل کی تفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسی طرح مشرکین عرب کے کچھ لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور جنوں کی سردار بیٹیوں سے اللہ نے شادی کی ہے اور ان سے فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ (الزخرف ۱۹)

"اور انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں (خدا کی) بیٹیاں مقرر کیا۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے۔ عنقریب ان کی شہادت لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ ـــــــ الْمُخْلَصِيْنَ (الصافات ۱۴۹/ ۱۶۰)

"ان سے پوچھو تو بھلا کہ تمہارے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ اس وقت موجود تھے دیکھو یہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی (بات) کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے بے شک یہ جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو پسند کیا ہے تم کیسے لوگ ہو کس طرح فیصلہ کرتے ہو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے یا تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو اور انہوں نے خدا میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا ہے حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں خدا اس سے پاک ہے مگر خدا کے بندگان خاص (مبتلائے عذاب نہیں ہوں گے)۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ـــــــ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۲۶/ ۲۹)

"اور کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں۔ اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو کچھ پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے خدا خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف کے شروع میں فرمایا کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ـــــــ كَذِبًا (الکہف ۱۔۵)

"سب تعریف خدا ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمد) پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی (بلکہ) سیدھی (اور سلیس اتاری) تاکہ (لوگوں کو) عذاب سخت سے جو اس کی طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کے لئے (ان کے کاموں کا) نیک بدلہ (یعنی بہشت) ہے جس میں وہ ابدالآباد رہیں گے اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ خدا نے (کسی کو) بیٹا بنا لیا ہے ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں ہے

اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو تھا (یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں) کہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ـــــــــــ يَكْفُرُوْنَ (یونس ۶۸-۷۰)

"(بعض لوگ) کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے اس کی ذات (اولاد سے) پاک ہے (اور) وہ بے نیاز ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے (اے افترا پردازو) تمہارے پاس (قول باطل) کی کوئی دلیل نہیں ہے تم خدا کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں ہو کہہ دو کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں (کبھی) فلاح نہیں پائیں گے (ان کیلئے جو) فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذاب شدید کے (مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر کی باتیں کیا کرتے تھے۔"

مکی دور کی نازل شدہ ان آیات کریمہ سے تمام کافر فرقوں، فلاسفہ، مشرکین عرب، یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید ہوتی ہے جنہوں نے بلا دلیل دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کی ان باتوں سے بہت بلند و پاک و منزہ ہے۔

جب عیسائی (ان پر قیامت کے دن تک مسلسل لعنتیں برستی رہیں) اللہ کے لئے اولاد ثابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ مشہور تھے تو قرآن مجید میں ان کی زیادہ تردید کی گئی اور ان کی جہالت اور کم علمی کا پردہ چاک اور ان کی گفتگو کا باہمی تناقض پیش کیا گیا ہے۔ ان کے کفریہ نظریے کے متعلق ان کے اقوال مختلف ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ باطل کئی فرقوں میں تقسیم ہوتا اور باطل پرستوں کے کلام میں اختلاف و تناقض ضرور ہوتا ہے جب کہ حق میں کوئی تذبذب و اختلاف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق میں یکجہتی اور اتفاق ہوتا ہے اور باطل مختلف و مضطرب ہوتا ہے۔

اس لئے عیسائیوں کے ایک جاہل اور گمراہ گروہ نے کہا کہ مسیح تو اللہ ہی ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ اللہ تینوں میں سے تیسرا ہے اللہ ان سے بلند ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (المائدہ ۷۳)

"یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تو تینوں کا تیسرا ہے حالانکہ معبود تو صرف ایک ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و جہالت کو بیان فرمایا وضاحت کی کہ ایک اللہ ہی خالق اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز کا مالک اور معبود ہے۔"

اور سورہ مائدہ کے آخر میں فرمایا کہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا ـــــــــــ يُؤْفَكُوْنَ (المائدہ ۷۲ تا ۷۵)

"بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح خدا ہیں حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا خدا اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اگر یہ لوگ ان

اقوال (اور عقائد) سے باز نہ آئے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے تو یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے مسیح ابن مریم تو صرف (خدا کے) پیغمبر تھے ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔ اور ان کی والدہ (خدا کی ولی اور) سچی فرمانبردار تھیں۔ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر یہ دیکھو کہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر کفر کا حکم لگایا اور واضح کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے حالانکہ وہ خود تو اپنے متعلق بتاتے رہے ہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور مخلوق ہے۔ اور پیدا کیا گیا ہے اور رحم مادر میں اس کی تصویر بنائی گئی ہے وہ ایک اللہ کی طرف بلانے والا ہے اور اس نے ان کو ڈرایا ہے کہ اگر وہ اصل حقیقت کے مطابق عقیدہ نہیں اپنائیں گے تو اللہ نے ایسے لوگوں پر جنت حرام کر دی ہے وہ آگ میں جلیں گے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنے گی اسلئے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا کہ تحقیق ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں سے تیسرا ہے حالانکہ معبود تو صرف ایک ہے ابن جریر نے کہا کہ اس سے مراد عیسائیوں کا اقانیم ثلاثہ (تین اصل) والا عقیدہ ہے ان کے خیال کے مطابق تین اصل ہیں ابن، اب، کلمہ، جو باپ سے الگ ہو کر بیٹے کی طرف آیا۔ انکی حقیقت کے متعلق ملکیہ، یعقوبیہ، اور نسطوریہ کے درمیان اختلاف ہے ان کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے یہ تینوں جماعتیں قسطنطین بن قسطس بادشاہ کے دور میں تھیں اور اسکا دور عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو سال بعد کا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تین سو برس پہلے کا ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ معبود صرف ایک ہی ہے یعنی معبود حق صرف اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک ہمسر اور برابر کا نہیں ہے اور نہ اس کی بیوی ہے اور نہ ہی اس کی اولاد ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈرایا اور وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اپنی بات سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں سے کفر کرنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رافت و رحمت اور مہربانی سے ان کو جہنم میں لے جانے والے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کی دعوت دی ہے اور فرمایا کہ وہ اللہ کی طرف توبہ کرنے اور اس سے بخشش طلب کیوں نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے حالات بیان کئے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ ہے یعنی وہ بدکردار نہیں ہے جیسے کہ یہودیوں نے ان پر الزام لگایا ہے (اللہ ان پر لعنت کرے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم علیہا السلام نبیہ نہیں جیسا کہ بعض علماء سمجھتے ہیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ اصل میں اس سے قضائے حاجت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ عام انسانوں کی حالت ہوتی ہے یعنی جو ایسی حالت میں ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بات سے بہت بلند ہے۔

السدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان تحقیق ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تینوں میں سے تیسرا ہے۔ سے مراد ان کا غلط عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں اللہ کے ساتھ دو معبود ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

ان کا ذکر سورہ کے آخر میں بھی بیان کیا ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ــــــــــــ الْحَكِيْمُ (المائدہ ۱۱۶، ۱۱۸)

"(اور اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کر لینا۔ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں تھا اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے اسے میں نہیں جانتا بیشک تو علام الغیوب ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے حکم دیا تھا وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات کی) خبر رکھتا رہا جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تیری مہربانی ہے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خبردار فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے تکریم و اعزاز سے اور کافروں کو بطور زجر و توبیخ کے پوچھیں گے جنہوں نے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے یا یہ کہ خود ہی اللہ ہے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بناؤ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے اللہ تو پاک ہے وہ اس سے بہت بلند ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے میں نے تو ان کو صرف یہی کہا تھا جب تو نے مجھے حکم دیا اور رسول بنا کر مجھے ان کی طرف بھیجا اور مجھے کتاب دی کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور مجھے اور تمہیں رزق دینے والا ہے۔ جب تک ان میں رہا اس وقت تک میں ان پر گواہ رہا۔ جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا۔ جب انہوں نے مجھے سولی چڑھانے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا تو تو نے مجھ پر مہربانی کی اور مجھے ان سے بچا لیا اور بنی اسرائیل کا ایک آدمی کو میرے جیسا شکل و صورت والا بنا دیا اور انہوں نے میری بجائے اس سے انتقام لے لیا۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہی ان پر گواہ تھا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اور عیسائیوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں عرض کریں گے اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور یقیناً وہ اس کے مستحق ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو زبردست اور حکمت والا ہے۔

(یعنی کہ) اے اللہ یہ معاملہ اب تیرے سپرد ہے اور کسی چیز کو اللہ کی مشیت سے معلق کرنے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ وقوع پذیر ہو اسی لئے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی عرض کر دیا کہ تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

امام نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں مسند امام احمد کے حوالے سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ساری رات صبح تک صرف یہی آیت پڑھ کر قیام کیا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

"اور فرمایا کہ میں نے اپنی امت کیلئے شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اور وہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ .... لَا يَفْتُرُوْنَ (الانبیاء ۲۱/۱۶-۲۰)

"اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (مخلوقات) انکے درمیان ہے اس کو لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں یعنی زن وفرزند) بنائیں اگر ہم کو ایسا ہی کرنا ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے (نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو اس کا سر توڑ دیتا ہے اور پھر وہ جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمہاری ہی ہلاکت ہے اور جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب اس کے (مملوک اور اسی کا مال) ہیں اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اسکی عبادت سے نہ تو تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ .... الْغَفَّارُ (الزمر ۳۹/۴-۵)

"اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اولاد ہی کا ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا (لیکن) وہ پاک ہے وہی تو خدا یکتا (اور) غالب ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر کیساتھ پیدا کیا (اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا اور وہی دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو بس میں کر رکھا ہے سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ .... يَصِفُوْنَ (الزخرف ۴۳/۸۱-۸۲)

"(آپ) فرما دیں کہ اگر خدا کے اولاد ہوتی میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ .... تَكْبِيْرًا (الاسراء ۱۱۱)

"اور کہو کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز وناتواں ہے کوئی اسکا مددگار ہے اور اس کو بڑا جان کر اسکی بڑائی کرتے رہو اور اللہ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ .... اَحَدٌ (اخلاص ۱/۴)

"کہو کہ وہ ذات پاک جس کا نام اللہ (ہے) ایک ہے (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا ہے اور کوئی اسکا ہمسر نہیں۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بری بات سن کر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے لوگ اللہ کی اولاد بناتے ہیں اور وہ (پھر بھی) ان کو رزق دیتا اور تندرستی دیتا ہے۔

اور ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ ان کو پکڑتا ہے تو پھر وہ اس سے چھوٹتا نہیں ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ط اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (ھود ۱۰۲)

"اور تمہارا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے

والی (اور) سخت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (لقمان ۲۴)

ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ دیں گے پھر ان کو سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ ... .يَكْفُرُونَ) (یونس ۶۹،۷۰)

آپ فرما دیں کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے (ان کے لئے جو) فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذاب سخت (کے مزے) چکھائیں گے۔ کیونکہ یہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔

اللہ کا فرمان ہے

(فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا) (الطارق ۱۷)

پس آپ ان کافروں کو مہلت دیں کچھ وقت کے لئے ان کو چھوڑ دیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور عجیب واقعات کا ظہور

پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ بیت المقدس کے قریب بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی حضرت وہب بن منبہ کا خیال ہے کہ آپ مصر میں پیدا ہوئے اور حضرت مریم علیہا السلام اور یوسف بن یعقوب نجار نے گدھے پر اکٹھے سفر کیا جب کہ ان کے اور گدھی کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔ لیکن یہ خیال غلط ہے ہم ایک حدیث کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوئے اس لئے حدیث کے مخالف نظریہ و خیال بالکل غلط اور باطل ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ جس دن مشرق و مغرب کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے اور شیاطین بھی اس وجہ سے حیران ہوئے تھے کہ ابلیس نے شیاطین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی اطلاع دی پھر شیاطین نے دیکھا کہ آپ اپنی ماں کی گود میں ہیں اور فرشتے ان کو گھیرے ہوئے ہیں اس دن آسمان پر ایک عظیم ستارہ طلوع ہوا اور بادشاہ فارس اس کے ظاہر ہونے سے پریشان ہوا اس نے کاہنوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو کاہنوں نے بتایا کہ کسی بڑے آدمی کی پیدائش پر یہ ہوا ہے اس نے اپنے قاصدوں کو سونا، خوشبو اور لوبان جیسے تحائف کے ساتھ بھیجا جب وہ ملک شام میں آئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان سے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے اپنا مقصد بیان کیا تو بادشاہ نے اس بات کی تصدیق کی اس نے ستارے کے طلوع کے وقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے وہی وقت بتایا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اب ان کا معاملہ مشہور ہو گیا کیونکہ انہوں نے ماں کی گود میں کلام کیا تھا بادشاہ نے تحائف سمیت ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس روانہ کیا اور ان کے ساتھ کچھ واقف کار لوگوں کو بھی بھیجا تاکہ واپسی پر وہ انہیں قتل کر دیں جب وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تحفے لے کر واپس ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ کو کسی نے بتایا کہ شام کے بادشاہ نے قاصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے آئے تھے تو انہوں نے آپ کو اٹھایا اور مصر میں لے گئیں اور وہاں رہائش پذیر

ہوتی گئیں یہاں تک کہ آپ بارہ برس کے ہو گئے بچپن میں ہی آپ کی کرامات اور معجزات ظاہر ہونے لگے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی علاقے کے رئیس کے پاس حضرت مریم علیہا السلام بیٹے کے ساتھ ٹھہرے تھیں وہاں کا مال گم ہو گیا وہاں فقراء، ضعفاء اور ضرورت مند لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ مال چرانے والے کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ مریم علیہا السلام پر یہ بات شاق گزری وہاں کے لوگوں اور مالک مکان کو بھی پریشانی ہوئی۔ لوگ اس واقعہ کی حقیقت تک پہنچنے سے عاجز آ گئے۔ آپ نے ایک اندھے اور لنگڑے شخص کی طرف قصد کیا جو الگ تھلگ بیٹھے تھے آپ نے اندھے کو کہا کہ اس اپاہج کو اٹھا اور لے کر کھڑا ہو جا۔ اس نے کہا کہ میں یہ کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ نے کہا کہ یہ کیونکر نہیں ہو سکتا اسی طرح تم نے مال چراتے وقت اس روشن دان سے کیا ہے جب آپ نے یہ بات کہی تو انہوں نے مال چرانے کا اقرار کیا اور مسروقہ مال پیش کر دیا اس واقعے سے لوگوں کی نظروں میں آپ کا مرتبہ اور زیادہ ہو گیا حالانکہ آپ اس وقت بہت چھوٹے تھے۔

اور ایک دفعہ یوں ہوا کہ رئیس منطقہ کے بیٹے نے اپنی دولہا رسم صحبت کے لئے لوگوں کو دعوت دی سب لوگ اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا چکے تو انہوں نے اس دور کے رواج کے مطابق بعد میں شراب پلانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ شراب سے مٹکے بالکل خالی ہیں اس سے اس پر بے حد پریشانی ہوئی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھی تو ان مٹکوں کے پاس آ کر ان کے منہوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور جس مٹکے پر آپ ہاتھ پھیرتے تو وہ بہترین شراب کے ساتھ بھر جاتا لوگ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور انہوں نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور آپ کے لئے آپ کی والدہ کے لئے مال کا اعلان کیا۔ مگر آپ نے یہ مال قبول نہ کیا اور مصر سے ہجرت کر کے بیت المقدس آ گئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا انوکھا انداز

اسحاق بن بشر نے (اپنی سند کے ساتھ) حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کلام کرنے کے بعد جب سب سے پہلے اپنی زبان مبارک کھولی تو آپ نے اللہ کی ایسے کلمات کے ساتھ بزرگی بیان کی کہ اس سے پہلے اس انداز میں اللہ کی تعریف و بزرگی بیان کرتے ہوئے کسی کان نے پہلے نہ سنا تھا آپ نے سورج، چاند، پہاڑ، دریا اور چشمے وغیرہ کوئی چیز نہ چھوڑی جس کا اس میں تذکرہ نہ کیا ہو۔

آپ کی دعا کے منفرد الفاظ

آپ نے دعا میں فرمایا: اے اللہ تو بلندی میں قریب ہے اور قربت کے باوجود بلند ہے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز سے اونچا ہے تو ہی ہے جس نے اپنے کلمات کے ساتھ سات طبق ہوا پر بنائے وہ پہلے دھواں تھے پھر تیرے ذریعے تیرے حکم سے فرمانبردار ہو کر آئے ان میں تیرے فرشتے ہیں جو تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں تو نے ان میں رات کی تاریکی پر روشنی، چاند اور ستارے رکھ دئیے اور دن میں سورج کی چمک دمک رکھ دی۔ تو نے ان میں رعد رکھ دی جو تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے (بعض نے رعد سے مراد فرشتہ لیا ہے) تیری عزت کے ساتھ تیری پیدا کردہ تاریکی روشنی سے چھٹ جاتی ہے تو نے ان میں چراغ ستارے بنا دیئے جن کے ساتھ اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگ راہنمائی پاتے ہیں اے اللہ تو نے بچھا کر دو آسمانوں اور بچھائی ہوئی زمین میں برکتیں رکھ دی ہیں۔

اور تو نے موٹے پہاڑوں پر تو نے ان (زمینوں) کو کھڑا کر دیا ہے اور ایک دوسرے کی مدد کے لئے تو نے ان کو فرمانبردار کر دیا

اور ابن عدی نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدرسہ میں داخل ہونا اور اپنے معلم کے سامنے ابوجاد کی تشریح کرنا مرفوعاً بیان کیا ہے لیکن یہ واقعہ کافی لمبا ہے اور اس کا ذکر کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔

پھر ابن عدی نے کہا ہے کہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے اور اس کو اسماعیل کے سوا کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کی عجیب وغریب باتیں

اور ابن لہیعہ نے عبداللہ بن ہبیرہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تو ان میں سے کسی ایک کو کہتے کہ کیا میں تجھے بتاؤں کہ تیری ماں نے تیرے لئے گھر میں کیا چھپا رکھا ہے وہ کہتا کہ ہاں بتائیں تو عیسیٰ علیہ السلام اسے بتاتے کہ فلاں چیز چھپائی ہے تو وہ اپنی ماں کے پاس جا کر کہتا کہ مجھے وہ چیز کھلائیں جو کچھ آپ نے میرے لئے چھپا رکھا ہے وہ کہتی کہ میں نے تیرے لئے کیا چیز چھپا رکھی ہے وہ کہتا فلاں فلاں چیز چھپا رکھی ہے وہ پوچھتی کہ اس کے بارے میں تجھے کس نے خبر دی ہے وہ کہتا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے بتایا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر تم اپنے بچوں کو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ چھوڑو گے تو وہ تمہارے بچوں کو بگاڑ دے گا۔

یہ سوچ کر لوگوں نے اپنے بچوں کو ایک مکان میں جمع کر کے بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر نکل کر ان کو تلاش کرنا شروع کر دیا لیکن ان کو نہ پا سکے۔ پھر آپ نے ایک مکان کے اندر سے بچوں کے شور وغل کی آواز سنی تو آپ نے ان کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بندر اور خنزیر ہیں آپ نے فرمایا اے اللہ یہ ایسے ہی ہو جائیں تو وہ بندر اور خنزیر ہو گئے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباسؓ سے اسحاق بن بشر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر اپنے بچپن میں عجیب وغریب چیزیں دیکھا کرتے تھے اور یہ چیز یہودیوں میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کچھ جوان ہوئے تو یہودیوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا آپ کی ماں کو خوف لاحق ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ انہیں سرزمین مصر میں لے جاؤ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو نشانی بنایا اور ہم نے ان کو ایک اونچی جگہ ٹھکانا دیا۔ جو رہنے کے قرار اور جاری چشمے والی تھی۔

ربوہ سے کونسی جگہ مراد ہے

ربوہ۔ اس کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس اونچی جگہ سے مراد کیا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ قرار والی اور جاری چشمے والی تھی۔ یہ جگہ اس لحاظ سے عجیب وغریب مخصوص صفات والی ہے کہ وہ زمین کی عام سطح سے کافی بلند اور اوپر سے ہموار ہے جس پر آسانی سے آدمی قرار وسکون حاصل کر سکتا ہے جگہ بلند اور اونچی ہونے کے باوصف اس میں جاری چشمہ بھی ہے حالانکہ چشمہ زمین کی سطح پر جاری ہوتا ہے۔ بعض نے اس سے وہ جگہ مراد لی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہ بیت المقدس کا نخلستان ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا

پس اس کے نیچے سے (فرشتے نے) آواز دی کہ تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے۔

(۱) جمہور علماء کی رائے کے مطابق سَرِیًّا سے مراد چھوٹی نہر ہے۔

(۲) اور سند جید کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے دمشق کی نہریں مراد ہیں شاید اللہ تعالیٰ نے دمشق کی نہروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۳) نقل کتاب اور اس سے حاصل کرنے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مصر کی کوئی جگہ مراد ہے۔

(۴) بعض نے کہا کہ اس سے "رملہ" جگہ مراد ہے۔

آپ کی ایلیا کی طرف ہجرت

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تیرہ سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصر سے ایلیاء کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے پاس آپ کی والدہ کا ماموں زاد بھائی یوسف آیا وہ ان کو گدھے پر سوار کر کے ایلیاء لے آیا آپ وہاں قیام پذیر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انجیل دی اور تورات کی تعلیم دی۔ اور مردوں کو زندہ کرنا بیماروں کو تندرست کرنا اور گھروں میں رکھی ہوئی چیزوں کے متعلق خبریں دینا، جیسے معجزات آپ کو عطا کئے۔ لوگوں نے آپ کی آمد کے متعلق باتیں کرنا شروع کر دیں کیونکہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوتی دیکھیں۔ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور آپ کا معاملہ ان میں مشہور ہو گیا۔

چار کتب نازل ہوئیں

ابوزرعہ دمشقی نے (اپنی سند کے ساتھ) ایک شخص سے بیان کیا ہے کہ

(۱) تورات موسیٰ علیہ السلام پر ۶ / رمضان کو نازل ہوئی۔

(۲) زبور داؤد علیہ السلام پر ۱۲ / رمضان المبارک کو نازل ہوئی اس کا نزول تورات سے 482 سال بعد ہوا۔

(۳) اور انجیل کا نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر 1050 ہزار برس بعد ۱۸ / رمضان المبارک کو ہوا۔

(۴) اور قرآن مجید کا نزول ۲۴ / رمضان کو ہوا۔

ہم نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن کے تحت اس کے متعلق احادیث ذکر کی ہیں تو وہاں یہ بھی ہے کہ انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر ۱۸ / رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔

اور مؤرخ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آپ کی عمر تیس برس کی تھی کہ آپ پر انجیل نازل ہوئی اس کے تین برس بعد۔ 33 برس کی عمر میں آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس کا ذکر آگے چل کر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے اسحاق بن بشر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ میرے بارے میں کوشش کرو اور سستی نہ کرو اے پاکیزہ دوشیزہ عفت مآب کے بیٹے میری بات سن اور اطاعت کر میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور تجھے پیدا کر کے جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ پس میری ہی عبادت کر اور مجھ پر اعتماد و توکل کر اور مضبوطی سے میری کتاب تھام لے سریانی زبان والوں کے لئے اس کی تفسیر بیان کر اپنے پاس کے لوگوں کو پیغام دے کہ میں ہی حق زندہ اور قائم ہوں۔ مجھے دوام حاصل ہے اس امی عربی صاحب التاج والنعل نبی کی تصدیق کرو (اس سے مراد پگڑی اور نعلین اور لاٹھی ہے) وہ نبی امی خوبصورت آنکھوں والا کشادہ پیشانی والا واضح رخساروں

والا گھنگریالے بالوں والا گھنی ڈاڑھی والا ہے اس کے ابرو ملے ہوئے ناک بلند دو سامنے کے دانتوں میں کچھ فاصلہ ہوگا اس کی ٹھوڑی پر رونق ہوں گے (یعنی بچہ ڈاڑھی بھی ہوگی) اس کی گردن گویا خوبصورت چاندی کی ہے اور سونا اس کی گردن کی ہنسلیوں میں چل رہا ہے اور سینے کے اوپر سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر ہے گویا کہ ایک خوبصورت ٹہنی ہے اس کے سوا سینے اور پیٹ پر بال نہیں ہوں گے ہاتھوں اور پاؤں پر گوشت ہے جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوں گے تو پورے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوں گے اور جب چلیں گے تو گویا چٹان سے قدم اکھاڑ کے نشیبی جگہ پر اترتے ہیں ان کے چہرے پر موتیوں کی طرح پسینہ چمکے گا اور اس سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی آپ جیسا خوبصورت نہ پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں دیکھا جائے گا خوبصورت قدوقامت والے اچھی خوشبو والے عورتوں سے نکاح فرمانے والے تھوڑی نسل والے ہیں آپ کی نسل مبارک کے لئے جنت میں ایک گھر موتیوں کا ہوگا اس میں نہ تھکاوٹ ہوگی اور نہ شور و شغب ہوگا۔ اے عیسیٰ تو آخری زمانے میں اس کا کفیل بنے گا۔ جیسے زکریا تیری ماں کے کفیل بنے تھے اس کے دو بچے شہید ہوں گے وہ اس کا میرے ہاں وہ مرتبہ و مقام ہوگا کہ جیسا کہ کسی کو نصیب نہ ہوگا اس کا کلام قرآن اور اس کا دین اسلام ہوگا اور میں سلام ہوں اس شخص کو مبارک ہو جو اس کا زمانہ پائے اس کے ایام میں حاضر ہو اور اس کا کلام سنے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار اس کے لئے کس چیز کی خوشخبری ہے فرمایا اس کے لئے بہترین درخت کی جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ تمام جنتوں کے ملنے ہے اس کی جڑ رضوان ہے اس کا پانی تسنیم ہے جس کی ٹھنڈک کافور ہے اور اس کا ذائقہ زنجبیل (سونٹھ) کا ہوگا جس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی جس نے اس سے ایک گھونٹ بھر پی لیا تو اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ مجھے اس سے پلا دے اللہ نے فرمایا کہ اس نبی کے پینے سے پہلے کوئی نبی اس سے نہیں پی سکتا اور اس نبی کی امت کے پینے سے پہلے کسی نبی کی امت اس سے نہیں پی سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ کس وجہ سے مجھے اوپر اٹھائے گا۔ فرمایا میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا پھر دوبارہ تجھے زمین پر اتاروں گا تاکہ تو اس نبی کی امت سے عجیب و غریب چیزوں کا مشاہدہ کرے اور لعین دجال کے ساتھ لڑائی کرنے میں ان کی مدد کرے میں تجھے نماز کے وقت اتاروں گا لیکن تو ان کو نماز نہیں پڑھائے گا کیونکہ وہ امت مرحومہ ہے اور اس کے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور حضرت ہشام بن عمار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زیدؓ سے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس امت مرحومہ کے بارے میں آگاہ فرما دیں فرمایا یہ احمد (ﷺ) کی امت ہے یہ وہ علماء اور حکماء ہوں گے گویا کہ وہ انبیاء ہیں وہ مجھ سے تھوڑے عطیہ کے ساتھ راضی ہوں گے اور میں ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاؤں گا۔ میں ان کو لا الہ الا اللہ کی وجہ سے جنت میں داخل کروں گا اے عیسیٰ جنت میں آنے والوں میں زیادہ تعداد اسی امت کی ہوگی۔ جتنا لا الہ الا اللہ کا ورد ان کی زبان پر جاری ہوگا اتنا کسی قوم کی زبان پر جاری نہ ہوگا ان کی گردنیں جتنی سجدے کریں گی اتنے سجدے کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عوسجہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مجھے اپنے دل میں اتنی جگہ دے جتنی تیرے دل میں غم کے لئے ہے اور مجھے اپنی معاد میں اپنے لئے ذخیرہ کرے۔ نوافل کے ساتھ میرے سے قرب حاصل کر میں تجھ سے محبت کروں گا میرے سوا کسی سے دوستی نہ لگا ورنہ میں تیری مدد چھوڑ دوں گا۔ مصیبت پر صبر کر

اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہو۔ ایسا ہو جا کہ میری خوشی تجھ میں ہو اور میری خوشی اس میں کہ میری اطاعت کی جائے اور میری نافرمانی سے بچا جائے۔

میرے قریب ہونے کی کوشش کر اور اپنی زبان کو میری یاد سے تازہ کر اور میری محبت روئے بیٹھے میں رہے تاکہ غفلت کے وقت تو بیدار رہے۔

کمال عقلمندی سے فیصلہ کر اور رغبت کرنے والا اور ڈرنے والا ہو جا۔ اپنے دل کو میری خشیت کی موت مار دے اور میری خوشنودی کی خاطر رات کا خیال رکھ (تہجد پڑھ) میرے پاس بیری پی کے دن کے لئے اپنے دن کو پیاسا کر دے۔ (روزہ رکھ) اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اچھے کاموں میں رغبت کر تو کہیں بھی ہو۔ بھلائی کا اعتراف کر اور میری نصیحت کو میری مخلوق میں عام کر اور میرے بندوں میں عدل و انصاف سے فیصلہ کر۔

میں نے تیری طرف شفاء (انجیل) نازل کی ہے جو شیطان کے وسوسوں سے شفاء دیتی ہے میں نے تجھے پہلے کے بزرگوں سے تجھے آنکھوں کا نور عطا کیا ہے۔ میں مت بن کہ اس طرح تو زندہ سانس لیتے ہوئے بھی مردہ ہے۔

اے عیسیٰ بن مریم میرے ساتھ جو بھی ایمان لاتا ہے اس میں خشوع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور جس کے اندر بھی عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے وہ میرے ثواب کی امید رکھتا ہے اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ ایسی مخلوق میرے عذاب سے محفوظ رہے گی جب تک کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی یا وہ میرے طریقے کو تبدیل نہیں کرتی۔

اے پاکیزہ عفت مآب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ زندگی کے ایام میں اپنی ذات پر اس شخص کی طرح جس نے اپنے اہل و عیال کو الوداع کہا اور دنیا سے بے رغبت ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی چاہت اور رغبت کی وجہ سے اپنے اہل کے لئے لذتوں کو چھوڑ دیا ہو۔ تو دنیا میں اس طرح رہ کہ کلام نرم کر اور سلام کو عام پھیلا۔ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو اس وقت تو بیدار ہو آخرت کے حالات اور ہولناک سخت زلزلوں سے ڈرتا رہ کیونکہ اس دن نہ اہل و عیال فائدہ دیں گے اور نہ مال جب بے کار بیٹھے ہوں تو حزن و ملال کا سرمہ لگایا کر۔

دنیا میں صبر کر اور ثواب کی نیت سے کام کر اگر تو نے وہ انعامات حاصل کر لئے جو میں نے صبر کرنے والوں کے لئے وعدے کے طور پر تیار کر رکھے ہیں تو تیرے لئے مبارک ہو۔

دنیا سے اللہ کو طلب کر کہ لوگ اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ہر چیز چکھ جس کا ذائقہ بہتر ہو اور دنیا گذارے کے مطابق حاصل کر سخت ضروری چیز پر قناعت کر کیونکہ اس کا انجام تجھے معلوم ہے۔ دنیا میں حسب کتاب کے مطابق عمل کر کیونکہ اعمال کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا اگر تو وہ چیزیں دیکھ لے جو میں نے اپنے بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں تو تیرا دل پگھل جائے اور تمہاری جان (فرط خوشی کے) نکل جائے حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ تجھے صرف وہی چیز ملے گی جو تیرے لئے لکھ دی گئی ہے۔

ابلیس نے کہا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا پھر تو دیکھ کہ زندہ رہتا ہے یا کہ نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ مجھے نہ آزمائے یقیناً میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کو نہیں آزماتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزماتا ہے۔

کرنے والے میری رحمت سے حق یک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ اے عیسیٰ بن مریم اگر یہ لوگ میری رحمت سے حصہ نہ کھاتے جو ان کے دلوں میں درد شفقت ڈالی ہوئی ہے تو یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے اور ان کو خوب معلوم ہو جاتا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور ان کو یقین ہو جاتا کہ ان کے نفس ہی ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ میں ان کے روزے کیسے قبول کروں جو حرام غذا سے قوت حاصل کرتے ہیں اور میں ان کی نماز کیسے قبول کروں حالانکہ وہ لوگوں کا مال چھینتے اور ناجائز طریقے سے ان کا مال حاصل کرتے ہیں۔ اے عیسیٰ میں ان کے صدقات کا بدلہ ان حقداروں کو دوں گا جو ان کے اصل مالک ہیں جن کے مال چھینے اور ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے والوں کو میں ان کی نماز کیسے قبول کروں جب کہ ان کے دل ایسے لوگوں کی طرف مائل ہیں جو مجھ سے جنگ کرتے اور میری حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دیتے ہیں ان کے رونے پر میں ان پر مہربانی کیسے کروں کیونکہ ان کے ہاتھوں سے انبیاء علیہم السلام کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں میں تو ان پر اور زیادہ غضبناک ہوتا ہوں۔

اے عیسیٰ میں نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے دن ہی سے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ جو میری عبادت کرے گا اور تیری والدہ کے متعلق میرا بتایا ہوا عقیدہ اختیار کرے گا۔ میں ان کو جنت میں تیرا پڑوسی اور درجات میں تیرا رفیق اور کرامت وعزت میں تیرا شریک بناؤں گا۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن ہی سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو تجھے اور تیری والدہ کو میرے سوا معبود بنائے گا میں اسے آگ کے سب سے نیچے والے طبقہ میں رکھوں گا۔

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے دن ہی سے میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ میں اپنے بندے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس کو مکمل کروں گا اور انبیاء ورسل کا سلسلہ اس پر ہی ختم کروں گا وہ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کی بادشاہت ملک شام تک وسیع ہوگی وہ سخت طبیعت و سخت دل نہیں ہوگا اور بازاروں میں شور وغل کرنے والا نہیں ہوگا اور فحش زیب و زینت نہیں اپنائے گا وہ کسی سے بدکلامی نہ کرے گا میں اسے ہر اچھی چیز کی رہنمائی کروں گا اور ہر اچھا خلق عطا کروں گا تقویٰ کو ان کا ضمیر اور حکمت کو ان کی عقل بنا دوں گا ان کی طبیعت عدل کو ان کی سیرت حق کو ان کی شریعت اور اسلام کو ان کا دین بناؤں گا۔ ان کا نام احمد ہوگا میں اس کے ساتھ گمراہی کے بعد رہنمائی کروں گا اور جہالت کے بعد علم سکھاؤں گا تنگدستی کے بعد مالداری عام کروں گا ذلت و پستی کے بعد ترقی وعروج سے ہمکنار کروں گا بہرے کانوں کو شنوائی عطا کروں گا غافل دلوں کو بیدار کروں گا لوگوں کو مختلف اور متفرق خواہشات سے ان کے ذریعہ چھٹکارا دے گا میں اس کی امت بہترین امت بناؤں گا جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی وہ نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے وہ سب میرے لئے مخلص ہوں گے میرے رسولوں کی لائی ہوئی ہدایات کی تصدیق کریں گے میں ان کو ان کے گھروں، مجلسوں اور مساجد اور ہر جگہ تسبیح و تقدیس اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کا الہام کروں گا وہ کھڑے اور بیٹھے اور رکوع وسجود کر کے میرے لئے نماز پڑھیں گے وہ میرے راستے میں صف بندی اور اجتماعی شکل میں لڑائی کریں گے وہ میدان جہاد میں اپنا خون چھڑک کر کے قربانیاں دیں گے اور ان کی کتابیں ان کے سینے میں ہوں گی ان کی قربانی کا گوشت ان کے پیٹ میں ہوگا (یعنی قربانی کا گوشت وہ خود کھائیں گے) اور وہ راتوں کو عبادت گذار اور دنوں کو کافروں کے مقابلے میں شیر ہوں گے یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں اور میں بڑے فضل والا ہوں۔

اس سورۃ انعام اور سورۃ القصص کی کچھ آیات ذکر کرکے مذکورہ بالا باتوں میں بہت سی باتوں کو درست ہونا ثابت کریں گے۔

ابو حذیفہ اسحاق بن بشر نے اپنی اسناد کے ساتھ کعب الاحبار اور وہب بن منبہ نیز ابن عباس اور سلمان فارسی سے

بیان کیا ہے اور ان کی الگ الگ بیان کردہ حدیث ایک دوسرے میں داخل ہوگئی ہیں اس لئے مشترکہ روایت پیش کی جارہی ہے۔

تو وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور وہ لوگوں کے پاس واضح دلائل اور معجزات لے کر آئے تو بنی اسرائیل کے منافق اور کافر قسم کے لوگ ان سے تعجب اور مذاق کرنے لگے اور وہ کہتے کہ فلاں آدمی نے رات کیا کھایا اور فلاں آدمی نے اپنے گھر کیا ذخیرہ کیا ہے آپ ان کو بتادیتے تو ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا اور منافق اور کافر اپنے شرک و کفر میں اور زیادہ ہوجاتے۔ ان تمام حالات کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اپنے رہنے کے لئے کوئی گھر نہ تھا وہ زمین میں سفر کرتے رہتے تھے ان کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ جس سے ان کی پہچان ہوتی۔

سب سے پہلے جس کو آپ نے زندہ کیا اس کا واقعہ یوں پیش آیا کہ آپ ایک دفعہ ایک عورت کے پاس سے گذرے وہ ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے عورت تجھے کیا ہوا ہے اس نے کہا کہ میری اکلوتی بیٹی فوت ہوگئی ہے اور میں نے اپنے رب سے وعدہ کیا ہے کہ میں اسے تب یہاں ٹھہروں گی یا تو مجھے موت آجائے یا کہ میری بچی کو اللہ زندہ کردے اور میں اس کو ایک نظر دیکھ لوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے سوال فرمایا کہ اگر تو اسے دیکھ لے تو پھر تو واپس چلی جائے گی اس نے کہا ہاں واپس چلی جاؤں گی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر قبر کے پاس آکر بیٹھ گئے اور پکارا اے فلانہ اللہ رحمٰن کے حکم سے کھڑی ہوجا اور قبر سے باہر آجا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ قبر میں حرکت پیدا ہوئی انہوں نے دوبارہ آواز دی تو اللہ کے حکم سے قبر پھٹ گئی پھر تیسری دفعہ آپ نے بلایا تو وہ قبر سے اپنا سر مٹی سے جھاڑتے ہوئے نکلی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تو نے اتنی دیر کیوں کی۔ اس نے جواب دیا کہ جب مجھ تک پہلی آواز پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف فرشتہ بھیجا اس نے میرے جسم کے اعضاء اکٹھے کئے جب دوسری آواز آئی تو میری روح میرے جسم میں لوٹادی گئی جب تیسری آواز آئی تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ شاید قیامت قائم ہوگئی ہے تو اس کے ڈر سے میرے سر اور ابرو و پلکوں کے بال سفید ہوگئے پھر وہ اپنی ماں کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی اے ماں تو نے ایسا کیوں کیا کہ مجھے موت کی تکلیف دوبارہ چکھنی پڑی اے ماں صبر کر اور اجر و ثواب حاصل کر مجھے دنیا میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب ہوکر کہنے لگی اے اللہ کی روح اور اس کا کلمہ میرے رب سے درخواست کر کہ وہ مجھے آخرت کی طرف لوٹا دے اور موت کی مصیبت مجھ پر آسان کردے۔

آپ نے اپنے رب سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو فوت کرلیا اور وہ زمین میں پہلے کی طرح دفن ہوگئی اور زمین پر اس پر برابر ہوگئی۔ جب یہودیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ غصے میں اور زیادہ ہو گئے۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ بنی اسرائیل نے آپ سے کہا کہ ہمارے لئے سام بن نوح کو زندہ کردیں تو آپ نے اللہ کے لئے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس کو زندہ فرمادیا۔ اور اس نے انہیں کشتی کے حالات سے آگاہ کیا پھر آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وہ دوبارہ قبر میں دفن ہوگئے۔

سدی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ فوت ہوگیا تو اسے ایک چارپائی پر رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے لایا گیا آپ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کردیا تو لوگوں نے ایک عجیب و غریب ہولناک منظر دیکھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس کا کلام سب سے زیادہ سچا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ .... مُسْلِمُوْنَ (المائدہ ۱۱۰-۱۱۱)

اور جب خدا عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تیری والدہ پر کیے جب میں نے روح القدس (جبرئیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جوان ہو کر ایک ہی نسق پر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم مٹی سے جانور بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے چنگا بھلا کر دیتے تھے اور مردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے قبر سے) نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلی نشانی لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے۔ یہ صریح جادو ہے اور جب میں نے حواریوں کو حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ کہنے لگے کہ (پروردگار) ہم ایمان لائے اور تو گواہ ہو جا کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرما رہے ہیں کہ انہیں باپ کے بغیر ماں کے واسطے سے پیدا کیا۔ اور انہیں لوگوں کے لئے نشانی بنا دیا جو اللہ کی قدرت کاملہ پر بڑی دلیل ہے۔ اور مزید انعام یہ کیا کہ انہیں رسالت کے منصب پر فائز کیا آپ کی والدہ پر بھی احسان کیا کہ انہیں اس عظیم نعمت کے لئے چن لیا اور ان کی پاکدامنی پر دلیل قائم کر دی جب جاہل قسم کے لوگوں نے آپ پر الزامات لگائے۔

فرمایا کہ روح القدس کے ساتھ میں نے تیری مدد کی۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے تیری والدہ کی طرف روح پھونکی پھر جبرائیل آپ کی طرف وحی لے کر آئے اور کافروں کی ایذا اور سازشوں سے آپ کا دفاع کیا۔

تو لوگوں سے گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا۔ یعنی بچپن میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا۔

ولاعلمتک الکتاب والحکمۃ سے مراد یہ ہے کہ میں نے تجھے لکھنا سکھایا اور دانائی عطا کی اور بعض سلف سے اسی مفہوم کی صراحت منقول ہے کہ آپ پیدائشی اندھوں کو درست کر دیتے تھے جن کا صحیح ہونا اطباء و حکما کی نظر میں ممکن نہ ہوتا اسی طرح برص (جس کی وجہ سے جسم پر سفید داغ رونما ہو جاتے ہیں) کی بیماری والے کو بھی درست کر دیتے تھے۔ مذکورہ آیات کی وضاحت ہو چکی ہے اب اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

واذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ اور جب بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب انہوں نے آپ کو سولی پر چڑھانا چاہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر اور تکلیف سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے پاس آسمان پر اٹھا لیا۔

واذ اوحیت الی الحواریین۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ۔ بعض نے اس جگہ وحی سے الہام لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی جیسے دوسری جگہ ہے کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف الہام کیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور جب تجھے اس پر کوئی خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے۔

لیکن بعض کا خیال ہے کہ رسول کے واسطے سے وحی کرنا اور قبول حق کی توفیق دینا مراد ہے۔ اسی لئے انہوں نے ان

اللہ) کے ساتھ جواب دیا کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مددگار اور معاون بنا دیئے جو آپ کی مدد کرتے اور ایک اللہ کی طرف دعوت دیتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ؀ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الانفال:۶۲)

وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کردی اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے مگر خدا ہی نے ان میں الفت ڈال دی۔ بےشک وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ .... الْمٰكِرِيْنَ (آل عمران:۴۸-۵۴)

اور وہ انہیں لکھنا پڑھنا اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص والے (کوڑھی) کو تندرست کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے (قدرت خدا کی) نشانی ہے اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں) اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیت قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو خدا کا طرفدار اور میرا مددگار ہو۔ حواری بولے کہ ہم خدا کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں اے پروردگار جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں) ایک چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اس وقت خدا نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں کی صحبت سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (و غالب) رکھوں گا پھر تم سب لوٹ کر میرے پاس آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کر دوں گا۔

ہر نبی کو ہر زمانے کے مناسب حال معجزہ دیا گیا۔ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بڑے بڑے جادوگر تھے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا کئے کہ جن کو دیکھ کر آنکھیں حیران رہ گئیں اور جادوگر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے جادو کے ماہرین اور کرشمہ سازی سے واقف لوگوں نے جب آپ کے معجزات دیکھے تو وہ سمجھ گئے کہ یہ

خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

پھر اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ .... ظَاهِرِينَ (الصف: ۱۴)

اے ایمان والو تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ بن مریم نے حواریوں کو فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا تو ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی پس وہ غالب آ گئے۔ انبیائے بنی اسرائیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم ہیں۔ آپ نے ان میں خطبہ ارشاد فرمایا اور ان کو حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے متعلق خوشخبری سنائی جو ان کے بعد آنے والے تھے۔

ان کو آپ کے نام اور صفات سے آگاہ کیا تاکہ وہ نبی دنیا میں جب مبعوث ہو تو وہ اس کو پہچان کر ایمان لے آئیں اور آپ کی پیروی کریں یہ بشارت اتمام حجت اور احسان عظیم کی حیثیت سے تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر پر اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔

محمد بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہمیں اپنے متعلق کچھ بتایئے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا (اور اپنے بھائی عیسیٰ ابن مریمؑ کی بشارت ہوں۔ جب میں اپنی والدہ کے پیٹ میں تھا تو میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ گویا اس سے بہت بڑی روشنی ظاہر ہوئی جس نے سرزمین شام میں واقع بصریٰ کے محلات روشن کر دیئے۔

حضرت عرباض بن ساریہ اور ابو امامہؓ کے واسطے سے مرفوعاً نبی ﷺ سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰ ابن مریم کی بشارت ہوں کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی یا اللہ کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج۔

اور جب بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو آپ ان میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کو آگاہ کیا کہ نبوت کا سلسلہ ان سے ختم ہو چکا ہے اب میرے بعد نبی امی تشریف لائیں گے وہ تمام انبیاء میں آخری ہوں گے ان کا نام احمد ہوگا۔

وہ اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ کے سلسلہ خاندان سے ہوں گے ان کا نام و نسب کچھ یوں ہوگا محمد بن عبداللہ بن

عبدالمطلب بن ہاشم۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچے مومن بندوں کو اسلام اور اہل اسلام کی نصرت و تائید پر ابھارا اور ان کو ترغیب دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مدد کریں اور اسلام اور اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی میں ان کی معاونت کریں۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے کہ فرمایا: اے ایمان والو! اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں کو کہا کہ اللہ کی طرف بلانے کے لئے میرے مددگار کون ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

یہ واقعہ ناصرہ نامی بستی میں پیش آیا اس کی مناسبت سے ان کا نام نصاریٰ مشہور ہوگیا۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ان پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل اور دوسرے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا تو کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے کفر کیا۔ ایمان لانے والوں میں انطاکیہ بستی کے تمام لوگ شامل تھے جس طرح کہ بہت سے مؤرخین اور مفسرین نے ذکر کیا ہے آپ نے ان کی طرف اپنے تین قاصد بھیجے ان میں ایک شمعون بن الصفا بھی تھے وہ سب لوگ ایمان والے بن گئے اور ان سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جن کا تذکرہ سورۃ یٰسین میں ہے اس کی وضاحت سورۃ یٰسین میں اصحاب القریہ کے قصے کے ضمن میں ہم کر چکے ہیں۔

بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کفر کرنے والوں میں اکثر یہودی شامل تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی کافروں کے خلاف مدد کی اور وہ کافروں پر غالب آگئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا نے فرمایا کہ اے عیسیٰ بن مریم میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا۔ اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (و غالب) رکھوں گا۔

پس جو اللہ کا زیادہ قریبی ہوگا وہ اپنے سے کم درجے والے پر غالب ہوگا۔

چونکہ مسلمانوں کا نظریہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں بلاشبہ برحق ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کے سچے مددگار مسلمان ہی ہیں) اسلئے مسلمان عیسائیوں پر غالب ہیں جنہوں نے اپنے دین میں غلو اور زیادتی سے کام لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف و توصیف میں شرک کی حد تک مبالغہ اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام و مرتبہ عطا کیا تھا ان کو اس سے اوپر لا کھڑا کیا

چونکہ عیسائی یہودی کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدے کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب تھے اس لئے وہ دعوت رک جانے کے دور سے لے کر اسلام اور اوائل اسلام کے دور تک یہودیوں پر غالب رہے۔

قرآن مجید میں دسترخوان کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ ...... العلمين (المائدۃ:۱۱۲۔۱۱۵)

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے

سے ہونے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن پتھر کا تکیہ بنا کر نیند کی لذت میں محو استراحت تھے کہ ابلیس کا وہاں سے گذر ہوا کہنے لگا اے عیسیٰ تو کہتا ہے کہ مجھے دنیا کے سامان کی ضرورت نہیں ہے اور یہ پتھر بھی تو دنیا کے سامان میں سے ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور پتھر پکڑ کر اس کی طرف پھینکا اور کہا دنیا کے ساتھ یہ پتھر بھی تم ہی لے لو۔ معتمر بن سلیمان بیان کرتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے پاس آئے جبکہ آپ پر اون کا جبہ ایک ازار اور نیچے جانگیا تھا۔ آپ پاؤں سے ننگے اور پراگندہ بالوں والے تھے بھوک کی وجہ سے آپ کا رنگ زرد اور پیاس کی وجہ سے ہونٹ خشک تھے۔ آپ نے فرمایا اے بنی اسرائیل! تم پر سلامتی ہو دنیا کو میں نے اس کا صحیح مقام دیا ہے۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے۔ جانتے ہو میرا گھر کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا! اے روح اللہ! آپ خود ہی بتا دیں آپ کا گھر کہاں ہے۔ فرمایا میرا گھر مساجد ہیں میری خوشبو پانی، میرا سالن بھوک، میرا چراغ رات کو چاند، میرا شعار رب العالمین کا خوف، میرے ہمنشین بھوکے ہیں۔ اور ساتھی مساکین ہیں۔ میرے پاس نہ صبح کو کچھ ہوتا ہے اور نہ شام کو کچھ ہوتا ہے اس کے باوجود میں خوش و خرم رہتا ہوں۔ اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو مجھ سے زیادہ غنی اور نفع والا کون ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہئے۔ تا کہ لوگ آپ کو پہچان کر آپ کو تکلیف نہ دیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں تیری ایک ہزار حوروں سے شادی کروں گا اور چار سو سال تک تیرا ولیمہ کروں گا۔

اس کا مرفوع ہونا عجیب و غریب ہے البتہ یہ روایت کعب الاحبار جیسے اسرائیلیات سے بیان کرنے والوں تک موقوف ہو سکتی ہے۔

خلف بن حوشب فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ بادشاہوں نے تمہارے لئے حکمت و دانائی چھوڑ دی ہے تو تم ان کے لئے دنیا چھوڑ دو۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے پوچھو میں نرم دل ہوں اور میں اپنے آپ کو چھوٹا خیال کرتا ہوں۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ جو کی روٹی کھاؤ اور صاف پانی پیو اور دنیا سے امن و سلامتی کی حالت میں اس سے الگ ہو جاؤ میں تم سے برحق بات کرتا ہوں کہ دنیا کا مٹھاس آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی سے آخرت کا مٹھاس حاصل ہوگا اللہ کے بندے ناز و نعمت والی زندگی نہیں گذارتے میں تم سے برحق بات کرتا ہوں کہ وہ عالم تم میں سے بہت برا ہے جو اپنے علم پر اپنی خواہش کو ترجیح دے اور وہ سمجھتا ہے کہ تمام لوگ اس کے پیچھے ہیں حالانکہ جاہل آدمی عالم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اے بنی اسرائیل تم پر لازم ہے کہ صاف پانی پیو اور تازہ سبزی کھاؤ اور گندم کی روٹی سے پرہیز کرو کیونکہ تم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے دنیا سے گذر جاؤ اور اس کو آباد نہ کرو اور فرمایا کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور بدنظری دل میں شہوت کو ابھارتی ہے۔

ہو گیا اور میرے تینوں فوت ہو گئے۔

آپ نے دریافت کیا کہ ان کا مال و دولت کہاں گیا۔ شہر نے جواب میں کہا کہ ان کا جمع کیا ہوا مال و متاع ہر قسم کا مال میرے علاوہ دوسروں نے لے لیا آسمان اور زمین کی وراثت سب اللہ کے لئے ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا کہ مجھے تین آدمیوں سے تعجب ہوتا ہے۔

(۱) دنیا کے تلاش کرنے والے سے جب کہ موت اس کو تلاش کر رہی ہے۔

(۲) محلات تعمیر کرنے والے سے حالانکہ قبر اس کا اصل ٹھکانا ہے۔

(۳) قہقہہ لگا کر ہنسنے والے سے حالانکہ آگ اس کے آگے ہے۔

اے آدم کے بیٹے تو زیادہ کے ساتھ سیر نہیں ہوتا اور تھوڑے پر راضی نہیں ہوتا تو اس شخص کے لئے مال جمع کرتا ہے جو تیری تعریف نہیں کرتا تو پروردگار کے پاس جا رہا ہے جو تیرا عذر قبول نہیں کرے گا تو تو اپنے پیٹ اور اپنی خواہش کا بندہ ہے قبر میں جا کر تیرا پیٹ بھرے گا۔

اور اے ابن آدم تو اپنا سارا مال دوسرے کے ترازو میں دیکھے گا۔

یہ روایت بہت زیادہ غریب ہے لیکن اس میں اچھی اچھی نصیحتیں ہیں جن کی وجہ سے ہم نے اس کو یہاں لکھنا مناسب سمجھا۔

ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ارشاد فرمایا کہ اپنے خزانے کو آسمان میں خیال کرو کیونکہ آدمی کا دل اپنے خزانے کی جگہ ہوتا ہے۔

عبد العزیز بن ظبیان کا ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی علم سیکھے اور سکھائے اور اس پر عمل کرے تو وہ آسمان کی بادشاہت میں "عظیم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابو کریب فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس علم میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو تجھ کو وادی جہنم عبور نہ کرا سکے اور جس کے ساتھ لوگ عبرت حاصل کریں۔

ابن عساکر نے سند غریب کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اے حواریوں کی جماعت حکومت اور فیصلے کی ذمہ داری صاحب اہلیت لوگوں کے سپرد کرو اگر تم غیر اہل لوگوں کے سپرد کرو گے تو وہ زیادتی کریں گے اور تم ان کو اس سے روک نہیں سکو گے اس طرح گویا تم خود لوگوں پر ظلم کرو گے۔

معاملات تین طرح کے ہیں

(۱) وہ معاملہ جس کا درست اور صحیح ہونا بالکل واضح ہو اس کی اتباع کرو

(۲) جس معاملہ کا غلط ہونا واضح ہے تو اس سے بچ جاؤ

(۳) جس معاملہ میں اختلاف ہے اس کو اللہ کے سپرد کر دو۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا موتی خنزیر کے سامنے مت پھینکو کیونکہ وہ اس کے کسی کام نہ آئیں گے اسی طرح حکمت و دانائی کی بات اس شخص سے مت کرو جو اس کا ارادہ نہیں رکھتا حکمت کی بات موتی سے زیادہ اچھی ہے اور جو اس کو نہیں چاہتا وہ خنزیر سے بھی بدتر ہے۔

اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا تعالیٰ بھی (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ اس وقت خدا نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (و غالب) رکھوں گا پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن میں تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

(فبما نقضهم ميثاقهم .... شهيدا) (النساء:۱۵۵۔۱۵۹)

(لیکن انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا) تو ان کے عہد توڑ دینے اور خدا کی آیتوں سے کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق مار ڈالنے اور یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے (پڑے ہوئے) ہیں (خدا نے ان کو مردود کر دیا اور ان کے دلوں پر پردے نہیں ہیں) بلکہ ان کے کفر کے سبب خدا نے ان پر مہر کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں اور ان کے کفر کے سبب اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے سبب اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جو خدا کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (خدا نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا علم نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور صحیح و قطعی رائے کے مطابق ان کو نیند کے ساتھ فوت کر کے بعد میں آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہودیوں کے برے عزائم سے بچا لیا جنہوں نے اس دور کے بادشاہ کے پاس آپ کی شکایت کی تھی۔

سولی دینے کا واقعہ

حضرت حسن بصری اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام داؤد بن نورا تھا جس کے پاس یہودیوں نے آپ کے متعلق شکایت کی تھی۔ اور اس نے آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا۔ تو یہودیوں نے آپ کو ایک گھر میں گھیر لیا اور یہ جمعہ بعد کی رات کا واقعہ ہے۔

جب وہ گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو آپ کے پاس موجود ان کے ایک ساتھی پر آپ کی شبیہ ڈال دی گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور یہ منظر اس گھر والے دیکھ رہے تھے سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے گھر میں آپ کے مشابہ شخص کو پایا اور اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر پکڑ لیا اور اسے سولی دے دی۔ اور آپ کی مزید توہین کرنے کے لئے آپ کے سر پر کانٹے رکھ دیئے۔

اور عام عیسائی جنہوں نے حقیقت حال نہ دیکھی تھی وہ بھی یہود کی بات پر متفق ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اس طرح وہ بھی گمراہی میں پڑ گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

کے پاس حواریوں سے بارہ آدمی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

وابر ثلماء۔ متی۔ توماس۔ بطرس۔ یعقوب بن زبدا۔ یحنس اخو یعقوب۔ اندرلوس۔ فلیس۔ یعقوب بن حنیفا۔ تدلوس۔ قنانیا۔ یودس بن کریا یوطا۔ ان میں سے آخری نے یہود کو آپ کے متعلق آگاہ کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک اور سرجس نامی ایک آدمی تھا عیسائیوں نے اسے چھپا رکھا تھا اور اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی اور اسے سولی دی گئی۔ پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض عیسائیوں کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ سولی دیا جانے والا آپ کے مشابہ ایک شخص تھا اور اس کا نام یودس بن کریا یوطا تھا۔

حضرت قتادہ حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد شمعون کو خلیفہ بنایا تھا اور یہودیوں نے یودس کو عیسیٰ سمجھ کر سولی دے دی تھی کیونکہ اس پر آپ کی شبیہ ڈالی گئی تھی۔ واللہ اعلم

فراء نے اللہ تعالیٰ کے قول و مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کے متعلق فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی خالہ سے لمبا عرصہ الگ رہے پھر اسے ملنے آئے تو ایک ابو لوت یہودی کھڑا ہوا اور اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو گھر میں بند کر دیا۔ پھر بہت سے لوگ آپ کے گھر کے دروازے کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے دروازے کو توڑا اور ابو لوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے اندر داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام مجھے نظر نہیں آئے اس کے پاس ننگی تلوار تھی۔ انہوں نے کہا کہ تو ہی عیسیٰ ہے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی گئی انہوں نے اس کو پکڑا اور اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ بنا دی گئی۔

ابن جریر نے وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام گھر میں آئے اور آپ کے پاس حواریوں میں سے سترہ آدمی تھے۔ تو یہودیوں نے ان کو گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت دے دی۔ انہوں نے کہا کہ تم نے ہم پر جادو کیا ہے اب عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سب کو قتل کر دیں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ آج تم میں سے کون جنت کے بدلے اپنے آپ کو بیچتا ہے ایک آدمی نے کہا کہ میں حاضر ہوں پھر وہ ان کی طرف گیا اور کہا کہ میں عیسیٰ ہوں اللہ تعالیٰ نے اسے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل عطا کر دی تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اسی وجہ سے ان کو مغالطہ لگا اور انہوں نے سمجھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسائیوں نے بھی اسے عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا حالانکہ اسی دن اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

مؤرخ ابن جریر نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ وہ دنیا سے الگ ہونے والے ہیں تو وہ موت سے گھبرائے اور آپ پر بہت گراں گزری۔ آپ نے حواریوں کے لئے دعوت تیار کرائی اور ان کو بلایا کہ آج رات میرے پاس آنا مجھے تمہارے ساتھ خصوصی کام ہے جب وہ اکٹھے ہوئے تو ان کو کھانا کھلایا اور بنفس نفیس ان کی خدمت کرتے رہے جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنے ہاتھ سے ان کو وضو کرایا اور اپنے کپڑوں کے ساتھ ان کے ہاتھ صاف کرتے رہے انہوں نے اس طرز عمل کو برا اور ناپسند کیا آپ نے فرمایا کہ آج رات جس نے مجھے خدمت سے روکا وہ مجھ سے نہیں اور میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا جب آپ

فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آج کھانا کھلا کر تمہاری خدمت کی ہے اور تمہارے ہاتھ دھلائے ہیں لہٰذا میرا یہ کام تمہارے لئے نمونہ ہونا چاہیے تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے اچھا ہوں لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر بڑا بننے کی کوشش نہ کرو بلکہ ایک دوسرے کی خدمت کرو جیسے کہ میں نے تمہاری خدمت کی ہے باقی جس کام کے لئے میں نے تمہیں بلایا ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے پوری محنت سے دعا کرو کہ اللہ میری موت کو مؤخر کر دے۔ جب وہ دعا کرنے میں مشغول ہوئے اور دعا کرنے کے لئے پوری محنت کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو نیند آنے لگ گئی یہاں تک کہ وہ دعا نہیں کر پا رہے تھے۔ آپ ان کو جگانے لگے اور فرمایا سبحان اللہ کیا تم میرے لئے ایک رات بھی صبر کے ساتھ میری مدد نہیں کر سکتے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کیا ہو رہا ہے ہم آج سے پہلے رات کو جاگتے اور آپس میں زیادہ قصہ گوئی کرتے رہتے تھے لیکن آج رات ہم کوئی ہمت نہیں جوڑ سکتے اور دعا کے درمیان نیند رکاوٹ پیدا کر رہی ہے آپ نے فرمایا کہ چرواہے کو لے جایا جائے گا اور بکریاں منتشر ہو جائیں گی۔ آپ اس طرح کی باتیں کر کے اپنے جانے کی اطلاع دے رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم میں سے ایک شخص مرغ کی اذان دینے سے پہلے تین دفعہ میرا انکار کرے گا اور تم میں سے ایک آدمی مجھے چند دراہم کے عوض میں بیچے گا اور میری قیمت کھائے گا حواری وہاں سے نکل کر بکھر گئے یہودی آپ کو تلاش کر رہے تھے انہوں نے آپ کے حواریوں سے شمعون نامی آدمی کو پکڑا اور پوچھ کر تو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ہے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس کے ساتھیوں میں سے نہیں ہوں۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا پھر کچھ اور یہودیوں نے اسے پکڑ لیا اور پوچھا تو اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر اس نے مرغ کی اذان سنی اور رونے لگ گیا اور بہت غمگین ہوا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کے حواریوں میں سے ایک آدمی یہودیوں کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں تمہیں عیسیٰ تک لے جاؤں تو مجھے کیا دو گے انہوں نے تیس درہم اسے دینے طے کئے اس نے درہم پکڑے اور انہیں عیسیٰ علیہ السلام تک لے گیا پھر اس پر آپ کی شبیہ ڈال دی گئی انہوں نے اسے پکڑا اور رسی میں جکڑ دیا اور اسے لے کر چلے اور ساتھ ساتھ اسے کہہ رہے تھے تو مردوں کو زندہ کرتا تھا اور مجنون کو تندرست کرتا تھا اور شیطان کو دور کرتا تھا اب تو اپنے آپ کو اس رسی سے نہیں نکال سکتا اور اس پر وہ آپ پر تھوکتے اور کانٹے پھینکتے حتیٰ کہ وہ آپ کو اس لکڑی کے پاس لے آئے جس پر وہ آپ کو سولی دینا چاہتے تھے وہاں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا اور انہوں نے آپ سے مشابہ شخص کو سولی دے دی۔ اور اس کی لاش سات دن تک اس طرح لٹکی رہی۔

پھر آپ کی والدہ اور وہ عورت جس کا آپ علاج کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اسے دیوانگی سے درست کر دیا تھا دونوں سولی کی جگہ روتی ہوئی آئیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے اور پوچھا تم روتی کیوں ہو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ پر رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور مجھے بھلائی ہی ملی ہے اور یہ شخص میری شکل والا ہے پس تم حواریوں کو حکم دو کہ وہ مجھ سے فلاں فلاں جگہ ملاقات مقرر کریں۔ آپ کو گیارہ آدمی اس جگہ ملے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بیچنے والا اور آپ کے متعلق یہودیوں کو آگاہ کرنے والا آدمی آپ کو نظر نہ آیا آپ نے اپنے ساتھیوں سے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ اس کو اپنے کئے پر بہت پشیمانی ہوئی اور اس نے پھندا گلے میں ڈال کر اپنے آپ کو قتل کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ اگر توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔

پھر آپ نے اس بچے کے بارے میں پوچھا جو ان کے ساتھ رہتا تھا اسے یحییٰ کہا جاتا تھا پھر فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ

ہی ہوگا۔ اب جاؤ تم میں سے ہر شخص اپنی قوم جس کی طرف بھیجا جا رہا ہے اس کی زبان بولنے لگ جائے گا وہ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے اور اس کی طرف دعوت دے۔

یہ روایت بہت عجیب و غریب ہے لیکن پھر بھی یہ روایت عیسائیوں کی اس بات سے زیادہ صحیح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ مریم کے پاس آئے اور وہ کھجور کے تنے کے پاس رو رہی تھیں تو آپ نے انہیں اپنے جسم میں میخوں کے نشانات دکھائے اور بتایا کہ میری روح اٹھالی گئی ہے اور جسم سولی دیدیا گیا ہے۔ یہ بات ایک بہتان صریح جھوٹ من گھڑت تحریف شدہ ہے اور یہ انجیل میں بالکل غلط اضافہ اور دلائل حقہ کے خلاف ہے۔

حافظ ابن عساکر نے یحییٰ بن حبیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے سولی دیئے جانے کے سات دن بعد بادشاہ کے گھر سے مصلوب کا جسم اتارنے کا سوال کیا کیونکہ وہ سمجھی تھیں کہ یہ سولی دیا ہوا ان کا بیٹا عیسیٰ ہے بادشاہ نے اجازت دیدی تو ان کو وہاں دفن کر دیا گیا۔

حضرت مریم نے ام یحییٰ سے کہا کہ مسیح علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے ہمیں لے جائے گی۔ پھر وہ دونوں گئیں جب وہ قبر کے قریب ہوئیں تو مریم نے ام یحییٰ سے کہا کہ کیا تو پردہ نہیں کرے گی۔ اس نے کہا کہ میں کس سے پردہ کروں یہ کہ قبر کے پاس کھڑے اس آدمی سے ام یحییٰ نے کہا کہ مجھے تو اس جگہ کوئی آدمی نظر نہیں۔ آرہا مریم سمجھ گئیں کہ ممکن ہے یہ جبرئیل ہوں حضرت مریم علیہا السلام کو جبرئیل سے ملاقات کئے کافی عرصہ گذر گیا تھا۔ مریم نے ام یحییٰ کو ایک طرف ٹھہرایا اور خود قبر کی طرف آگے بڑھیں جب قبر کے قریب ہوئیں تو جبرئیل نے آپ کو کہا اے مریم تم کہاں کا ارادہ کرتی ہو۔

حضرت مریم بھی جبرئیل کو پہچان گئیں فرمایا مسیح کی قبر کی زیارت کرتا اس کو سلام کہنا اور اس کے ساتھ گذرا زمانہ کو تازہ کرنا چاہتی ہوں جبرئیل نے کہا کہ اے مریم یہ مسیح نہیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھا لیا ہے اور کافروں سے بچا لیا ہے یہ تو اس نوجوان کی قبر ہے جس پر ان کی شبیہ ڈالی گئی اور وہ آپ کی جگہ قتل ہوا اور سولی دیا گیا اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو ملا نہیں اور وہ کچھ نہیں جانتے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اور وہ اس پر رو رہے ہیں آپ ایسے کریں کہ فلاں فلاں دن فلاں جنگل میں جاؤ تو وہاں آپ کی ملاقات مسیح علیہ السلام سے ہو جائے گی۔

رفع آسمانی کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی والدہ سے ملاقات

راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ بی بی کے ساتھ واپس آگئیں جبرئیل علیہ السلام بھی تشریف لے گئے کہ مریم علیہا السلام سے جنگل میں جانے کا بتایا جب وہ دن آیا تو آپ وہاں گئیں اور وہاں جنگل میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ ماجدہ کو دیکھا تو جلدی سے والدہ کی طرف آگے بڑھے ان پر جھکے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔ اور ان کے لئے دعا کرنے لگے جیسے پہلے کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اے امی جان لوگ مجھے قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ رب العزت نے مجھے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور آپ سے ملاقات کی اجازت دی ہے آپ کی موت قریب ہے بس صبر سے کام لیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کریں اس کے بعد دنیا میں آپ کی ملاقات مریم علیہا السلام سے نہیں ہوئی راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد پانچ سال زندہ رہیں اور آپ کی وفات ۵۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

آپ کتنی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور وہ ۳۳ سال کی عمر کے نوجوان ہوں گے اور ان کے جسم اور ڈاڑھی کے بال نہیں ہوں گے اور سرگیں آنکھوں والے ہوں گے ایک اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں کی عمر عیسیٰ علیہ السلام جتنی ہوگی اور حسن یوسف علیہ السلام جیسا ہوگا۔

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اور یعقوب بن سفیان فسوی نے اپنی تاریخ میں سیدہ فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔ مگر بعد والے نبی نے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہے اور آپ نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال دنیا میں رہے اس لئے میرا خیال ہے کہ میں ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

اور یہ الفاظ فسوی کے ہیں اور یہ حدیث غریب ہے۔

- حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اتنی عمر تک نہیں پہنچے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اتنی مدت اپنی قوم میں نہیں ٹھہرے بلکہ اس سے پہلے ہی آسمان پر اٹھائے گئے۔

حضرت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں چالیس سال ٹھہرے (لیکن یہ روایت منقطع ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رمضان شریف کی ۲۲ تاریخ کو آسمان پر اٹھائے گئے اور خود حضرت علیؓ بھی اسی تاریخ کو فوت ہوئے جب کہ آپ کو خنجر مارا گیا تھا۔

ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں چالیس برس رہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو آپ کے پاس ایک بدلی آئی آپ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کے پاس آپ کی والدہ ماجدہ آئیں اور انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور روئیں پھر آپ کو اٹھایا گیا اور آپ کی والدہ ماجدہ علیہا السلام آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے ان کی طرف اپنی ایک چادر پھینکی اور فرمایا کہ قیامت کے دن میرے آپ کے درمیان یہ ایک علامت ہوگی پھر آپ نے اپنی پگڑی شمعون پر ڈال دی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے الوداع کہتی رہیں حتیٰ کہ آپ ان سے غائب ہو گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ سے بہت پیار کرتی تھیں وہ ماں اور باپ دونوں کی جگہ آپ سے محبت کرتی تھیں کیونکہ آپ کے والد محترم تو تھے ہی نہیں۔ وہ آپ سے نہ سفر میں الگ ہوتیں اور نہ حضر میں جدا ہوتیں گویا وہ اس شعر کا مصداق تھیں

وکنت اری کالموت من بین ساعة فکیف ببین کان موعدہ الحشر

مجھے ایک پل کی جدائی موت دکھائی دیتی ہے۔ تو وہ جدائی کتنی تکلیف دہ ہوگی جو حشر تک جاری رہے گی۔

اسحاق بن بشر نے حضرت مجاہد سے بیان کیا ہے کہ جب یہودیوں نے اس شخص کو سولی دی تو ان کو مغالطہ لگ گیا اور اسے مسیح ہی سمجھتے رہے اور اکثر عیسائیوں نے بھی اپنی جہالت کی بناء پر ان کی بات مان لی اور وہ یہودی ان پر چڑھے اور ان کو مارا قتل کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا جب ان کی خبر بادشاہ روم تک پہنچی اور وہ اس دور میں دمشق کا بھی بادشاہ تھا

اس کو کہا گیا کہ یہودی ایک ایسے آدمی کے ساتھیوں پر ظلم کر رہے ہیں جو ان کو بتاتا تھا کہ وہ ان کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہے وہ مردوں کو زندہ کرتا اور مادر زاد اندھوں اور برص کی بیماری والوں کو درست کر دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر عجیب و غریب کام ظاہر ہوتے ہیں وہ اس پر چڑھ دوڑے اور اس کو قتل کر دیا اور انہوں نے اس کے ساتھیوں کی توہین کی اور ان کو قید میں بند کر دیا۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا اور وہ قیدی اس کی طرف روانہ کر دیئے گئے ان میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور شمعون اور دیگر کئی لوگ تھے۔

بادشاہ نے ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کے متعلق بادشاہ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اس نے ان کے دین پر ان سے بیعت کی اور ان کے کلمے کو بلند کیا اور حق یہودیوں پر غالب آیا اور عیسائی ان پر غالب آگئے اس نے مصلوب کی طرف آدمی بھیجے اور اس کو لکڑی کے تختے سے اتارا گیا اس کے پاس لکڑی کا وہ تختہ بھی تھا جس کے ساتھ اس آدمی کو سولی دی گئی۔ بادشاہ نے اس کی تعظیم کی اسی وجہ سے عیسائی اس لکڑی کی تعظیم کرتے ہیں اور اس وقت سے ہی روم میں عیسائیت داخل ہوئی یہ روایت کئی لحاظ سے محل نظر ہے۔

رومی عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں تین سو سال بعد شامل ہوئے تھے اور وہ قسطنطین بن قسطس کا دور تھا اسی بادشاہ کی طرف قسطنطنیہ شہر منسوب ہے جو اس نے آباد کیا تھا اس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

یہودیوں نے جب اس شخص کو سولی دی اور پھر لکڑی سمیت اسے نیچے دبا دیا اور اس جگہ کوڑا کرکٹ نجاست مردہ لاشیں اور گندی چیزیں پھینکتے رہے اور یہ جگہ قسطنطین مذکور کے دور تک اسی طرح رہی یہاں تک کہ اس کی ماں ہیلانہ حرانیہ فندقانیہ نے اسے وہاں سے نکالا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ مسیح علیہ السلام ہیں۔ ان لوگوں کو وہاں سے وہ لکڑی بھی ملی جس پر اس کو سولی دی گئی کہتے ہیں کہ کوئی بیمار اور مصیبت زدہ اس لکڑی کو ہاتھ لگاتا تو وہ ٹھیک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ ایسا ہوا بھی یا کہ نہیں۔ اور اگر اس سے مصیبت زدہ درست ہوتے تھے تو اس بناء پر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ قربانی پیش کرنے والا آدمی بھی آخر نیک پرہیزگار تھا یا اس دور کے عیسائیوں کے لئے اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس لکڑی کی بھی خوب تعظیم کی اور سونے اور موتیوں کے ساتھ اسے مرصع کیا اسی وجہ سے عیسائی صلیب بناتے اس شکل کے ساتھ تبرک حاصل کرتے اور اسے چومتے چاٹتے ہیں۔

بادشاہ کی ماں ہیلانہ کے حکم پر وہ جگہ صاف کر دی گئی اور وہاں ایک خوبصورت اور شان و شوکت والا ایک گرجا تعمیر کیا گیا اور وہ گرجا بیت المقدس شہر میں آج تک مشہور ہے اور وہاں کسی دور میں تمام گندگی کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا رہا تو اس گرجا کا نام بھی قمامہ رکھ دیا گیا اور لوگ اسے قیامت بھی کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا جسد خاکی یہاں تک امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے بیت المقدس فتح کیا اور اپنی چادر کے ساتھ وہاں سے کوڑا کرکٹ صاف کیا اور اسے گندگی اور نجس چیزوں سے پاک کیا اور اس سے پیچھے نہیں بلکہ اس سے آگے جہاں معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کرائی۔ ایک مسجد تعمیر کرائی اور وہی مسجد اقصیٰ ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف اور فضائل و مناقب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما المسیح ابن مریم الا رسول ..."مسیح بن مریم رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی رسول گذرے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔"

عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ لفظ مسیح، مسح سے ماخوذ ہے جس کا معنی سیر و سیاحت ہے اور آپ نے بھی زمین میں خوب سیر و سیاحت کی تا کہ اللہ کی قدرت کے نشانات دیکھیں اور اس دور کے فتنوں سے اپنے دین کو بچائیں کیونکہ یہودیوں نے بہت شدت سے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر بہتان لگائے۔

یا آپ کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ممسوح القدمین (پاؤں بچھے ہوئے) تھے اور بعض علماء کا خیال ہے کہ چونکہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے بیمار شفایاب ہو جاتے تھے اس لئے آپ کو مسیح کہا گیا۔

تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر ہم نے ان رسولوں کے بعد اپنے دوسرے رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اسے انجیل عطا کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے روح القدس (جبرئیل) کے ساتھ اس کی مدد کی۔

آپ کے فضائل و مناقب کے بارے میں اور بھی بہت سی آیات ہیں

اور صحیحین کی حدیث کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے کہ جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلو میں کچوکا لگاتا ہے تو وہ چیخنے لگ جاتا ہے مگر حضرت مریم اور ان کا بیٹا کہ ان کو کچوکا مارنے لگا تو وہ پردے میں کچوکا مار ا، وہ دونوں شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہے۔

اور حضرت عبادۃ بن الصامت ؓ کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ اور اس کی جانب سے روح ہیں اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا چاہے اس کے عمل کیسے بھی ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور اچھی طرح ادب سکھائے اور اسے اچھی طرح تعلیم دے پھر اسے آزاد کرے اس سے شادی کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب آدمی عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور پھر میرے ساتھ بھی ایمان لائے تو اس کے لئے بھی دو اجر ہیں اور غلام جب اپنے رب سے ڈرے اور اپنے مالکوں کی اطاعت بھی کرے تو اس کے لئے بھی دو اجر ہیں۔ (یہ بخاری شریف کے الفاظ کا ترجمہ ہے)

حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معراج والی رات میری ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو وہ دبلے پتلے جسم والے گھنگھریالے بالوں والے ہیں گویا کہ وہ شنوءۃ قبیلے کے لوگوں میں سے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں پھر عیسیٰ علیہ السلام سے ملا پھر آپ نے ان کا وصف بیان فرمایا کہ وہ درمیانے قد کے سرخ رنگ والے ہیں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی غسل کر کے نکلے ہیں۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے ساتھ شکل و صورت میں ملتا جلتا ہوں۔ یہ حدیث حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے حالات میں پہلے گذر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ والے گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے ہیں البتہ موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے بڑی جسامت والے سیدھے بالوں والے ہیں گویا الزط قبیلہ کے آدمی ہیں۔ اس روایت کے ساتھ بخاری منفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مسیح الدجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ کانا نہیں ہے آگاہ رہو کہ مسیح الدجال دائیں آنکھ سے کانا ہے اس کی آنکھ ایسے ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور ہوتا ہے۔

میں نے آج رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا وہاں بہت خوبصورت گندمی رنگ کا آدمی ہے اس کے بال کندھوں تک اور کچھ گھنگھریالے تھے اور وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔

پھر میں نے اس کے پیچھے سخت گھنگھریالے بالوں والا اور دائیں آنکھ سے کانا شخص دیکھا۔ جو ابن قطن کے ساتھ بہت ملتا جلتا تھا وہ اپنا ہاتھ ایک آدمی کے کندھے پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہیں مجھے بتا دیا گیا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔

حدیث میں مذکور ابن قطن خزاعہ قبیلہ کا آدمی تھا اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکا تھا نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے مسیح نامی دونوں اشخاص کا تذکرہ کیا ہے ایک مسیح الہدیٰ اور ایک مسیح الضلالۃ تاکہ مسیح الہدیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر مومن ان پر ایمان لے آئیں اور مسیح الضلالۃ دجال کذاب کو پہچان کر توحید پرست اس سے بچ جائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ تو نے چوری کی ہے اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے چوری نہیں کی ہے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنی آنکھوں کو جھٹلاتا ہوں۔

یہ واقعہ آپ کی پاکیزہ طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس آدمی کی قسم کو زیادہ اہمیت دی اور سوچا کہ کوئی آدمی اللہ کی عظمت کے ساتھ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا۔

حالانکہ آپ نے اسے اپنی آنکھوں کے ساتھ چوری کرتے دیکھا تھا۔ آپ نے اس کا عذر قبول کر لیا اور اپنے آپ کو خطا کار قرار دے دیا کہ میں اللہ پر ایمان لایا یعنی تیری قسم کی وجہ سے میں تیری تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھ کو غلط کہتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے جسم اور غیر مختون اکٹھے کئے جائیں گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ -

ہم نے جیسے مخلوق کا آغاز کیا تھا ویسے ہی ہم اسے لوٹائیں گے یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے یقیناً ہم ایسا ہی کرنے والے ہیں۔ تو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو دائیں اور بائیں جانب سے پکڑا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں تو مجھے کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو انہوں نے اپنی ایڑیوں پر پھرتے ہوئے راہ ارتداد اختیار کر لی تھی تو میں بھی اسی طرح کہوں گا جیسے کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا۔

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ .... الْحَكِيمُ (المائدہ: ۱۱۷۔۱۱۸)

اور جب تک میں ان میں رہا ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا۔ جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تیری مہربانی ہے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جتنی مدت چاہے گا دنیا میں رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو فوت کرے گا۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ چالیس سال ٹھہریں گے پھر فوت ہوں گے مسلمان ان کو دفن کریں گے۔ (مسند احمد)

ہم نے کتاب الملاحم میں عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب نازل ہونے کی وضاحت کی ہے اور اس مسئلے کی ہم نے اپنی تفسیر میں وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان وانه لعلم للساعة کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہاں ذکر کیا ہے کہ آپ دمشق کے سفید منارے پر اتریں گے جبکہ صبح کی نماز کے لئے تکبیر ہو چکی ہوگی اور مسلمانوں کا امام ان کو کہے گا اے روح اللہ آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں وہ فرمائیں گے نہیں تم ایک دوسرے پر امیر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بڑی عزت عطا کی ہے اور ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپ کے لئے اقامت کہی گئی ہے پھر آپ ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے پھر آپ مسیح الدجال کی تلاش کے لئے نکلیں گے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ ہوں گے پھر آپ دجال کو باب لد کے پاس پائیں گے اور اپنے دست مبارک سے اسے قتل کریں گے۔

ہم نے ذکر کیا ہے کہ قوی امید ہے کہ دمشق میں مشرقی جانب جو مینار سفید پتھروں کے ساتھ بنایا گیا ہے آپ اسی پر اتریں گے نصاریٰ نے اس کو گرادیا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں اتریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں کریں گے آپ روحاء کی گھاٹی سے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت سے نکلیں گے اور چالیس سال زمین میں قیام کریں گے پھر فوت ہوں گے اور ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن ہوں گے۔

حافظ ابن عساکر اپنی کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے تحت ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ حجرہ مبارکہ میں دفن ہوں گے۔ لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات ذکر ہوئے ہیں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے حدیث کے راوی ابو مودود المدنی فرماتے ہیں کہ حجرہ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی شریف)

ترمذی نے مذکورہ حدیث کو حسن کہا ہے اور فرمایا کہ حدیث کی سند میں مذکور راوی عثمان بن ضحاک کی بجائے الضحاک بن عثمان المدنی ہے امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس کی متابعت کی گئی ہے۔

امام بخاری نے باسند جناب سلمان سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ (دونوں پیغمبروں) کے درمیان ۶۰۰ سال کا عرصہ ہے اور حضرت قتادہ سے ۵۶۰ سال کا عرصہ مروی ہے اور بعض راویوں سے ۵۴۰ برس منقول ہیں اور حضرت ضحاک سے ۴۳۰ سے کچھ اوپر منقول ہے مگر چھ سو سال والا قول زیادہ مشہور ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قمری سال کے لحاظ سے چھ سو بیس برس اور شمسی اعتبار سے پورے ۶۰۰ سال ہیں۔

حضرت ابو الدرداءؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کے ساتھیوں کے درمیان سے فوت کیا تو وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے دین میں کوئی تبدیلی کی اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی دو سو سال تک ان کی سنت اور طریقے پر کاربند رہے۔ یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے ابن حبان نے اگرچہ اس کو صحیح کہا ہے۔

ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اوپر اٹھائے جانے سے پہلے حواریوں کو وصیت کی تھی کہ وہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر آپ نے ہر ایک کو مشرق اور مغرب کے ایک ایک علاقے کے لوگوں کی طرف متعین کیا، وہ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو ہر علاقے کی طرف جانے والا آدمی اسی علاقے کے لوگوں کی زبان بولنے لگ گیا۔

کئی حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ سے انجیل نقل کرنے والے چار آدمی تھے لوقا، متی، مرقس، یوحنا لیکن ان چاروں کے نسخوں میں بڑا فرق ہے کسی نسخے میں بہت سا اضافہ ہے اور کسی میں دوسرے نسخوں کی نسبت کمی ہے۔

ان چاروں میں سے متی اور یوحنا نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے اور ان کو دیکھا ہے جب کہ دوسرے دو مرقس اور لوقا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سے اہل دمشق کا "ضینا" نامی ایک آدمی بھی تھا وہ بولس یہودی کے ڈر سے مشرقی دروازے کے اندر ایک غار میں چھپا ہوا تھا یہ جگہ کلیسہ کے قریب تھی یہ بولس یہودی بہت ظالم اور عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا دشمن تھا جب اس کا بھانجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تو اس نے اس کا سر منڈوا کر شہر میں گھمایا اور اسے پتھر مار کر قتل کر دیا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

جب بولس نے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے اپنا خچر تیار کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے نکلا اور "کوکبا" جگہ پر آپ کا سامنا ہوا جب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے ساتھ اس کا آمنا سامنا ہوا تو ایک فرشتے نے آگے سے اپنے پر کی ایک ضرب ماری اور اسے اندھا کر دیا جب اس نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ سمجھ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں وہ آپ کے پاس آیا اور معذرت کی آپ پر ایمان لے آیا آپ نے اس کی معذرت قبول فرمائی تو اس نے درخواست کی کہ میری آنکھوں پر ہاتھ پھیریں تاکہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں درست کر دے آپ نے فرمایا کہ "ضینا" کے پاس جاؤ جو مشرق میں سوق مستطیل کی ایک طرف رہتا ہے وہ تیرے لئے دعا کرے گا وہ اس کے پاس آیا اس نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بینا کر دیا اس کا اسلام اچھا ثابت ہوا اور اس نے اپنے نام پر کلیسہ بولس تعمیر کرایا۔ جو دمشق میں بڑی شہرت کا حامل ہے صحابہ کے دمشق فتح کرنے تک یہ کلیسا موجود تھا۔ بعد میں وہ ویران و بے آباد ہو گیا۔

فصل

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائیوں نے آپ کے متعلق مختلف نظریات اپنائے جیسے کہ حضرت ابن عباس اور دیگر اسلاف کی رائے ہے جس کا ذکر ہم اللہ تعالیٰ کے قول فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ کے ضمن میں کر چکے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ وہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

بعض نے کہا کہ وہ اللہ ہیں۔

بعض نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان اقوال میں سے پہلا قول حق ہے اور دوسرے دو قول بہت بڑا کفر ہیں۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۔

پھر کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے کافروں کے لئے ہلاکت ہے بڑے دن کی حاضری سے عیسیٰ علیہ السلام سے انجیل نقل کرنے کے بارے میں چار اقوال ہیں یعنی چار آدمیوں نے اسے نقل کیا ہے اور ان کا آپس میں بہت بڑا تضاد ہے اور ان میں کمی بیشی تغیر و تبدل ہوا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد بہت بڑا حادثہ رونما ہوا اور بڑی مصیبت کھڑی ہوگئی چاروں بطارقہ تمام اساقفہ قساوسہ شماسہ اور سارے عالم اور راہب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف نظریات کے حامل ہوگئے حتی کہ ان کے اقوال و نظریات کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

پھر انہوں نے بادشاہ وقت قسطنطین کو اپنا حاکم مقرر کیا جو قسطنطنیہ شہر کا بانی تصور کیا جاتا ہے یہ ان کی پہلی نسل تھی بادشاہ نے اکثریتی گروہ کے حق میں فیصلہ دیا تو اس فرقے کا نام فرقہ ملکیہ رکھ دیا گیا باقی فرقوں پر ظلم و ستم کیا گیا اور ان کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

ایک فرقہ اس پر قائم رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کا شیخ عبداللہ بن آریوس تھا یہ لوگ بادشاہ وقت کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے جنگلوں اور صحراؤں میں روپوش ہوگئے اور وہاں انہوں نے عبادت خانے گرجے اور ٹھکانے بنا لئے وہ راہبانہ زندگی پر راضی ہوگئے اور انہوں نے بدعقیدہ والے فرقوں سے میل جول ترک کردیا۔ جبکہ ملکیہ فرقے نے بڑے بڑے عالیشان گرجے تعمیر کئے اور انہوں نے یونانی عبادت خانوں اور عمارتوں کے محراب مشرق کی طرف کردیئے جبکہ اس سے پہلے ان کے محراب شمال سے خط جدی کی طرف تھے۔

بیت اللحم اور گنبد کی تعمیر کا تذکرہ

قسطنطین بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت پر بیت اللحم تیار کیا اور اس کی ماں ہیلانہ نے سولی دیئے ہوئے آدمی کی قبر پر بھی ایک گنبد بنوایا اور وہ یہودیوں کی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام ہی کو پھانسی دی تھی۔ یہ سب لوگ کافر تھے انہوں نے اپنے لئے قوانین وضع کر لئے پھر ان میں سے کچھ تورات کے مخالف تھے کیونکہ بہت سی چیزوں کو حلال قرار دیا جب کہ تورات میں وہ چیزیں صراحتاً حرام تھیں مثلاً خنزیر اور مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کردی۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام صخرہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے یہاں تک ہمارے رسول اکرم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے یہاں تک ہمارے رسول اکرم خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی مدینے کی طرف ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اس کے بعد آپ کا قبلہ کعبہ مقرر کردیا گیا جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کیا تھا۔

انہوں نے اپنے گرجا گھروں میں تصویریں بنائیں اور اس سے پہلے یہ کام نہیں کیا جاتا تھا۔ اور پھر ان لوگوں نے اپنا ایک عقیدہ ایجاد کیا تھا جس کو ان کے بچے، عورتیں اور مرد یاد کرتے ہیں اور اسے امانت کا نام دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ بہت بڑا کفر اور خیانت ہے۔

پھر اس نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ:

"تم ان کو ملک شام کی طرف مت لے جاؤ، کیونکہ وہاں یہودی ان کے دشمن ہیں، اندیشہ ہے کہ ان کو شہید کر ڈالیں۔"

یہ سن کر حضرت ابو طالب نے آپ کو وہاں سے مکہ مکرمہ کو روانہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کے نکاح سے پہلے ان کے غلام میسرہ نامی کے ہمراہ پھر دوسری تجارت کے لئے ملک شام آپ ﷺ تشریف لے گئے، جب ملک شام میں پہنچے تو ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس ایک درخت کے نیچے اترے، تب اس راہب نے کہا: "اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں اترا ہے۔" اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال دو مہینے دس روز تھی۔

غارِ حرا:

یہ ایک غار ہے مکہ معظمہ سے قریب تین میل کے فاصلہ پر۔ حضور ﷺ قبل نبوت اکثر وہاں جاتے اور تنہائی میں ذکر الٰہی کرتے رہتے۔ آپ ﷺ پر سب سے اول وحی نازل ہوئی۔

مصیبت و الم اور دعوت و ہجرت:

حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ابتداء بروز پیر ماہ ربیع الاول کی آٹھ تاریخ تھی۔ اس کے بعد علانیہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ظاہر کرنے لگے اور اس کے پیغام پہنچانے لگے اور اپنی قوم کی بہت خیر خواہی کرنے لگے تو مکہ والے کمال نادانی سے آپ ﷺ کی ایذاء کے در پے ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اہل بیت کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور ہوئے، وہاں پر کچھ کم تین سال تک رہے۔

- ☆ وہاں سے چھوٹے تو آپ ﷺ کی عمر مبارک انچاس برس کی تھی۔
- ☆ اس کے بعد جب آٹھ مہینے اور اکیس روز گزرے تو حضرت ابو طالب نے وفات پائی۔
- ☆ پھر تین روز کے بعد حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔
- ☆ پھر جب پچاس برس اور تین مہینے کی عمر ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں مقام نصیبین کے جنات آئے اسلام سے مشرف ہوئے۔
- ☆ اور جب عمر مبارک اکاون برس نو مہینے کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معراج شریف سے مشرف کیا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل نے آ کر چاہ زمزم اور مقام ابراہیم کے بیچ میں سے آپ ﷺ کو اٹھا کر بیت المقدس تک پہنچایا۔
- ☆ پھر براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف روانہ ہو گئے، وہیں سے یہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔
- ☆ اور جب عمر مبارک ۵۳ سال ہوئی تو پیر کے روز ماہ ربیع الاول کی آٹھویں کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔
- ☆ اور مدینہ میں بھی پیر کے روز ہی پہنچے اور وہاں دس برس تک رہے۔

وصال باکمال:

آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (المائدہ: ۳) نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے کے اکاسی دن بعد حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما رہے۔ پھر آیت ﴿وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾ ا

(النصر: ۱،۲،۳) اس کے بعد حضور ﷺ اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے۔ اس سورۃ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل و تمام ہو گیا تو اب حضور نبی کریم ﷺ دنیا میں زیادہ تشریف فرما نہ رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ یہ سورۃ سن کر روئے۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور سید عالم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا:

"ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے۔ اس بندے نے لقاء الٰہی اختیار کی۔"

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ پر ہماری جانیں، ہمارے مال، ہمارے آباء، ہماری اولادیں سب قربان" اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو تسلی دے کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

فرقت و رحمت

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت سے نبی آئے مگر ان کی وفات ہمارے لئے کوئی کمی نہ آئی۔ جب حضرت آدمؑ کا وصال ہونے لگا تو حضرت آدمؑ اپنے غم میں رونے لگے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا "اے حضرت آدمؑ! آپ کو کیا غم ہے؟"

آپ نے فرمایا "اے جبرئیل! مجھے یہ غم ہے کہ جس جنت سے مجھے نکالا گیا ہے پھر میں اس میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں؟"

حکم الٰہی نازل ہوا "اے آدم! آسمان کی طرف دیکھو یہ جنت تمہارے لئے تیار ہے۔"

حضرت آدمؑ نے جنت کو دیکھا اور خوش ہو کر جان دے دی۔ لیکن جس وقت ہمارے شفیع المذنبین سرور دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے ایام مرض میں ایک دن حضرت جبرئیلؑ آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے جبرئیل! کوئی خوشخبری ہو تو سناؤ۔" حضرت جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ! دوزخ آپ کے استقبال کے لئے ٹھنڈی کر دی گئی ہے اور جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور حوران جنت آپ کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے پر کھڑی ہیں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا (مالی ولیسار ولی ولجنۃ) اے جبرئیل! نہ مجھ کو تجھ سے مطلب ہے نہ جنت سے تعلق ہے۔ یہ بتاؤ کہ میری امت کے لئے کیا تیار کیا گیا ہے؟"

حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا "جنت حرام ہے تمام امتوں پر جب تک آپ کی امت نہ جائے۔" حضرت نوحؑ کی عمر وصال کے وقت ساڑھے تیرہ سو برس کی تھی۔ جب ملک الموت ان کے پاس آئے تو حضرت نوح علیہ السلام ملک الموت کی صورت دیکھ کر گھبرائے اور کہا "اے ملک الموت! تم نے بہت جلدی کی۔" ملک الموت نے کہا "اے نوح! تیرہ سو برس میں بھی آپ کا دل دنیا کی زندگی سے سیر نہیں ہوا؟"

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں کسی ایسے مکان میں داخل ہوا جس کے دو دروازے ہیں۔ ایک سے نکل اندر آیا دوسرے دروازے سے تم مجھے لینے آ گئے۔ میں اس مکان میں ذرا بھی نہ ٹھہرا۔" مگر جب حضور ﷺ کے پاس ملک الموت آئے تو ملک الموت سے اپنی موت کی بات سن کر فرمایا "جبرئیل کہاں ہیں؟ اے ملک الموت! جب تک جبرئیلؑ کی زبانی امت کی مغفرت کی بشارت نہ سنوں گا اس وقت تک جان نکالنے کی اجازت نہ دوں گا۔" (سبحان اللہ) جب حضرت موسیٰؑ کے پاس وصال کا پیغام آیا گھبرا گئے۔ ملک الموت کو طمانچہ مارا۔ جب وفات پانے پر راضی ہوئے تو کہا "مجھے بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچا دو وہاں پہنچا کر میری جان نکلے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس پہنچا دیا تب

نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا، حضور نبی کریم ﷺ نے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سارے لشکر میں پانی موجود نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس قدر ممکن ہو سکے پانی لشکر میں جمع کرو، تو بہت مشکل سے سارے لشکر کی مشکوں سے پانی کے برتن نچوڑ کر ایک پیالہ پانی جمع ہوا، وہی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے "بسم اللہ" کہہ کر اپنا دست مبارک پیالہ میں رکھا، آپ ﷺ کا ہاتھ رکھنا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی انگلیوں کی برکت سے پیالے سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ سارے لشکر والوں نے مشکیں اور پانی کے برتن بھر لئے، سب نے وضو کیا۔ کسی نے حضرت جابرؓ سے پوچھا: بھلا تم کتنے آدمی تھے جو پانی پینے میں شامل تھے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا: ہم تو کل ایک ہزار پانچ سو تھے لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ رحمت کا پانی سب کو کافی تھا۔

فائدہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں یہ پانی آبِ زمزم سے بھی افضل ہے کیونکہ زمزم حضرت جبرئیلؑ کے ہاتھ سے مکہ کی زمین سے نکلا ہوا ہے مگر یہ پانی حضور نبی کریم ﷺ کی انگلیوں مطہرہ کے درمیان سے نکلا ہے۔
زمزم حضرت جبرئیلؑ کے پر سے کھودا، یہ پانی حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے جاری ہوا۔
زمزم زمین سے نکلا، یہ خاص حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے نکلا۔
تو جیسے فرق زمین کو اور حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کو ہے وہی فرق آبِ زمزم اور اس معجزہ کے پانی کو ہے۔
یہ پانی کوثر کے پانی سے بہتر ہے، وہ فرشتوں کے ہاتھ سے پیدا ہوا اور یہ سید الاولین والآخرین کے دست مبارک سے پیدا ہوا، پس جو فرق ملائکہ کے مرتبہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے مرتبہ سے ہے، وہی فرق کوثر کے پانی کو اس معجزہ کے پانی سے ہے۔ اگلے انبیاءؑ نے پتھروں سے پانی نکالا، درختوں سے پانی نکالا مگر جسم اطہر سے کسی پیغمبر نے پانی نہیں نکالا، حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے امت کے لئے اس طرح پانی نکلا، جیسے مہربان ماں کے سینے سے بچے کے لئے دودھ نکلتا ہے، اسی لئے صحابہ کرامؓ کو آپس میں سگے بھائیوں سے زیادہ باہم محبت تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ الفت تھی، سارے صحابہؓ باہم گویا دودھ شریک بھائی ہو گئے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ ماں باپ سے زیادہ امت پر شفیق ہیں۔ سبحان اللہ! حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت والے نبی تھے۔

بارانِ رحمت کا نزول:

مدینہ طیبہ میں ایک سال قحط سالی ہوگئی، مینہ نہ برسا۔ حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! جانور ہلاک ہو گئے، کھیت اور درخت خشک ہو گئے، غریب لوگوں کے بچے فاقہ سے مرنے لگے۔ یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مینہ برسائے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:
"اے اللہ! بارش برسا اور خشک زمین کو تر اور سوکھے کھیتوں اور مردہ زمین کو زندہ کر دے۔"
صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اٹھانے سے پہلے آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ چھوڑتے ہی پہاڑوں کی طرح بادل اٹھ کر آنے اور اسی وقت برسنے لگے اور مسجد نبوی سے پانی ٹپک کر حضور نبی کریم ﷺ کے سر مبارک سے بہتا ہوا ریش مبارک سے ہوتا ہوا حضور نبی کریم ﷺ کے لباس پر گرتا تھا، اسی طرح جمعہ مبارک سے برابر

جمعۃ المبارک تک مدینہ پر مینہ برستا رہا۔ جب دوسرے جمعۃ المبارک کو حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بارش کی کثرت سے اندیشہ ہلاکت ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں دعا فرمائی کہ بارش مدینہ کی بستی سے نکل جائے، جنگلوں میں برسے اور پانی برسے ضرورت کے موقع پر برسے۔

فائدہ:

ابوطالب کو خشک زمین سے شیریں پانی پلانا جس مبارک نبی ﷺ کا ادنیٰ فریضہ تھا، بلا شبہ جب حضور نبی کریم ﷺ حوض کوثر پر ہوں گے اور آپ ﷺ کی امت کے مسلمان پیاسے، حشر کی پیاس (کی شکایت) کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے، تب کس طرح آپ ﷺ ہر ایک پیاسے کو تشنہ لب لوٹا دیں گے؟ آپ ﷺ ضرور سیراب فرمائیں گے، پچاس ہزار برس کی پیاس ضرور بجھائیں گے۔

درختوں کا اکٹھے ہونا:

ایک دن سفر کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا: اے اسامہ! استنجا کرنے کے قابل کوئی پردہ کی جگہ ہے؟ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دور تک صحابہ کا لشکر پھیلا ہوا ہے اور یہاں قریب میں کوئی جگہ قابل پردہ نظر نہیں آتی۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دیکھو اے اسامہ! یہ درخت کھجور کے جو الگ الگ کھڑے نظر آتے ہیں اور یہ پتھر جو دور دور پڑے دکھائی دیتے ہیں، ان کو حکم دو، ان سے جا کر کہو: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم آپس میں مل جاؤ اور پتھرو! تم درختوں کے بیچ میں دیوار بن جاؤ، حضور نبی کریم ﷺ تمہارے پیچھے استنجا فرمائیں گے۔

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا یہ پیغام لے کر درختوں، پتھروں کے پاس گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا حکم سنتے ہی فوراً کھجوروں کے درخت آپس میں مل گئے اور درختوں کے درمیان جگہ خالی رہ گئی تھی اس میں پتھروں نے جمع ہو کر دیوار بنائی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ استنجے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اسامہ! ان سے کہو کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں۔ یہ سن کر حضرت اسامہؓ نے اشارہ کیا، پتھر و درخت سب الگ الگ ہو کر اپنی جگہ پر چلے گئے۔

فائدہ:

درختوں، پتھروں نے حضور نبی کریم ﷺ کے خادم کے حکم سے حضور نبی کریم ﷺ کے لئے صف بستہ ہو کر پردہ کی دیوار تیار کر دی، ہم انسان ہو کر پھر دعویٰ اسلام ہو کر۔ افسوس! ہم نے دنیا میں آ کر کیا ہی پایا جب درختوں، پتھروں کے برابر بھی خدا کے سچے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی، شرم کی جگہ اور غیرت کا مقام ہے۔

درخت کا طواف کرنا:

حضور نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے، جب حضور نبی کریم ﷺ کو خطبہ فرمانے کی ضرورت ہوتی آپ ﷺ مسجد کے ستون سے جو خشک کھجور کا درخت تھا پشت مبارک لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔ ایک دن ایک انصاری عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ فرمائیں تو یہ انصاری اپنے غلام سے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے آقا کے لئے ایک لکڑی کا منبر بنوا

زیادہ جامع ہے کہ ایک سچے و محقق رسول کے لئے آپ کی صحیح صورت سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے مشہور حلیہ نگار حضرت ہند بن ابی ہالہ آپ کا
حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ معزز و بڑی شان تھے۔ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ
میانہ قد والے سے تھوڑے سے لمبے اور دراز قد آدمی سے قدرے پست تھے۔ آپ کا سر قدرے بڑا تھا۔ بال پیچ دار اگر بالوں کی
مانگ نکل جاتی تو نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں۔ جب آپ بالوں کو بڑھنے دیتے تو آپ کے بال کانوں کی لو سے قدرے تجاوز ہو جاتے۔
آپ کا رنگ چمکدار، کشادہ پیشانی، ابرو قدرے خمیدہ باریک، گھنے اور جیر یوست تھے۔ ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے
وقت ابھر جاتی۔ ناک قدرے بلندی لئے ہوئے جس پر ایک نور نمایاں تھا۔ جو آپ کو بغور نہ دیکھتا وہ آپ کو بلند بینی والا سمجھتا تھا۔ داڑھی
گھنی، رخسار ہموار، دہن کشادہ، دندان مبارک باریک چمکدار، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر، آپ کی گردن گویا گڑیا کی
گردن تھی صفائی میں چاندی جیسی۔ آپ متناسب الاعضاء پر گوشت اور گٹھیلے بدن کے تھے۔ شکم اور سینہ ہموار، چوڑا سینہ، کندھوں
کے درمیان کافی فاصلہ، موٹے جوڑ، بدن کا کھلا حصہ بھی چمکدار، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جو ناف کو ملاتی تھی۔
چھاتیاں اور شکم بالوں سے خالی، سوائے اس لکیر کے۔ البتہ کندھوں اور سینے کے بالائی حصہ پر قدرے بال تھے۔ کلائیاں دراز،
ہتھیلیاں کشادہ، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں مناسب طور پر لانبی تھیں۔ آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔
قدم ہموار تھے کہ ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ جب چلتے تو قوت اور زور سے پاؤں اٹھاتے۔ اور جب رکھتے تو ذرا جھک کر آہستہ قدم
رکھتے۔ قدم کشادہ رکھ کے چلتے تو یہ معلوم ہوتا کہ گویا آپ بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہوں۔ اور کسی کی طرف دیکھتے تو پورا
پھر کے دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے۔ آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زیادہ تر زمین پر رہتی۔ آپ اکثر گوشۂ چشم سے دیکھتے (لیکن یہ عام حالات میں
نہیں بلکہ مخصوص اوقات میں جو بوجہ مختلف عبادات کے اوقات میں۔ مرقات ملا علی قاری)۔ چلنے میں آپ اپنے اصحاب کو آگے رکھتے۔
جس سے ملتے اس کو پہلے سلام کرتے۔ (شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

حضرت علیؓ آپ کا حلیہ بیان کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت ٹھگنے۔ آپ ﷺ لوگوں میں میانہ قد تھے۔ آپ کے بال نہ بہت زیادہ
گھونگھریالے اور نہ بالکل سیدھے تھے (بلکہ خمدار تھے)۔ نہ آپ زیادہ پر گوشت تھے اور نہ بالکل آپ کا چہرہ گول تھا۔ البتہ آپ ﷺ
کے چہرے میں قدرے گولائی تھی۔ آپ ﷺ سفید رنگ سرخی مائل، آنکھیں سیاہ سرمگیں تھیں۔ پلکیں دراز، موٹے جوڑ اور کندھوں
کے درمیان کی جگہ تمام بالوں سے خالی، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔ جب آپ ﷺ
چلتے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے۔ گویا آپ ﷺ بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہوں۔ اور کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے متوجہ
ہوتے۔ آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ نبیوں کو ختم کرنے والے تھے۔ آپ دل کے بڑے سخی اور زبان کے
نہایت سچے تھے۔ نرم طبیعت، نرم خو، شریف گھرانے کے تھے۔ جو آپ ﷺ کو یکایک دیکھتا تو ہیبت کھا جاتا اور جو جان پہچان کر
میل جول کرتا وہ آپ ﷺ کو خوب چاہتا۔ آپ ﷺ کا حلیہ نگار یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ
آپ ﷺ کے بعد۔ (شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کو چودھویں رات میں دیکھا۔ آپ سرخ چادر میں ملبوس تھے۔ میں آپ کو
اور چاند کو دیکھ رہا تھا۔ تو آپ چاند سے زیادہ خوب صورت تھے۔ (شمائل ترمذی)

قبل بعثت کے احوال

جس وقت آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اس وقت تمام عرب بت پرستی کی مسموم فضاؤں سے بری طرح متاثر تھا بلکہ توحید کا زبان پر لانا سوتے شیر جگانے کے مترادف تھا۔ قتل، شراب نوشی کی عادت، اولاد کو زندہ درگور کر دینا ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں تھا۔ ان کی اس ضلالت و گمراہی کا تذکرہ قرآن نے اس طرح کیا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۔ وَقَالُوا هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۔

"اور یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی میں اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے تو جو ان کے شرکاء کا ہے وہ اللہ کے پاس نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کی نگاہوں میں ان کے شرکاء نے اپنی اولاد کے قتل کر دینے کو مزین کر دیا ہے تاکہ وہ ان کو ہلاک اور خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ چاہتے تو یہ ایسا نہ کرتے تو ان کو چھوڑ دو اور ان کے جھوٹ کو اور کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں ان میں سے وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے اپنے گمان میں اور بعض مویشی کی پیٹھوں کو حرام کر دیا اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے عنقریب انہیں اس جھوٹ کی سزا ملے گی۔ اور کہتے ہیں کہ جو ان مویشیوں کے پیٹ میں ہیں وہ تو خالص ہمارے مردوں کے لئے ہیں اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہیں اور اگر وہ بچہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی بیانی کی سزا دیں گے وہ بڑے حکمت والے جاننے والے ہیں۔

جو لوگ اپنی اولاد کو نادانی میں بغیر سمجھے قتل کرتے ہیں وہ خسارہ میں ہیں اور جنہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر دیا اللہ پر بہتان باندھ کر وہ لوگ گمراہ ہیں اور وہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔"

دعوت

رسول اللہ ﷺ نے غار حرا کے بعد دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی اہلیہ خدیجہ بنت خویلد ایمان لائیں۔ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ ایمان لائے۔ آپ ﷺ آہستہ آہستہ

خفیہ طور پر تبلیغ کا کام کیا کرتے تھے۔ غار حرا کے واقعہ کے بعد وحی کا سلسلہ ایک زمانہ کے لئے بند ہو گیا جس کو مفسرین نے "فترۃ الوحی" کا زمانہ قرار دیا ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ محمد کو اس کے رب نے رخصت کر دیا۔ آپ اس فترت کے زمانے میں بڑے مغموم اور مضطرب رہتے تھے۔ بعض احادیث میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیماری کی وجہ سے تین رات تک نہ اٹھ سکے تو ایک مشرکہ عورت کہنے لگی کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ ان خرافات کا جواب اللہ نے سورۂ ضحیٰ میں دیا ہے۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

"دھوپ کے چڑھتے ہوئے وقت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے، تیرے رب نے نہ تجھے رخصت کیا اور نہ بیزار ہوا۔ البتہ آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے اور تیرا رب تجھ کو (اتنا) دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔"

آپ ابھی تک چھپ چھپ کر دعوت و ارشاد کا کام انجام دے رہے تھے۔ لیکن بعثت نبوی ﷺ کے تین سال بعد آپ کو علی الاعلان دعوت کا حکم دیا گیا اور وحی نازل ہوئی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقُلْ اِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ۔

"جس چیز کا تجھے حکم ہوا ہے اس کو کھول کھول کر سنا دے اور مشرکین کی پروا نہ کر۔ اپنے قریبی خاندان کو ڈرائیے اور اپنے بازو مومنین متبعین کے لئے بچھا دیجئے اور کہئے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔"

آپ نے اس حکم کی تعمیل کی غرض سے کوہ صفا پر چڑھ کر سب لوگوں کو خاص کر قبیلہ قریش کو آپ نے نام بنام پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے وہاں پر جو عام اعلان کیا وہ اللہ کا پیغام سنانا تھا جس کو تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی پشت پر ایک لشکر جرار جمع ہے اور تم پر حملہ کے لئے آ رہا ہے تو کیا تم مجھ کو صادق سمجھو گے۔ لوگوں نے کہا ہم نے آپ کو الصادق الامین پایا ہے۔ جو بات آپ کہیں گے وہ حق و صداقت پر مبنی ہوگی۔ تب آپ نے فرمایا لوگو میں تم کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں اور اصنام پرستی ترک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم اس دن سے ڈرو جب خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یہ صدا جب قریش کے کانوں میں پہنچی تو وہ حیران رہ گئے اور باپ دادا کے دین کی توہین کی وجہ سے برافروختہ ہو گئے۔ اس آواز نے کفر کے ایوانوں میں تزلزل پیدا کر دیا۔ آپ کا حقیقی چچا ابولہب فرط غضب میں بولا۔

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَمَا دَعَوْتَنَا اِلَّا لِهٰذَا۔

"تو ہمیشہ ہلاکت و رسوائی کا منہ دیکھے، کیا تو نے اس لئے ہم کو جمع کیا ہے۔"

چنانچہ چالیس سال مدت تک جس کو لوگ الصادق الامین کہتے چلے آئے جب اس نے صدائے حق سے لوگوں کو روشناس کرایا تو وہی الصادق الامین جھوٹا قابل نفرت بن گیا۔ ابولہب کی اس گفتگو سے آپ دل برداشتہ ہوئے۔ اللہ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔

"ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں وہ برباد ہو، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ کمائی ہی آئی عنقریب وہ بھڑکتے شعلوں کی